بسم اللہ الرحمن الرحیم

الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

*

حضرت سیّد عبدالکریم جیلی قدس سرہ

سیرت فاؤنڈیشن ۰ لاہور

الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

marfat.com

الکہف والرقیم

فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السید عبدالکریم الجیلی قدس سرہ

مترجمہ

مولینا محمد تقی حیدر کاظمی کاکورویؒ

مع مقدمہ و شرح اردو
از شاہ محمد وہاج الدین کاکورویؒ

سیرت فاؤنڈیشن
اسلامی علوم و فنون کا علمی و تحقیقی ادارہ
۸۵۵ این، سمن آباد - لاہور

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : الکہف والرّقیم فِی شرح بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
مُصنّف : حضرت شیخ سیّد عبدالکریم جیلی رحمۃُ اللہ علیہ
مترجم : مولانا محمّد تقی حیدر کاکوروی
ناشر : سیرت فاؤنڈیشن ○ لاہور
طابع : سرور قادری پرنٹرز ○ لاہور
اشاعت : اوّل سنہ ۱۹۱۵ء، دوم سنہ ۱۹۷۷ء، سوم سنہ ۲۰۰۰ء
تعداد : پانچ سو
قیمت : ۱۵۰/- روپے

○

تقسیم کار

○ دربار بُک شاپ ، دربار مارکیٹ، گنج بخشؒ روڈ۔ لاہور
○ المُعارف ، گنج بخشؒ روڈ ۔ لاہور
○ ضیاءُ القُرآن ، گنج بخشؒ روڈ ۔ لاہور

marfat.com

فہرست مضامین

فہرست	۵
پیش گفتار	۷
آغاز کتاب	۱۵
مقدمہ (کنز العظیم) از شاہ محمد دہاج الدین	۲۳
باب اوّل : تمہید	۲۵
باب دوم : توحید	۴۱
باب سوم : سلوک	۵۵
سلوک بالمجاہدہ	۵۶
سلوک بالعشق	۶۱
باب چہارم : اندکے از بسیار	۱۲۹
خاتمہ : مشتمل بر فوائد متفرق	۱۴۸
فائدہ اول : خواب	۱۴۸
فائدہ دوم : جاذبہ	۱۵۶
فائدہ سوم : مشاہدہ	۱۶۱
الکہف والرقیم (متن عربی) از سید عبد الکریم الجیلی قدس سرہ	۱۶۹
نور الصہیم (اردو ترجمہ) از مولانا محمد تقی حیدر کاظمی	۱۷۱
فیض الکریم (اردو شرح) از شاہ محمد دہاج الدینؒ	۱۷۱

marfat.com

کثرت در وحدت	۲۰۲
نقطہ اور "ب" کی گفتگو	۲۰۶
"ب" کے اوّل قرآن میں لانے کا سبب	۲۱٦
"الف" کے بیان میں	۲۳۱
مرتبہ الف کے بیان میں	۲۳۴
تجرید "الف"	۲۵۷
تفرید "الف"	۲٦۲
بیان حقیقت الباء	۲٦۷
اثنینیتِ باء کے معنی	۲۷۰
"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں	۲۸۲
نکتہ	۲۸۷
فی بیان حرف المیم	۳۰۰
بیان مراتب وجود	۳۰٦
اسم اللہ کی تحقیق	۳۱٦
ترکیب جلالت کا بیان	۳۳۵
معراج شریف کا بیان	۳۴۹
عرش عالم کبیر ہے	۴۲۰

marfat.com

پیش گفتار

السیّد عبدالکریم الجیلی قدس سرہٗ آٹھویں / نویں صدی ہجری کے معروف صُوفیہ میں سے تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "الانسان الکامل" کا شمار تصوّف کی اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ اہلِ ذوق نے ہر دور میں اسے بنگاہِ قدر و منزلت دیکھا ہے۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ حضرت مُصنّف کے لئے یہ کتاب ہی وجہ شہُرت بنی ہے اور وہ بیشتر اسی کے حوالے سے معروف ہیں۔ آپ کی زندگی کے بہت کم حالات ملتے ہیں۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ (اُردو) میں جو حالات دیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"ایک مشہور صوفی، ولادت تقریباً ۷۶۸ھ (۱۳۶۵ء، ۱۳۶۶ء) میں ہوئی اور وفات غالباً ۸۱۱ھ کے بعد اور ۸۲۰ھ سے پہلے (۱۴۰۸ء تا ۱۴۱۷ء)۔ وہ اپنے آپ کو بغداد کا باشندہ اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی صاحبزادی کی اولاد سے بتلاتے تھے اور اسی نسبت سے جیلی کہلاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقہء قادریہ کے پَیرو تھے اور ان کے مرشد شیخ شرف الدین اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی تھے۔ انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور اپنے مُرشد کے ساتھ کچھ عرصہ یمن میں بھی رہے تھے"

شیخ عبدالکریم جیلیؒ، شیخ الاکبر محی الدّین ابن عربیؒ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اپنی تصانیف میں وہ بڑے احترام و عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں۔ "الانسان الکامل"

marfat.com

کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے لیکن ان میں سے اکثر نابود ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں دستبرد زمانہ سے بچ رہی ہیں ان میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی عارفانہ تفسیر بھی ہے جس کا نام "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے۔ "الانسان الکامل" میں شیخ علیہ الرحمہ نے بعض مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اس لئے حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ شرح مؤخر الذکر کتاب سے پہلے لکھی گئی تھی۔ شیخ کی تصانیف میں سے اگرچہ "الانسان الکامل" کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی ہے تاہم یہ شرح کسی طرح بھی اس سے کم تر اور فرومایہ نہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ مصنف کے تبحرِ علم و عرفان کا آئینہ دار ہے۔ کسی کتاب کی جامعیت کو محاورۃً یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا کوزہ میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ ایک پہلو سے یہ محاورہ بھی اس کتاب پر صادق آتا ہے لیکن دوسرے پہلو سے دیکھئے تو محسوس ہوتا ہے کہ اگر قطرہ پھیلے تو اس میں کتنے زخّار و متلاطم سمندر بلکہ سمندروں کی شکل اختیار کر جانے کی صلاحیت ہے۔ "الکہف والرقیم" علم حقائق کا ایک سمندر ہے جسے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس مختصر کتاب کے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یا پھر اس اتھاہ ساگر کی ایک ہلکی سی جھلک ہے جس کی پہنائیوں کا احاطہ عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ اس میں آپ نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے ایک ایک حرف و نقطہ کی تشریح میں عالم عالم بیان فرمایا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے بے اختیار حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک رات میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رات بھر بسم اللہ کی بار کے نقطہ کی تشریح فرماتے رہے یہانتک کہ فجر ہو گئی۔ میں خود کو ان کے سامنے ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی بحرِ ناپیدا کنار کے سامنے ایک کوزہ ہو۔

الکہف والرقیم کے مترجم شاہ محمد تقی حیدر کاکوروی ہیں اور انہی کی فرمائش پر منشی ولی الدین نے اردو میں شرح لکھی ہے۔ ان حضرات کا مختصراً تعارف نامناسب نہ ہوگا۔

marfat.com

کاکوری لکھنؤ کے ضلع میں ایک قصبہ ہے۔ اس خطے سے کئی سربرآوردہ شخصیات ابھری ہیں جنہوں نے شعر و ادب کی دُنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ لیکن تنہا یہی کاکوری کا سرمایہ افتخار نہیں۔ یہاں روحانیت کے چشمے بھی اُبلے ہیں۔ خانوادۂ قلندریہ کاظمیہ کی خانقاہ ایک ایسا ہی سرچشمہ فیوض تھا جس سے بے شمار تشنگانِ حقیقت سیراب ہوئے۔ اس خانقاہ کے بانی حضرت شاہ محمد کاظم علوی کاکوروی علیہ الرحمہ تھے۔ آپ کے بعد آپکے صاحبزادہ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ اور پھر ان کی اولادِ امجاد نے اس سلسلہ کو جاری رکھا،

اسی خانوادہ کے ایک چشم و چراغ شاہ محمد تقی حیدرؒ تھے۔ جو الکہف والرقیم کے مترجم ہیں۔ آپ مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے فرزندِ رشید اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے بہت چھوٹی عمر میں علوم مروّجہ کی تکمیل کر لی تھی اور بڑا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ "الکہف والرقیم" کا ترجمہ جب آپنے کیا ہے اس وقت آپ کا سن بیس برس تھا۔ علاوہ اور تصانیف کے آپنے "اذکار الابرار" کے نام سے سلسلہ قلندریہ کے بزرگوں کا ایک مبسوط تذکرہ بھی لکھا ہے۔

خانقاہِ کاظمیہ (جسے وہاں عرفِ عام میں "تکیہ شریف" کہا جاتا ہے) کے متوسلین میں شاہ وہاج الدین کاکوروی بڑے صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۳۱ھ میں بعمر ۶۰ سال ہوا۔ نسباً عثمانی تھے۔ کمالِ باطنی کے ساتھ ساتھ جمالِ ظاہری سے بھی بہرہ ور تھے اور بڑی وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ عمر بھر (بطور ڈپٹی کلکٹر) انگریز کی ملازمت کی مگر بقول شاہ تقی حیدر "دست بکار، دل بیار" کا نمونہ بنے رہے، منشی صاحب شاہ تقی علی قلندرؒ سے بیعت تھے لیکن "رجوع الی المقصود کا راستہ ان کے صاحبزادہ اور خلیفہ حضرت شاہ علی انور قلندرؒ کے فیضِ صحبت و تعلیم و تعلّم سے پایا۔" شاہ محمد تقی حیدرؒ نے "اذکار ابرار" میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ "اخص مسترشدِ والد و خلیفہ راشد و عارفِ کامل تھے۔"

marfat.com

الکہف والرقیم کا ترجمہ کرتے ہوئے، شاہ محمد تقی حیدر نے محسوس کیا کہ اس کتاب کے مطالب توحیدی اور نکاتِ معنوی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آسکتے تا وقتیکہ وہ کسی عارفِ کامل کی صحبت نہ اٹھائے ہوئے ہو۔ چنانچہ انہوں نے شاہ وہاج الدین سے اس کی عام فہم شرح لکھنے کے لئے کہا۔ مرشد زادہ کی فرمائش سے انکار ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے قلم اٹھایا اور نہ صرف شرح لکھی بلکہ ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں "وہ کلیات جو حضرت مصنّف کا کلام سمجھنے کے لئے ضروری ہیں" درج کی ہیں۔ بلاشبہ اس سے کتاب کی افادیت میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ ترجمہ، اُردو شرح اور مقدمہ کو الگ الگ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں یہ التزام ہے کہ سب نام "الکہف والرقیم" کے ہم قافیہ ہیں (خود "الکہف والرقیم" "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے ساتھ ہم آہنگ ہے) اس دور میں یہ قافیہ پیمائی بہت مقبول تھی۔ چنانچہ اس کتاب کے مندرجات کی تفصیل یوں ہے:

الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم،	متن عربی	از: شیخ عبدالکریم جیلیؒ
نور الفہیم	اردو ترجمہ متن عربی	از: شاہ محمد تقی حیدر کاظمی کاکوری
فیض الکریم	اردو شرح	از: شاہ وہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ
کنز العظیم	مقدمہ	از: شاہ وہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب ۱۳۳۳ھ، (۱۹۱۵ء) میں "اصح المطابع" لکھنؤ میں طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ ممتاز کاکوروی نے "تاریخِ تصنیف" کہی ہے جو درج ذیل ہے ؎

صلائے میکشانِ بزمِ عرفاں — کہ ساقی بر سرِ لطفِ عمیم است
بدور آمد چہ جامے لاجوابے — کرو بر طالباں کیفِ عظیم است
کتابے از بزرگے برگزیدہ — کہ نامش حضرت عبدالکریم است

marfat.com

تقی حیدر کہ دریائے روانے — زفیض حضرت رب کریم است
بہ آئین نوے خوشش ترجمہ کرد — کہ آئینہ پے مرد فہیم است
وباج الدین قلندر کرد شرحش — کہ الحق بے عدیل و بے سہیم است

ندا از ہاتفِ غیبی بہ ممتاز
رسید "این گنج مقصود عظیم" است
۱۳۴۳ھ

marfat.com

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

از عارف کامل محقق فاضل
حضرت سید عبد الکریم جیلی قدس سرہ

الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مع ترجمہ مسمّی بہ

نور الصمیم

از ماہ سپہر انوری بدر سمائے اکبری
مولوی محمد تقی حیدر صاحب کاظمی کاکوروی

و شرح موسوم بہ

فیض الکریم

و مقدمہ

کنز العظیم

از قلندر زندہ روش رند قلندر منش
شاہ محمد وہاج الدین قلندر

محمد فضل بخش کی اجازت سے المطابع نسل لکھنؤ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر[1]۔ سزاوار حمد وہ ذاتِ پاک ہے جس نے اپنے فیضِ اقدس و مقدس سے بہ تقاضائے حب ظہور و اظہار وجود و عطا نقطۂ وحدت واحدیت کو عرصہ گاہ بسملہ کی موجودات و تکوین کا مفتاح بنایا اور خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو کلید معرفت فاتحۃ الکتاب کا ٹھہرایا اور سورۂ فاتحہ کو گنج قرآن و فرقان کی کنجی دیدی اور قرآن سے فرقان کی تمیز ہر ہر سورہ کے حروف مقطعات سے فرمادے بجز سورۂ برات کے جسمیں فی نفسہٖ نقطۂ بائے بسملہ احدیت کو بجائے بسم اللہ کے قائم رکھا اور بجز الف احد کے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اسم سے بسبب غنائے ذاتی کے غائب ہوگیا تھا اُسکو اقراء باسم ربک الذی خلق میں بعد ب کے بذاتہ ظاہر کردیا تاکہ تکوین میں بھی کسی ذرہ کی موجودیت توحید ذاتی سے باہر نہ جاوے اور تفرقہ عین توحید اور اجمال عین تفصیل اور تفصیل عین اجمال ہوجاوے اور ہر شئے جو کنز مخفی میں تھی اور ہے بعینہٖ ظاہر ہوجائے۔

---

[1] پاک ذات ہے جو لیگیا اپنے بندہ کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرے مسجد تک جسمیں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اُسکو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنتا دیکھتا۔

marfat.com

سنریھم[1] اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور معلوم ہو جائے کہ وہی الف احد کہ جو نقطۂ احدیت کے بعد اقراء باسم ربک میں آیا ہی نقطۂ احدیت بائے بسملہ سے پہلے بھی تھا اور بعد کو بھی ہے، اور وہی الف جو غیب الغیب میں تھا منبسط ہو کر اولاً نقطہ ہوا اور نقطہ پھر منبسط ہو کر وہی الف بنا تاکہ یکتائے نقطہ والف کے بلا حلول و اتحاد کے ثابت ہوئے اور الوہیت حق بدرجۂ کمال ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ الوہیت حق کی شان یہ ہے کہ اُسکی جامعیت سے کوئی شے یہاں تک کہ عدم بھی باہر نہ جاسکے ورنہ وہ شے ضد حق ہو کر ند حق ہونے کا دعوئی کرنے لگتے جو باعث فساد تکوین عالم تھا اور فساد کی گنجائش سے حق مبرا ہے اور وجود من حیث الوجود ایک ہی یہاں دوسرا کہاں کل موجوداتِ عالم ایک وجود ہی جس کا جز دبھی وجود حق ہے یعنی جسکو تفرقہ کہتے ہو اور سمجھتے ہو وہ بھی بقدر اس تفرقہ کے وجود حق ہے ایک کلک کے قلم کے لاکھوں ٹکڑے کر ڈالو ہر ٹکڑا اُسکا کلک ہی اس طرح یہ ہر ذرہ معرفت حق کی کلید ٹھہرا۔ رُباعی

جنگل میں پھروں کہ سیر دریا دیکھوں — یا معدن و کوہ و دشت و صحرا دیکھوں
ہر سو تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے — حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

اور ہر سورۃ کو ہر ہر سورۃ سے کلام مجید میں علحدہ رکھا یہ فرقان ہے اور ہر سورہ اُسی الحمد میں ہی جو تمام سورتوں کا جامع ہی یہ قرآن ہے فرقان کا دوسرا نام آفاق رکھا گیا قرآن کا دوسرا نام نفس رکھا گیا یہ دو کشتیاں دو بڑے بڑے بحروں کی شناوری کیلیے بنائیں یعنی بحر ذات و صفت اور بحر افعال و اسماء مرج[2] البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ نفس کی کشتی دریائے ذات و صفاتِ حق کے عبور کے لیے خاصۃً بنائے اور آفاق کی کشتی دریائے افعال و اسماء کے تاثیر و تاثر کے لیے علحدہ چلائے نفس و آفاق یک رنگ و یک ذات بنائے اگر نفس جان ہی تو آفاق جسم ہے

---

[1] عنقریب دکھائیں گے ہم اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں آفاق میں اور اُنکے نفس میں یہانتک کہ اُنپر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے ۱۲ [2] چلائے دو دریا ملے جلے اُن کے درمیان میں پردہ ہی کہ نہیں بڑھتے ہیں ۱۲

marfat.com

اور اگر نفس تخم ہے تو آفاق شجر ہے۔ جان کی ودیعت جسم میں عجیب وغریب طلسم ہے جسکے ادراک میں جگر خون ہے اور جسکی کنجی ہاتھ نہیں آتی نفس کی نسبت حکم ہے وفی انفسکم افلا تبصرون آفاق کے لیے ارشاد ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور جب دونوں اِک رنگ ہوں تو اوسکی بابت ارشاد ہی کہ وھو معکم اینما کنتم۔ اس طرح پر دو بحر وجوب و امکان ٹھہرے اور پھر نفس کے لیے یعنی ذات کے واسطے یہ حکم ہے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ تعجب ہی کہ یہ امتناع کیوں ہے خدا کے پاس جائیں معشوق حقیقی سے ملیں ڈر کس چیز کا اگر اللہ واقعی کوئی ڈراونی چیز ہے تو آخر میں رؤف بالعباد کیوں ہی معشوق سے ملنے کی ممانعت! یہ کون رُوفیت ہی کہ جو عاشق دلدادہ کے ساتھ برتی جاتی ہے ہیہات ہیہات ؎

جملہ معشوق است وعاشق پردۂ زندہ معشوق ست وعاشق مردۂ

کہاں دور جا پڑا۔ نفس ذات کو کہتے ہیں ذات تفکر کرنا تفرقہ وجدائی ہے اُس سے ممانعت ہے ؎

بروائے عقل نامحرم کہ امشب با خیال او چناں خوش خلوتی دارم کہ من ہم نیستم محرم

حق تعالیٰ کو یکتائی ہر ذرہ کے ساتھ وجدانی طور پر بلا جدو جہد کے ہی عامتہً اور نفس یعنی انسان کے ساتھ خاصتہً اور ممانعت تفکر کی اسواسطے ہے کہ تفکر و تجدد سے وہمی تفرقہ میں دور جا پڑوگے اللہ رؤف ہی تمکو بتائے دیتا ہے کہ تفکر بلا تفرقہ کے نہیں ہوسکتا ہے نفس کے واسطے تذکر ہے یعنی تم ہی تھے کہ اپنے آپکو بھول گئے ہو یاد کرلو فاذکرونی اذکرکم اور آفاق کے واسطے تفکر ہے۔ کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ تتفکرون پس تفکر فرقان میں ہے اور تذکر قرآن میں فرقان میں سورتیں لائق تفکر اور عمل کے ہیں۔ اور حروفِ مقطعات محض لائق تذکر ہیں پھر سورتیں مع حروف مقطعات کے لائق تذکر و تفکر ہیں

۱؎ اور تم اپنے نفس میں کیوں نہیں دیکھتے ۲؎ ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہے بندوں پر ۱۲

marfat.com

اور الم محض تذکر کے قابل ہے پھر الم وغیرہ تفکر و تذکر کے لیے ہی اور الحمد محض تذکر کے لیے ہے پھر الحمد تفکر کے لیے ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم تذکر کے لیے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم تفکر کے لیے اور ب بسملہ کی تذکر کے لیے پھر ب مع نقطہ کے تفکر کے لیے ہے (کیونکہ نقطہ کی تعریف یہ ہے کہ اسکی جگہہ مقرر ہو لیکن اسکے اجزا نہ ہو سکیں اور یہ تفکر ہے) اور الف کو اللہ نے اسم کے بعد سے غائب کر کے محض تذکر کے لیے رکھا ہے (کیونکہ وہ غائب ہو جانے کی وجہ سے اطلاقی حالت میں ہے اسکے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا) پس حضرت حق نے الف کا وجود محض یاد پر منحصر رکھا انسان کو یاد بود میں سرگرداں کیا تفکر سے روکا وادی حیرت و فنا میں ڈالا خفی واخفا کے جھونکے دیے بحر نوری اور ادنی میں غوطے دیے سیر الی اللہ و فی اللہ ختم ہوئی بجز فنائے محض کے کچھ ہاتھ نہ آیا ید قدرت یعنی جاذبہ نے فنا الفنا میں لاکر زندگی کیا حیرت مذمومہ سے حیرت محمودہ میں دوبارہ پیدا کیا یعنی مقام محمود میں پہونچایا سیر باللہ شروع ہوئی - اناء حق مطلق کو اپنے وجود میں پایا - الف جو غائب ہو گیا تھا اسکو اس انا کے اول و آخر دیکھا جانا بوجھا سمجھا کہ بجز انا مطلق کے کچھ نہیں ہے جسکا اول و آخر بجز الف کے نہیں ہے وہی الف نقطہ بار ہوا جس سے تکوین ہے اور وہ نقطہ نیچے سے اوپر آکر ن ہو گیا - کیونکہ اسمیں بو تکوین کی تھی اور نقطہ بار دن ہو گیا تو الف باتحاد نون تکوینی حالت میں قلم ہو گیا - تکوین ظہور کو کہتے ہیں اب نون ظاہر ہو گیا اور الف بدستور اپنی حالت اطلاقی پر قائم رہا اور باوجود اسکے بلحاظ تکوین اسنے نون کے بعد قلم کی صورت اختیار کی ن والقلم وما یسطرون کے معنی ظاہر ہوے نون قلم کے قبل اسواسطے آیا کہ اسمیں مادہ تکوینی بھرا ہوا تھا پھر قلم نے اس نون کے اجتماع سے کل حروف الف سے لکھ ڈالے یعنی کل ملک وملکوت کے تخلیق فرمائی اور الف باوجود اسکے بے حرف وبے صوت اپنی حقیقت پر رہا اور پھر بھی الف انا کے نام سے موسوم ہوا کہ جس سے آفاق میں ہر ذرہ انا ولا غیری کا دم مار رہا ہے اور نفس میں ایک وجود محض انا حق ہے - لا الہ الا انا فاعبدون -

marfat.com

ہر ذرہ چو خورشیدی گویائے انا الحق است　　　ہر گوشہ چو منصورے آویختہ بر دارے

جب الف کو مابعد نون کے مقید بجمیع اسما و صفات سمجھو تو یہ توحید ذاتی موسوی ہے اور جب الف کو قبل نون کے منزہ از اسما و صفات اطلاق ذاتی میں سمجھو جو قید اطلاق سے بھی پاک ہے تو یہ توحید ذاتی ابراہیمی ہے کہ لا احب الافلین چونکہ اسما و صفات ذات میں مندرج ہیں لہذا آفل یعنی غایب ہونے والے ہیں قلم مستغنی ہو گیا کارخانہ عالم نون سے بسبب سریان قلم کے جاری ہوا اور نون خود بھی سریان قلم ہے مگر تکوین کی بو لیے ہے۔ ے

در لا احب الافلین پاکی ز صورت بایقین　　　در دیدہ ہائے غیب بین ہر دم ز تو تمثالہا

الف نے اپنی عظمت و کبریائی و جبروت کے پردوں کو نہیں اٹھایا انجیل میں اب اور ام کی کنیت سے بجائے بسم اللہ کے قرار پکڑا اور پھر اب اور ام کی نسبت جو متقاضی ہوئی تو عظمت و جبروت کے پردے اٹھ گئے اور ن و قلم ہو گیا یعنی زوج و زوجہ تب پھر باتحاد قلم و نون الف احد موسوم بہ اسم جامع اللہ ہوا اللہ کہ جو مبدا ہے اور خیر محض ہے وہ اپنے اسم رحمٰن سے ستوی علی العرش ہوا یعنی ب پر جو بمنزلہ قلب انسانی یعنی فواد کے ہے۔ اور فواد یعنی قلب انسانی ہی حقیقتاً عرش ہے جس پر رحمٰن مستوی ہے اور وہ رحمٰن ذات پاک حضرت رحمۃ للعالمین ہے یعنی آنحضرت بلحاظ رحمت عامہ کے رحمٰن ہیں اور ستوی عرش ہیں جس میں کل مخلوقات مومن و کافر داخل ہیں اور باعتبار رحمت خاصہ کے رحیم ہیں یعنی مومنین کے قلوب پر فیض حق کا افاضہ فرماتے ہیں۔ ے

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشان ببین　　　چون مہ منور خرقہ ہا چون گل معطر شالہا

اِنَّ اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ اب بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری ہو گئی اب اس کی تفصیل الحمد میں انھیں تین مراتب

لہ نہیں پسند کرتا ہوں میں غائب ہو جانے والوں کو ۱۲ سے تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلعم) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو (تم بھی) انپر درود و سلام بھیجو ۱۲

marfat.com

اللہ در حمٰن و رحیم سے ہی اللہ کے لیے الحمد کا یہ حصّہ ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین اور مخلوقات کے لیے یہ شان ہو کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور مومنین کے لیے یہ سلوک در راہ ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور یہ کل کلام حضرت حق کا بے حرف و بے صوت ہے کہ رسول اللہ کی زبان ملک ترجمان سے ہی پس دیکھو حق اپنے ہی کلام پاک میں ہر جزو کل و نیک و بد کا کیسا احاطہ فرماتا ہی کہ عابد و معبود و رب و مربوب و حامد و محمود سب خود ہی ہے اور دیکھنے والا کہتا ہی کہ وہ اللہ ہے اور یہ رسول ہی وہ معبود ہے یہ عابد اور وہ خدا ہے اور یہ بندہ اور وہ محمود ہے اور یہ حامد۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یفرقون بین اللہ و رسولہ اولٰئک الذین لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ الخ۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ خود رند سبو کش
خود بر سر آن کوزہ خریدار بر آمد۔ بشکست و روان شد

اس کتاب مستطاب کی شرح لکھنے کیلیے مجھکو حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قبلہ قلندر کے حکم نے مجبور کیا اور حضرت مولانا شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب نے مجھکو اس اہم کام پر مامور فرمایا۔ اِن دونوں حضرات کے ارشاد سے تجاوز کرنا بشرطیکہ کسی امر کا سرانجام تمام یا نا تمام میں کر سکوں خلاف غلامی و عقیدتمندی کے سمجھتا ہوں میں بھی اس آستانۂ عالیہ کا نام لیوا ہوں اگرچہ اس قابل نہ تھا کہ مجھ سے ایسا اہم کام لیا جائے مگر حضرات مابق کے ارشاد کا فیض تھا کہ جو کچھ اچھا برا بنا لکھ مارا۔ کیونکہ عرصہ تک انھیں حضرات کے والد بزرگوار حضرت قدر قدرت مولانا و مرشدنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ کی جوتیاں سیدھی کرنے کا فخر مجھے حاصل ہوا ہی کچھ نہ کچھ تو ملنا ہی چاہیے تھا۔

ہوا ہی شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

marfat.com

اگرچہ میرے پیرو مرشد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ میں اُن کے اور نیز حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے وقت میں بخلوص عینیت حاضر آستانہ مبارک رہا کرتا تھا اور بہت کمسنی میں حضرت مرشد نا و مرشد العالم مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ مگر انھیں حضرات کے اشارات بابرکات سے رُجوع الی المقصود کا راستہ صرف حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کے فیض صُحبت و تعلیم و تعلّم سے بقدر استعداد پایا ہے جسکا نتیجہ ہی جو میں نے لکھا ہے اور انھیں حضرت کے فیض صحبت سے آپکے والد بزرگوار حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی عنایت اور فیض سے استفادہ کیا ہے حضرت ما سبق آیۃ میں آیاۃ اللہ تھے اور اب حضرت شاہ علی انور قلندر کے تینوں صاحبزادے حضرت مولانا و سیدنا مولوی شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قلندر اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب مستطاب الکھف والرقیم اور حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر صاحب حضرات نور علی نور ہیں۔ خدا اس سجادہ اور آستانہ کو تا قیام قیامت قائم رکھے ؎

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہِ من است　　　　دعائے پیر مغاں ورد صبحگاہِ من است

میں نے کبھی کوئی کتاب یا کسی کتاب کی شرح وغیرہ نہیں لکھی ہے۔ ارباب بصیرت سے امید ہے کہ وہ اس بندۂ ہیچمیرز کو خطا و نسیان سے معاف فرمائیں اور جو غلطی معلوم ہو اُسکی اصلاح کردیں میں پہلے مقدمہ لکھتا ہوں اُس کے بعد کتاب کی شرح کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

محمد وہاج الدین عفا عنہ

marfat.com

مُقَدِّمَہ

marfat.com

یہ مقدمہ کتاب **الکہف والرقیم** کے ترجمہ کی شرح کا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ الف اور نقطہ ایک ہے اور کل الکل ایک ہی وجود ہے چونکہ یہ کتاب عارفِ کامل حضرت عبدالکریم جیلی یمنی جیسے محقق بزرگ کے عالی تصنیفات سے ہے اور اُسکے مضامین نہایت ادق اور باریک ہیں اور سب کے سب توحید ذاتی سے متعلق ہیں۔ اسوجہ سے اُن کا سمجھ میں آنا باوجود شرح کے نہایت درجہ مشکل ہے لہذا مجھکو مناسب معلوم ہوا کہ قبل شرح لکھنے کے ایک مقدمہ لکھ دوں کہ جسمیں وہ کلیات جو حضرت مصنف کا کلام سمجھنے کے لیے ضروری ہیں مثلاً توحید کی تعریف وغیرہ وغیرہ درج کردوں تاکہ اُسکے بخوبی سمجھ لینے کے بعد اس کتاب کا مطلب مع حضرت مترجم کے ترجمہ کے بالکل صاف طور پر بلا کسی خرخشہ کے سمجھ میں آجائے۔

marfat.com

باب اول : تمہید

واضح رہے کہ اولاً اس بات کو صاف کر دینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کو کیا کرنا چاہیے ۔ یہ مسئلہ عقائد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مرد ہے نہ عورت یعنی دونوں حالتوں سے مبرا اور منزہ ہے لیکن بحکم ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون[1] یہ امر لازمی و لابدی ہے کہ وہ تذکیر و تانیث دونوں کا مبدا ہو اور اسی اصل میں دونوں کا اندملج ہو اگرچہ ذکر کا پتہ لگے نہ مؤنث کا لیکن عارف تام المعرفۃ بلا سمجھے بوجھے رہ نہیں سکتا ہے اگرچہ مصلحت حقیقی اسکے اظہار کی نہ ہو ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز ورنہ در محفل رندان خبری نیست کہ نیست

کتاب فصوص الحکم فص محمدیہ میں شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہیں کہ حقیقت جسپر اطلاق مؤنث و مذکر کا نہیں ہو سکتا ہے مؤنث لفظی ہے اور ذات بھی مؤنث لفظی ہے اور بر مذہب حکما علت العلل بھی مؤنث لفظی ہے اور احدیت بھی جو منتہائے مبدا، با صطلاح حضرات صوفیائے کرام ہے مؤنث لفظی ہے اس لیے حقیقت اپنی سر اوقات کثرت میں مخفی ہے اور اسی وجہ سے عورت کے لیے پردہ ضروری ہے اور ذات کسی شئے کی اپنی ذات و صفات میں اس شئے سے ضرور اعلیٰ ہے پس اس اعتبار سے مراتب تنزلات میں عورت مرد سے اعلیٰ و افضل ٹھہرتی ہے حالانکہ اسمائے حسنیٰ جتنے ہیں سب مذکر لفظی ہیں اور خداوند عالم کلام مجید میں فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء اور للرجال درجۃ رسول اللہ خود مرد ہیں جو سب سے افضل ہیں کل نبی مرد ہی ہوئے عورت کوئی نبیہ نہیں ہوئی مرد ہی اولیاء اللہ زیادہ ہوئے عورت ناقص العقل بنص صریح ہے ہی عورت ایک مہینہ میں کچھ دنوں محصور رہتی ہے مرد نہیں جسکی وجہ سے چار نکاح کی اجازت مرد کو ہے عورت حمل کو برداشت کرتی ہے مرد صرف نطفہ ہی دیکر

---

[1] اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے شاید کہ تم یاد کرو ۔

marfat.com

الگ ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانا عورت کا کام ہے جو بار ہے نان ونفقہ ومہر دینا عورت کو مرد کا کام ہے جو عورت کے مرد سے ناقص الفطرت ہونے کی دلیل ہے عورت پر اطاعت مرد کی فرض ہے یہ بھی کمی فطرت کی دلیل ہی حضرت آدم جو مرد تھے اُنکے پہلو سے جب حضرت حوا پیدا ہوئیں یہ بھی دلیل کمی فطرت عورت کی ہے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مرد ہیں محض عورت سے پیدا ہوئے مگر جبرئیل نے بصورت مرد حضرت عیسیٰ کو حضرت مریم میں پھونکا یہ بھی مرد کے غالب ہونے کی دلیل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بلا مرد وعورت کے پیدا ہوئے جانوروں میں بھی ایک نر بہت سے مادا‌ؤں سے جفتی کر سکتا ہے یہ بھی دلیل مرد کے غالب ہونے کی ہے پس مقصود طالب مذکر ہونا چاہیے نہ مؤنث اور حضرت شیخ اکبر نے عورت کو مرد کے مقابلہ میں اعلیٰ نہیں فرمایا ہے۔ یوں عورت ذات ہی ہے اور ذات کے اعلیٰ ہونے میں کیا شک ہے لیکن "وجود" جو مذکر لفظی ہے فی نفسہ بشمول ذات کے اسماء وصفات وغیرہ کا بھی جامع اور اُسکو ذات سے وہی نسبت ہی جو کل کو جزو کے ساتھ ہوتی ہے اور وہی نسبت مرد کو عورت کے ساتھ ہے حالانکہ اکثر مصطلحات صوفیہ میں اعلیٰ طلب احدیت ہے اور وہی ذات کہی جاتی ہے جس لامکانی میں اِسم ورسم۔ کیف وکم واین وشین اور رنگ وروپ کا پتہ نہیں ہے۔ ؎

تو درو گم شو وصال اینست وبس　　　گم شدن گم کن کمال اینست وبس

اس لامکانی کو دنی اور اودنی کہتے ہیں حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

منزل تو مقام او ادنے است　　　ہست جائے شکیب وصبر وقرار
لیکن این جاستادنت مشکل　　　بلکہ زین جا گذشتنت دشوار

پس ہر سالک اپنے جذب طلب میں اسی لامکانی میں گذرنا اور ٹھہرنا چاہتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حواس سے معطل ور بیکار خود در خود فانی ومحو در محو وسہو در سہو ہو جاتا ہے اور قیاس یہ کیا جاتا ہے جب اپنے سے خبر نہیں ہے تو فانی فی اللہ ہو گیا جس کو عقیدۂ ہنود میں

marfat.com

یعنی ہوجانا ظاہری حالت کے اعتبار سے کہتے ہیں۔ میں نے بہت سی کتابوں میں دیکھا ہے کہ ایسی حالت کو اعلیٰ اور اشرف کہتے ہیں اور اس سے اعلیٰ مقام متصور نہیں ہے اور اس مقام کے اعلیٰ اور اشرف ہونے کی دلیل منقولی اس طرح پر لاتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن سے زیادہ کوئی عارف نہیں ہوسکتا ہے فرمایا ہے مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ[۱] اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ[۲] کہ جس سے ارباب سیر و سلوک تو نیستی کو نفسِ حقیقت کا اعلیٰ مرتبہ سمجھکر ہستی سے گذر کر نیستی کی داد دیتے ہیں اور نیستی کے دریاے فقر و فنا میں غوطے لگاتے ہیں بلکہ معدومیت سے استفادہ کرتے ہیں مگر ظاہر میں یا یوں کہیے کہ اہل ظاہر محض کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق افضل البشر کا یہ حال ہے تو دوسرے کی کیا مجال ہے کہ راہ عرفان میں قدم رکھے

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

سیر و سلوک فوت موت اختیاری وکمال انسانی غایب ہیں تو ہر شئے تجدد امثال کے مسئلہ کے مد سے ہر آن غائب ہوجاتی ہے اور اُسکا غائب ہوجانا کیا ہے حقیقت احدیت میں ملجانا پس جانور اور حشرات الارض اُس انسانِ کامل سے جس نے برسوں مجاہدہ اور سلوک کر کے کمال حاصل کرنا چاہا تھا مساوی الاقدام والمقامات ہیں اور اُنکو بلا مٹنے دھنے میٹیار وزی ہوگیا انسان اشرف المخلوقات کی کوئی فضیلت نہیں رہی بعثت انبیا و تنزیل کتب آسمانی بیکار اور دنیاوی قیام وقوام کے لیے یہ سب ڈھکوسلا ہوگیا۔ اور ہر شے نے بعد فانی ہوئے کے اپنے مبدا کی طرف رجوع کرکے بصورت اتحاد سکون وآرام پایا مگر انسان صاحب عجیب مخمصہ میں اشرف المخلوقات ہوکر پڑگئے کہ ان کو سوالات منکر نکیر اور حشر و نشر گذر پل صراط و حسابات نامۂ اعمال و دخول جنت و نار تمامی مرحلے بیکار طے کرنا ہیں اور مطلوب کا پتہ نہیں ارباب ظاہر بھی مزے میں رہے اگر ان کی نجات ہوگئی جنت میں کوے حور و غلمان آب کوثر وغیرہ وغیرہ

---

۱ نہیں پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ حق تیری معرفت کا ہے ۲ ادراک کے ادراک سے عاجز ہونا بھی ادراک ہے

سب نعمتیں موجود جنمیں ابدالآباد تک داخل رہینگے ارباب نار بھی ایک طرح پر بعد دخول نار کے ایک مدت کے بعد مزے اُڑانے لگے عذاب عُذب ہو گیا۔ کیونکہ ان کی تخلیق اسمائے جلالیہ حق سے تھی جب کردہ نکل گیا خود آگ ہو گئے آگ کو آگ کیا ضرر پہونچا سکتی ہے وہ بھی شعلہ انگیز اور تابدار ہو گئے طالب مولیٰ کی مٹی پلید رہی ؎

جونہی اُسکے کوچہ میں رکھا تھا گام　　　　گئے گذرے خضر علیہ السلام

دنیا میں مجاہدوں سے فرصت نہیں ملی ہر شخص معاندانہ نظر ان و نگران کہ فلاں فعل و حرکت فقر و درویشی کے خلاف سرزد ہوتی ہے محتاج جو کوئی دیدی سو کھالیں اور اگر سالک ہیں تو اِس دینے لینے پر پہننے اور اوڑھنے کا دار و مدار اسکے احسان مند طعنہ سننے کا محل اور مورد اور پھر فقیر کی مقبولیت کے بعد طعنہ زنی یہ کہ ؎

ہم جو بیٹھیں تو اپاہج کہلائیں　　　　شیخ بیٹھے تو توکل ٹھہرے

پھر اگر ایسی زندگی اور سلوک نباہ بھی لے گئے تو خود غرضی سے نبایا صرف تن تنہا فائدہ اُٹھایا رفاہِ عام نہیں کچھ نہیں نقض محال بعد خرابی بصرہ جنت بھی ملی تو وہاں حور و غلمان اور نعم جنت نے آگھیرا۔ دنیا میں مجازی غیریت کے جھگڑے اور فساد میں مبتلا رہے تھے جنت میں حقیقی اغیار موجود ہوئے جس شئے کو فساد سمجھ کر دنیا میں چھوڑا تھا وہ وہاں لِلضَّاعف موجود دنیا میں اُسکو ابتلا سمجھ کر ترک کر کے طبیعت مالوف کی تھی وہاں حقیقی ابتلا جو چیز کھانیکو چاہی منہ میں آرہی اگرچہ آسانی سے ہر شے موجود حاضر ملی۔ مگر ہر شے کا اثر دھقتہ ہے وہ شئے بعد رانے حقنہ و مرتبۂ اثر کئے بے بُہلے نہیں رہ سکتی۔ اور جب ابتلا ہے تو چاہے اچھی ہو یا بُری فی نفسہٖ تکلیف دہ ہے ؎

اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مِرے نزدیک　　　　اِک بات ہے اعجازِ مسیحا مِرے آگے

بالجملہ ع　　　　دِل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن ابتلا میں مطلوب کہاں طالب کا جگر شق ہے ؎

marfat.com

عشق کو تازہ گرفتار بنائیں کیونکر وہ طریقہ تو بتا دو تمھیں چاہیں کیونکر

دنیا میں بحکم خدا و رسول سود چھوڑا کیونکہ حرص اور ابتلا بُری چیز ہے۔ آخرت میں اُسکے دوگنے ملنے کی تمنا اگر بُرا سمجھکر چھوڑا تھا تو دوگنے ملنے کی خواہش کیوں۔ "چھوڑے ہوئے گاؤں کا نانا کیا۔ مگر اہل نجات جنت کو اسکی کیا پروا وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ عرفان کیا چیز ہے اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے طفل نابالغ ہیں بفحوائے اکثر اھل الجنۃ بلہ ۱؎ بالغ ہونے کا کمال تو نزول کے بعد ملا ہی اگر حضرت آدمؑ بہشت ہی میں مثل بھولے لڑکے کے رہتے تو وعلم ۲؎ آدم الاسماء کلھا کا ظہور نہ ہوتا اور نہ تاثرات اسماء بلوغ سے متاثر ہوتے شیطان کا فی المعنے احسان ہے کہ جہل سے نکالکر علم کے میدان میں لا ڈالا عاشقی اور معشوقی کا چرچا ہوا آہنگ عشق نے چھاپہ مارا یکدفعہ نکل گیا۔ العشق ۳؎ نار یحرق ما سوی المحبوب ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما اے تو افلاطون و جالینوس ما

یہی ذریعہ ہمارے رجوع الی الحقیقۃ کا ٹھہرا ؎

جسم خاک از عشق بر افلاک شد کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا طور مست و خر موسیٰ صعقا

فریاد ہے کہ جس کا رونا ہم رو رہے تھے وہ یہاں بھی پیش آیا کہ موسیٰ غش کھا کر گر پڑے پھر وہی گمنامی وہی ناکامی ؎ (حضرت صاحب)

اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد ہم سے فرمان نامرادی ہے

نامرادی کی بھی طلب نہ رہی یہی پایان نامرادی ہے

الفقر ۴؎ سواد الوجہ فی الدارین اب پوچھیے الفقر فخری کیا کلام ہے

۱؎ اکثر اہل جنت بھولے ہیں ۱۲ ۲؎ اور بتا دیے آدم کو تمام سب نام ۱۲ ۳؎ عشق آگ ہے جو ہر چیز کو جو محبوب کے علاوہ ہے پھونک دیتی ہے ۱۲ ۴؎ فقر میرا فخر ہے ۱۲

marfat.com

نفخت فیہ من روحی[1] کیا سر ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید[2] کس لیے ہے وفی انفسکم افلا تبصرون[3] کے بتلانے کی کیا ضرورت تھی جب جہل ہی جہل ہے تو ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ کیوں ہے اور وہ کیسی ہمت ہے کہ ؎

بیت ہیچ کہ نا کردہ قرآن درست — کتب خانۂ چند ملت بشست

اور وہ ظلوم وجہول کیسا ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلہا اونکی شان میں ہے اور خلقت بیدی[4] کا کیا اثر اور فائدہ ہے من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی[5] کیوں ہو کہ مطلب ہے اس لیے ضرور ہوا کہ پہلے توحید کی تعریف کی جائے تب اصل مطلب وسلوک کا حال کھلے گا توحید بالتفصیل سے ہے جس کی خاصیت سب کو ایک کر دینے کی ہے پس کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جسپر تکمیل انسانی کا دارو مدار ہے اور جسکو کلمۂ توحید کہتے ہیں اُسکے معنی بالخاصیت ایسی سمجھ میں آنا چاہیے جس سے ہر جزو وکل ایک ہو جائے اور تمامی اشیا کی حقیقت باتباع دعائے حضرت نبوی اللھم ارنا حقایق الاشیاء کما ھی منکشف ومبرہن ہو جائے اُس کے سمجھ میں آنے کے بعد کہ جڑ قائم ہو گئی اب جو سمجھ میں آئے گا وہ صحیح و درست اور ٹھکانیکا ہو گا چنانچہ صاحب مرصاد العباد تحریر فرماتے ہیں کہ "دانستنی دیدنی، دیدنی رسیدنی، رسیدنی چشیدنی، چشیدنی بودنی، بودنی نابودنی، نابودنی بودنی" بلا تفکر کے اصلی حال معلوم نہیں ہوتا۔ اور کلام پاک میں بھی تفکر کا حکم ہے پھر وہی جھگڑا پیدا ہو گیا کہ تفکر کا حکم ہے پس تفکر کس طرح کا اور کیونکر کیا جائے جو موصل الی المطلوب ہو اور انسان کی عمیت رفع ہو۔ اگر بر مذہب حکما استدلالی تفکر کیا جائے تو حکما نے کچھ اُٹھا نہیں رکھا ہے اور کچھ نہیں پایا ہے جسکی دلیل اشعار عمر خیام ہیں کہ ؎

در دائرۂ کآمدن ورفتن ماست — آنرا نہ بدایت نہ نہایت پیداست

---

[1] میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی۔ [2] ہم انسان کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ [3] تم اپنے نفوس میں کیوں نہیں دیکھتے۔ [4] میں نے اسکو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ [5] جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔

marfat.com

کس می نہ زند دمی درین عالم راست ۔۔۔ کایں آمدن از کجا ورفتن بکجاست
دارندہ چہ ترکیب طبایع آراست ۔۔۔ باز از چہ سبب فگندش اندرکم وکاست
گر زشت آمد ایں صور عیب کراست ۔۔۔ ور نیک آمد خرابی از بہر چراست

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے۔ ہاں حضرت محمود التبریزی جو کتاب گلشن راز میں تحریر فرماتے ہیں وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ۔ ؎

تفکر رفتن از باطل سوے حق ۔۔۔ بجزو اندر بدیدن کل مطلق
درآ در وادیِ ایمن کہ ناگاہ ۔۔۔ درختے گویدت انی انا اللہ
محقق راکہ از وحدت شہود است ۔۔۔ نخستین چشم بر نورِ وجود است
ولی کز معرفت نور و صفا دید ۔۔۔ بہر چیزیکہ دید اول خدا دید
بود فکر نکو را شرطِ تجرید ۔۔۔ پس انگہ لمعۂ از برق تائید

اس طرح کا تفکر راست آنے والا تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایسے اشعار کو دیکھ دیکھ کر بہت لوگ وادی تفکر میں سرگرداں ہوے ہاتھ کچھ نہ لگا کچھ دنوں ذوق وشوق ووجد رہا پھر جو دیکھا یہ بجشاخہ ہاتھ میں اپنا احتساب جو نیک نیتی کے ساتھ کیا۔ ع چو دم بر داشتم مادہ برآمد کا مضمون پیش آیا۔

سالک صاحب مراقبہ میں یاد حق اور مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے بیٹھے تھے۔ اور بہت کوشش اور سعی سے برزخ مرشدی بغرض امداد قائم کر رہے تھے۔ کہ انا الحق والمنا نا اللہ سے استفادہ کریں ایکایک دفعہ جو اپنے خطرات پر غور کرتے ہیں تو بلا وجہ قیصر باغ کے چمنستان کی سیر کر رہے ہیں پھر پلٹے اور رجوع ہوے لکھنؤ کی منڈی میں شریفے خرید رہے ہیں۔ اسی حیص وبیص میں لاحول پڑھتے پڑھتے تھک گئے۔ آخر آپ ہی آپ بلا ارادہ سو گئے صبح کو اٹھے موچی کے موچی اب پیچھے سے منھ لگے عقیدہ سنبھالنے کہ سوئے نہیں تھے بیخودی آگئی تھی آج اسقدر ہوا ہے کل اور بڑھے گا ساری عمر اسی میں ختم ہو گئی۔ مرنے کے وقت حسرت نایافت العیاذ باللہ

marfat.com

کس می نہ زند دمی درین عالم راست — کایں آمدن ازکجا و رفتن بکجا ست
دارندہ چہ ترکیب طبایع آراست — بازار چہ سبب فگندش اندرکم و کاست
گر زشت آمد ایں صور عیب کہ است — ور نیک آمد خرابی از بہر چراست

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے۔ ہاں حضرت محمود التبریزی جو کتاب گلشن راز میں تحریر فرماتے ہیں وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ۔ ؎

تفکر رفتن از باطل سوے حق — بجزو اندر بدیدن کل مطلق
درآ در وادیٔ ایمن کہ ناگاہ — درختے گوید ت انی انا اللہ
محقق راکہ از وحدت شہود است — نخستین چشم بر نور وجود است
ولی کز معرفت نور و صفا دید — بہر چیز یکہ دید اول خدا دید
بود فکر نکو را شرط تجرید — پس انگہ لمعۂ از برق تائید

اس طرح کا تفکر راست آنے والا تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایسے اشعار کو دیکھ دیکھکر بہت لوگ وادی تفکر میں سرگرداں ہوے ہاتھ کچھ نہ لگا کچھ دنوں ذوق و شوق و وجد رہا پھر جو دیکھا بجز تاسف ہاتھ میں اپنا احتساب جو نیک نیتی کے ساتھ کیا۔ ع چو دم بر داشتم مادہ برآمد کا مضمون پیش آیا۔

سالک صاحب مراقبہ میں یاد حق اور مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے بیٹھے تھے۔ اور بہت کوشش اور سعی سے برزخ مرشدی بغرض امداد قائم کر رہے تھے۔ کہ انا الحق وانی انا اللہ سے استفادہ کریں اسی بیچ یکدفعہ جو اپنے خطرات پر غور کرتے ہیں تو بلا وجہ قیصر باغ کے چمنستان کی سیر کر رہے ہیں پھر پلٹے اور رجوع ہوے لکھنؤ کی منڈی میں شریفے خرید رہے ہیں۔ اسی حیص و بیص میں لاحول پڑھتے پڑھتے تھک گئے۔ آخر آپ ہی آپ بلا ارادہ سو گئے صبح کو اٹھے موچی کے موچی اب بیچ بیٹھے سے منھ لگے عقیدہ سنبھالنے کے سوئے نہیں تھے بیخودی آگئی تھی آج اسقدر ہوا کل اور بڑھے گا ساری عمر اسی میں ختم ہو گئی۔ مرنے کے وقت حسرت نایافت العیاذ باللہ

marfat.com

یہی حال بعض وظایف کے پڑھنے والوں کا ہے۔ ان کو حسرت وافسوس بھی نہیں بلکہ وہی سمجھے ہوئے ہیں کہ ایک خزانہ اُنکے اعمال کا جمع ہو رہا ہے گٹھڑی باندھکر مرنے کے بعد اُن کو دیدیا جائے گا۔ اِس رعونت میں ساری عمر گذر گئی کچھ حال مرتے وقت بھی معلوم نہوا کہ کون تھے۔ کہاں سے آئے کہاں جارہے ہیں۔ تنہا آئے تنہا جارہے ہیں۔ کوئی ساتھ بھی تو نہیں جس سے رستہ پوچھ لیں دنیا کی ہر شے بلا شُبہ اپنا اثر دم نقد دکھلاتی ہے کلام ربانی وآیات آسمانی کیا اُن اشیا سے اثر میں کم ہیں۔ جسکے لیے حشر ونشر پر دار ومدار کیا ہے۔ بلکہ یہ سب غلط ہے۔ ع

بستان وعدۂ محشر حرام است

وہ مراقبہ وتفکر اور وظیفہ جس طرح پر کرنا اور پڑھنا چاہیے تھا نہیں ہوا اِسلیے اُس کا اثر بھی مترتب نہیں ہوا پھر وہ کس طرح کرے اور کسطرح پڑھے۔ بھائی کلمہ کے معنی سمجھ کر کرے اور کلمہ کے معنی سمجھ کر پڑھے یعنی توحید کو سمجھکر مُراقبہ کرے۔ اور توحید ہی سے وظیفہ پڑھے۔ سمجھ میں نہ آئے تو مرشد سے پوچھے۔ حدیث ونص سے استخارہ کرے۔ اور پھر قلب سے استفتا کرے دفعتہً فیض آئیگا اور آپ ہی آپ چول بیٹھ جائے گی اور مشاہدہ اور معائنہ وکشود وشہود دم نقد ہوگا یہی بزرگوں اور حضرات صوفیہ نے کیا ہے۔ معمولی متشرع آدمی جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ بزرگانِ دین جھوٹے نہیں ہیں۔ دو گواہانِ معتبر کی شہادت پر اسقدر بھروسہ کیا جاتا ہے کہ مجرم کو پھانسی دیدی جاتی ہے چہ جائیکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں۔ بزرگانِ دین قولاً وکنایۃً وفعلاً واعمالاً شہادت دیتے ہیں کہ کچھ نہیں نہیں ہے۔ بلکہ سب کچھ ہے ؎

آنچہ نص است جملہ آمنّا ۔۔۔ وانچہ اخبار جملہ سلّمنا

یہاں پر ہم اثبات وجود واجب بنفسہ پرمع قدامت رُوحِ اِنسانی اور اُسکے متعلقات کے ایک نادر بحث لکھنا مُناسب سمجھتے ہیں جبیں معقولی بحث کو مؤید بمنقولات کرینگے بلالحاظ اِس بات کے کہ منقولات میں کس شخص کا قول ہے۔ اور معقولات میں کس کے بیان کیے ہوئے کو ہم نقل کرتے ہیں مطلب ہمارا اِس بیان سے یہ ہے کہ توحید وجودی ذاتی معقولاً ومنقولاً اور رد فلسفے

marfat.com

منطق ثابت ہو جائے۔ اور وجود باری کے نسبت نفس تعینات کے ساتھ مجموعی طور پر اجمالاً
ثابت ہو جائے (کیونکہ ہر ہر تعین کے ساتھ تفصیلاً ثابت کرنے کے لیے بڑی سے بڑی عمر اور بڑی سے
بڑی کتاب بھی کافی نہیں ہے۔) اور تاکہ مادیات اور روحانیات میں تمیز ہو جائے۔ اور روحانیات
اور وجود باری میں بھی تمیز ہو جائے۔ منقولات میں ہم کلام مجید کی یہ آیت لیتے ہیں [۱] ھل اتی
علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً اور حدیث [۲] لاتسبوا الدھر فان الدھر
ھو اللہ اور معقولات میں ہم جوہر و عرض کی بحث چھیڑیں گے۔ اور چند اشکال منطقی پیش کرینگے
جو بہت عمدہ مولوی عطا محمد صاحب امرتسری نے رسالہ نظام المشائخ دہلی کے رسول نمبر ۱۳۲۶ھ
میں لکھے ہیں ہمکو عالم میں دو چیزیں مدرکات کے لیے ملتے ہیں۔ نورانی و ظلمانی۔ دن اور رات ظہور
تعینات از ازل تا ابد ایک دن و از ابد تا ازل ایک رات اور نفس میں علم و جہل علم یا دن
سے موجودات مراد ہیں اور جہل یا رات سے معدومات لیکن ان دونوں حالتوں میں غائر فہم سے
معلوم ہوتا ہے کہ معدومات بھی فی نفسہ موجودات ہیں جو اپنی شدت لطافت میں معدومات
کہے جاتے ہیں۔ اور موجودات بھی درحقیقت وہی معدومات ہیں جو شدت کثافت و تنزلات میں
موجودات و محسوسات کہے جاتے ہیں۔ صرف خفا و ظہور کا فرق ہے اور وہ بھی اعتباری۔ وجود
اس خفا اور ظہور میں [۳] الآن کما کان ہے لیکن اسکا معلوم کرنا بغیر موجودات اور معدومات کے محال ہے یعنی وجود
ایک جوہر ہے جسکے اعراض موجودات و معدومات ہیں اب ہم موجودات محسوسہ کو مثلاً
نازک کرتے ہوئے عروج کی طرف لیے جاتے ہیں مثال یہ ہے کہ ہم نے ایک نیشکر لیا اور اسکو
لطیف کیا یعنی اسکا رس لیا اب جو اسکا چھلکا باقی رہا وہ سوختنی ہے وہ آفاق کو دید یا
اس سے کام صرف اسیقدر نکلتا ہے کہ اسکی آگ سے ہم رس کو جوش دیکر صاف کریں اور لطیف
بنائیں۔ اب ہم اس رس کو جوش دیکر نازک کرتے ہیں جو چیز اسمیں سے لطیف نکلے گی وہ

---

[۱] آیا ہے انسان پر ایک وقت زمانہ سے کہ وہ کوئی شئے نہ تھا۔ [۲] نہ برا کہو دہر (زمانہ) کو کیونکہ دہر وہی اللہ ہے۔ [۳] اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

marfat.com

انفس ہوگی اور جو کثیف باقی رہے گی وہ آفاق ہوگی بشمول انفس اب ہم نے جوش دیکر رس کی راب بنائی اب راب اس رس سے لطیف ہے کیونکہ اس سے شیرہ کثیف نکل گیا ہے یعنی آفاق اسی طرح سے راب سے گڑ اور گڑ سے شکر اور شکر سے قند اور قند سے مصری بنائی جو لطیف ہے وہ انفس یعنی روحانیات ہے اور جو کثیف ہے وہ آفاق یعنی مادیات ہے پھر مصری سے جوہر بنائے جو اس سے لطیف ہے اور جوہر در جوہر بناتے چلے جائیے تو وہی رس اسقدر الطف ہو جائیگا کہ آپ کو نظر نہ آئے گا اور اگر آپ کہیں کہ جوہر در جوہر بوجہ شدت لطافت کے آخر میں چٹ جائیگا تو وہ چٹکنے کا نہیں ہے کیونکہ آپ کوئی چیز عالم میں چٹکتے نہیں دیکھتے ہیں کسی چیز کا چٹکنا اُسوقت کہا جاتا ہے جب وہ چیز مستحیل ہو کر دوسری چیز ہو جاتی ہے اور یہ استحالہ اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ تے جب انتہائے نزاکت میں جوہر محض ہو جاتی ہے تو وہ جاذب اعراض ہو جاتی ہے کیونکہ وُہ موجود ہے معدوم نہیں ہو سکتی اور اسی طرح یہ حق تعالی کے تقاضائے غیب الغیب ہے عالم کا ظہور ہے پس جب ان سب مراتب نیشکر کو آپ ہر ہر مرتبہ سے معدوم کرتے ہوئے جوہر تک پہونچیں گے اور جوہر کو بھی معدوم کرنا چاہیں گے جو محال ہے تو آپ کو چارہ نہیں ہے بجز اسکے کہ آپ اوس جوہر کو پھر ایک پورے نیشکر کے لباس میں کھڑا کردیں کہ ہر جوہر اپنے مراتب کے اعراض کو گھیرتا ہوا آوے گا اور وہ جوہر اپنے جس مرتبہ کو گھیرے گا ۔ اُس مرتبہ کے روح کہا جائیگا پس ہر شے کی روح بمناسبت اُس شے کے ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ[۱] اور روح اُس شے کے تناسب سے تجاوز نہیں کرسکتے ؏

تعین ہر یکے را کردہ محبوس   زجزویت بکلی گشتہ مایوس

جب آپ وجود مطلق کو بلا لحاظ تعینات یاد کریں گے تو یہ وجود باری ہے اور جب آپ بلحاظ تناسب تعینات محسوس کرینگے تو یہ روحانیات ہے اور جب بلحاظ اعراض دیکھیں گے تو یہ مادیات ہے اور وجود انسانی سے مراد وجود مطلق ہے اور روح انسانی سے مراد وہ روح ہے جو بوجہ تعینات انفسی

۱؎ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے ڈھلنچے کے موافق عمل کرتا ہے ۔

marfat.com

و آفاقی ہے۔ اور جسم انسانی سے مراد خلاصہ مادیات نفس و آفاق ہے۔ اب اگر اس انسان میں جسکی
میں نے تعریف کی ہے۔ آپ کسی صفت جمالی یا جلالی کو کسی دوسرے متبائن صفت پر غلبہ دینگے
تو ہزاروں قسم کے انسان ہو جائیں گے اور اس غلبہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ہر ایک بات
میں ممتاز ہوں گے۔ اور اگر کسی صفت جلالی کو مجموعی اسمار سے تنزلات میں غلبہ دینگے۔ اور اُس سے
کسی صفت جمالی کو دبا دیں گے تو وہ انسان سے اُتر کر دوسری مخلوق ہو جائیگا۔ اور اگر کسی صفت
جمالی کو غلبہ دیکر اس سے کسی صفت جلالی کو دبا دیں گے تو وہ انسانی اعلیٰ مرتبہ ملکی کہا جائیگا اور اگر کسی
صفت کو غلبہ نہ دینگے اور کل اسمار کا اعتدالی مجموعہ رہنے دینگے تو وہ نور محمدی ہوگا کہ جس اعتدالی
تعین پر یہ بنا ین غلبہ ہو ہو کر عالم ہو گیا ہے۔ پس وجود مطلق ہی ایسا جوہر ہے جسکو بلحاظ اسمار سبعہ
نفسیہ کے جسمیں کل اسمار داخل ہیں نور محمدی کہتے ہیں۔ اور وہ وجود مطلق اپنے آپ میں اپنے آپ کو
دیکھتا ہے اور تمامی اسمار و صفات کے ساتھ دیکھتا ہے اور جب تمامی اسمار و صفات کے ساتھ
اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو ہر اسم و صفت اپنے تنزل تحتی کا جوہر ہے اور تنزل تحتی اُسکا عرض ہے مثلاً
جب آپ کسی شئے کو دیکھیں گے تو بلا آنکھ کی بینائی کے نہیں دیکھیں گے۔ اور بینائی
ایک جوہر ہے جو محسوس نہیں ہو سکتا جب تک آنکھ کے متعلق جو حکمت و ترتیب و عوارض ہیں
ان کو گھیر نہ لے پس نور محمدی ہو ہو عالم نورانیت و عالم قدس میں بھی اپنے آپ کو اُسی شکل پر دیکھتا
تھا جیسے کہ عنفوان شباب میں کعبہ شریفہ یا مدینہ منورہ میں آنحضرت اپنے آپ کو دیکھتے تھے
اب اِس عالم اور اُس عالم میں یہ فرق اِسقدر ہوا کہ اس عالم میں آپ اپنے آپکو محمد دیکھتے تھے اور عالم
وجود اقدس میں اپنے آپ کو بصورت امر اللہ دیکھتے تھے پس آپکا تعین حقیقی بصورت اللہ ہے
اور اسی طرح ہر انسان کا تعین بفرق مراتب روحانیات بصورت اللہ ہے ؎

بنام آنکہ او نامے ندارد
بہر نامیکہ خوانی سر برآرد

لیکن تعین محمدی بوجہ اعتدال کے مراتب سے بالاتر ہے اور مراتب کمی و بیشی سے پیدا ہوئے ہیں
لہذا آنحضرت بعینہٖ حق ہیں اسی واسطے آپنے فرمایا کہ انا احمد بلا میم اور فرمایا کہ من رآنی فقد

marfat.com

زاء الحق احمد بلا میم کے معنی یہ ہیں کہ میم کے عدد چالیس ہیں اور عوالم بھی چالیس ہیں اور آپ اپنے جنب وجود میں عوالم سے مستغنی ہیں پس بجھو شکھ حق رہ گئے اور دوسری حدیث میں توصاف ظاہر اور اگر اس حدیث میں حق کے معنی صرف سچ کے لیے جائیں تو بھی ایک ہی بات ہے کیونکہ پورے طور پر سچائی مسلم حق سے کو ہے اور آپ کا کلام تام ہے لہذا آپ پورے سچے ہیں یعنی پورے حق ہیں یعنی جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا[۵۱] اور اسی کا احسان جناب باری نے جنس انسان پر رکھا ہے کہ لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم[۵۲]

ہمہ رابستہ گیسوے پریشان داری
غمزۂ خاص بہر گبر و مسلمان داری

شلے ہست کہ الجنس الی الجنس میل
بہر دل بردن من صورت انسان داری

اب جوہر اسکو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور بلا اعراض کے پایا نہ جائے اور اعراض کی تعریف یہ ہے کہ الاعراض لا يبقى زمانين[۵۳] پس فی الواقع اشیا اشیا نہیں ہیں بلکہ حق ہے جو مثل جوہر کے اعراض کو جمع کرتا یعنی اشیاء کو موجود کرتا ہے اور اشیا آناً فاناً اپنی عدمیت کو فانی ہوتی جاتی ہیں پس اشیا کے موجودیت جسقدر نظر آتی ہے وہ وجود مطلق کے جاذبات سے ہے اور جو اشیاء آناً فاناً فانی ہوتی جاتی ہیں یہ اُن کی عدمیت کا تقاضا ہے۔ اب اگر ہر شے کو آپ بلا تمیز مادیات و روحانیات کے مدرک مان لیجیے کلاً وجزاً تو یہ حق ہے اور مادہ کے ماننے والوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ وہی دہر ہے۔ لا تسبوا الدهر فان الدهر هو الله۔ و ان من شئ الا يسبح بحمده[۵۴]

نطق آب و نطق خاک و نطق گل
ہست محسوس حواس اہل دل

اور اگر مادہ کو مدرک نہ مانیے اور اُسکا وجود علٰحدہ ٹھہرائیے تو یہ بالکل بے بنیاد ہے اور مادہ قائم بنفسہ نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ آناً فاناً فانی ہوتا ہے اور اشکال ذیلی سے اُس وحدہ کا مخلوق ہونا

---

۵۱ حق آیا اور باطل غائب ہوا باطل تو غائب ہی تھا ۱۲ ۵۲ ہر آئینہ احسان کیا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں رسول ان ہی میں کا ۱۲ ۵۳ اعراض نہیں ٹھہرتے دو وقتوں میں ۱۲ ۵۴ نہیں ہے کوئی چیز مگر یہ کہ خدا کی حمد کرتی ہے اپنی تسبیح میں ۱۲

marfat.com

ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ خالق و قدیم۔ اِس لیے کہ مادہ میں ادراک نہیں ہے اور انسان میں ادراک ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ جو چیز جس شے میں موجود نہیں ہوتی اُس شے کی ترکیب سے وہ چیز پیدا نہیں ہو سکتی تو جب ادراک انسانی مادہ سے پیدا نہیں ہوا تو انسان کا خالق مادہ کیسے ہو سکتا ہے اشکال ذیل غور سے پڑھیے۔

شکل اول

(۱) جو چیز مرتب مستمر النظام ہے اور اس ترتیب و نظام سے ارادہ کیے ہوئے نتائج پیدا ہوتے ہیں تو وہ کسی صاحب ارادہ کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔

(۲) عالم مرتب مستمر النظام ہے اور اس ترتیب و نظام سے ارادہ کئے ہوئے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) اس لیے عالم کسی صاحب ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

شکل دوم

(۱) ارادہ صفت ذی حیات ہی۔

(۲) عالم کسی صاحب ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے (دیکھو شکل اول کا نتیجہ)۔

(۳) اِس لیے عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات ہی مُردہ نہیں ہے۔

شکل سوم

(۱) عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات و صاحب ارادہ ہے (دیکھو شکلِ اوّل و دوم کے نتائج)۔

(۲) مادہ ذی حیات نہیں ہی نہ صاحب ارادہ۔

(۳) اِس لیے مادّہ عالم کا پیدا کرنے والا نہیں ہی۔

marfat.com

اور چونکہ مادہ ذی حیات نہیں ہے نہ صاحب ارادہ و صاحب ادراک پس حیوانات میں جو حیات وارادہ و مدرکات معلوم ہوتے ہیں علی الخصوص حیوانِ ناطق میں وہ مادہ کی کسی ترکیب یا تاثیر و تاثر سے نہیں ہیں بلکہ مدرکاتِ حیوانات و انسان ماورائے مادہ ہیں جسکو خداوند تعالیٰ نے نفخت فیہ من روحی سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ

شکل اوّل

(۱) جو اثر عناصر کی ترکیب کیمیاوی سے پیدا ہوتا ہے وہ اس وجود کے لیے امر طبعی ہوتا ہے

(۲) جب تک وہ ترکیب عناصر اس وجود میں باقی رہتی ہے وہی اثر پیدا ہوتا رہتا ہے اور اس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہے۔

(۳) اس لیے اس موجود کے اختیار میں یہ امر نہیں ہے کہ جب تک وہ ترکیب عناصر اس وجود میں باقی رہے اس اثر کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہ ہونے دے۔

مثال شکل اوّل

(۱) مقناطیس میں ترکیب کیمیاوی عناصر سے جذب آہن کا اثر پیدا ہوتا ہے یہ اثر مقناطیس کا طبعی امر ہے۔

(۲) جب تک مقناطیس میں عناصر کی یہ ترکیب کیمیاوی باقی رہے گی یہ اثر جذب آہن پیدا ہوتا رہیگا اور اس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہے

(۳) اس لیے وجود مقناطیس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب تک عناصر کی وہ ترکیب کیمیاوی باقی رہی اس اثر جذب آہن کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہ ہونے دے۔

شکل دوم

(۱) حیوان میں ارادہ و اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے چاہے نہ کرے

marfat.com

(۲) ایسا اختیار ترکیب کیمیاوی عناصر میں (حسب نتیجہ شکل اوّل) نہیں ہے۔

(۳) اِس لیے حیوان میں جو ارادہ و اختیار ہے وہ ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہیں ہوسکتا ہے۔

مثال

(۱) زید عمرو کے مارنے کو لٹھ اٹھاتا ہے اور پھر اسی وقت بلا کسی خارجی اثر کے اُس لٹھ کو رکھ دیتا ہے اور عمرو کو مارنا ترک کردیتا ہے۔

(۲) زید کا لٹھ اٹھانا عمرو کے مارنے کو اور اسی وقت لٹھ کا رکھ دینا ترک ارادہ سے یہ دو متضاد افعال زید کے اختیار سے ہیں۔

(۳) اِس لیے زید کے ہر دو متضاد افعال عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اثر نہیں ہے کیونکہ اگر ترکیب کے اثر سے ہوں تو لازم آتا کہ شئے مرکبہ عناصر کو اپنے اثر کے ظاہر کرنے اور نکرنے کا اختیار ہے اور یہ نتیجہ شکل اوّل کے خلاف ہے

شکل سوّم

(۱) حیوان (علی الخصوص حیوانِ ناطق) میں بعض افعال مثلاً دوست دشمن کا تمیز کرنا اشیاء کی شناخت خیال وغیرہ یعنی تعقل موجود ہے۔

(۲) عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اُصول اب تک اِس بات پر قائم نہیں ہوا ہے کہ یہ تعقل عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا نتیجہ ہے۔

(۳) اِس لیے لازمی طور پر حیوان میں کوئی ایسی شے موجود ہے جو اِن نتائج یعنی تعقل کا باعث ہے، اور جو کچھ وہ شئے ہو وہی روح ہے۔

مثال

(۱) حیوان کی آنکھ کے سامنے شعاع میں جو چیزیں ہوں اُنکے عکس کا طبقات چشم پر منقش ہونا

marfat.com

عناصر کی کیمیاوی ترکیب و ترتیب طبقات کا اثر ہے۔

(۲) لیکن ان اشیاء کی شناخت دوست دشمن کی تمیز ان اشیاء کا بُرا یا بھلا لگنا عناصر کی ترکیب کیمیاوی کا کوئی اصول اس پر دال نہیں ہے۔

(۳) اس لیے لازمی طور پر تعیین کیا جاتا ہے کہ حیوان میں کوئی اور چیز موجود ہے جو ان نتائج کا باعث ہے اور جو کچھ وہ شے ہو وہی روح ہے۔

حضرت نجم الدین رازی نے کتاب مرصاد العباد میں قند کے جوہر ہونے کی مثال وجود مطلق سے تنزلات میں مافوق وجود کو جوہر اور اسکے ماتحت کو اعراض مان کر لکھی ہے اور انتہائی تنزل شیرہ کو قرار دیا ہے کہ جسکے لیے اسکی ضرورت پیدا ہوئی کہ آخری تنزل شیرہ کو مانکر جو کثافت محض ہے انتہائے عروج میں جوہر کو کثافت سے مبرا کرنا پڑا ورنہ یہ شبہہ واقع ہوتا کہ حقیقت کثافت سے مبرا نہیں ہے کیونکہ وہ بھی اسی سے نکلا ہے ورنہ شیرہ کا وجود ہی نہوتا تو فی الجملہ منزہ حقیقت میں تشبیہ کا دھبہ ماننا پڑتا یہ سوء ادبی تھی لہذا میں نے اس مثال کو الٹا کر دیا اور تنزلات سے عروج کی طرف لطافت کو بڑھاتا گیا ہوں اور کثافت کو گراتا گیا ہوں کہ آخری جوہر قائم بنفسہ میں کثافت کا دھبہ باقی نہ رہے اور یہ ثابت ہوجائے کہ شیرہ کی کثافت محض اعتباری ہے جس میں تقیید کی وجہ سے ہے کہ جو شیرہ کے وجود کو ماسوائے جوہر مان لینے سے پیدا ہوگئی ہے کیونکہ شیرہ کا فضلہ بھی مثل فضلہ نیشکر کے سوختنی ہے اور اسکا کام صرف یہ ہے کہ اپنی حرارت عشقی سے کہ جو کثافت کے لیے لازمی ہے اس جوہر کے ہر تعین کو فانی کرتا رہے کہ ہر آن جوہر لطیف کا اثبات ہوتا رہے ورنہ فی الواقع کثافت کثافت نہیں ہے جیسا کہ ہم مادیات کثیفہ میں دیکھتے ہیں کہ ردی تنزلات میں جاکر غلیظ بن جاتی ہے اور غلیظ آفاق میں جاکر کھیتوں میں پڑکر نباتات میں روح لطیف ہوجاتا ہے تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل و تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی الآیۃ جب کہ مادیات محسوسہ میں بالکل کثافت

ملا رات کو دن کرتا ہے اور دن کو رات کرتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو

باقی نہیں رہتی تو جوہریات روحانیات میں قطعاً باقی نہیں رہ سکتی جیسا کہ روح جسم انسانی میں کوئی کثافت مادیات کی نہیں ہے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مادہ اعتباری ہے اور عدم محض ہی وجود کے تنزلات میں اعتباری طور پر ظاہر و مبرہن ہوتا ہے اور ترفعات میں اپنی حد تک ظاہر رہتا ہی پھر بوجہ اعتباری ہونے کے فانی ہوجاتا ہے اسیواسطے جناب باری نے انسان کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ ھَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ یعنی فی الواقع انسان جو خلاصۂ آدم و عالم ہے کسی وقت میں کوئی شئے نہیں تھا یعنی شئیت سے منزہ احسن تقویم میں تھا اس نے اسفل السافلین میں نزول نہیں کیا تھا اور انسان کا احسن تقویم میں ہونا حق کا اپنے آپ کو بلحاظ مراتب تنزلی ملاحظہ کرنا ہی۔ اسی لیے مولانائے رومی فرماتے ہیں کہ ؎

آدمی دیدہ است باقی پوست است دیدآں باشد کہ دید دوست است

چونکہ روح ہر انسان کی کل مراتب اسمائے حق کو صفاتاً دافعاً لاگھیرے ہوئے ہی اور حق ہی اپنے صفات و افعال سے انسان کی ذات ہی اسلیے روح انسانی بسبب جامعیت و تنزہ حق کے حق کے ساتھ متحد ہے یعنی حق ہی اپنے آپ کو جملہ مراتب کے ساتھ جیسا کہ قبل تخلیق عالم کے دیکھتا تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے دیکھتا ہے اور بعد فنائے عالم کے ابدالآباد تک دیکھتا رہیگا اور یہی وجود انسانی ہے۔ جامی ؎

جبذا روزیکہ پیش از روز و شب فارغ از اندوہ و آزاد از تعب
متحد بودیم باشاہ وجود نام غیریت بکلی محو بود

باب دوم: توحید

جاننا چاہیے کہ توحید نفسی کی تین قسمیں ہیں۔ توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی
توحید افعالی۔ کا ایک نام توحید آفاقی بھی ہے اور ان میں سے ہر ایک کی تین تین قسمیں

توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اور ہر قسم کے توحید ذاتی بالاتر قسم کی توحید فعالی ہے مثلاً توحید افعالی نفسی کی تین قسمیں ہیں۔ توحید فعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اب انفسی توحید افعالی وہ ہے کہ جو اشیا حواس خمسہ سے محسوس ہوتی ہیں اور یہ احساس ایک حواس کا دوسرے حواس سے نامعلوم رہتا ہے یعنی آنکھ کے محسوسہ شے کی خبر کان کو نہیں ہوتی اور کان کی محسوسہ شے کی خبر ناک کو نہیں اور ناک کی محسوسہ شے کی خبر منھ کو نہیں ہوتی وقس علیٰ ہذا البواقی۔ پانچ حواس باطنی ہیں کہ جن سے آدمی اپنے آپ میں رحم و قہر وغیرہ صفات کا ادراک کرتا ہے اور اس احساس کرنے والے شخص کے علاوہ دوسرا شخص ان حواس کو ادراک نہیں کرتا ہے اب یہ توحید صفاتی ہوئی لیکن ان صفات کا احساس انسان تب ہی کر سکتا ہے کہ جب اُسکو اپنے آپ میں رحم یا غصہ آتا ہے اور قبل اس رحم یا غصہ آنے کے اُسکو محسوس ہوتا ہے یہ توحید ذاتی ہے لیکن یہ توحید ذاتی توحید افعالی نفسی کی ہے کہ جو توحید صفاتی نفسی کی توحید افعالی ہے۔ اب اس توحید صفاتی نفسی کی توحید صفاتی یہ ہے کہ انسان یہ نہیں جانتا ہے کہ مجھ میں یہ غصہ یا رحم کس جگہ پر سے آیا۔ اور اس توحید صفاتی کی توحید ذاتی یہ ہے کہ یہ جانتا ہے کہ یہ مجھ ہی میں سے آیا اور وجدانی طور پر اس بات کو تسلیم کیے ہوے ہے۔ اب توحید ذاتی توحید ذاتی نفسی کی توحید افعالی ہے لیکن انسان اس صفت کا وجود ایک اپنے ہی تعین میں مقید جانتا ہے حالانکہ ہر انسان میں یہ صفات موجود ہیں پس جب ایک تعین کے ساتھ مقید نہ جانے تو یہ عام ہونا توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہوا اور اس ایک وجود عام کا ادراک یعنی اس توحید صفاتی کا ادراک ایک ماہیت سے ہوتا ہے جو مجمع ہے اور جسکو انا کہتے ہیں یہ توحید کلیۃً بنفسہ توحید ذاتی ہے۔

آفاق یعنی نفس کی توحید فعالی کی توحید افعالی وہ اشیا ہیں جو جسم انسانی کو کہ جو صورتاً اپنے جسم سے نفس یعنی انسان کو محسوس ہیں اور آفاق کے توحید صفاتی اشیاء کے تاثیرات ہیں جو سیر تا محسوس ہوتے ہیں کہ جسمیں حواس انسانی بھی داخل ہیں لیکن اس حواس انسانی و تاثیرات اشیاء کو بجز اس شخص کے جو حواس سے محظوظ ہوتا ہے یا جس شے پر تاثر ہوتا ہے دوسرا شخص

marfat.com

یا دوسری شے نہیں جانتی ہے یہ آفاق کی توحید ذاتی ہوئی جس سے وجود ثابت ہوتا ہے اور اسکی ماہیت نہیں معلوم ہوتی ہے یہ نہ معلوم ہونا عین ذات آفاقی کی سمجھ سے لیکن یہ سمجھ تقاضائے آفاق سے نہیں ہے بلکہ خواص انسانی سے ہے جو انسان میں علاوہ آفاق کے ودیعت ہے کیونکہ آفاق کی یہ توحید ذاتی توحید صفاتی نفسی کی توحید افعالی ہے مثلاً آفاق میں آفتاب آفاق کی توحید افعالی ہے اور آفاق کی توحید صفاتی اسکی گرمی و دیگر تاثیرات ہیں اور نفس آفتاب علاوہ صورت و تاثیر کے جو ایک وجود غیر محسوس ہے یہ آفاق کی توحید ذاتی ہے اسوجہ سے توحید آفاقی توحید صفاتی نفسی کے توحید افعالی ہے اور باقی کل اقسام توحید صفاتی اور توحید ذاتی کے ماوراے آفاق ہیں یعنی وجود غیر محسوس آفاقی آفاق کی توحید ذاتی ہے اور نفسی توحید صفاتی کی توحید افعالی ہے یعنی توحید صفاتی نفسیہ آفاق کے کل وجود و موجودات کی روح ہے اور یہ روح نفسی توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے اور روح کلی جو عام ہے یعنی جملہ عوالم انفسی و آفاقی کی روح ہے وہ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہے اور توحید ذاتی فی نفسہ لامکان ہے جسکو روح دانا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس تقسیم کی کیفیت اس شجرہ سے اچھی طرح واضح ہے۔

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

یہ شجرہ قامت انسانی ہے جس پر یہ آیت ہے انّنی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی

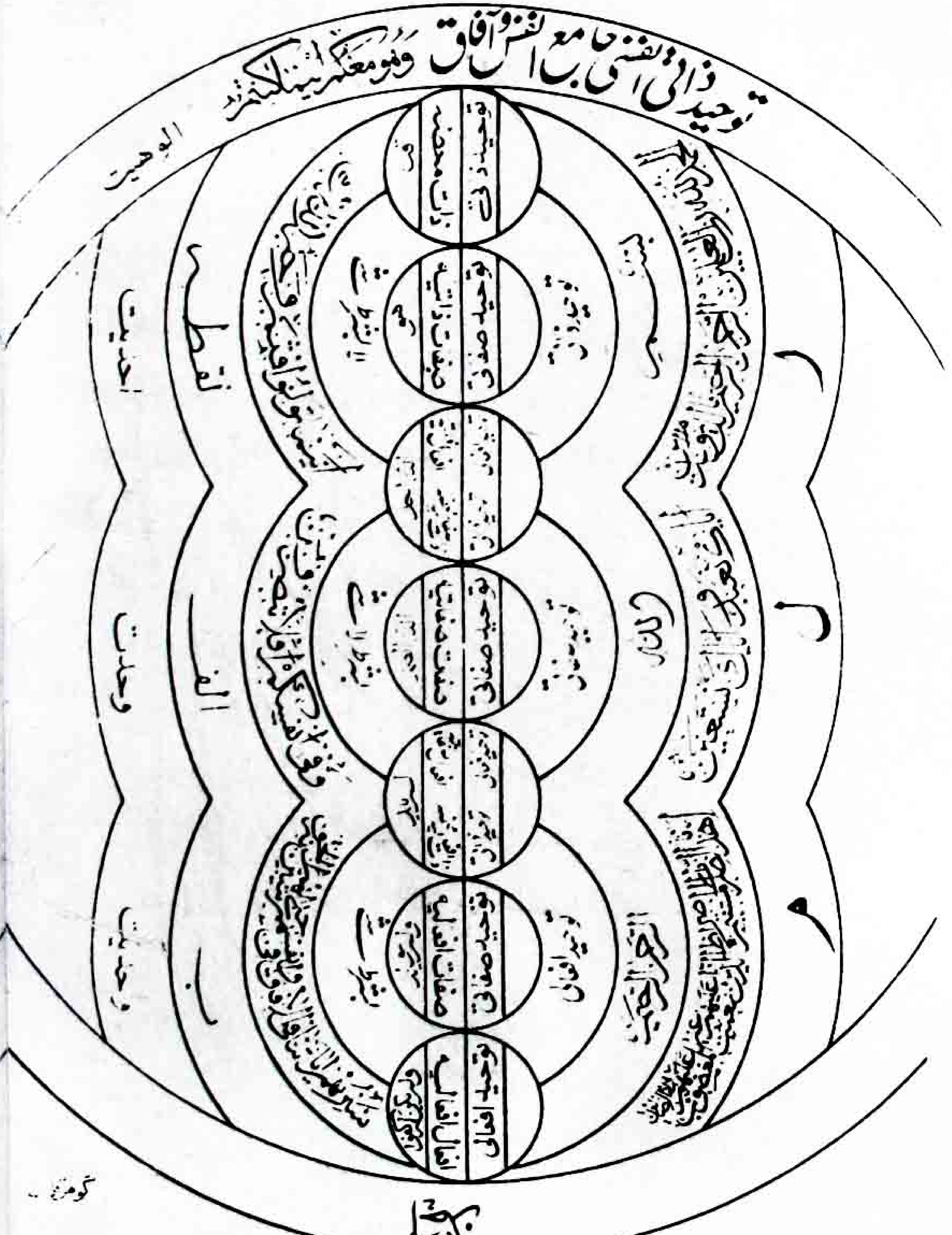

marfat.com

یہ دوائر جو توحید کے سمجھانے کے لیے بنائے گئے ہیں انمیں تفہیم کی غرض سے توحید ذاتی کے دوائر بھی بنادیے گئے ہیں حالانکہ دراصل ذات احاطۂ دوائر کے تقید سے بالاتر ہے اور اسیطرح دائرہ ذاتی میں تقسیم دوائر بھی محض تفہیم کے لیے ہے ورنہ ذات ہرگز ہرگز منقسم یا محدود نہیں ہے بلکہ ان دوائر سے مراد ذاتی نسبتیں ہیں۔ جیسے عاشق و معشوق و عشق۔ اور عالم و معلوم و علم وغیرہ وغیرہ الغرض جبکہ توحید ذاتی کی توحید افعالی یعنی وجود عالم ہے سمجھ میں نہیں آتا بجز اسکے کہ ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید صفاتی ہے کہ جسنے توحید افعالی نفسی کی یہ پہچان بتائی پس یہ سمجھ وجود عالم سے بھی زیادہ لطیف اور نہ پہچانے جاسکنے کی مستحق ہے۔ دریا وجودیکہ وجود عالم پہچانا نہیں گیا ہے مگر تسلیم کر لیا گیا پس جس سمجھ سے کہ عالم کا وجود تسلیم کیا گیا ہے یہ سمجھ نفس تک وجدانی ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید ذاتی یا توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے اسلیے وجدانیات بتلا رہے ہیں کہ یہ سمجھ وجود عالم سے و نیز اوس سمجھی کی سمجھ سے کہیں اعلیٰ اور سمجھ میں نہ آنے کے قابل ہے اگر وجدانیات نہوتے تو سمجھی سے نفس کی سمجھ نہوتی لیکن چونکہ وجدانیات منحصر نہیں ہیں اور نہ مختتم ہیں اور وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1] کے بموجب ہر شخص کی سمجھ اسی توحید ذاتی میں محدود ہے کہ جو توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے تو جب یہ سمجھ محدود نرہے گی بلکہ عام ہوجائے گی تو یہ عام سمجھ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہوگی ؎

یہ بزم خاص جو دربار عام ہوجائے   یقین ہے کہ ہمارا سلام ہوجائے

رباعی

گر گل گذرد بخاطرت گل باشے   ور بلبل بیقرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل ست گر روزی چند   اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

اب یہ عام اور کل الکل سمجھ کس کی اور کس میں ہے؟ یہ سمجھ انسان میں ہے اور انا انسانی کی ہے جو عین انا حقیقی ہے اور یہ علم حق ہے۔ یہ انا بنفسہ توحید ذاتی ہے کہ جو ہر ذرہ نفس و آفاق

---

[1] نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا

میں یکساں الآن کما کان ساری وطاری ہے اور پھر سب سے منزہ ہے اور جس کا سمجھ میں نہ آنا ہی عین عرفان ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما عرفناک حق معرفتک اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے کہ العجز عن درک الادراک ادراک یہ دونوں قول اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نجاننا ہے عین جاننا ہے کیونکہ منزہ اور ایسی منزہ ذات کی پہچان اعلیٰ درجہ کی یہی ہے کہ پہچانی نہ جائے جیسے محسوسات آفاقی میں لطیف ترین اشیاء یعنی خلا کی پہچان یہ ہے کہ جہاں کچھ نہ ہو یا معقولات انفسی میں نفس قوت متخیلہ سمجھ میں نہیں آسکتی ہے یا جو اس میں نظر دیکھی نہیں جاسکتی بلکہ نظر کو عقل سے ادراک کرتے ہیں اور عقل کو روح سے اور روح کو انا حقیقی سے اب اس انا حقیقی کو ادراک کرنیکے لیے آپ کون چیز باہر سے لاسکتے ہیں اور جب آپ باہر سے کوئی چیز نہیں لاسکتے ہیں اور انا کو آپ خود بخود بلا کسی ادراک یا وسیلہ ادراک کے جانتے ہیں کہ وہ موجود ہے کیونکہ آپ کو اپنے موجود ہونے کا قطعی یقین ہے لھذا۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اور اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ اور عرفت ربی بربی کے ایک ہی معنی ہیں اور یہ اقوال حضرت قائمین کے کمال عرفان کے ثبوت ہیں نیز یہ ارشاد آنحضرت کا نعمت وعلم آدم الاسماء کلھا کے حصول کی دلیل ہے جو نص ہے اور اس نص کی دلیل دوسری نص سے یہ ہے کہ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا جس کی تفسیر جناب امیر کے ان اشعار سے ہے کہ ؎

داءک فیک وما تشعر	دواءک منک وما تبصر
وتزعم انک جرم صغیر	وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی	باحرفہ یظہر المضمر

سلہ یہ قول حضرت علی کا ہے جس کے معنی اپنے رب کو اپنے رب ہی سے پہچانا ۔ سلہ پڑھ اپنی کتاب کو آج تیرا نفس تجھے کافی محاسبہ ہے ۔ سلہ تیرا مرض تجھی میں ہے اور تجھے خبر نہیں ۔ تیری دوا تجھی سے ہے اور تو نہیں دیکھتا۔ تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اور تجھ میں بڑا عالم پوشیدہ ہے ۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔

marfat.com

میں یکساں الآن کما کان ساری وطاری ہے اور پھر سب سے منزہ ہے اور جسکا سمجھ میں نہ آنا ہی عین عرفان ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما عرفناک حق معرفتک اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے کہ العجز عن درک الادراک ادراک۔ یہ دونوں قول اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نجاننا ہی عین جاننا ہے کیونکہ منزہ اور ایسی منزہ ذات کی پہچان اعلیٰ درجہ کی یہی ہے کہ پہچانی نہ جائے جیسے محسوسات آفاقی میں لطیف ترین اشیا یعنی خلا کی پہچان یہ ہے کہ جہاں کچھ نہ ہو یا معقولات انفسی میں نفس قوت متخیلہ سمجھ میں نہیں آسکتی ہے یا جو اس میں نظر دیکھی نہیں جاسکتی بلکہ نظر کو تعقل سے ادراک کرتے ہیں اور تعقل کو روح سے اور روح کو انا رحقیقی سے اب اس انا رحقیقی کو ادراک کرنیکے لیے آپ کون چیز باہر سے لاسکتے ہیں اور جب آپ باہر سے کوئی چیز نہیں لاسکتے ہیں اور انا کو آپ خود بخود بلا کسی ادراک یا وسیلہ ادراک کے جانتے ہیں کہ وہ موجود ہے کیونکہ آپ کو اپنے موجود ہونے کا قطعی یقین ہے لہٰذا۔ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اور اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ اور عرفت ربی بربی کے ایک ہی معنی ہیں اور یہ اقوال حضرت قائلین کے کمال عرفان کے ثبوت میں نیز یہ ارشاد آنحضرت کی نعمت وعلّم آدم الاسماء کلّھا کے حصول کی دلیل ہے جو نص ہے اور اس نص کی دلیل دوسری نص ہے یعنی کہ اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا جس کی تفسیر جناب امیر کے ان اشعار سے ہے کہ ؎

دواءک فیک وما تشعر	دواءک منک وما تبصر
وتزعم انک جرم صغیر	وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی	باحرفہ یظہر المضمر

سلہ یہ قول حضرت علی کا ہے یعنی اپنے رب کو اپنے رب ہی سے پہچانا۔ سلہ پڑھ اپنی کتاب کو آج تیرا نفس تجھے کافی محاسب ہے۔ سلہ تیرا مرض تجھی میں ہے اور تجھے خبر نہیں۔ تیری دوا تجھی سے ہے اور تو نہیں دیکھتا۔ تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اور تجھ میں بڑا عالم پوشیدہ ہے۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

marfat.com

اور یہ آیت منتج ہے حضرت امام حسین کے اس قول کو کہ فمن قرأ ھذا الکتاب فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون جو معرفت تامہ کی دلیل یقینی ہے۔ پس ان آیات و اقوال مقدسہ سے آں حضرت کا عرفان کامل صاف صاف ظاہر ہے اب جو نفسانیت و بغض سے نہ مانے اُس کا کیا علاج ہے اسی طرح سے ارشاد فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون سے کہ جو آیہ کریمہ وما ھو علی الغیب بضنین کے بالکل مطابق ہے علم بسیط رسول برحق صاف ثابت ہے اب منکرین علم غیب کی نسبت بجز صفائی قلب کے اور کیا کہا جائے۔

الحاصل چونکہ انسان کا مبدا یہی وجود ہے اور انسان کامل ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب اُمّی ہوا اور انسان ظلوم و جہول کہا گیا کہ وہ اپنے مبدا، توحید ذاتی سے ملا ہوا ہی پس اس تاریکی و جہل میں ہونچکر جو شخص کہ حیرت زدہ ہوگیا وہ ناکام رہا اور جو اس عدم ادراک کو عین ادراک سمجھا تو چونکہ ہر چیز اپنے منتہا پر جاکر ختم ہو جاتی ہے اور اس کا ختم ہونا کیا ہے کہ بطور استحالہ کے وہ دوسری چیز ہو جاتی ہے پس یہ کچھ نہیں ہوکر سب کچھ ہوگیا یعنی انفس و آفاق دونوں ہوگیا اور وعلم آدم الاسماء کلھا کا ظہور ہوگیا کیونکہ انہ کان ظلوما جھولا[۲] اور اسی تاریکی تحقیقی ظلومی و جہولی فطرتی انسانی کو سواد اعظم کہتے ہیں ؎

سواد الوجہ فی الدارین درویش ۔۔۔ سواد اعظم آمد بے کم و بیش

سواد اعظم اُسکو کہتے ہیں کہ جسمیں جو کچھ ڈھونڈھیں ملجائے۔ سالک جب اپنی فطرت ظلومی و جہولی میں قیام کرتا ہے تو وہی ظلومی و جہولی جاذب جاذبہ ہوتی ہے۔ اسی واسطے بچہ کو جو بات پہلے پہل سکھائی جائے وہ اُسکو جلد آجاتی ہے اور جو زبان سکھائی جائے وہ اوسکی مادری زبان ہو جاتی ہے اور جب وہ خطرات کا مورد ہونے لگتا ہے تب جو بات سکھائی جائے بمدقت سے آتی ہے اور یہ خطرات وسواس ہی ہیں جن کا نام خودی ہے ؎

---

[۱] پس جسنے یہ کتاب پڑھی اُسے معلوم ہوگیا جو تھا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا ۔[۲] وہ غیب کے معاملہ میں بخیل نہیں ہے۔
[۲] تحقیق انسان بڑی تاریکی والا اور بڑا جہل والا تھا۔

ہر آن کو خالی از خود چون خلا شد   انا الحق اندر و صوت و صدا شد

اسی سوادِ اعظم کو حاصل کرنے کے لیے حقائق و معارف نعم جنت کو نسیاً منسیا کر کے حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کھایا اور علم جنت سے نزول کر کے ناسوت میں آئے تاکہ نسیان کے ذریعہ سے سواد اعظم حاصل کریں اور یہاں تک نسیان پیدا کیا کہ حضرت حوا کو بھی بھول گئے اور ان سے مفارقت رہی عورت ذات ہی اور ذات روح ہے یعنی صرافت روحی کی بھی پروانہ کی اور اسی صرافت روحی سے تبرا کر کے اکثر پیغمبروں نے جانیں دیں تاکہ نعمت لازوال سوادِ اعظم حاصل کریں۔ اسکی طلب میں حضرت مریم نے دعا کی کہ کنت نسیًا منسیا[1] تاکہ مباشرت جبرئیلی اور روحانیت عیسوی سے نجات پا کر اپنے نفس ذات سوادِ اعظم میں خوش عیش رہیں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب سے اسی مقام کا پتہ پا کر حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ مجکو اس خواب کی تعبیر عرض کرنے کی اجازت ملے چنانچہ اجازت پا کر اوسکی تعبیر میں کلام مجید کے فوائد ختم کیے یعنی ناس تک پہونچے تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے تعبیر صحی کہی مگر یہ آدھی ہے اور بقیہ آدھی تعبیر جب حضرت صدیق نے پوچھی تو اوسوقت آپنے نہیں بتائی۔ لیکن جب حضرت صدیق افضل البشر تھے تو بہ فیض رسول اللہ بشریت یعنی نسیان میں ضرور کامل تھے اور اسی سوادِ اعظم کے دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت صدیق اکبر کی بیوہ بی بی سے نکاح کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رات بھر چپکے بیٹھے رہتے تھے یا رویا کرتے تھے اور اسی سوادِ اعظم کا کمال حاصل کرنے کے لیے حضرت عثمان نے آیہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[2] پر جان دی اور اسی سوادِ اعظم کے ستر کے لیے شب معراج میں آنحضرت کو حکم ہوا کہ بجز حضرت علی کے کسی سے نہ کہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے بالآخر اسکو کنوے میں منھ کر کے کہا کہ جہاں بجز جماد ات بے نفس کے کوئی دوسرا نہ تھا پھر بھی اس کنویں کا پانی خون ہو گیا اور اسی سوادِ اعظم کا فیض تھا کہ جس سے مولا علیؑ کی نماز میں یہ محویت ہوتی تھی کہ حالت نماز میں تیر آپ کے جسم سے کھینچکر نکالا گیا۔ اور

---

[1] کاش میں بیابت ہو گئی ہوتی ۱۲ [2] اب تیری طرف سے کافی ہے انکو اللہ اور وہی ہے سننے جاننے والا ۱۲

marfat.com

خبر نہوئی۔ پس نماز کا سِر بھی سوادِ اعظم ہے کیونکہ نماز معراج شریف سے فرض ہوئی اور معراج شریف محض بغرض حصول سوادِ اعظم ہوئی ہے ؎

جبذا اے سِرِّ پنہاں حبذا
از سوئے معراج آمد مصطفیٰ

اور نماز میں جو ہر شخص کا دل گھبراتا ہی وہ بھی اسی سوادِ اعظم کے تقاضے سے ہی اور یہ حقیقت نماز ہے جسکو لوگ بُرا جانتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جی لگے یہ جی لگنے کی خواہش نماز میں ایک وسوسۂ شیطانی ہے جو نماز کو اُچک لے بھاگتا ہے جسقدر نماز میں اُلجھن ہوا اُسیقدر نماز اعلیٰ ہوئی کیونکہ جی لگنا خودی پر دلالت کرتا ہے اور نماز میں خودی بالکل نہیں ہونی چاہیے۔ اور روزہ کا سِر بھی سوادِ اعظم ہے عطار ؎

بعد از ان از مشاہدہ فطار
روزہ حفظِ دل ست از خطرات

یعنی سالک جب خطرات سے فارغ ہوکر سوادِ اعظم میں جائیگا تب حق تعالیٰ اُسکی سمع وبصر وغیرہ ہوجائیگا کہ کنت[۱] لہ سمعًا وبصرًا و یدًا و رجلًا۔ الحدیث اور یہی مشاہدہ ہے اور یہی فطار ہے فرحتٌ[۲] عند الافطار و فرحت عند لقاء الرحمن۔ الصوم[۳] لی و انا اجزی بہ اور یہ فکر حاصل نہیں ہوتا مگر نصف شب آخر میں جو سحری کا وقت ہوتا ہی اور جس وقت جاگنے کا معمول آنحضرت کا تہجد کے لیے تھا کیونکہ آخر شب میں نوم بشری کا غلبہ کم رہجاتا ہے اور علم خودی کا زور بھی فطرتاً گھٹا ہوا رہتا ہے یہ حالت مابین بیداری و خواب کے ہوتی ہے اور اسی حالت میں آنحضرت کو معراج ہوئی۔ اور حج بھی اسی سوادِ اعظم کو حاصل کرنے کے لیے ہی کہ صورتاً جسکا طواف کیا جاتا ہے وہ حجر اسود وہ سوادِ اعظم ہی ہے اور وہی اللہ کا گھر ہے اور اسی طواف کے بعد حج ہی کہ جہاں نہ روزہ فرض ہے نہ نماز۔ اور حقیقی زکوٰۃ بھی اسی سوادِ اعظم کی ہے یعنی جب تمنے بعد مجاہدہ و سلوک سوادِ اعظم حاصل کیا تو تمپر فرض ہے کہ بحکم واما بنعمت ربک فحدث اللہ کا شکر ادا کرو اور

---

[۱] میں اس کی سماعت، بصارت اور ہاتھ پیر ہوجاتا ہوں۔ [۲] ایک فرحت افطار کے وقت جو اور ایک فرحت رحمٰن سے ملاقات کے وقت۔ [۳] روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا ہوں۔ [۴] وہ احسان کیے نیز رکھ سو گئے

جو فیضان حق سے آوے اسکی ذکوٰۃ نکالو کیونکہ حقیقی نصاب وہی ہے اور اسکو خلق اللہ پر ایثار کرو یہاں تک کہ اگر شیطان بھی مانگنے آوے تو اسکو بھی دیدو وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ تاکہ وہ بھی رام ہوجاوے کیونکہ جب توحید کا کلام سنے گا تو تمھارا مطیع ہوجائیگا جیساکہ تمھارے رسول برحق کا مطیع تھا اسکو ذکوٰۃ کہتے ہیں کیونکہ عوالم چالیس ہیں پورے عالموں کا فیض تم کسی شخص کو یک دفعہ نہیں دے سکتے ہو کیونکہ مجاہدہ ومحنت حاصل ہوتاہے اور سائل اس مجاہدہ کیلیے تیار نہیں ہے لہذا اپنے حقائق ومعارف سے مطلع کرکے اسکو چالیس میں سے ایک دیدو اور وہ ایک کیا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی توحید اور اسکے متعلق جو حقائق ہیں وہ اسکو بتادو جو ساری معرفت کی جان ہے مگر خبردار ہو کہ توحید کو شرک سے نہ ملاؤ کل چیزوں کو ایک کرکے اسکو سمجھادو ورنہ کلمہ توحید کلمہ توحید نہ رہے گا بلکہ کلمہ تشریک ہوجائیگا اور شرک کو خدا نہیں بخشتا ہے

ہاں کھائیو مت فریب ہستی　　　ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے

اور اسی سواد اعظم کی طلب میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کیا کیونکہ آپ نے خیال فرمایا کہ ظاہری سلطنت میں بڑا جھگڑا ہے سب کے سب رسول اللہ نہیں ہوسکتے کہ جامعیت کے ساتھ ظاہر و باطن کو بالاعتدال لیے رہیں آفتاب حقیقت محمدی مثل آفتاب ظاہری کے اثنا فاخطِ استوا پر آتاہے اور اسوقت نصف طلوع یعنی ظاہر کی طرف ہوتاہے اور نصف غروب یعنی باطن کیطرف یہ جامع تخلیق تعین محمدی ہی کی تھی کہ ہردو جانب طلوع وغروب کو ایک ساتھ گھیر لیا اور کسی تعین میں ظاہر و باطن کو پورا پورا من کل الوجوہ بجامعیت انجام دینے کی قابلیت رکھی ہی نہیں گئی ہے۔ پس بجز فرائض وسنن موکدہ کے جس قدر ظاہری تقلید زیادہ کی جائے گی اسی قدر باطن رہ جائے گا اور باطن ظاہر سے اہم ہے یعنی نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے اعلےٰ ہے۔ پس جب معلوم ہوا کہ وہ مرتبہ جامعیت کا مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوسکتا تب اولیاء اللہ نے اس حکمت اور کمال طلب کے لحاظ سے

سلہ اور سائل کو نہ جھڑک ۱۲

marfat.com

باطن کو ظاہر پر غلبہ دیدیا کہ ظاہر صرف دُنیا تک ہی اور باطن کو دوام ہے کہ جسکی یہ حدیث شاہد ہے حُبّب اِلیَّ[۱] مِن دُنیاکم ثلٰثۃ النّساء والطّیب و قرّۃ عینی فی الصّلوٰۃ پس معلوم ہوا کہ نماز جو افضل عبادات ظاہری ہے داخل دنیا ہی اور آنحضرت نے بھی بتقاضائے کمال طلب با وجود اس تعیین اعتدالی کے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ[۲] بخلق محمّد۔ آپ کا نام محمّد ظاہر جسم سے متعلق ہے۔ اور احمد روحانیت سے اور ماحی عالم امر سے کہ جہاں سے روحیں پیدا ہوتی ہیں۔ قُلِ[۳] الرُّوحُ من امر ربّی پس یہ تینوں چیزیں دُنیا کی ہیں اور راہِ حق میں واجب الترک ہیں۔ روح مؤنث ہے جسکی طرف نساء سے اشارہ ہی۔ طیب نسبت روحانیت کی عالم امر سے ہی۔ قرّۃ عینی فی الصّلوٰۃ یہ بھی لفظاً مؤنث ہے لہٰذا یہ بھی نساء میں داخل ہے اور اس حدیث کے ارشاد کے وقت حضرت خاتونِ جنّت آپ کی صاحبزادی نماز پڑھ رہی تھیں تو ایک اشارہ اِس حدیث میں اُن کی طرف بھی ہے کہ اولاد کی حب بھی داخل دنیا ہے اسکو بھی ترک کرنا چاہیے جیسا کہ کلامِ مجید میں ہی اِنَّما[۴] اموالکم واولادکم فتنۃ اور اموال نتائج اعمال ہیں اعمال بھی ترک کرنا چاہیے بشرطیکہ جاذبۂ حق مدد کرے ؎

نہ ترکِ عمل کار ہر کس بُود   نہ فضل خدا یارِ ہر کس بُود

اور یہ سب کس بات سے حاصل ہوتا ہے؟ اسی نسیان سے جسکا اسم فاعل ناس ہی۔ اجزائے کاؤن سے خراج نہیں لیا جاتا لہٰذا حضرت امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ عملاً اُن اسباب ہی کو ترک کردیا جائے جو نسیان کے مانع ہوں کیونکہ ؎

بندگی و حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز   کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

اور یہی موت اختیاری ہے۔ کلامِ مجید میں ہی کہ قُل[۵] یا ایّھا الّذین ھادوا ان زعمتم انّکم

---

[۱] مجھ کو تمھاری دنیا میں سے تین چیزیں محبوب کی گئیں عورت۔ خوشبو۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک جو نماز میں ہے ۱۲ [۲] خدا وندا تو مجھ کو نہ پیدا کرتا ۱۲ [۳] کہو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے ۱۲ [۴] بتحقیق تمھارے مال اور اولاد آفت ہیں ۱۲ [۵] کہو کہ اے یہودی لوگو اگر تم دعوی کرتے ہو کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوائے تو آرزو کرو موت کی اگر تم سچے ہو (بقیہ بر صفحہ ۳۶)

اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ۝ ولا یتمنونہ ابداً بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین ۝ قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملٰقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون ۝ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جسکا کوئی عمل نہ ہو اور جو موت سے نہ ڈرے اور جان دینے کی پرواہ نہ کرے کیونکہ جان فی نفسہ روح ہے جس نے جسم عنصری یعنی طبیعت انسانی سے تعلق کرکے کثافت پیدا کرلی ہے اور قابل باریابی بارگاہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید نہیں رہی ہے ۝

با سایہ ترا نمی پسندم عشق است و ہزار بدگمانی

پس نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے یکتائی پیدا کرنے کے لیے جسم و جان دونوں سے تبرا کرنا ضروری ہے ۝

مکن در جسم و جان منزل کہ این دون است و آن والا

قدم زین ہر دو بیرون نہ نہ اینجا باش نے آنجا

اور ہماری روح ہم سے کمتر ہے کہ وہ ہماری طرف اضافت کی جاتی ہے ہم کوئی اور ہی چیز ہیں انّی انا اللہ لا الٰہ الا انا۔ اسی واسطے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تم مجکو حقیقتاً اپنے جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہو؟ تو آپ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ اور سب چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں لیکن جان سے زیادہ عزیز نہیں رکھتا ہوں اوس پر ارشاد ہوا کہ ایمان کامل نہیں ہے اور تب آنحضرتؐ نے تصرف کیا کہ دفعتہً حضرت عمر پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ ہم آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں ۝

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(بقیہ حاشیہ ص۵۱) اور کبھی نہ آرزو کریں گے موت کی بوجہ اپنی دست درازی کے اور اللہ جانتا ہے ظالموں کو۔ کہو کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ملنے والی ہے پھر تم لوٹو گے عالم الغیب والشہادۃ کے پاس تو جتادیگا تم کو جو کچھ تم کر رہے تھے ۔

؎ بیشک میں اللہ ہوں نہیں کوئی معبود مگر میں ۔

پس اعلیٰ ترین سلوک جان دے دینا ہے اور جو جان خدا کے واسطے دی جاوے وہ نہی ولا[1]
تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ میں داخل نہیں ہے جیسے حضرت خلیل اللہ نے آگ میں جاتے وقت
جبرئیل سے مدد لینے سے انکار کردیا اور حضرت اسحاق یا حضرت اسمٰعیل نے جان دینے میں اور
حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کی جان لینے میں کچھ مضائقہ و تامل نہیں کیا۔ اور جیسے معمولاً کسی
بادشاہ کا غلام جو اپنے آقا پر جان دے وہی قابل تعریف ہے اور جیسے کوئی عاشق اپنے
معشوق پر جان دیدے تو وہی عشق میں کامل سمجھا جائیگا یا جیسے اہل ہنود میں عورت اپنے
مرد پر "ستی" ہوتی تھی۔ اور اسطرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سر بھی سواد اعظم
ہے حضرت امام علیہ السلام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر صحبت تربیت یافتہ
تھے۔ ان سب سلوک نفسی رسول اللّٰہی سے واقف تھے اور سواد اعظم سے بھی واقف تھے۔ جس کو
آن حضرتؐ نے شب معراج میں حاصل کیا تھا یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آنحضرتؐ
کی مشارکت میں آپ شہادت حاصل نکریں کیونکہ آپکی شہادت آنحضرت ہی کی شہادت تھی اور یہ بھی سر تھا
کہ کافروں کے ہاتھ سے شہید نہوں بلکہ مومن یعنی حق ہی کے ہاتھ سے شہید ہوں کیونکہ مومن خدا کا نام ہے ؎

چہ خوش ست قتل عاشق کہ زدست تست جاناں ۔ بہ فدائے لطف تیغت طلبد ہزار سرہا

کیونکہ کافروں کے ہاتھ سے شہید ہونا اگرچہ شہادت ظاہری ہے لیکن یہ شہادت اس سے اعلیٰ
ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپس پر فرمایا کہ رجعنا[2] من جہاد الاصغر
الی جہاد الاکبر۔ اور حضرت امام کی شہادت جہاد اصغر بھی تھی اور جہاد اکبر بھی
کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شہید کربلا می گفت زیر تیغ قاتل‌ها ۔ الا یا ایہا الساقی ادر[3] کاسا و ناولہا

اسی بات سے واقفیت حاصل کر کے منصور نے جان دی اور یہ ایک نئی چاشنی سلوک حصول

---

[1] اور نہ پڑو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ۱۲ [2] لوٹے ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف ۱۲ [3] اس مصرع کا ترجمہ یہ ہے کہ ؎ دور چلے دور چلے ساقیا ۔ اور چلے اور چلے ساقیا ۱۲

سواد اعظم میں آپ کی ذات سے پیدا ہوگئی سے ۵ (زبان)

ذوقے دگر بجام شہادت از و رسید — شہتے دگر بستی عرفان اولیا

اس واقعہ کربلا پر رونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ شہید ہوے بلکہ رونا با ذوق لوگوں کا اسی مقام کی طلب میں اور اسکے عرفان کے ذوق سے ہے کہ کیا اچھا سلوک کیا پس بلا جان دیے ہوئے نہ عرفان ہوسکتا ہے اور نہ کمال باطنی حاصل ہوسکتا ہے رُباعی (سرمد)

اندر رہِ عشق سرسری نتوان رفت — نادیدہ رہ قلندرے نتوان رفت
خواہی کہ پس از کفر بیابی ایمان — تا جان ندہی بکافری نتوان رفت

اب یہاں پر ایک مسئلہ دقیق آ پہونچا جسمیں تین باتیں اعتراض کی ہیں۔ اول یہ کہ جو بزرگ شہید نہیں ہوے تو کیا وہ کامل نہیں ہوے؟ دوم یہ کہ ہم جان دینے کو تیار ہیں کوئی لیتا بھی نہیں اب تو وہ زمانہ لگا ہے کہ ع

انا الحق کہیں اور پھانسی نہ پائیں،

سوم یہ کہ اگرچہ آں حضرت کی معنوی شہادت حضرت امام کی شہادت سے ہوئی یا زہر دیا گیا وہ بھی شہادت خفی ہے لیکن علانیہ شہادت آپ کی نہیں ہوئی اس کا سر کیا ہے۔ آنحضرت کی شہادت نہونے کی دو وجہیں ہیں۔ اوّل تو آپ کی روح حضرت عزرائیل نے قبض نہیں کی جبتک آپ نے اجازت نہیں دی اور یہی طریقہ ہر ولی اللہ کے ساتھ برتا جاتا ہے کہ جبتک وہ ولی اجازت نہیں دیتا روح قبض نہیں کی جاتی۔ پس شہادت تو ہوگئی۔ دوسرے عالم حیات میں آنحضرت کا یہ قول کل شہادتوں کی جان ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی ملک مقرب حضرت جبرئیل نسیاً منسیاً نبوت ظاہری نسیاً منسیاً عورت یعنی نفس یعنی روح نسیاً منسیاً کہ حضرت عائشہ جیسی محبوبہ آپ کے حجرہ میں جانے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ من (کون)، کہا عائشہ فرمایا من عائشہ عرض کیا بنت ابوبکر فرمایا من ابوبکر

---

۵ میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ جس میں نہ ملک مقرب کی گنجائش ہے نہ نبی مرسل کی ۱۲

marfat.com

تب حضرت عائشہ کچھ سونچکر وہاں سے چلی آئیں۔ تو آپ کو یہ مقام اپنے تعین ہی سے فطرتاً حاصل تھا کیونکہ آپکا تعین ہی جامع اور کل الکل تھا یعنی آپ نے بتادیا کہ نہ ابوبکرؓ نہ عمرؓ نہ عثمانؓ نہ علیؓ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ایک حقیقت بے کیف و بے رد و بے جہت ہے جو موجیں لے رہی ہے[۱]

دریا ز وجود خویش موجے دارد خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

اولیاءاللہ نے دیکھا کہ کوئی گردن مارنے والا ہے نہیں اس تھکا فضیحتی میں کیوں پڑو اُنھوں نے اوس ادراک ہی کو جو مدرک کلیات و جزئیات اور مانعِ حصول سوادِ اعظم ہے مٹادیا۔ (غالب)

ہاں اہل طلب کون سُنے طعنۂ نایافت دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

یہی سلوک میں جان دینا ہے اور یہی موت اختیاری یعنے موتوا قبل ان تموتوا ہے۔

باب سوم:

سلوک

اب اِس نعمت لازوال سوادِ اعظم یعنی نفس ذات کے حاصل کرنیکے لیے یعنی اسمیں قائم رہنے کے لیے دو طریقہ سلوک کے ہیں۔ سلوک اول مجاہدہ و تفکر، سلوک دوم بہ سوزِ عشق مجازی۔ سلوک اول میں خطرات و وساوس کو بہمت و زور تفکر برطرف کرنا پڑتا ہے اور سلوک دوم میں یعنی طریقہ عشق میں آپ ہی آپ یکسوئی ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ خطرات و وساوس کا پتہ نہیں لگتا۔ العشق نار یحرق ما سوی المحبوب اور اسمیں جامعیت بھی پوری پوری ہے لہذا یہ طریقہ اول سے اعلی ہے لیکن یہ عشق موہبت الٰہی ہے اختیاری نہیں ہے چنانچہ مولانا

---

[۱] یہ نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔

حافظ شیرازی کہتے ہیں ؎

مے خور کہ عاشقی نہ بکسب است و اختیار
ایں موہبت رسید ز دیوان قسمتم

اب ہم ان دو طریقوں کو بیان کرتے ہیں۔

سلوک بالمجاہدہ

واضح ہو کہ کوئی تفکر جب تک قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو سالک کو کامیاب نہیں کر سکتا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سواد اعظم کے حاصل کرنے کے تفکر کا جو طریقہ میں لکھنا چاہتا ہوں اسکو محض آیات قرآنی یعنی چاروں قل کی تفسیر میں بیان کر دوں۔

اب جاننا چاہیے کہ قل ھو اللہ احد میں سات حضرات ہیں۔ قل ھو اللہ یہ تینوں احد میں اور یہ نفس کے حضرات ہوئے یعنی ذاتی اور اُس ذاتی ہونے کی وجہ سے کہ جناب باری نے بیان کی کہ اللہ الصمد یعنی حق تعالیٰ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جنبش نہیں ہے یہ چوتھا حضرت ہوا۔ اور یہ ارشاد جناب باری کا رفع توہم شائبہ تثلیث کے لیے ہی کیونکہ اگر آپ تین مراتب نفسی سے مرکب کر کے احد کو ایک مستقل خدا قرار دیں گے تو لامحالہ آپ کو تین خدا ماننے پڑیں گے اور اسی پر اکتفا نہیں ہو گی بلکہ دو مراتب آفاقی جو لم یلد ولم یولد اور ولم یکن لہ کفواً ہیں ان کو بھی ایک مستقل خدا قرار دینا ہو گا اور اس طرح پر ہر والد و مولود اور جملہ عالم ایک ایک مستقل خدا ہو جائیں گے اور یہ بالکل باطل ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اسی لیے جناب باری نے احد تو قل ھو اللہ احد کے بعد فرمایا کہ اللہ الصمد یعنی شان صمدیت میں نفس کسی ترکیب کے قائم ہے اور دوسرے پھر ولم یکن لہ کفواً کے بعد فرمایا کہ احد تاکہ آفاق فی الخارج بھی الوہیت حق سے باہر نہ متوہم ہو بلکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ فی نفسہ و بعینہ اپنے کل اسماء و صفات کے ساتھ صمد ہے نہ وہ مرکب ہے اور نہ متجزی نہ متبعض بلکہ یہ سب انفس و آفاق اُسکی ذات کے مراتب اسمائی و صفاتی ذات کے اندر ہیں اور اللہ ایک ہے تثلیث قطعی نہیں ہے۔ اور چونکہ نفس کی وجہ

marfat.com

بیان کردی دہی فی الخارج منطبق ہو کر آفاق کی وجہ ہوگی یعنی لم یلد ولم یولد یہ نفس فی الخارج ہے
جس کی جامعیت آفاق کو بھی لیے ہوئے ہے اور یہ پانچوں حضرت ہوا اور پھر فرمایا ولم یکن لہ کفواً
یہ چھٹا حضرت محض آفاق کلی ہے کہ جو نفس فی الخارج کے مقابلہ میں کفو ہوگا اور حضرت الحضرات
جو احد ہے وہ ساتواں حضرت ہوا پس کل قل ہو اللہ محض احد کی توحید ہے کہ جسمیں مجموعی نفس
و آفاق و ملک و ملکوت احدیت کے ساتھ شامل ہے اور اس احدیت کا ایک طور جو نفس ہے اسکے
اندر بھی تلفظاً پانچ حضرات ہیں قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَد اللّٰہُ الصَّمَد یہ نفس کے حضرات ہوئے اور آفاق
فی الخارج کے بھی مع نفس فی الخارج کے پانچ حضرات ہیں۔ اللّٰہ الصَّمد لَمْ یَلِد وَلَمْ یُولَد وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ
کُفُواً اور یہ سب احد ہیں۔ اللّٰہ الصَّمد نفس و آفاق دونوں میں شامل ہوگا کیونکہ وہ آفاق میں معیت
نفسی ہے پس مجموعی نفس و آفاق کے دس حضرات ہوئے اور یہ سب احد ہے لہٰذا گیارہ حضرات ہوئے
یہی گیارہ حضرات شریعت و طریقت کی جان ہیں اور جو ان پر حاوی ہے اسکو مرتبۂ الوہیت حاصل
ہے اسی مرتبۂ الوہیت سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ[1]
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اور اسی مرتبۂ الوہیت سے آں حضرتؐ نے فرمایا لا ینام قلبی اور اسی مقام کی طلب
آپکے متبعین کو کرنی چاہیے اور اسی کا سلوک کرنا چاہیے اور اسکا سلوک یہ ہے کہ جس طرح تقاضا بتقاضا
تنزلات ہونے سے نفس و آفاق وجود میں آیا اسی طرح نحن اقرب الیہ من حبل الورید کا ہوکر
جاذبہ حق کہنا چاہیے اسکی اعانت و استمداد سے ہر تقاضے کو باوجود اسکے حقیقی ہونے کے فانی کرکے
یعنی صورت سے بے صورتی میں رہکر رجوع الی الحقیقت کرے ؎

رہ شاد تو آپ اپنی حقیقت کو سمجھ کر ۔۔۔ صورت کے لیے کاہے کو غمناک ہے گا

؎ صورت از بے صورتی آمد برون ۔۔۔ باز شد۔ کانا الیہ راجعون

کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ[2] ہم کو چاہیے کہ ہر آن

---

[1] اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہی حی وقیوم ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ [2] جو شخص کہ زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہے۔ وجہ سے مراد ذات حق ہے اور جسے ذات محض وجود بحت بھی کہتے ہیں اور یہی صورت بے صورتی ہے۔

ہر شے کو فانی کریں اور حق کو ثابت کریں اور یہی ہم کو ہمارا کلمہ بتاتا ہے جس پر ہمارا ایمان ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں کوئی موجود مگر اللہ اور وہی محمد رسول اللہ میں اب یہ سلوک تو عرفان کا بتایا گیا کہ جب جاذبہ حق موجود اس سلوک بے صورتی میں لیجلے فی الواقع ہم جاذبہ حق کو کیونکر حاصل کریں جو ہم میں ودیعت ہے اور اسکو حاصل کر کے اس الوہیت کے مرتبہ کو کیونکر پائیں کہ مخاطب بخطاب فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوں اور مقام محمود میں الحمد پڑھیں جو جامع نفس و آفاق و عابد و معبود و جمع و فرق و قرآن و فرقان ہے اور اللہ کا کلام ہے اور بندہ کی زبان سے ہی گویا مقام الوہیت کا خلاصہ ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفصیل ہے اور مثل الحمد کے باقی قرآن و فرقان کا اجمال ہے ہم کبھی کوئی مرتبہ سلوک میں حاصل نہیں کر سکتے ہیں جبتک ہم خدا کو اپنے سلوک کی کسوٹی نہ بنائیں اور اسکے احکام پر نفس و آفاق میں عامل نہوں حق تعالیٰ نے جس طرح اپنی توحید قل ھو اللہ احد میں بتائی ہے اسی طرح پر قل یاایھا الکافرون میں بھی اپنا سلوک بتایا ہے اگرچہ اس سورۃ میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ارشاد ہوا ہے مگر جو شخص خود کسی بات کا عامل نہو وہ دوسرے سے اوسکی تعمیل کیا کرائے گا تو معلوم ہوا کہ حق کا سلوک بحکمت جس سے عالم کی فنا و بقا ہے اور حق اس سلوک میں منزہ رہتا ہے یہی قل یاایھا الکافرون ہے ظاہر میں تو اسکے یہ معنی ہیں کہ کافروں سے کہدو کہ ہم تمھارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتے اور تم ہمارے معبود کی عبادت نہیں کرتے تمھارا دین تمھارے لیے ہے اور ہمارا دین ہمارے لیے ہے یعنی اس جھگڑے کو خیر باد کہو اور کسی دین کو مٹنے کے درپے نہ رہو کیونکہ اللہ اگر چاہتا تو سب دین ایک کر دیتا مگر اُسنے ایسا نہیں کیا تو جب تم فراغت پاؤ تو تمکو اللہ احد ہوگا جسکی مقتضی فراغت ہے چنانچہ اسکا ذکر الم نشرح میں فرمایا ہے فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب اسیواسطے حضرات صوفیہ کہتے ہیں۔ کہ ؎

چوں نہ من قاضیم نہ محتسبم ۔۔۔ نہ بر بزم نہ سے بکاس کنم

سلہ پھر جب تم کو فراغت ہو تو متوجہ ہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو

نہ بہ واجب زسعی دامانم نہ بہ ہر تدعا مکاسس کنم

اور اس صورت کے باطناً معنی یہ ہیں کہ علاوہ رجوع الی الحق کے جو خطرہ نیک یا بد تم کو آوے وہ خطرہ کافر یعنی حق کا چھپانے والا ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ پس وہ خطرہ نہیں ہے مگر حق اور تم وہمی طور پر اوس خطرہ کو غیر کیے دیتے ہو حالانکہ ؎

ہر چہ آید در دلم غیر تو نیست یا توی یا خوی تو یا بوئے تو

لہٰذا مطابق اس سورہ کے نفس میں اپنے خطرات سے فراغت حاصل کرو۔ یعنی نہ اپ جھے سے خبر ہو نہ بُرے سے ؎

بعادت حالہا باخوے گردد بمدت میوہ ہا خوشبوی گردد

جب اس طرح پر خطرات سے فراغت پاؤگے تب تم کو بے صورتی کی جھلک دکھائی دیگی۔ مگر تم نے اپنے نفس کی خبر لی آفاقی تاثیر و تاثر جو تم پر وارد ہونگے انکی ابتلاسے تو بچو۔ اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ اسباب کو اسباب نہ سمجھو بلکہ عین مسبب سمجھو۔ پس جب تمھاری نظر کبھی سبب پر نہ پڑے گی تو کوئی سبب تمھیں صورت میں نہیں پھنسائیگا بلکہ ہر سبب بسبب تکلیف کے بے صورتی کی طرف لیجائیگا۔ جیسے بیماری میں خدا کی یاد زیادہ ہوتی ہے ؎

ہر سبب را آن مسبب آورد قدرت مطلق سببہا بردرد

اور یہ سلوک ہم کو خداوند تعالیٰ نے قل اعوذ برب الفلق میں بتایا ہے۔ اس صورت کے ظاہری معنی تو صاف ہیں کہ دن اور رات کے اسباب اور حسد وغیرہ کے سبب سے جو نتائج اور جھاڑ پھونک اور جادو کے تاثیرات جو تم پر وارد ہوتے ہیں اُنسے خدا سے پناہ مانگو مگر حقیقۃً اس کے معنی یہ ہی نہیں ہیں کہ اس طرح پر خدا سے پناہ مانگ کر اپنے آپ کو عابد سمجھکر اسباب دنیا کے نتائج بد سے محفوظ رہو بلکہ حقیقی معنی یہ ہیں کہ فعال مطلق حق ہے اون اسباب کو حق جانو اور انکا وجود جو تم غیر حق دیکھتے ہو یہ شر ہے ورنہ جاء الحق وزھق الباطل[۱] حق خیر محض ہے اور تمھارا اطلاق

---

[۱] حق آیا اور باطل غائب ہوا ۱۲

marfat.com

جیسے کہ تم اس کے طالب ہو کیونکہ تم طالب نہیں ہو بلکہ حق ہی طالب ہے ؎

ہیچ کسی بخویشتن رہ نبرد بسوی او بلکہ بپای او رود ہر کہ رود بکوی او
تا کہ نشد از و طلب طالب او کسی نشد این ہمہ جستجوے ماست ز جستجوی او

پس حق تم کو دھوکا نہیں دیگا کہ گمراہ کرے دھوکا صرف اسی وقت تک ہے جب تک حق تمکو تمہاری طلب کے موافق خطرہ غیر عطا کرتا ہے جیسے بچہ جب کسی بات پر ضد کرتا ہے تو وہ بات کیسی ہی خراب ہو مگر والدین اسکو پورا کرتے ہیں یہ شدت محبت سے اور کہا جاتا ہے کہ ماں باپ نے محبت میں بچے کو خراب کیا۔ پس تم کچھ پرواہ نہ کرو کہ سبب میں کوئی اثر ہے یا جادو میں کوئی اثر ہے یا فلاں سبب سے فلاں بات ہو جائیگی اگرچہ اس خیال نہ کرنے سے تمکو اس بات کا اندیشہ بھی ہو کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے چونکہ تم حق کے طالب ہو کبھی ہلاک نہیں ہو گے اور حق اپنے وجود خیر محض سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ الحزم سوء الظن بظاہر اس کے یہ معنی ہیں کہ بدگمانی کی جگہ تب احتیاط ہوتی ہے اور دراصل یہ معنی ہیں کہ حق کے مقابلہ میں احتیاط کرنا بدگمانی کی بات ہے اور خدا سے بدگمانی نہ کرنا چاہیے وتبتل الیہ تبتیلا یہی سلوک و مراقبہ کو حضرات صوفیہ ملکیت کہتے ہیں کہ مالک جزواً وکلاً حق کے ہاتھ میں اپنے آپ کو دیدے اور جب انسان اس طرح اپنے آپ کو حق کے ہاتھ میں دیدیتا ہے تو جاذبہ حق کی شان یہ ہے کہ وہ اسکو گھیر لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ اسکی سمع و بصر اور ہاتھ پیر ہوجاتا ہے اور اسکی صورت مثل جبرئیل کے دحیہ کلبی کی ایسی ہو جاتی ہے کہ کان اور ہاتھ اور آنکھیں وغیرہ سب دحیہ کلبی کے معلوم ہوتے ہیں اور ہوتے ہیں جبرئیل اور یہ سلوک بلا تفکر کے حاصل نہیں ہوتا جسکی کلام مجید میں بہت تاکید ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمتا اس طریقے سے ہم نے نفس کے خطرات سے نجات پائی یہ شیطان جو مسلط ہے اسکو کیا کریں تب ہم آپ سے کہیں گے کہ آپ اسکے لیے قل اعوذ برب الناس پڑھیے اور واقعی شیطان مسلط تو نہیں ہے تسلط تو رحمن کو ہے اور شیطان کو جب جناب باری نے اغوا کا اختیار دیا تھا تب ہی عباد الصالحین کو

---

۵۸ احتیاط بدگمانی کا نام ہے ۔ ۵۹ اسے چھوڑ دے اسپر جیسا کہ حق چھوڑنے کا ہے ۔

marfat.com

مستثنٰی کر لیا تھا اور عباد الصالحین وہی ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اللہ کا ذکر اور اُس کی یاد کرتے ہیں پس آپ اس وسوسۂ شیطانی میں نہ پڑیے کہ کہیں شیطان نے تو نہیں بہکایا ہے یہ وسوسہ ہی شیطان ہے کیونکہ شیطان شطن سے مشتق ہے اور شطن کے معنی بُعد میں پس جس چیز میں بعد یعنی غیریت ہو وہی شیطان ہے اور شیطان عباد الصالحین کو کیوں بہکانے لگا کیونکہ وہ اسکو بھی مظہر جلالی حق جانتے ہیں۔ پھر شیطان کیا دھوکا دے سکتا ہے۔ جناب عالی۔

من خوب می شناسم پیران پارسا را

پس اب جبکہ آپ نے قل ھو اللہ سے توحید الٰہی کا سلوک حاصل کیا اور قل یا ایھا الکافرون کے خطرات اور قل اعوذ برب الفلق کے جادو اور ٹونے اور قل اعوذ برب الناس کے وساوس کی کنکریاں پھینک پھینک کر شیطان کو ماریں یعنی تفرقہ کو دور کیا تو فوراً تجلی و حضوری حق مقام عرفات میں آپ کو نصیب ہوگی یعنی جمال سواد اعظم خود بخود بلاسعی و کوشش کعبہ دل میں جلوہ افروز کرے گا اور معلوم ہو گا کہ یہ سواد اعظم یوں ہی موجود تھا جیسا کہ ہے۔ ہم سمجھے نہیں تھے کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

معشوق عیاں بود نمی دانستم — با ما بمیاں بود نمی دانستم

گفتم بطلب مگر بجائے برسم — خود تفرقہ آں بود نمی دانستم

سلوک بالعشق

جاننا چاہیے کہ معرفت کے لیے دو ہی تعینات انسان کے پیش نظر ہیں۔ خواہ اپنے آپ میں اپنی ذات وصفات و افعال کو دیکھکر شناخت کرے کہ جسکو نفس کہتے ہیں خواہ عالم کے اشیاء کو دیکھکر حقائق اشیاء کا ادراک کرے جسکو آفاق کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ کوئی ذریعہ و وسیلہ شناخت کا نہیں ہے اور اگر علحدہ علحدہ نفس و آفاق میں شناخت کی جائے تو وہ معرفت ادھوری اور ناتمام ہو اگرچہ نفس و آفاق دونوں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ شناخت نفس سے کچھ نہ کچھ آفاق کی بھی

marfat.com

شناخت ہو جاتی ہے اور شناخت آفاق سے کچھ نہ کچھ نفس کی بھی شناخت ہو جاتی ہے۔ مگر تکمیل اسی میں ہے کہ دونوں کی شناخت ایک ساتھ ہو اور نفس کی شناخت کو آفاق کی شناخت پر غلبہ ہو کیونکہ آفاق جسم ہے اور نفس اسکی روح ہے کیونکہ آفاق میں کسی چیز کا وجود بلا نفس کے ادراک کے پایا نہیں جاتا ہے پس رونگٹا رونگٹا نفس کا آفاق کے لیے عالم عالم ہے۔ اسی لیے پچھلی صدیوں سے شاعری ہر زبان کی بشمول آفاق کے نفس کو غلبہ دیکر مکمل سمجھی گئی ہے اور باعتبار مشرب ہر ملت و قوم کے معشوق نفس ہی قرار دیا گیا ہے اور اس زمانہ کی نیچرل شاعری جو بہت پسندیدہ کہی جاتی ہے وہ ناتمام ہے کیونکہ اسمیں صرف آفاق کو لیا ہے اور نفس کو جو آفاق کی جان ہے چھوڑ دیا ہے لہذا یہ شاعری مثل ایک جسم بے جان کے ہے اور پرانی شاعری پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ جھوٹ اور مبالغہ بھرا ہوا ہے یہ اعتراض ناسمجھی سے ہے کیونکہ جان کی بابت کوئی بات مبالغہ نہیں ہے اور چونکہ اسی سے آفاق کی ہر شے کی نمود ہے پس بلا نفس کے نیچرل شاعری میں جو مبالغہ سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ ناتمامی ہے اور پھر بھی نفس جسکو چھوڑتے ہیں وہ بھی نہیں چھوٹتا البتہ قطع دوسری ہو جاتی ہے جیسے ۵۱ (اکبر الہ آبادی)

تم جو کہو کہ آئی سے اشارہ یہ صحیح ہم جو کہیں کہ آنکھ ہی بادام یہ غلط

اور جب نفس کا اطلاق حقیقت پر کیا جاوے پھر تو مبالغہ کی وہاں رسائی ہی نہیں ہے پس پرانے استادوں اور عرفا کی شاعری نے میں نفس ہی معشوق رکھا گیا ہے اور نفس ہی معشوق حقیقی ہے مثلاً عربی میں عاشق مرد ہے اور معشوقہ عورت ہے سنسکرت اور بھاشا کی شاعری میں معشوق مرد ہے اور عاشق عورت ہے۔ فارسی و اردو میں مرد ہی عاشق ہے اور مرد ہی امرد معشوق ہے۔ مجازاً اور حقیقۃً عربی میں عورت سے مراد احدیت ہے جسکا طالب وجود انسانی یعنی مرد ہے اور بھاشا میں مرد سے مراد وحدت ہے جسکی طالب احدیت ہے اور فارسی اور اردو میں اتحاد حقیقی ہے کہ حقیقت نہ مذکر ہے اور نہ مؤنث لیکن اسکا پتہ بدرجہ کمال امرد ہی سے ملتا ہے کیونکہ حقیقت غیب الغیب ہے

۵۱ انگریزی لفظ I (آئی) کے معنی آنکھ ۱۲ ۵۲ انگریزی لفظ بمعنی ستارہ ۱۲

marfat.com

اسمیں تفرقہ بالکل نہیں ہے۔ ہمارا حسنی سب یہ کہ پہلی خدا کا ابتداے ظہور عوالم انفسی و آفاقی میں نور محمدی ہے اور وہ امرد ہے اور عالم آفاق میں پہلا ظہور کامل آدم ہے اور وہ امرد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت آدم ع بلا ماں باپ کے پیدا ہوئے اور نسوانیت میں ثنینیت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت کی تخلیق آدم کے پہلوے چپ سے ہوئی ہے تو جیسا اتحاد امردیت میں ہے نسوانیت میں نہیں ہی اور ایک قسم خواجہ سرا کی بھی ہے اور اسی طرح پر اگر عالم میں کوئی قسم مخلوقات کی نکلے بھی تو وہ قسم نامکمل ہے اُس سے کوئی معرفت حقیقت کے پورے طور پر باوجود اوسکی ناتمامی کی لے لینا یہ عرفان کا نقص ہے لہٰذا اُس سے قطع نظر کرنا چاہیے یوں ہی اگر کسی عارضہ سے انسان سے کوئی دوسری مخلوق حیوان وغیرہ پیدا ہو جائے تو اُسپر کوئی کلیہ قائم نہیں ہو سکتا ہم کو بحکم ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون عشق ومحبت کے دریاے معرفت میں غواصی کرنا چاہیے اور گوناگوں جواہر آبدار نکالنا چاہیے اور خواجہ سرا کی معرفت کے درپے نہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ بلحاظ معانی تحول زہد کا خواجہ سرا میں ہوا ہی اور زہد خشک کوئی چیز نہیں ہے اور نہ اُس سے تخلیق ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کلام مجید میں جو قصہ کہ عشق بازی کا ہے اسکو احسن القصص قرار دیا ہی بہرحال عشق بازی اعلیٰ چیز ہے۔ اور باعتبار جامعیت کے عشق امرد کے ساتھ بہت اعلیٰ ہے اور بلا عشق کے خواہ امرد کے ساتھ ہو یا عورت کے ساتھ حقیقت کا پتہ نہیں لگتا ہے اگر علاوہ امرد اور عورت کے کسی اور شے کا عشق ہے وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ المجازة قنطرة الحقیقة آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ مظہر تام حق ہیں۔ بلکہ عین حق ہیں۔ لہٰذا آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں جس طرح حق تعالیٰ نے بحکم فاحببت ان اعرف کے رسول اللہ یعنی مرد کے عشق سے عالم کی تخلیق فرمائی اور حضرت مریم پر خاص عنایت مبذول فرما کر حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا ویسے ہی رسول اللہ صلعم کی بھی خاص عنایت حضرت زید امرد پر تھی اور عورتوں میں حضرت عائشہ پر سلہ

سلہ مجاز حقیقت کا زینہ ہے۔

آنکہ عالم مست گفتش آمدے　　کلمینی یا حمیرا می زدے

چونکہ عشق ہی پر تکمیل کا ہونا منحصر ہے اس لیے جتنے بزرگان دین گذرے ہیں وہ خاصکر اپنے آخر وقت میں ضرور کسی امرد یا عورت پر عاشق ہوئے۔ یہ عاشق ہونے کا کمال آنحضرت صلعم کا بالکل حق کا ایسا ہے اور یہ مقام محبوبیت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور اسی مقام سے آپ کی نسبت کلام مجید میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور من یطع الرسول فقد اطاع اللہ اور اسی مقام سے آنحضرت نے خبر دی ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل یہی سواد اعظم ہے جو اصل مقام قلندری ہے۔

ہر کو نہ بدین مقام جا کرد　　دعوائے قلندری خطا کرد

اسی کو مقام الوہیت کہتے ہیں جو مجاز و حقیقت دونوں کا جامع ہے۔ پس اگر محض عشق حقیقی ہے تو ادھورا اور ناتمام ہے اور اگر محض عشق مجازی ہے اور حقیقت کی اطلاع نہیں ہے تو وہ بھی ادھورا ہے اور اگر مجاز عین حقیقت ہے۔ اور حقیقت عین مجاز تو یہی مجاز واقعی اعلیٰ عشق ہے حضرت شاہ تراب علی صاحب قلندر اپنی مثنوی عاشق و صنم میں تحریر فرماتے ہیں۔

کوئی پاتا نہیں بے عشق بازی　　حقیقی ہووے عاشق یا مجازی

غضب ہے عشق ہاں یارو غضب ہے　　ایسکا ہر طرف شور و شغب ہے

آپ سے کہا جائے کہ آپ خدا کا عشق کیجیے آپ کہیں گے کہ بے دیکھے ہوئے کیسے عشق کریں اور کس کا اور عشق ہو تو کیسے لہذا آپ عاجز ہو جائینگے اور اگر آپکے سامنے ایک امرد حسین وجمیل وشکیل کھڑا کر دیا جائے یا ایک عورت حسینہ وجمیلہ وشکیلہ مجسم سے کھڑی ہو جائے تو پھر آپ کسی کے روکے نہ رکیں گے اور ان کے دلدادہ ہو جائیں گے اور جو کوئی پوچھے کہ آپ ان کے دلدادہ کیوں ہیں

ه کنکری نہیں پھینکی تم نے اے محمد جب کہ پھینکی بلکہ اللہ نے وہ کنکری پھینکی " ه جن لوگوں نے تیری بیعت کی انھوں نے اللہ کی بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے " ه جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ "

آپ نہ بتا سکیں گے یہی عشق مجازی ہے جو قنطرۃ الحقیقۃ ہے حقیقت کو بلا مجاز کے پا نہیں سکتے۔ اور اس عشق میں نہ تنزیہ چھوٹی ہے اور نہ تشبیہ اور نہ تنزیہ میں تقید ہے اور نہ تشبیہ میں اور اسی میں گرفتاری عین رہائی ہے سه

نجات حافظ ازاں زلف تا بدار مباد   کہ بستگان کمند تو رستگار انند

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بسبب نبوت و جامعیت کلی کے دونوں سلوک حاصل تھے اور دونوں میں مطلوب حقیقی آپکو دم نقد تھا اور کلام مجید میں ہر دو سلوک کا ذکر ہے۔ چار قل سے سلوک اوّل واضح ہوا اور سلوک ثانی احسن القصص سورہ یوسف ہے جہیں مرد کا امرد پر عاشق ہونا حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور عورت کا مرد پر عاشق ہونا زلیخا کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور چونکہ عشق سے ہے لہٰذا العشاق معذورون بادشاہ مصر نے باوجود ثبوت جرم کے زلیخا کو تو کوئی سزا نہیں دی اور حضرت یوسف ؑ قید ہوے اسی طرح پر عشاق حضرت حق سے اپنے معاصی کی نسبت بحکم المجبور معذور معاف ہیں زہاد خشک حضرت یوسف ؑ کے بھائی تھے اور وہ شخص تھا جس نے کم قیمت پر آپ کو خرید کیا جس کی نسبت جناب باری نے بھی کلام مجید میں (بلا تشبیہ شعرا کی طرح) زہد خشک کو نیچا دکھا دیا ہے جہاں پر یہ فرمایا ہے کہ وکانوا فیہ من الزاھدین اور عشق کو اعلیٰ دکھایا ہے جہاں پر حضرت یعقوب ؑ نے آپ کو بھائیوں کے ساتھ رخصت کیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ جو واقعہ پیش آنے والا تھا مگر چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا سلوک عشقبازی کا تھا لہٰذا رخصت کر کے ان کے فراق میں آنکھیں کھونا لازمی تھا۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست   تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

یہیں سے ہے کہ معشوقِ مجازی کی نسبت جو الفاظ شعرا یا عشاق نے موضوع کیے ہیں وہ فی نفسہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ وہ معانی ہیں جو شاہد حقیقی کی طرف حقیقتاً مضاف ہیں لہٰذا ہم

سه اور تھے وہ لوگ یوسف کے معاملہ میں زاہدوں سے (یعنی زاہد خشک جنھوں نے حسن یوسف کی قدر نہ کی) ۲

marfat.com

اس مقام پر حضرت مغربی کے چند اشعار جو ہم کو کتاب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز سے مل گئے ہیں لکھکر اُن کے بیان کردہ الفاظ کی تصریح کرتے ہیں کہ کیونکر شاہد معانی تلبیس الفاظ اختیار کیا ہے اشعار یہ ہیں۔

اگر بینی درین دیوان اشعار — خرابات و خراباتی و خمار
بت و زنار و ناقوس و چلیپا — مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا
شراب و شاہد و شمع شبستان — خروشِ بربط و آوازِ مستان
می و میخانہ و رند خرابات — حریف و ساقی و مردِ مناجات
گرو کردن بباده خویشتن را — نہادن بر سرِ ے جان و تن را
خط و خال و قدِ بالا و ابرو — عذار و زلف پیچاپیچ و گیسو
مشوز نہار ازین گفتار در تاب — برو مقصود ازان گفتار دریاب
مپیچ اندر سر و پائے عبارت — اگر ہستی ز ارباب اشارت
نظر را نغز کن تا نغز بینی — گذر از پوست کن تا مغز بینی
چو ہر یک را ازین الفاظ جانیست — بزیر ہر یکے پنہان جہانیست
تو جانش را طلب از جسم بگذر — مسمیٰ جوے باش از اسم بگذر

عام لوگ جن کو تصوف کا نداق نہیں سے ان الفاظ کے معانی وہیں تک سمجھتے ہیں جو ملکی یعنی ناسوتی تعینات کے لیے سرور بخش و لذت دہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فن شاعری میں شعرا جو عشاق شوریدہ سر و رندان سیہ مست مان لیے گیے ہیں وہ گویا شاعری کو رونق دینے کے لیے اور ایک دلچسپ مذاق پیدا کرنے کے لیے مجاز و معاف کردیے گئے ہیں کہ ان الفاظ کو گستاخانہ علاوہ معشوق مجازی کے معشوق حقیقی کی نسبت بھی استعمال کریں ورنہ فی الواقع یہ الفاظ لائق تنفر و خلاف تہذیب و بے اصل ہیں حالانکہ در اصل بلا ان الفاظ سے اشارہ و کنایہ کے جامعیت کے ساتھ معانی کا فیض کسی سالک کا حال ہو کر

marfat.com

اسکو اُس مقام پر پہونچاتا ہی نہیں ہے۔؎

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

مجھکو ایک واقعہ یاد آیا کہ ایکبار حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے عُرس شریف کی محفل سماع میں ایک قوال نے یہ اشعار گائے تھے ؎

ہم نے اُنکے سامنے اول تو خنجر رکھدیا　　　پھر کلیجہ رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

قطرہ خون جگر سے کی تواضع عشق کی　　　سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھدیا

یہ اشعار کیسے پاکیزہ و عاشقانہ ہیں کہ ان کی چاشنی اور ان کی لذت اور ان کا سوز و گداز وہی شخص جان سکتا ہے جو عاشقی کے رموز سے اور فنافی اللہ کے اسرار سے واقف ہو اور جسنے اپنی ہستی سے کنارہ کر کے اور حق کو ثابت کر کے اپنے آپ کو بالکل میٹ دیا ہو برخلاف اسکے ایک صاحب نے ان اشعار کے معانی سے کوئی ذوقی نعمت حاصل کرنا نہیں چاہے بلکہ معمولی شاعرانہ چھوٹا مذاق سمجھکر شدت خشکی سے نکتہ چینی کرنے لگے کہ کیا معشوق کا مکان قصاب کی دوکان تھا؟ اگرچہ عاشق شوریدہ سر کے لیے اِس بات نے بھی ایک دوسری قسم کی حلاوت پیدا کی لیکن یہ ضرور ظاہر ہوگیا کہ وہ صاحب ان اشعار کے معانی کے فیضان سے محض کورے تھے اور وہ بیچارے یہ نہیں جانتے تھے کہ ان اشعار سے اصلی مطلب یہ ہی کہ ؎ (گلشن راز)

دہد یکبارہ ہستی را بتاراج　　　در آید در پے احمد بمعراج

پس جو اس قسم کے مصطلحات بزرگوں کے اشعار یا دیگر تصانیف میں پائے جائیں انکا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو متعارفہ عوام سے اس کے مطلب کے ساتھ اشعار مسطورہ بالا کی بر مذاق حضرات صوفیہ و عشاق حقیقی تعبیر کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ معانی الفاظ کی جان یا روح ہیں پہلے معانی دلنشین ہوتے ہیں انکی مناسبت سے الفاظ وضع کیے جاتے ہیں اور جس طرح پر ان الفاظ سے معانی نزاکت کے ساتھ مفہوم ہوتے ہیں اُن سے حقیقت کے مراتب ذاتی و تنزیہی غیبی مکشوف و مبرہن ہوتے ہیں کہ جو مراتب کبھی مدرک نہوتے اگر معانی اُن الفاظ کا لباس

marfat.com

نہ بن لیتے کیونکہ الفاظ بھی معانی کے مراتب تنزلی سے پیدا ہوئے ہیں اسی مقام پر دو مثالیں نفسی وآفاقی تفہیم توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی کے لیے پیش کرتا ہوں تاکہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ کتاب حضرت مصنفؒ نے محض توحید ذاتی میں لکھی ہے اور چونکہ توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی میں تمایز مشکل ہے لہٰذا امثال لانا ضروری ہے۔

اوّل مثال نفسی یہ ہے کہ آپ ہیں جو ذات ہیں یعنی انا جو آپ میں ہے یہ عین ذات ہے تو یہی آنا اتمامی موجودات عالم میں بنفس نفیس ساری وطاری ہے اور ہر نفس اور ہر شے اسی انا اور وجود سے دم انانیت و موجودیت مارتی ہے اور یہی آنا ہے کہ جس سے آپ اپنے آپ کو کہتے ہیں کہ میں ہوں بلا لحاظ اسکے کہ میں ہوں تو کیا ہوں۔ اور اسی انا سے سوتے میں بھی آپ دم انا مارتے ہیں پس یہ انا جسکی تعریف کی گئی انا حقیقی کی صفت ذاتی نفس میں ہے جسکو روح سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس روح نفس میں فی نفسہٖ اس نفس کی صفت ذاتی ہے جسکی وہ روح کہی جاتی ہے اور انسان کامل اُس انا حقیقی کا صفت ذاتی ہے جو ہر ذرہ میں بلا حلول و اتحاد ساری وطاری ہے پس انسان کامل باعتبار روحانیت کے اس انا حقیقی کا نفس ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ لا الٰہ الا انا فاعبدون اور یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پس انسان کامل بلحاظ لا الٰہ الا انا کے وہی انا حق ہے اور بلحاظ النفس المطمئنۃ کے روح ہے جو اپنی ہی انا کا نفس ہے۔ پس انسان کامل کے سوا کوئی شئے خواہ حقیقی ہو یا مجازی معنوی ہو یا لفظی منقولی ہو یا معقولی موجود نہیں ہے اور اسمیں کوئی تفریق انسان کامل یا انسان ناقص کی نہیں ہے کیونکہ تفریق اعتباری چیز ہے احسن تقویم میں انسان کی تخلیق بحیثیت مساوی ہوئی ہے۔ اسفل السافلین میں اعتباری تفریق ہر انسان میں ہوگئی ہے جسکو زیادہ ابتلا مراتب تنزلی میں ہوئی وہ اس سے جسکو ابتلا کم ہے فروتر ہوگیا اور جسکو ابتلا کم ہے وہ اس سے جسکو زیادہ ابتلا ہے بالاتر ہوگیا پس اعتباری مراتب تنزلی میں فرق

لہ اے نفس مطمئنہ پلٹ اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں ۱۲

marfat.com

مابین اعلیٰ و اسفل کردیا۔ میں دور جا پڑا مقصد میرا اِس مثال سے اِس مقام پر یہ ہے کہ میں توحید ذاتی اور توحید صفاتی ذاتی نفسی کا فرق بتاؤں جو نفس میں وجدانی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہم میں ہماری روح ہے یہ روح ہماری ذات کی توحید صفاتی ہی اور اسمیں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ ہم بے کیف و بے رو و بے جہت ذات محض ہیں اور روح بھی بے کیف او بے رو و بے جہت ہے لیکن وہ بے کیفی و بے روئی و بے جہتی ہماری انا کی جب مدرک و متحرک ہوتی ہے تب اُسکا نام روح ہے اور متحرک و مدرک ہونا یہ ہماری انا کا تقاضائے ذاتی ہے اور باوجود مدرک و متحرک ہونے کے متحرک ہونا اور مدرک نہ کہا جانا یہ ہماری روح کا تقاضائے ذاتی ہے۔ پس روح صفت ذاتی حق ہے اور جس طرح پر روح جب معقولات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اُسکی عقل نے ادراک کیا اور جو محسوسات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو جس عضو کے حس سے وہ چیز محسوس ہوتی ہے اُس عضو کا نام لیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع اگرچہ روح کا ادراک کرنا اس عضو سے لازم ملزوم ہے مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ اعضا نے چھونے سے نہ زبان نے چکھنے سے نہ ناک نے سونگھنے سے نہ آنکھ نے دیکھنے سے نہ کان نے سننے سے ادراک کیا بلکہ دل نے ان سب کی وکالت سے کسی شئے کا ادراک کیا ہے اور دل نے بھی اپنی جسامت سے نہیں بلکہ اُس شئے سے جو اسمیں خاص طور پر ودیعت ہے اور جو بعینہ دل اور کل اعضا میں ساری ہے ادراک کیا ہے اور وہی شئے روح ہے اور چونکہ وہ روح ہر ہر انسان میں ایک ہی آن میں تمامی معقولات و مدرکات کا ادراک نہیں کرسکتی ہے اور ہم عالم میں دیکھتے ہیں کہ ہر ہر انسان میں اور ہر ہر شئے میں وہ روح ایک ہی آن میں معقولات و محسوسات کا ادراک کرتی ہے اور ہر امر کو بحکمت سرانجام دیتی ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے

تعین ہر یکے را کردہ مجبوس زجزویت بکلی گشتہ مایوس

پس یہ فرق روح کلی سے ہماری جزوی روح کو ہے پس ہماری روح جزوی روح کلی کی صفت ذاتی ہے اور چونکہ روح کلی بھی جہاں پر جو شئے معقول یا محسوس ادراک کرتی ہے

marfat.com

توقف کے ساتھ ادراک کرتی ہے اگرچہ ایک ہی آن میں ادراک کرتی ہے اور انا میں توقف نہیں ہے پس یہ فرق روح کلی اور انا رحقیقی میں ہے پس مطلوب یہ انا ہے جس کا ذکر کیا گیا اور اسی تحصیل حاصل کی یاد بود میں جگر خون ہے اور اسکی یافت اُسوقت تک نہیں ہوسکتی ہے جب تک بحکم وعلم آدم الاسماء کلھا ہر دم آدمی اپنے آپکو جامعیت کے ساتھ فانی و باقی نہ کرتا رہے فانی کا الٰہ سے کرنا چاہیے اور باقی الا اللہ سے یعنی انا رحقیقی سے ہونا چاہیے یعنی الاحرف استثنا کے حقیقی معنی لیکر لاموجود انا کہنا چاہیے کیونکہ اگر الّا کے معنی لیے جائیں گے تو پھر بھی شائبہ دوئی کا رہ جائیگا۔ اور لاموجود کو بھی علیحدہ کر دینا چاہیے اور محض انا رہنا چاہیے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ انی انا اللہ ہ

روا باشد انا اللہ از درختے ۔۔۔۔ چرا نبود روا از نیک بختے

اب آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ انا مجموعہ کا عطر ہے نہ اس طرح پر کہ مختلف پھولوں کے عطر سے مرکب ہو کر یہ عطر بنا ہے بلکہ اسطرح پر کہ اس عطر سے ذوات اشیاء نفسی و آفاقی نکلتے رہنے سے اس مجموعہ کے عطر کا پتہ لگتا ہے یہ مثال آفاقی ہے اور میں نے حقیقت کو ترکیب سے بچایا ہی کیونکہ حقیقت مرکب نہیں ہے اور لوگوں کے ذہن کو ایک فاسد اور غلط خیال سے بچانے کے لیے یہ مثال دی ہے جو لوگ اسباب سے مسبب کا ادراک کرتے ہیں وہ محال ہی بلکہ اسباب کا ادراک مسبب سے ہونا چاہیے۔

ہر سبب را آں مسبب آورد ۔۔۔۔ قدرت مطلق سببہا بر درد

پس سلوک یہ ہی کہ حقائق اشیاء کا ادراک انا رحقیقی قائم کر کے کرنا چاہیے نہ یہ کہ اپنی موجودیت یا عبودیت کو ایک سبب قرار دے کر وجود مطلق اور معبود حقیقی کی یاد کی جاے اور یہ بڑا دھوکا ہے اسی وجہ سے سالک کو مشاہدہ حقائق و معارف کا نہیں ہوتا ہے ہ

تھ مکر رفتن از باطل سوئے حق ۔۔۔۔ بجز دانڈر بہ بیدن کُل مطلق

marfat.com

کیونکہ محض عبودیت سے تفکر کرنے میں جامعیت فوت ہوجاتی ہے اور جامعیت فوت ہوجانے پر الوہیت قائم نہیں رہ سکتی کیونکہ عبودیت کچھ نہ جاننے کی مقتضی ہے۔ اور الوہیت سب کچھ جاننے کے بھی اور کچھ نہ جاننے کی بھی مقتضی ہے پس ابتداءً جب سالک کو کچھ نہ معلوم ہوگا تو وہ مایوس ہو کر ادراک سے باز رہے گا اور یہی عین حرمان ہے ؎

مایوسی از تو کفر و تو راضی نہ ز کفر

لا تایئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون[۱] پس سالک کو چاہیے کہ جب کچھ نہ معلوم ہو اور کچھ نہ جچے تو اس کچھ نہ معلوم ہونے اور کچھ نہ جچنے کو الوہیت سے باہر نہ جانے اور اپنی حرمان کا خیال نہ لادے کیونکہ یہ حرمان نہیں ہے بلکہ ہر انسان اپنے مرتبہ ظلوم وجہول میں بسبب احسن تقویم کے کمال لازوال سوادِ اعظم یعنی ذات حقیقی کو حاصل کیے ہوے ہے اب تفکر کر کے جب اس سے تنزل کرے گا تب عرفان حاصل ہو گا اسی سے کہنے والے نے کہا ہے ؎

در ترقی می نہ گنجد گفتگو   در تنزل دم ز عرفان میزنم

جب سالک یوں سوچے گا تو اسکی جہالت عین علم ہو جائے گی اور جب عین علم ہو جائیگی تو عین ظلمت عین نور ہو جائے گی کیونکہ اُسنے تفکر ذاتی کیا ہے۔ پھر ہم دور آگئے ہمارا مطلب اس عطر کی مثال سے ہے جو ہم نے دی ہے۔ پس جب مجموعہ کا عطر اور پھولوں کے عطر سے مرکب نہیں ہے لیکن ہر پھول کی عطریت اُس مجموعہ کے عطر میں ایسی چھپی ہوئی ہے کہ مجموعہ کے عطر سے دم انا مار رہی ہے اور چونکہ مجموعہ کا عطر اُن عطروں کی ترکیب سے نہیں ہے وہ علی الاطلاق ہر عطر کی انانیت سے دم انا مار رہا ہے اس طرح پر ہر انسانِ کامل کی روح جسم عنصری سے مفارقت کے بعد حقیقت سے متحد ہے ؎ (مولانا رومی)

اتصال بے تکیف بے قیاس   ہست رب الناس را باجان ناس

---

[۱] : نا امید ہو اللہ کے فیض سے بیشک نا امید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر جو لوگ کافر ہیں۔

marfat.com

اب اُس نفس کی مثال "انا" اور اس آفاق کی مثال "مجموعہ کا عطر" میں آپ کو کسیقدر فرق معلوم ہوتا ہوگا۔ حالانکہ یہ فرق نہیں ہے اسوجہ سے کہ انا نفسی آفاقی عطر کی جان ہی کیونکہ انا نفسی کے ادراک کی وجہ سے عطر مجموعہ کا دجود پایا گیا ہے۔ پس بجز ایک انا نفسی حقیقی ذاتی کے اور کوئی شے آدم و عالم میں نہیں ہے پس انا نفسی یا معانی جب اپنی انانیت اطلاقی سے تنزل کرتے ہیں تو ہر معنی عالم تفرقہ میں اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتا ہے۔ جیسے انا حقیقی اپنی صفت ذاتی میں روح کو ڈھونڈھ لیتی ہے اور دل صفات میں معقولات اور افعال میں حواس خمسہ کو ڈھونڈھ لیتا ہے اور ڈھونڈھ لینے کے معانی یہ ہیں کہ انا حقیقی جسکو معانی کہتے ہیں وہ معانی الفاظ میں تحول کرتے ہیں لیکن الفاظ اُن کو تمامہ گھیر نہیں سکتے کیونکہ وہ معانی یا انا الوہیت کے جامعیت کو گھیرے ہوے ہیں۔ نظم

معانی ہرگز اندر حرف ناید　　　که بحر قلزم اندر ظرف ناید

لیکن اگر معانی کا پتہ چلتا ہے تو انھیں الفاظ سے۔ اب ان اشعار کی شرح دیکھیے ۔ ع

اگر بینی دریں دیوان اشعار　　　خرابات و خراباتی و خمار

اِس شعر میں خراباتے نفس ہی اور خرابات آفاق ہے۔ عام لوگ خراباتی اُس شخص کو کہتے ہیں جو خرابات آفاقی کے مزبلہ بول و براز میں دین و دنیا و کفر و اسلام سے بےخبر مست پڑا ہوا کبھی چیخ پکار مچاتا ہو اور کبھی سکوت میں خرّاٹے لے رہا ہو۔ نہ اُسکو دنیا کی تمدن کی پروا ہو اور نہ عاقبت اندیشی ہو نہ اپنے مبدا و معاد کی فکر ہو نہ سیاسی مصالح پر اُسکو بحث ہو اور نہ قومیت کی تفوق کی اُسکو فکر ہو۔ نہ حیا رکھتا ہو نہ غیرت۔ نہ کسی کی عزت اُسکے ذہن میں ہو نہ کسی کی ذلت کا خواہاں ہو نہ باغ پسند ہو نہ راغ پسند ہو۔ نہ کالے گورے کی شناخت ہو۔ نہ اچھے بُرے کی تمیز ہو۔ نہ مہمان نوازی ہو۔ نہ مہمان سے بیزاری ہو نہ دوستی سے کام ہو نہ دشمنی سے سروکار۔ نہ دیر و حرم کا فرق ہو۔ مگر ایک چلو میں مست شیشہ و ساغر کا خیال۔ مَی و پیمانہ کا دھیان لیکن وہیں تک کہ جس قدر ان چیزوں کو اُسکی مستی سے تعلق ہو۔ شراب ستی دے جاہے ٹھرا ہو

marfat.com

مینا میں شراب ہو جائے مٹی کا ہو ؎

نہ ہو جام کورے سکورے میں دے   کھنگھالے ہوئے آبخورے میں دے

لیکن اس خرابات میں جو خراباتی نے رہنا پسند کیا ہے وہ محض بیخودی کی وجہ سے

مولانائے روم ؎

تا دمی از ہوشیاری وارہند   ننگ خمر و بنگ برخود می نہند

یہ بیخودی کی حالت اس نے محض اسوجہ سے پسند کی ہو کہ یہ حالت اُسکو اپنی ابتدائی فطرت سے ملا دیتی ہے جس سے مرادِ ظلوم و جہول کی حالت ہو اور محض ابتداے فطرت میں مل جانیکی وجہ سے اُس کو حقیقی سرور پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ بیرونی لوگ اُسپر اس حالت میں مضحکہ کرتے ہیں۔ ؎

چونکہ از میخانہ مستی ضال شد   تسخر و بازیچۂ اطفال شد

می فتد او سو بسو در ہر رہے   در گل و می خندش ہر ابلہے

او چنین و کودکان اندر پیش   بے خبر از مستی و ذوقِ میش

بالجملہ اس خراباتیت میں صرف ایک بات ہو جس نے خراباتی کو ذوق میں مست و سرشار کر رکھا ہو وہ یہ ہو کہ اس کی خودی غائب ہو اور خودی غائب ہونے سے معانی کا غلبہ ہے اور معانی عین حقیقت ہیں جسکا حصول بلا تبتل کے نہیں ہو سکتا۔ اِسی واسطے کلام مجید میں یہ آیت خراباتی و خرابات کے لیے سند ہے کہ وتبتل الیہ تبتیلا ؎

تو نہ دانی نہ نیک و نے بد را   خازن او بہ ترا کہ تو خود را

پس جسوقت کہ خراباتی اِس خرابات بے خودی میں اپنے جملہ افعال نیک اور بد اور جملہ صفات محمودہ و مذمومہ کو حق پر چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ بہ سبب بیخودی کے اپنی ذات سے بھی کنارہ کرتا ہے تب حق اُسکی سمع اور بصر اور ہاتھ پیر ہو جاتا ہے جیساکہ حدیث قدسی میں ہو کہ کنت لہ سمعًا و بصرًا و یدًا الخ اگر اپنے افعال کو حق کے سپرد کر دیا ہے تو اُسکو قرب نوافل حاصل ہوتا ہے

marfat.com

اور وہ اس شراب کا مستحق ہوتا ہے جسکی تعریف کلام مجید میں ہے کہ ان الابرار یشربون من
کاس کان مزاجھا کافورًا اور جب اپنے صفات حق تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تب اسکو قرب
سنن حاصل ہوتا ہے اور وہ اس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف کلام مجید میں یوں ہے کہ
یسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلا اور جب وہ اپنی ذات کو کلیۃً حق کے سپرد کرتا ہے تب
اُسکو قرب فرائض حاصل ہوتا ہے اور وہ اس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف خداوند تعالیٰ
نے یوں فرمائی ہے کہ وسقاھم ربھم شرابًا طھورًا۔ اور اس حالت میں ہر عمل نیک و بد خیر و شر
سُستی و چالاکی بیہوشی و ہوشیاری اُس شخص کے لیے ایک ہو جاتی ہے اور مثل اصحاب کہف کے
وہ محض بیخودی و بے علمی سے استفادہ کرتا ہے اور اگر کبھی بیخودی کی موج اُسکو ساحل علم و ہوشیاری
پر لا ڈالتی ہے تو وہ علم و ہوشیاری منجانب اللہ ہوتی ہے اُس شخص کو اس سے بالکل سروکار نہیں
ہوتا ہے جب ایسی حالت میں اُسکو ہوش آتا ہے تو وہ ہوش اُسکا نہیں ہوتا ہے اس ہوش میں
مثل شرابی کے بجز ساقی کے کسی کی پروا نہیں ہوتی ہے۔ اور حق تنزیہی حالت میں اپنے اسم اول
سے ساقی ہوتا ہے اور تشبیہی حالت میں اپنے اسم آخر سے شراب پلاتا ہے کہ جسکا جامع
مظہر ظاہر و باطن پیر و مرشد ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا عند
ربی ھو یطعمنی و یسقینی اور چونکہ خراباتی بہ یک دفعہ افعال و صفات و ذات سے بسبب اپنی
نیستی کے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئًا مذکورًا ہے تبرا کر دیتا ہے
تو اپنی ظلومیت حقیقی کی وجہ سے بہ تبع رسول برحق اُمیت کا خطاب پاتا ہے اور علم لدنی
حاصل کرتا ہے۔ ع

لکھے نہ پڑھے جناب والا شاگردِ رشید حق تعالیٰ

سلہ بے شک نیکو کار پیتے ہیں اس پیالے سے جس کا مزاج کافور کا ہے (یعنے ٹھنڈک)۔ ؏ ۲ پلائی
جاتی ہیں وہاں وہ پیالہ کہ جس کا مزاج سونٹھ کا ہے۔ (یعنی گرمی)۔ ؏ ۳ پلائی
اُن کو اُن کے رب نے وہ شراب کہ جو پاک ہے (آلودگی حدوث سے)۔ ؏ ۴ میں اپنے
پروردگار کے پاس رہتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔

(گلشن راز) ؎

خراباتی خراب اندر خرابست | که در صحرائے او عالم سرابست

اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت بفحوائے لیغان علی قلبی اسکو خمار آتا ہے تو اسکو بیچینی ہوتی ہے اور قبض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت وہ نہ برلوۂ احدیت اپنے آپ کو عاجز دیکھتا ہے تو عبودیت کی باریک چادر خمار سے اپنا منھ بند کر لیتا ہے اور یہ دونوں لیغان ہیں کہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انزجار ہوتا تھا اور جن کا ورود اجرائے احکام شریعت و نبوت کی وجہ سے بسبب آپ کے اعلےٰ کمال کے لازمی تھا ورنہ تجلی برق حقیقی جاذب ہو کر طور جسم محمدی کو پارہ پارہ کر کے سرمۂ غیب مازاغ البصر سے چشم بینا کر کے عالم دمافیہا کو خاک سیاہ کر ڈالتی اور کارخانۂ عالم درہم برہم ہو جاتا ؎ (غالب)

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی | ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

اور جسوقت سالک کلیتہً بیخود ہو جاتا ہے یعنی ذات میں فانی ہو جاتا ہے تب وہ مطلق ہو جاتا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت قدر قدرت سیدنا و مرشدنا مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ؎

نہ شد مست کاظم زہے ظرف عالی | پیے مدہ کے دن رات بھر بھر پیالے
خود ساقی دمے و خمخانہ جملہ | بہتی عارفوں میں سب وہ سر نکالے

اور حضرت مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ | وز گران جانی و چالاکی ہمہ

اور ملامتیان قلندر روش جو بسبب فنائے تام کے اپنی ہستی اعتباری کا ستھراؤ کر کے روحی ہمت سے بے ہمت اور بے تصرف اور بے عمل بحکم خلق الانسان عجولا ہو جاتے ہیں انکی نسبت حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔ ؎

---

۵۱ میرے قلب پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے ۱۲ ۵۲ انسان جلد باز دالد بے صبر بنایا گیا ہے ۱۲

marfat.com

جملہ کمزن پاک دود وپاک بر   در پلیدی ہر یک از یک پاک تر

کمزن کے معنی کم ہمت کے ہیں حضرت عطار نے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ عارف تام المعرفتہ کی ہمت اور اُسکا تصرف آخر میں بوجہ انتہاے کمال کے باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ ہر چیز جملہ عوالم کے اُسکا نقد حال ہوتی ہے پس وہ کس چیز کو رد کرے اور کسکو قائم کرے بقول شخصے کہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یا بقول حضرت مولانا ے روم فرماتے ہیں۔ ؎

نقد حال خویش را گر سپے بریم   ہم ز دنیا ہم ز عقبےٰ بر خوریم

یہ مقام بہت اعلیٰ ہی کہ جسکا عطا کرنا نعمت خمار پر موقوف ہی کہ جو ذات پیر و مرشد ہے اور فی الواقع پیر و مرشد حق ہے یداللہ فوق ایدیھم ؎ (غالب)

ستم اما نہ ازاں بادہ کہ سازند فرنگ   مستم اما نہ ازاں بادہ کہ سازند مغاں

بلند الحمد کہ در ساغر من ریختہ اند   مۓ بے رنگ ز میخانۂ بے نام و نشاں

چونکہ حقیقت پاک و مبرا ہے اور محض خیر و رحمت ہی لہذا نیک سے نیک ہی صادر ہوتا ہے عالم میں معصیت اور بدی کی تخلیق بھی نیکی سے خالی نہیں ہو سکتی ؎

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

پس معصیت کی کثافت باعث قیام روحانیت ہے اِس سے بڑھ کر نیکی کثافت کی اور کیا کہی جا سکتی ہے کہ جو باعث قیام روحانیت و نظام عالم و عالمیاں ہو۔ ؎ (غالب)

لطافت بے کثافت جلوہ آرا ہو نہیں سکتی   چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

رحم میں نطفہ کہ جو روحانی ہے بلا کثافت کے قائم رہ نہیں سکتا۔ کیچڑ میں اور سڑی ہوئی کیچڑ میں کیڑے کہ جن میں روحانیت ہے بلا کثافت کے پیدا نہیں ہو سکتے۔ آئینہ میں چہرہ بلا کثافت کے منعکس نہیں ہو سکتا تنزہ میں وجود کی موجودیت بلا کثافت کے ظاہر نہیں ہو سکتی اعمال صلحہ کی شناخت بغیر اعمال سیئہ کے محال ہے۔ خرابات و خراباتی و خمار حق کی اسی جامعیت کا نام ہے جسکو الوہیت کہتے ہیں اور الوہیت حق نے خرابات و خراباتی و خمار کا لباس پہنا ہے

marfat.com

یہ معمولی الفاظ نہیں ہیں وجد کرنے کے الفاظ ہیں حال لانے کے الفاظ ہیں جان دیدینے کے الفاظ ہیں۔ مجھ کو یہاں پر قصہ شاہ اورنگ زیب عالمگیر کا یاد آیا یہ قصہ تاریخی واقعات کی رو سے چاہے صحیح ہو یا غلط لیکن اس مقام پر بیان کر دینا مناسب ہے۔ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے ایکبار بسبب اپنے تشرع کے یہ حکم دیدیا کہ دہلی میں جس قدر کسبیاں بدکردار و بد افعال ہیں وہ سب بکدفعہ کشتیوں میں سوار کر کے قلعہ کے نیچے جھروکے کے سامنے دریا میں لائی جائیں اور شاہ کے روبرو دریا میں غرق کر دی جائیں۔ اور خس کم جہاں پاک کے موجب بدکرداری کا خاتمہ کر دیا جائے ایک خراباتی کسی کسبی کے دروازے پر بے پاؤ سر پڑا رہا کرتا تھا اُس کو جب اس حکم کی اطلاع ہوئی اور کسبیوں کے شور واویلا کو اس نے سُنا تو وہ چونکہ دریائے حیرت میں ڈوبا ہوا تھا فی الجملہ بسبب عشق و محبت کے اوس کو حرکت و جنبش ہوئی اور درد پیدا ہوا تب اس نے اُس کسبی سے کہا کہ اگر تم نہیں تو میں بھی نہیں مجکو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لو تاکہ میں بھی تمھارے ساتھ ڈوب مروں چنانچہ اُس نے اس خستہ تن کو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لیا جب سب کشتیوں پر سوار ہو گئے اور جھروکے کے قریب پہونچنے کا وقت آیا تو اُس خراباتی نے ایک شعر مولانا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبکو سکھا دیا اور کہدیا کہ یہ شعر خوب الاپ کر گا دو مرتا کیا نہ کرتا کسبیوں نے اس شعر کو یاد کر لیا اور نہایت درد انگیز اور دل ہلا دینے والی آواز سے خوب الاپ کر گایا۔ بادشاہ سلامت بھی آخر آدمی تھے اور الست بربکم کا نغمہ روح افزا سُن کر روزِ ازل میں مست ہو چکے تھے فطرتی خو بو کہاں جائے بیتاب ہو گئے وہ شعر یہ تھا ؎

در کوئے نیکنامی مارا گذر ندا دند
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے پھر حکم دیا کہ کشتیاں غرق نہ کی جائیں اور کسبیاں ساحل پر سلامت اُتار دی جائیں اور اس شعر کی بدولت بیچاری کسبیوں کی کشتی کا بیڑا

marfat.com

غرقابی طوفان اختیار کے امواج سے بیخودی کے ساحل نجات پر پہونچا بے اختیاری آڑے آئی ورنہ کبھی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کے لیے یہ آیت گویا حضرت حق سے معافی کا پروانہ ہے کہ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم؎

جملہ می دانند کاین ہستی فخ است ۔۔۔ ذکر و فکر اختیاری دوزخ است

اہل ہنود کی مشہور مذہبی کتاب **گیتا** کا ترجمہ جو علامہ فیضی نے کیا اس کا شعر ہے؎

نہ ترکِ عمل کارِ ہر کس بود ۔۔۔ نہ فضلِ خدا یارِ ہر کس بود

اسی واسطے حضراتِ صوفیہ کا یہ بہت مستند قول ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات؎

خرابات از جہان بے مثالی ست ۔۔۔ مقامِ عاشقانِ لاأبالی ست

مولانا جامی نعت میں کہتے ہیں؎

ی طلعت حسن لایزالی ۔۔۔ مرآت جمال ذوالجلالی
انوار تجلی بتدم را ۔۔۔ رخسارِ تو احسن المجالی
در شان کمال تست نازل ۔۔۔ آیاتِ مکارم و معالی
احرام حریم تو نہ بندند ۔۔۔ جز دُردکشانِ لاأبالی

ہاں وہاں؎

خراباتیان مے پرستی کنند ۔۔۔ محمد بگوئید دستی کنند

اب دوسرے شعر کی شرح سنیے۔

بُت و زنّار و ناقوس و چلیپا ۔۔۔ مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

؎ کہدو کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے بے آس نہ ہو خدا کی رحمت سے۔ بیشک اللہ کل گناہ بخش دے گا وہ بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے ؎ توحید نام ہے سب اضافتوں کے ساقط کرنے کا۔

marfat.com

جب خرا باتی اپنے اسماء وصفات سے بسبب شدت مستی کے فانی ہوکر مستی جام تجلی سے
ساکت وصامت ہوجاتا ہے تب اُسکی حالت مع تمامی اعضا واجسام کے مثل مردہ بدست زندہ
کے ہوجاتی ہے اور وہ اپنے حول وقوت سے فانی ہوکر اللہ کی حول وقوت سے باقی ہوجاتا ہی
اور جوکچھ اُس سے صادر ہوتا ہے نہ اُسکا فعل ہوتا ہے اور نہ اُسکی صفت اور تب وہ ما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کا مستحق ہوتا ہے اور شیون تنزیہات ذاتی کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور
بلا کسی مزد کے اور بلا ترصد کسی فائدہ کے محض اپنی شانوں کے ملاحظہ کے لیے باسم مرید عامل
وہنگامہ آرا ہوتا ہے اور اپنے ہر ہر تعین کی مناسبت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے چونکہ ہر تعین
کا ملاحظہ کرنا اُس تعین کا بنفسہ کتم عدم سے باہر لانا ہے اور یہ تقاضائے اسم مرید ہے
لہٰذا وہی ارادہ اور وہی ملاحظہ اُس تعین کی روح ہوتا ہے اور اسم مرید کی اِس پابندی کو
زنار بندی بھی کہتے ہیں کہ جو مظاہر کا جال بسبب ملاحظہ کے بیندھا گیا ہے اُسکے باہر کوئی
فعل بحکم لا تبدیل لخلق اللہ[ك] اُس سے صادر نہیں ہوتا اور شریعت کو از خود در خود اپنا شعار
ودثار کرتا ہے اور اسی کو تخلیق اُخری کہتے ہیں کوئی جبر کوئی تکلیف کوئی عادت احکام شرعیہ
پر عمل کرنے سے اِس انسان کامل کو باز نہیں رکھ سکتی۔ اکثر لوگوں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ
فلاں بزرگ کیونکر بزرگ ہوسکتا ہے کہ اُس سے بعض احکام شرعیہ فوت ہوتے ہیں حالانکہ
پیغمبروں سے باوجود اعلیٰ کمال کے کوئی حکم شریعت فوت نہیں ہوا تو کیا وہ شخص پیغمبروں سے
بڑھ کر ہے جو اُسکے لیے معافی ہوگئی۔ یہ اعتراض اُس بزرگ پر غلط ہی تعمیل احکام شرعیہ کی بوجہ
سے نہیں ہے کہ جناب باری اُسکا محتاج ہے اور نہ اسوجہ سے ہے کہ انسان کو اُسکا حکم حقیقت
کے اتحاد سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہوا ہے کیونکہ توحید ذاتی میں ہر متنفس اپنے مقصود کو
پائے ہوئے ہی اُسکے حصول کی کوشش تحصیل حاصل ہے بلکہ بحکم۔ ولقد کرمنا بنی آدم[ك]
کے انسان کو حق نے اپنی توحید ذاتی کا شرف دینے کے لیے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ تم ادب کے طور پر

[ك] اللہ کی تخلیق میں تبدیل نہیں ہی ۱۲ [ك] اور ہم نے بنی آدم کو شرف بخشا ہے ۱۲

marfat.com

اسوقت ہو جب اپنے اسم مُرید سے یعنی حق کے اسم مرید سے حکمت احکام شرعیہ کے مطابق خدمت کرتے رہو یعنی احکام شرعیہ کے موافق جن میں ناتمامی کو دخل نہیں ہے عمل کرتے رہو اور جس مذہب اور جس طریقہ میں ہو اسکے احکام کو مدِ نظر رکھو اور اسلام چونکہ فطرت پر ہے یہ کل مذاہب و فرق کا جامع ہے اسکے احکام شرعیہ بحکم الیوم[1] اکملت لکم دینکم کے جامعیت کا پورا پہلو لیے ہوئے ہیں ۔ زنار بندی سے مراد وہ رشتۂ نسبت ہی جو ہر ہر تعین کے ساتھ جدا جدا حق کو ہے جیسے عبودیت وہ نسبت الوہیت ہے جو معیت ہر تعین مومن کے ساتھ حق کو بروجہ عرفان ہے پس کامل وہ شخص ہے جو عبودیت کو نہ چھوڑے تاکہ الوہیت اُس سے باہر نہ جائے ۔ اور الوہیت کو مقید محض بعبودیت اسلامی عظمت و جبروت میں نہ کرے بلکہ اُس رشتۂ النسبتی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے جو الوہیت کو عام طور پر ہر تعین مومن و ملحد و گبر و ترسا کے ساتھ ہے تب سالک حق تعالیٰ کا مظہر تام ہو کر اپنے اسم رحمٰن سے عام طور پر جملہ مخلوقات کو فائدہ دے سکتا ہے اور اپنے اسم رحیم سے خاص طور پر مومن کو اور یہی بت مستوی علی العرش ہے اور اسی کو الرحمٰن[2] علی العرش استویٰ کہتے ہیں جس سے کوئی شئے باہر نہیں ہے اور اس آفتاب رحمت کا بتمامہ و بعینہ مظہر نور محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام اپنے اپنے تعین سے اس آفتاب حقیقی کے مظاہر ہیں اس آفتاب حقیقی کا طلوع جس خط پر یعنی جس آئین میں مناسبت اُس تعین کی ہے چونکہ وہ تعین بھی جامع ہے صرف نسبت کا فرق ہے لہٰذا یہی آفتاب حقیقی ایک ایک پیمبر کہا جائیگا اور پیمبر ایک ایک بت ہوگا تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتھن لترتجی اور یہ آفتاب حقیقی جب اپنے مرکز یعنی استویٰ پر آئے گا تب رسول اللّٰہی تعین جامعیت کے ساتھ از خود در خود بخود قائم ہوگا اور سایہ بھی غائب ہو جائے گا[1]

سایہ ترا نمی پسندم — عشق است و ہزار بدگمانی

[1] آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو پورا کر دیا ۱۲ [2] رحمٰن عرش پر مستوی ہے ۔ استویٰ کے معنی کسی چیز کو من کل الوجوہ گھیر لینے کے ہیں ۱۲

marfat.com

اور اس افق اعلےٰ میں اسما غائب ہوجائینگے ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم الایۃ
اگرچہ اس افق اعلیٰ میں شعاع شمسی ہر ہر ذرہ کو علی التساوی فیض دیتی رہے گی مگر ہر تعین بمناسبت
اپنے تعین کے اُس فیض سے استفادہ کرے گا اور اس فیض کے دیتے رہنے میں کوئی تکلیف یا تکلف
آفتاب حقیقی کو نہیں ہے اور نہ کوئی خوف ہی اور نہ امید بلکہ آفتاب حقیقی بسبب اپنے کمال کے
بلا تکلف فیض دیتا ہے ہم دھوکے میں ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ پیغمبروں نے ہماری طرح خوف
سے عبادت کی ہے یہ غلط ہے الا[۱] ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اور
جو بلا توحید کے ہم احکام شرعیہ کو محض تقلید سے ادا کریں گے تو ہم ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ
کے ملزم قرار پائیں گے۔ لیس[۲] البران تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر
من امن باللہ وبالیوم الاخر عین حق ہو کر خدمت کرنا چاہیے یوم آخر سے آفتاب حقیقی کا
افق اعلیٰ میں ستواے حقیقی مراد ہے بالجملہ سالک جب سیر الی اللہ میں بتمامہ فانی ہوجاتا ہی تب
وہ وجود مطلق سے ایک دوسرا وجود پالیتا ہے اور اسی وجود سے وہ شخص بلا تکلف عبادت کرتا ہی
اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ[۳] لاصلوٰۃ الا بحضور القلب بلا تکلف
عبادت کرنا یہ حضور قلب ہی اور[۴] لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ میں اُس حالت کی طرف
اشارہ ہے جو سیر الی اللہ میں مستی ہوتی ہے اُسوقت محل عبادت کرنے کا نہیں ہی بلکہ سالک
کی عبادت اسوقت میں صلوٰۃ دائمی کی طلب میں اپنی ہستی کو مٹتے جانا ہے اگر ایسی حالت میں
وہ عبادت کریگا تو اپنی رجوع الی اللہ سے باز رہے گا۔

پنج وقت آمد نماز ذو فنون عاشقان را شد صلوٰۃ دائمون

کیونکہ رجوع الی اللہ میں اُسکو خرابا تیت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے جس کی تعریف اوپر ہوئی

---

[۱] آگاہ ہو کہ اولیا اللہ کو نہ کوئی خوف ہی نہ کوئی رنج ہی ۱۲ [۲] یہ کوئی عمدگی نہیں ہے کہ تم اپنا منھ مشرق اور مغرب کی جانب پھیرا کرو لیکن عمدہ شخص وہ ہے جو اللہ پر ایمان لاوے اور قیامت کے دن پر ۱۲ [۳] نماز نہیں ہے مگر حضور قلب سے ۱۲ [۴] پاس نہ جاؤ نماز کے اس حال میں کہ تم نشہ کی مستی میں ہو۔ ۱۲

marfat.com

کہ وہ مجموعہ کا عطر ہے اور پھر اُس جمع میں متخلق باخلاق اللہ ہو کر فرق بعد الجمع سے مخلوقات کو فائدہ دینا چاہیے اور باسم رحمٰن واسم مرید ہر ذرہ کو وجود دینا چاہیے اسی واسطے کہا ہے کہ سیّد القوم خادمھم[1] اور ہے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

اگرچہ اس تقلیدی نماز کا اجر جناب باری کے حضور سے سالک کو عطا ہو لیکن یہ اجر بھی دنیاوی ہے دینی نہیں ہے دینی اجر فنا فی اللہ ہے جو ہمیشہ کے واسطے ہے جس کا پتہ یہ ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[2] اور دینی اجر یہ ہے کہ تنزلات سے رہائی پانا اور بغیر تناسخ کے اپنے ہر ذرے بلکہ ہر ذرہ کو وجود دینا اور اسی واسطے تناسخ اسلام میں کفر و باطل قرار دیا گیا کیونکہ تناسخ اعمال کے نتائج کے موافق دوسرا وجود حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں سوائے ایک وجود کے دوسرا وجود ہی نہیں ہے کیونکہ خدا کا دوسرا ہونا محال ہے ہاں اگرچہ نتائج اعمال کی وجہ سے ایک شے دوسری شئے ہوتی رہے لیکن یہ سب ایک وجود کے اندر ہے اور یہ مناسبت نتائج اعمال حسنہ و قبیحہ ہے جسکا سلسلہ صرف عالم ناسوت و عالم برزخ تک چلتا ہے اس کے بعد نہیں لہذا تناسخ کا ماننا علاوہ خلاف توحید ہونے کے پست ہمتی بھی ہے ہے

تناسخ زان سبب شد کفر و باطل کہ آن از تنگ چشمی گشت حاصل

صلوٰۃ جس سے نتائج اعمال پیدا ہوتے ہیں محض دنیا تک ہے بحکم حبب الی من دنیاکم ثلاثۃ النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور صلوٰۃ کا فائدہ خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر[3] اور پھر اسی آیت میں توحید ذاتی کا فائدہ یہ بھی بتایا ہے کہ ولذکر اللہ اکبر[4] مگر چونکہ احکام شرعیہ اسلامی فطرتی طور پر جامع جملہ اسماء حق ہیں مثلاً جسقدر مخلوقات کہ عالم میں پیدا ہے وہ یا قیام میں ہے یا رکوع میں ہے

---

[1] قوم کا سردار قوم کا خادم ہے ۱۲ [2] مقام صدق میں قدرت والے بادشاہ کے پاس ۱۲ [3] بے شک نماز بیہودہ اور فضول کاموں سے روکتی ہے ۱۲ [4] اور ذکر خدا بہت بزرگ ہے ۱۲

marfat.com

یا سجود میں ہے یا قعود میں۔ جمادات سجود میں ہیں نباتات قیام میں حیوانات قعود میں ہیں حیوان ناطق قیام و قعود در کوع و سجود سب میں ہے اسلیے اسلام کی نماز کل مخلوقات کی تسبیح کی جامع ہے اور اس سے باہر کوئی چیز نہیں ہے۔ لہذا نماز کے ادا کرنے میں جامعیت کے سبب سے چاہے اسکی حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے فائدہ ضرور ہے۔ اور اسی لیے نماز کا ادا کرنے والا بلا معنی کے بھی ممکن ہے کہ بسبب جامعیت کے فائدہ اٹھالے جائے۔ لہذا نماز کا پڑھنا فرض کر دیا گیا ہے۔ مگر فی الواقع اوس طرح سے اور اوس خیال سے فرض نہیں ہے جیساکہ عام لوگ سمجھتے ہیں۔ ؎

نمازِ خلق تسبیح و سجود است　　　نمازِ عاشقاں ترک وجود ست

مجکو یہاں پر ایک قصہ ایک فقیر سدا سہاگ کا یاد آیا کہ فتحپور رسوان میں مولوی نذیر علیصاحب مغفور کے یہاں میرے بھائی خان بہادر منشی محمد تاج الدین صاحب ایک روز بیٹھے ہوے تھے اور مولوی صاحب موصوف تذکرہ بے نمازیوں کا کرتے تھے اور انکی ہجو کرتے تھے اس عرصہ میں ایک فقیر سدا سہاگ چوڑیاں اور گھنگرو پہنے چھم چھم کرتے ہوے آئے انکو دیکھکر مولوی صاحب نے طعناً فرمایا کہ ان کو دیکھیے چوڑیاں اور گھنگرو پہنے ہوئے ہیں اور نماز ندارد۔ اور باوجود اسکے فقیر بنتے ہیں اور بہت ملامت ان سدا سہاگ کو کی۔ مگر سدا سہاگ صاحب نے جناب مولوی صاحب کی مجموعی لعنت و ملامت کا جواب یہی دیا کہ (کاہوا نماج پڑھنے میں کچھ مجا ئکہ نہیں ہے) (غالب) ؎

رند ہزار شیوہ را طاعتِ حق گراں نبود　　　لیک صنم بسجدہ در ناصیہ مشترک نخواست

گفت و شنود دوستاں مایۂ غبن مے شود　　　ہر کہ نفس شمردہ زدہمی ملک نخواست

یہاں پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ایک قصہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ جب آپ گوپھنے کے ذریعہ سے آگ میں پھینکے گئے ہیں تو اثنائے راہ آتش میں جبرئیل علیہ السلام نے

لے کیا ہوا نماز پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے "

آپ سے پوچھا ھَل لکَ حاجة تو آپ نے یہی فرمایا حَاجَةٌ لی امّا الیک فلا یعنی مجھ کو حاجت ہے کہ میں آگ سے بچالیا جاؤں لیکن تم سے حاجت نہیں ہے کہ تم بچاؤ۔ حالانکہ آپ اس آیت کے مضمون سے واقف تھے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة بظاہر جب حضرت جبرئیل بچاتے تھے تو آپ کو انکار نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن درحقیقت آپ غواص بحر حقائق توحید تھے اور ناز و نیاز عشقیہ سے مالامال تھے اس لیے آپ نے انکار فرمایا اور اپنے آپ کو آگ میں گر جانے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ باغ ہوگئی قُلنَا یَا نَارُ کُونِی بَردًا وَسَلَامًا عَلٰی اِبرَاهِیم پس ہر عامی مسلم کی نماز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچا لینے سے ہوتا یعنی آپ موت دنیاوی سے کچھ دنوں کے لیے حیات پا کر شادکام رہتے لیکن موت بالآخر ہوتی۔ اور جبرئیل سے انکار کرنے کا فائدہ حقیقی ذاتی یہ ہوا کہ آپ نے جلالی صفت حق سے عینیت حاصل کر کے ہمیشہ کے لیے حرقت نار سے نجات پائی کہ کہیں کوئی آگ یا کوئی تکلیف کسی محل و مقام پر آپ کو نقصان نہیں پہونچا سکتی یہ فوز عظیم ہے پس پیمبروں کے لیے فوز عظیم کی وجہ سے نماز مکلف نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں کے لیے محض دنیاوی فائدہ یا عالم برزخ تک ہے مقصد یہ ہے کہ نماز کا پڑھنا تو فرض ہے لیکن جیسا کہ عام لوگ نماز کو بے سمجھے بوجھے پڑھتے ہیں اور پھر اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ ہم نے فرض کو ادا کیا یہ بالکل غلط ہے اور دعوی بلا دلیل ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ الصلوٰة معراج المؤمنین پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کس نماز میں ان کو معراج ہوئی اس کے بعد اوس نماز کے ادا ہونے کا دعوی کرنا جائز ہوگا۔

القصہ بت سے مراد فنائے سیر الی اللہ مقام جمع و جمع الجمع ہے اور زنار سے مراد فرق بعد الجمع ہے لیکن سیر الی اللہ اور سیر باللہ میں ناقوس ہی کام دیتا ہے۔ رجوع الی اللہ میں

لے کیا تم کو کوئی حاجت ہو ۱۲ ؎ مجھ کو حاجت ہو لیکن تم سے نہیں ہے ۱۲ ؎ کہا ہم نے کہ اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر ۱۲ ؎ نماز مومنین کی معراج کا نام ہے ۱۲

بلا صوتِ سرمدی کے فنا مطلق نہیں ہوتی صوتِ سرمدی نہایت باریک آواز جھینگر یا مکھیوں کی آواز کی ایسی ہوتی ہے اور نہایت بلند مثل بجلی کی کڑک یا صور اسرافیلؑ کے بھی ہوتی ہے۔ جب النفس میں یہ آواز ہوتی ہے تو نہایت دلچسپ مثل اذان کے ہے اور جب آفاق میں ہوتی ہے تو مثل گھنٹے کے ہوتی ہے۔ یہ آواز جاذبۂ حق سے پیدا ہوتی ہے اور جاذبۂ حق یدِ قدرت جنابِ باری کو کہتے ہیں جسکی مناسبت سے حضرت موسیٰ کے آفتاب ید بیضا کے لیے عصا عنایت ہوا تھا۔ ید قدرت کا خاصّہ یہ ہی کہ جو شئے چاہے ہو جاوے سالک کے رجوع الی اللہ میں ذات میں فانی ہونے کے لیے یہی جاذبہ مدد کرتا ہے جو یدِ قدرت ہی اور اسی نے معراج شریف میں رسول اللہ صلعم کے رفرف سے ترقی فرمانے کے وقت آپکو انا البشری سے لے لیا تھا اور الوہیت کے در تک پہونچایا تھا ؎

کس ندانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست — ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

جس طرح النفس آفاق کی روح ہے اسی طرح یہ اسلام کل مذاہب کی جان ہے ان الدین عند اللہ الاسلام[1] لہذا اسلام میں بجائے تفرقہ کے گھنٹے اور گھنٹی اور سنکھ کے رجوع الی اللہ کے لیے اذان رکھی گئی جو النفس ہی کی زبان سے نکلتی ہے اور دیگر مذاہب میں چونکہ کسی قدر تفرقہ تھا اور جامعیت اسلام کی ایسی نہیں تھی ناقوس وغیرہ کا رواج ہوا اور الوہیت حق اس امر کی مقتضی تھی کہ کوئی ذرہ یا کوئی حرکت اس سے باہر نہ جائے ایک ہی آن میں نزول و عروج ہو نزول اسوجہ سے کہ تشبیہات قائم ہو کر کل اسمار کا مطابق ان کے تقاضہ کے ظہور و وجود ہو جائے تاکہ حکمتِ حق کے اسرار کھل جائیں اور عروج اس لیے کہ ہر اسم نے جس طرح اپنے مبدا سے نزول کر کے ظہور پایا ہی اسی طرح بفحوائے لا احب الا فلین اپنے مبدا یعنی وجہ باقی کی طرف عود کر کے اپنا اصلی ٹھکانا پاکر آرام پاوے۔ پس عروج میں بسبب جاذبہ ید قدرت کے صوتِ سرمدی کے سالک فانی ہو جاتا ہے اور نزول میں پھر باقی باللہ ہو کر تخلیق عالم اپنے ید قدرت سے

[1] بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے ۱۲

marfat.com

کرتا ہے اور اس طور پر نزول و عروج اور آنا اور جانا برابر جاری ہے اور ایسی یہ قدرت کا فیض ہے اور نہ آنا معلوم ہوتا ہے اور نہ جانا۔ اور ہر چیز ہر آن من کل الوجوہ فانی ہو جاتی ہے۔ نفس میں سالک کو ہر آن صوت سرمدی سے جسکو اناہت[1] کی آواز بھی کہتے ہیں یہی دھندا فنا اور بقا کا لگا رہتا ہے اور وہی نفس اسی فنا اور بقا کو آفاق میں ہر شے کی نسبت ملاحظہ کرتا ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید اور بسبب سرعت فنا اور بقا کے اس کا امتیاز نہیں ہوتا ہے کہ ہر شئے کب فانی ہوئی اور کب باقی ہوئی۔ اس فنائے تام کی وجہ سے کلام مجید میں ذکر ہے کہ تخت بلقیس کو آصف برخیا حضرت سلیمان کے پاس شہر سبا سے پلک مارتے ہوے لے آئے تھے اسکی حکمت یہی تھی۔ اور اس حکمت کو بلقیس بھی سمجھ گئی تھیں چنانچہ کہا کہ کانہ ھو مجھ کو یہاں پر ایک قصہ اور یاد آیا میں ضلع سیتا پور میں ڈپٹی کلکٹر تھا اور نیم کھار مصر کھ کی تحصیل میرے سپرد تھی، وہاں ایک بت کا میلہ بہت ہجوم کے ساتھ ہوتا تھا میں میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ہزاروں آدمی کہ جن کو مظاہر جامع حق کہنا چاہیے۔ منزل دور و دراز سے سفر کرکے اُس مندر میں آتے تھے اور وہاں ایک گھنٹہ بھی لٹکا ہوا تھا جس وقت مندر میں گھستے تھے خدام مندر کے دور باش گوارا کرتے اور پولیس کے کوڑے کھاتے تھے اس لیے کہ اُس ساکت دھامت پتھر کے چھوٹے سے بت کو دیکھ لیں اور دیکھنے کے بعد اُس گھنٹے کو بجا کر اپنے گھر جہاں سے آئے تھے وہیں پلٹ جاتے تھے۔ مجھ کو یہ دیکھکر یہ معرفت حاصل ہوئی کہ ہر شخص کا منازل دور و دراز سے اس مندر میں آنا یہ نزول حقیقت کی مثال ہے اور گھنٹہ بجاکر واپس جانا یہ عروج حقیقت کی مثال ہے۔ اُسوقت مجکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز کا یہ شعر یاد آیا

ؔ دلیل کاروان بانگ جرس ہے گواہ درد دل اک نالہ بس ہے

یہ نزولی مثال میں اور عروجی مثال میں حافظ کا یہ شعر یاد آیا کہ ؎

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چون ہر دم جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

---

[1] یہ لفظ تین طرح پر مستعمل ہے اناہت و انحت و آنہد۔ اور یہ نام اہل ہنود کے یہاں اسی صوت سرمدی کے ہیں۔ [2] بلکہ وہ یہاں برتتے رہتے ہیں نئی خلقت کا۔ [3] گویا کہ یہ وہی ہے۔

marfat.com

ادھر حکیم سنائی کا یہ شعر سمجھ میں آگیا ؎

ید او قدرت است وجہ بقاش   آمدن حکمت و نزول عطاش

اگر یہ لوگ جوق جوق نہ آتے تو اُس بت کو کون پوچھتا یعنی تشبیہات کا ظہور کیسے ہوتا اِس نزول سے عطائے حق ہوئی ۔ اور اگر قدرت آنے کی اور جانے کی نہوتی تو گھنٹہ بجا کر ہر شخص جہاں سے آیا تھا کیوں واپس چلا جاتا ۔ تو گویا ہر شخص بخوشی اوس بت یعنی پتھر کو دیکھنے کے لیے یعنی اُسکے وجود کو قائم کرنے کے لیے آیا اور اوس کو فانی کرنے کے لیے بعد صدائے ناقوس کے اپنے مبداء کو چلا گیا ۔ اور ہر شخص کی آمد و رفت سے باقی رہنے میں کوئی فرق نہیں ہوا پس صدائے ناقوس باعث فنا و بقائے عالم ہے ۔ آپکو عقاید میں معلوم ہوا ہوگا کہ قیامت میں اسی صور سے سب فانی ہوجائیں گے یعنی حشر ہوجائے گا اور اسی صور سے سب باقی ہوجائینگے یعنی نشر ہوجائیگا

صدا دی کعبہ میں ناقوس دیر میں پھونکا   کہاں کہاں ترا عاشق تجھے پکار آیا

الحاصل اُس بت کو بمناسبت جامعیت تشبیہی و تنزیہی مقام وحدت کہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کبھی امہات سبعہ ذاتیہ سے خالی تصور نہیں کیا جاسکتا اور حالت تنزیہی حقیقی میں جب یہ امہاتِ سبعہ ملائیں گے تو ایک صورت انسانی ہوجائے گی اور یہی بت ہے لہذا بت بہت اعلےٰ چیز ہے ۔ اب بت پرستی یہ ہے کہ اوس بت کو بت سمجھنا اور حق نہ سمجھنا ۔ اور بت سمجھ کر اوس کو ماسوائے حق قرار دے کر ایک دوسرا خدا بنانا نعوذ باللہ من ذٰلک اور اسلام میں بت پرستی ممنوع اسوجہ سے ہوئی کہ اسلام کی جامعیت کمل ہے یعنی جامعیت اسلامی کی وجہ سے یہ امر مکروہ معلوم ہوا کہ انسان جو مظہر تام حق یعنی اسم اللہ ہے ایک ناقص مظہر یعنی رب کو سجدہ کرے حالانکہ وہ رب اسی اللہ سے نکلا ہے یا ایک واہیات بات ہی ۔ لہذا اسلام میں اصنام پرستی ممنوع ہوئی ۔ کہ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور اس بت یعنی اللہ کا مظہر تام ذات پاک مرشدی ہے اور زنار

؎ آیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا ایک خدائے قہار ۱۲

marfat.com

وہ نسبت ہی جو سالک کو مرشد یا حق کے ساتھ ہے یہیں سے کہا ہے کہ ؎

ہر طاق ابروے محراب بت پرستی ہر تار موز زلفش زنار پارسائی

اس بت اور زنار کی ذات اُس عطر مجموعہ خراباتی میں نسبتاً کھچی ہوئی ایک جداگانہ عطر ہے جو تفصیل میں بت اور زنار کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ کیونکہ بوقت تخلیق حق نے خود ہی اَلَستُ بِرَبِّکُم[1] کہا تھا اور خود ہی بلیٰ[2] بس زنار بندی محض ایک دھاگا نہیں ہے جس کو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ بعد بلوغ کے باندھ لیا جاتا ہے بلکہ عہد اوفوا بعھدی اوف بعھدکم[3] کا ایک نمونہ ظاہری ہے جس طرح پر طواف حجر اسود بیت اللہ کے لیے احرام بندی ہے چلیپا اس کے معنی صلیب کے ہیں جو ایک نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دار پر چڑھائی جانے کی ہے۔ اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اپنے آپ کو مجرد عن العوائق موت اختیاری سے کرنے کا نام چلیپا ہے اور اس تجرد کے حصول کے لیے تمامی مجاہدات موضوعہ حضرات صوفیہ وحدہ و دیگر فرق موحدہ سالک کو بارشاد مرشد کرنا پڑتے ہیں اور اس راہ میں بڑی بڑی گھاٹیاں مہلک ہیں جو مانع اور حجاب راہ سالک ہوتی ہیں حضرت عیسیٰؑ کے طریقہ میں ان عوائق سے قطع تعلق کرنے کے لیے رہبانیت اختیار کی گئی تھی۔ اور محمدی طریقہ میں یہ ارشاد ہوا کہ لا رھبانیہ فی الاسلام[4] اس وجہ سے کہ رہبانیت میں جامعیت اسماء و صفات بوجہ قطع تعلق کے فوت ہوتی ہے جب تک کہ تمامی اسماء و صفات میں مبتلا ہو کر ان سے تجرد نہ حاصل کیا جائے اُس وقت تک معراج تفرد کا حصول ناممکن ہے۔ اِس لیے حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان ہی پر ٹھہر گئے اور آگے نہیں بڑھے کیونکہ آپ کے طریقہ میں بسبب آپ کے فطرتی پیدائش کی جامعیت تمامی اسماء نہیں تھے مگر معاذ اللہ آپ فی نفسہٖ ناقص نہیں تھے بلکہ نہایت الوالعزم پیمبر تھے لہذا اوس جامعیت کو حاصل کرنے کے لیے آپ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ آخر زمانہ میں آپ پھر فلک چہارم سے اِس دنیا میں تشریف لائیں اور اُس جامعیت اسماے محمدیؐ کو بھی حاصل کر کے متفرد ہو جائیں

---

[1] کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔ [2] کیوں نہیں ۔ [3] تم میرا وعدہ پورا کرو میں تمہارا وعدہ پورا کرونگا۔
[4] اسلام میں رہبانیت نہیں ہے ۔

marfat.com

رہبانیت میں جامعیت اسما اس وجہ سے نہیں ہے کہ جنگل میں بیٹھکر تمامی اشیا کی تاثیروتاثر سے سالک متکیف نہیں ہوتا ہے کہ اُن سے تجرد اختیار کرنے کا موقع اسکو ملے بصرف اسما خلوتی سے استفادہ کرتا ہے اور اسمار جلوتی سے بھی استفادہ کرنے کا طریقہ محمدیوں کے لیے ہر جو جامع ہے لیکن ہم محمدیوں نے اس طریقہ کو جس غرض سے کہ یہ وضع کیا گیا ہے کمتر برتا ہے حالانکہ یہ طریقہ بہت اعلیٰ ہے مثلاً چار نکاح محمدیوں کے لیے اسی جامعیت کی وجہ سے جائز رکھی گئی ہیں اور عیسائیوں کے یہاں صرف ایک نکاح کی اجازت ہی۔ اور گیارہ بیویاں آنحضرت صلعم کی تھیں اور حضرت عیسیٰ کی ایک بھی نہیں تو جتنا بھنساوہ توحید کی رو سے جلوت اسما میں ہوگا اُتنا ہی کمال اعلیٰ ہوگا۔ اگر سالک اسی بھنساوہ میں تجرد کرے جائیگا ہم لوگ چار ازواج تک کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ چار نکاح کی اجازت کیوں ہے محض شہوت رانی کی وجہ سے چار نکاح کی اجازت نہیں ہے بلکہ اِن چار تعلقات میں پھنسکر مجرد رہنا مقصود ہے اور تجرّد کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تعلقات کو چھوڑ بیٹھے بلکہ تجرد کے معنی یہ ہیں کہ عین تعلقات میں اُن تعلقات سے مجرد رہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور ایسی سخت ابتلا اور جکڑ بندی میں مجرد رہنا آسان نہیں ہے جب تک سالک اپنے ہر خطرہ اور ہر رفتار کو منجانب اللہ نہ دیکھے گا۔ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست ایمنی از تو مہابت ہم ز تست

اور خطرہ نیک ہو یا بدوہ واردات قلبی میں سے ہر اسکو مہمان سمجھنا چاہیے اور اسکا منتظر رہنا چاہیے کہ بالآخر نیک کو ترجیح ہوتی ہے یا بد کو ؎

فوج لشکر ہاے احوالت ببین ہر یکے با دیگرے در جنگ و کین
می نگر در خود چنین جنگِ گران پس چہ مشغولی بجنگِ دیگران
تا مگر زین جنگ حقت واخرد در جہانِ صلح یک رنگت برد

marfat.com

اس تجرد کو چلیپا کہتے ہیں۔ اور اس سلوک یکرنگی سے جو ایک دید حاصل ہوتی ہے اُسکی ذات اُسی عطر مجموعہ خراباتی میں مندرج ہے۔ مغ کے معنی آتش پرست کے ہیں۔ اور ترسا لفظ رومی ہے اسکے معنی بھی آتش پرست کے ہیں مینا کے معنی شیشہ شراب کے ہیں۔ ہم ناسوتیات میں ہر چیز کو فانی ہوتے دیکھتے ہیں یعنی ہر چیز دوسری چیز میں مستحیل ہو جاتی ہے۔ استحالہ کی معنی یہ ہیں کہ ایک شے جب دوسری شئے ہو جاے تو اس دوسری شئے میں پہلی شے کا شائبہ باقی رہ جائے۔ تمامی اشیاء کی موجودیت موالید ثلثہ کہلاتی ہے۔ جن کا ترکب عناصر اربعہ سے ہوتا ہے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اگر بکدفعہ یہ عناصر اربعہ تحیل ہو جائیں تو کیا چیز بنے گی مثلاً پانی مستحیل ہو جاے تو خاک ہو جائیگا اگرچہ پانی اُسمیں ہے خاک تحیل ہو جائے تو ہوا ہو جائیگا اگرچہ غبار اُسمیں ہے۔ ہوا تحیل ہو جاے تو آگ ہو جاے گی اگرچہ اسکی لو نہ دکھائی دیتی ہو یہ آگ ایک جنس سے پیدا ہوئی ہے اور یہ وہ آگ نہیں ہے جسکو ہم دیکھتے ہیں کہ اسمیں ہوا شعلہ زن ہے۔ بلکہ یہ آگ وہ آگ ہے کہ جسکے اندر آتش و باد و آب و خاک تحیل ہے۔ پس اس حرارت کا نام حرارت عشقی ہے جو تمامی مخلوقات کی جامع ہے اسی واسطے حدیث قدسی میں کم فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی اس حرارت عشقی کو جب حرکت ہوئی اور لو نکلی تب آگ کہلائی اور وہ حرکت فی نفسہ ہوا ہے۔ لہذا ہوا بھی پیدا ہو گئی۔ ہوا اور آگ کے ملنے میں غلبہ بخار ہوا جو پانی ہو گیا پھر آگ اور ہوا اور پانی کے ملنے سے جو غلبہ آگ کا ہوا خاک ہو گئی۔ ان سے آفاق میں موالید ثلثہ ہوئی اور انفس میں طبائع ہوئی غرض کہاں تک طول دیا جاے اس عمیق نظر سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مغ یعنی آتش پرستوں کا الہ اگر آگ ہے تو بے محل نہیں ہے اگرچہ پست خیالی کی وجہ سے ہے پس مغ کے لفظ سے حضرات صوفیہ حرارت عشقی مراد لیتے ہیں جسکا دینے والا آفاق میں آفتاب ہے اور انفس میں پیر و مرشد ہے ؎ (حافظ)

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اور یہ مرشد عطر مجموعہ یعنی خرابات وحدت میں ایک ذات ہی جو وحدت ہی کی ذات ہوتا
ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہے مغ سے حضرات صوفیہ یہی اصطلاحی معنی لیتے ہیں جو لفظ
مغ کی سیمرغ جان ہے جس کا آشیانہ خرابات وحدت ہے۔ اور ترسا وہ سالک ہے
جو اس مغ پر فریفتہ ہے اور بسبب اتحاد وحدت کے جب مغ سے عینیت پاتا ہے یعنی مغ
کہتا ہے کہ انت انا تب یہ کہتا ہے کہ انا انت یعنی انا کنا کنا انا یہ فنا فی المرشد ہے۔ اور
فی الواقع فنا فی الرسول ہے اور حقیقتاً فنا فی اللہ ہے۔ اور یہ ترسا اپنی خودی سے مبرا ہو کر
یہ دیکھتا ہے کہ بجز وحدت حقیقی کے کسی شئے کا وجود نہیں ہے اور پھر اپنے آپ میں اپنا نیت
وحدت کا عقلاً و نقلاً و حساً ادراک کرتا ہے اور اپنے سے باہر کوئی چیز نہیں دیکھتا ہے
تب شدت حرارت عشق سے بیتاب ہو کر عین حرارت عشق کو حق جانتا ہے۔ اور اس حق
کو بجز اپنے وجود کے نہیں دیکھتا ہے۔ لہذا حضرات صوفیہ نے مظہر تام وحدت عشقی کو گبر قرار
دیا ہے یہ موحد عاشق کی دید ہے جس کے شعلہ انگیزیوں میں فانی اور باقی ہوتا رہتا ہے اور
ہر فنا اسکو ایک دوسرا وجود دیتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلما نضجت جلودھم
بدلنٰھم جلوداً غیرھا لیذوقوا العذاب[۱] عذاب مشتق ہے عذب سے عذب کے معنے
شیرینی کے ہیں۔ دیر قدسی وحدت یعنی مقام لاہوت کو کہتے ہیں جو سیمرغ بقا کا آشیانہ ہے
اور یہ خاص نسبت حضرت روح اللہ علیہ السلام کی ہے۔ اور جس سالک پر غلبہ تنزیہ ہوتا ہے
اسکے مقام کو بھی دیر کہتے ہیں۔ وحدت کے دو مراتب ہیں ایک مقام احدیت کہ جس میں
سالک ہمہ تن عین سرور ہوتا ہے یہ مرتبہ تنزیہی ہے اور دوسرا مقام واحدیت کہ جس میں
اعیان ثابتہ کی دید سے علم حضوری میں مست و سرشار و مالا مال رہتا ہے جس میں ہر شئے کی
روحانیت اپنی جلوہ گری سے شاد کام رہتی ہے اور ہر عین ثابت میں کل اعیان ثابتہ کا
علم دم نقد ہوتا ہے اسکو مینا کہتے ہیں۔ اور جام اس میناگری کے حصول صور کو کہتے ہیں

۱؎ جو کھال انکی اتر جاتی ہے ہم اسکے بدلے دوسری کھال چڑھا دیتے ہیں تاکہ چکھیں عذاب کے مزے ۱۲

marfat.com

جس کا مشاہدہ سویدائے دل وفوادے ہوتا ہے جن میں اعیان ثابتہ کے صور مجموعی طور بر بلا امتیاز ظاہر و مبرہن ہوتے ہیں مگر عاشق اپنے سوز و گداز عشقی میں اُنکی طرف تخاطب نہیں کرتا ہے۔ الا بضرورت کسی نے خوب کہا ہے ؎

جام ٹوٹا بت بدست کہ مینا ٹوٹا　　دل عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا نہ ٹوٹا

رجوع الی اللہ میں سالک جب تک گیان اور دھیان کرتا ہے حق اُس کی مراد ہوتا ہے اور وہ مرید اور جبکہ فنائے تام مرید کو اپنی مراد میں حاصل ہوتی ہے تب نامرادی کی وسیع میدان میں جا پڑتا ہے اور ایک عرصہ تک دیر قدس میں سرگرداں رہتا ہے پھر جاذبہ قدس سے نیا فیض اُسکو پہونچتا ہے تب نیا وجود اسکو عطا ہوتا ہے اور وہ مراد ہوجاتا ہے اور حق اُس کا مُرید ہوجاتا ہے اور ولقد کرمنا بنی آدم سے مشرف ہوتا ہے اور حق کی معیت بعینہٖ اسکو گھیر لیتی ہے۔ اور حق سے اسکو ولتصنع علی عینی کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔

خرد باشد از نیکوئی در آشفت　　ولتصنع علی عینی چرا گفت

کیونکہ انسان اپنے سویدائے دل کے سبب سے وجہ حقیقی کا خال ہے۔ اور میں نے سویدائے دل کو وجہ حقیقی کا خال اس واسطے کہہ دیا کہ خال کی تعریف بھی ہوجائے۔ جو آیندہ اشعار میں آوے گا۔ ورنہ مجموعی انسان مع خال کے وجہ حقیقی ہے اور وہ مُرشد عالم و عالمیان ہے ؎ (امام غزالی)

ماجامہ نمازی بسر خم کردیم　　وز خاک خرابات تیمم کردیم
شاید کہ درین میکدہ ہا دریابیم　　آن یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

صومعہ اُسکو کہتے ہیں کہ جس مقام پر مصلحت اندیشی و اعمال یعنی تعلیم و تعلم و تمیز نیک و بد و خودنمائی و خودستائی کا ہنگامہ عظیم برپا ہو اور میکدہ مقام محض بے اختیاری و تحمل کا نام ہے عالم گوید من چہ کنم عارف گوید او چہ کند ابتدائے رجوع الی اللہ میں بے اختیاری سے بحکم [illegible]

؎ اور وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک بڑھاتا ہے ۱۲

لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم استفادہ کرنا چاہیے ؂

چوں مصلحت اندیشی دور است ز درویشی — ایں سینہ پر آتش بہ ایں دیدہ پر آب اولیٰ

اور جب فانی ہو کر رنگ حقیقت میں باقی باللہ ہو جاتا ہے تب وہ مرید ہو کر باسم حق سیر باللہ کرتا ہے ؂

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون رو — رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولے

مگر یہ خدمت اُس کی عوام کی خدمت نہیں ہے بلکہ ذاتی خدمت بحکم تخلقوا باخلاق اللہ[1] ہے یعنی اس خدمت میں جو وجود ہر ذرہ کو عطا کرتا ہے وہی اس کی خدمت ہے

(حضرت صاحب)

اسے محض مطلق مست کہو کہ مقید آپ ہوا ہے وہ — وہی ایک ہے کہ بنا ہے دو نہ وہ مخفی ہے نہ پدید ہے

واضح ہو کہ توحید ذاتی محض فنا ہو جانے کو نہیں کہتے ہیں کیونکہ یہ ادھوری تکمیل ہے کہ محض لازمی ہے متعدی نہیں ہے بلکہ توحید ذاتی فنا فی اللہ ہو جانے کے بعد بقا باللہ کو کہتے کہ جس سے تخلیق عالم ہے یعنی احدیت توحید ذاتی نہیں ہے جو محض مستی ہے بلکہ وحدت توحید ذاتی ہے جو بمعیت نیستی یا احدیت ہستی واحدیت کے ساتھ ہست ہے اور یہ مرتبہ صوفی کامل کا ہے کہ جو بظاہر صومعہ میں تعلیم و تعلم کے لیے بمکاری اسماء کو ظہور و وجود دینے کے لیے بحکمت قدم رکھتا ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین[2] ؂

آستین بر روکشیدی ہمچو مکار آمدی — باخودی خود در تماشا سوئے بازار آمدی

اور باطن میں رند سیہ مست و پیر مغاں کے نام سے موسوم ہے ؂

حافظ جناب پیر مغاں جائے دولت ست — من ترک خاکبوسی ایں در نمی کنم

زہد محض طفلانہ تعلیم و تعلم کو کہتے ہیں جو ضرور اسماء کے لحاظ سے ہونا چاہیے مگر یہ سرمایہ نشاط بلوغ نہیں ہے ؂ (مولانا روم)

---

[1] اللہ کے اخلاق اختیار کرو ۔ [2] اور مکر کیا ان لوگوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے

marfat.com

خلق اطفال اند جز مستِ خدا   نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ایسے زاہد خالی از عشق و محبت کے لیے خود سورۂ یوسف میں جناب باری نے فرمایا ہے وکانوا فیہ من الزاہدین کیونکہ ایسا شخص اللہ جمیل ویحب الجمال کی قدر نہیں جانتا ہے۔ (رومی) ؎

یک شبی مجنوں بخلوت گاہ راز   گفت کای پروردگار بے نیاز

از چہ نامم تو مجنوں کردہ   عشقِ لیلیٰ در دلم چوں کردۂ

کردۂ خار مغیلاں بالشم   می بری شبہا بگردوں بالشم

تو چہ خواہی زیں گرفتاریِ من   از خدائے من ازیں زاریِ من

ہاتفش گفتا کہ اے مردِ غریب   در محبت کردم این غم را نصیب

عشقِ لیلیٰ نیست ایں کارِ من است   حسنِ لیلیٰ عکس رخسارِ من است

خوش نماید نالۂ شبہائے تو   ذوقہا دارم بہ یارب ہائے تو

گر عشقِ مجازی اعلیٰ ترین سلوک نہ ہوتا تو خود جناب باری رسول مقبول صلعم کو اپنا محبوب نہ بناتا۔ اور نہ خود اُن پر درود بھیجتا اور نہ ہم کو مع فرشتوں کے اُن پر درود پڑھنے کی ہدایت کرتا اور نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت زید پر اپنی شدت عنایت کا اظہار فرماتے اور نہ حضرت عائشہ صدیقہ سے آپ کو بشدت محبت ہوتی۔ ؎

آنکہ عالم مستِ گفتش آمدے   کلمینی یا حمیرا می زدے

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عشق مرد یعنی زید اور عورت یعنی حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ عین تحبیبِ الٰہی تھی اب ہم ان اشعار کی شرح پھر شروع کرتے ہیں مگر اس سے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ مرد یا عورت مظہر تام حقیقت ہے پس ملاحت جمال نامتناہی کا ظہور و اثر بجز صورت انسان کامل کے اور کسی نہج سے نہیں ہو سکتا ہے اور نہ تنزیہ میں

سلہ اللہ جمیل ہے اور دوست رکھتا ہے جمال کو ۱۲

marfat.com

اوس کا پتہ چل سکتا ہے لہذا اوس ملاحت کو بدرجہ تام یا مرد میں پائیے گا یا عورتیں

ملاحت از جہان بے مثالی　　در آمد ہمچو رند لا اُبالی

اِس ملاحت کے اِحسان کرنے والے کو عاشق رند کہتے ہیں اور نفس ملاحت کو حُسن و عشق کہتے ہیں

حسن جب مقتل کی جانب تیغ برّان لیچلا　　عشق اپنے مجرموں کو پا بجولاں لے چلا

سیر الی اللہ میں المجاز قنطرۃ الحقیقۃ ہے اور سیر باللہ میں سب حقیقت کی جلوہ آرائی ہے اور اسکا مظہر تام پیر و مرشد ہے جس کو پیر مغاں کہتے ہیں۔ اور زاہد بھی بسبب نزول حقیقت کے اس ملاحت سے حصہ پائی ہوئی ہے لیکن بسبب ریا کے اسکو بُرا سمجھ کر چھپاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا ہے کہ عوام خلائق سے اُس نے ان تلذذات کو تو چھپا لیا لیکن اللہ سے جو اپنی عینیت سے عالم الغیب ہے کیسے چھپا سکتا ہے۔ اسوجہ سے وہ ملاحت کے استفادہ سے محروم ہے

واعظاں کایں جلوہ بر محراب و منبر میکنند　　چوں بخلوت می روند آں کار دیگر میکنند

اور عاشق رند حقیقت کو عین مجاز اور مجاز کو عین حقیقت جانتا ہے بحکم وھو معکم اینما کنتم[1] اور اپنی قلب و جگر و روح و اصارت و بصیرت سے بعینہ حقیقت و مجاز کی باہمی عینیت کو ادراک کرتا ہے اور کوئی فرق مجاز و حقیقت میں نہیں کرتا ہے اور اپنی خودی سے جس کا فی الواقع وجود نہیں ہے بیک دفعہ کنارہ کرتا ہے اور جملہ اسمائے جلالی اور جمالی کے ذوات کو ایک ذات جان کر مثل خلا کے خالی ہو جاتا ہے اور عدمیت محصہ پر قائم ہو جاتا ہے اور اسکا قول یہ ہوتا ہے

بتان ماہوش اُجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں　　کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں
خدا رکھے محبت کو کیے آباد دونوں گھر　　میں اُنکے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

---

[1] اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو ۱۲

گلشن راز

ہمہ عالم چو یک خمخانۂ اوست | دل ہر ذرہ پیمانۂ اوست
دل اندر روے او یا اوست در دل | بمن پوشیدہ شد این راز مشکل

اس قدر بیان کرنے کے بعد اب ہم ان اشعار کی شرح کرتے ہیں جبکہ ناظرین کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ بجز معشوق مجازی کے کہ جو معشوق حقیقی ہے کوئی دوسری چیز نہیں ہے ؎

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ | زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

تاکہ ہم ناظرین کو ذرا شاہد بازی کا مزہ بھی چکھائیں اور معشوق مجازی کے نظارے سے معشوق حقیقی کا جمال جہاں آرا دکھائیں ؎

شراب و شاہد و شمع شبستان | خروش بربط و آواز مستان
مے و میخانہ و رندِ خرابات | حریف و ساقی و مردِ مناجات
گرو کردن بباده خویشتن را | نہادن برسرِ مے جان و تن را
خط و خال و قد بالا و ابرو | عذار و زلفِ پیچاپیچ و گیسو

شرابِ متعارف کے معنی یہ ہیں کہ خواہ مے انگوری ہو یا اور کوئی قسم ہو مسکرات سے کہ جس کی مستی سے بیخود ہو کر بے خطرہ ہو جائے۔ اور اس مستی سے لذت اٹھائے اور جب مستی کم ہو جائے تو پھر اسکی طلب ہو شاہد کے متعارف معنی یہ ہیں کہ کسی معشوق مجازی پر فریفتہ ہو اور اسکی سج دھج کلیۃً آپ ہی آپ بھلی معلوم ہو یا کسی شے پر فریفتہ ہو اور اسکا رنگ روپ ہر طرح پر آپ ہی آپ اچھا معلوم ہوتا ہو اور اسکی یافت یعنی وصال سے خرم و شاداں و فرحاں ہو۔ اور نایافت سے مغموم و سوزاں و گریاں ہو اور اسکی طلب میں ننگ و ناموس یا ملامت کی پروا نہو اور اس کی یافت کے صلہ میں جان تک دیدینے میں انکار نہو چاہے فسق و فجور سے بھی

marfat.com

اس طرح کی محبت ہو اور دنیا و مافیہا کی محبت کو اُس پر صدقہ کر دے اور اپنی معشوق کی مرضی کو سب پر مقدم جاننے۔ اور شمع شبستان کے مجازی و اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ شاہد سراپا ناز کے فراق کی شب غم میں اُس کی یاد سے وعدوں کی یاد سے دل میں جو اُمیدیں بندھتی ہیں وہ ہر اُمید شمع شبستان ہے جس سے دل و دماغ میں سوز اور آنکھوں سے آنسو اور دل سے آہ و نالے جو درد انگیز و حسرت خیز نکلتے ہیں اُسی کو خروش بربط کہتے ہیں اِس میں انداز شاہد مجازی سے شکوہ و شکایات کو بڑا دخل ہے جو تھوڑی سی دید بازی میں بوقتِ ملاقات ہو جاتی ہے ؎

اِک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا

بالجملہ خروش بربط و آوازِ مستان نہ فراق پر موقوف ہے نہ وصال پر دونوں ایک ہی چیز ہیں صرف اعتباری امتیاز ہے ؎ حافظ

گفت ما را جلوۂ معشوق بر ایں کار داشت گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست

مے زیادہ تر اُس مستی کو کہتے ہیں جو معشوق مجازی کی یاد میں با امید وصال یا وصال کے سرور سے ہوتی ہے اور اُس وقت ایک حالت محبوبیت معشوق و عاشق میں بسبب مستی کے بیخودی کی پیدا ہوتی ہے یہ نہ پیمانہ ہے اور اُس یافت معشوق مجازی سے شکریہ معشوق حقیقی کا ایسا عظیم اور لطیف اور تہ دل سے ادا ہوتا ہے کہ جو معمولی زاہد کو بسبب حجاب تعظیم و تکریم کے جسکے واسطے خوف لازمی ہے کبھی حاصل نہیں ہو سکتا اور اس مقام پر دو قسم کے امر و مناجاتی ہوئے ایک زاہد خشک محض دعا کرنے والا دوسرا رند عاشق تر جو واقعی حقیقی طور پر اپنے مطالب کی کامیابیوں پر خواہ وہ کیسی ہی اچھی یا کیسی ہی بُری ہوں شکر ادا کرنے والا ہے۔ اور زاہد خشک میں ریا کا لگاؤ ہوتا ہے جس سے فی نفسہ قلب میں تاریکی آتی ہے۔ اور اُس فاسق میں چونکہ ریا کا لگاؤ نہیں ہے اِس سے قلب میں فی نفسہ روشنی آتی ہے۔ اگرچہ وہ زاہد ظاہر میں معظم و مکرم ہے لیکن باطناً یہ عاشق مقدم ہے۔ اِس عاشق بے تکلف کو رند خراباتی

marfat.com

خراباتی کہتے ہیں کو جو مناجاتی کا مقابل ہے ؎

سوتے ہوئے جاگیں گے رندان خراباتی
راتوں کو نہ ہو حق کرو اوشیخ مناجاتی

حریف وہ لوگ ہیں جو اپنے ہم مشرب لوگوں کے ساتھ ایک خمخانہ سے ایک ہی وضع پر شراب خواری کرتے ہوں اور ایک ہی شاہد کی گردش پیمانہ سے شراب پینے کا سرور حاصل کرتے ہوں اور اس شاہد یا شخص کو جس کے پیمانہ سے حریف شراب پیتے ہیں ساقی کہتے ہیں یہ حریف اس درجہ شاہد بازی و محبت ساقی میں منہمک ہوتے ہیں کہ بجز مستی کے اور کسی نیک و بد کی پروا نہیں کرتے اور جوں ہی کہ نشہ نے کم ہو کر خمار کی رنگت پکڑی دہیں ساقی نے بے شمار کیئے دوسرا پیالہ شراب کا دیدیا جو سر خمار کی سرگرانی سے خم کے نیچے سے اُٹھا تھا وہ پھر اُسی خم کے نیچے جا پڑا یعنی جو ذرا ہوش آیا تھا اُس نے پریشان کرنا شروع کیا تھا کہ پھر بیہوشی کے غلبہ کے خفقان کے فکر کوب سے اُسکو آرام دیدی۔ اور بلا لحاظ اِسکے کہ یہ سب مستی باعث فنائے تندرستی اور موجب آبروریزی ہے اُسکو شراب پینے ہی سے کام ہے ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ اُسنے اپنے آپ کو مے کے لیے رہن کردیا اور شراب خواری کی وجہ سے اپنے دین و ایمان کے جانے اور جان و تن کے ضائع ہو جانے کی اُسکو پروا نہیں ہے۔ اور معشوقِ مجازی کے خط سے مُراد عنفوان شباب میں چہرہ پر داڑھی اور موچھوں کا سبزہ آغاز ہونا ہے۔ اور چہرہ پر صباحت میں جو سیاہی خال کی معلوم ہوتی ہے وہ اگرچہ سیاہ ہے اور صباحت میں دھبہ لگاتی ہے مگر چونکہ صباحت کی تمیز اِس خال کی سیاہی سے ہوتی ہے۔ لہذا وہ خال ایک نئے طرح سے اوس صباحت کو ملاحت بخشتا ہے کہ بغیر اُسکے صباحت پھیکی معلوم ہوتی ہے۔ اور معشوق مجازی کے قدِ بالا سے مراد اعتدالی راست قامتی کا حسن فطرتی ہے کہ بلا لحاظ رنگ و روپ کے معشوق مجاز آپ ہی آپ تمام ہر عضو سے بھلا معلوم ہو اور یہ سمجھ میں نہ آئے کہ کیوں بھلا معلوم ہوتا ہے اور اسکی علت کیا ہے آبرو اسکو کہتے ہیں جو معشوقِ مجازی کے چشم سُرمہ سا کے اوپر اپنی حجابات سے اُسکو گھیرے ہوئے نظر بد سے بچاتی ہے اور بوقت ضرورت خود کمان ہو جاتی ہے اور اپنی

marfat.com

پلکوں کے تیر سے دل عشاق کو چھلنی کر ڈالتی ہے کہ جسکی آواز ہے اور نہ اسمیں کشش دگوشش ہے
اور اسکی خبر بجز اُس خستہ دل عاشق کے کسی کو نہیں ہو سکتی عذار معشوق مجازی کے رخساروں کو
کہتے ہیں جو اپنی شدت لطافت کی وجہ سے رازہائے مخفی ہر کہ دمہ کو ظاہر کر دیتے۔ یعنی
ہر کہ ومہ آپ ہی آپ فریفتہ ہو کر اپنے جان و دل سے اُن پر قربان ہو جاتا اور ان کا بوسہ لیتا
اگر زلف پیچاپیچ کی ناگنیں اور گیسوے پرخم کے مار سیاہ لٹک کر رخساروں کا حجاب نہ ہو جاتے
زلفوں اور گیسوؤں کا حجاب ہونا یہ ہے کہ وہ خود باوجود سیاہی اور پیچیدگی کے نفس سیاہی و
پیچیدگی سے عاشق از خود رفتہ کو اس طرح اپنے آپ میں مشغول کرتے ہیں کہ رخساروں کیطرف
رُخ کرنے کے سبب اُن کے درمیان میں حائل ہونے کی فرصت نہیں ملتی۔ اور ان مار سیاہ کے
خوف سے نظر کو قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہیں پڑتی پس لامحالہ عاشق کی یہ حالت دیکھکر
کہنا پڑتا ہے کہ اسکو سانپ سونگھ گیا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ اول ہی وہلہ میں معشوق مجازی
پر نظر پڑنے سے زلف و گیسو ایسے بھلے معلوم ہوتے ہیں کہ رخسار تک نظر پہنچنے کی نوبت نہیں
آتی اور معشوق کی یہ کیفیت ہے کہ وہ بوسہ کا منتظر ہے کیونکہ بہرحال اسکو بوسہ ہی سے لذت ہے اسکو
اسکی کیا خبر کہ عاشق کے دل پر سانپ لوٹ رہا ہے اُسکو بوسہ لینے کی طاقت نہیں ہے۔ تب وہ
معشوق بے پروائی کرتا ہے بے اعتنائی کرتا ہے متوجہ نہیں ہوتا ہے بولتا نہیں ہے۔ اور جو
بولتا ہے تو بجز دشنام کے اور کوئی بات نہیں ہوتی اس دشنام کی لذت کو عاشق کیا سمجھے
کہ دہن معشوق سے گفتگو کی چاشنی بسبب دام زلف کے پھنس جانے کے اُس نے حاصل ہی نہیں کی
ہے۔ کیونکہ اسکی رسائی بوجہ آشفتہ سری و بیہوشی و سرشاری کے دہن تک نہیں ہوئی ہے۔ اور
زلف معشوق نے وہ طوالت اختیار کی ہے کہ ایک سر سے بڑھکر کمر تک لٹک آئی ہے جس کی
چاہ عدمیت کی آشیانہ میں عاشق غلطاں و پیچاں ہے۔ اور خود اپنا پتہ اسکو نہیں لگتا ہے جب کمر ہی
میں پھنسا ہے تو قد بالا کی نظارہ حسن و جمال سے کیونکر مالا مال ہو۔ اب ہم ان الفاظ کی شرح
میں بحکم المجاز قنطرۃ الحقیقۃ الفاظ کے مجازی معانی سے حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

marfat.com

شراب کے مجازی معنی تو بیان ہو چکے کہ بیخودی سے لذت حاصل کرنا۔ اب عارف کو یہ سوچنا چاہیے کہ بیخودی سے لذت کیوں حاصل ہوتی ہے تو حقیقی معنی معلوم ہونگے بے خودی سے لذت اسواسطے ہوتی ہے کہ سالک اپنی جزوی خودی سے نکلکر کل الکل ہو جاتا ہے یعنی اپنے مبدا سے مل جاتا ہے عیشہ کعیش اللہ کیونکہ مبدا اُسکا سواے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے اور جزوی خودی جو بسبب حجاب تعین کے قائم ہوئی ہے وہ اعتباری ہے اس واسطے سالک کی جو ل نہیں بیٹھتی ہے لہذا اوسکی خودی باعث بے چینی و بیقراری ہوتی ہے ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

خودی کی حالت میں حساب وغیرہ کی دھر پکڑ ہے اور بیخودی میں کچھ نہیں ہے ہاجڑے گاؤں سے خراج نہیں لیا جاتا بہر حال یہ بیخودی ہی کا فیض ہے جس سے انسان خود کنز مخفی ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنے متعلق حق تعالی فرماتا ہے کنت کنزاً مخفیاً اب وہاں فرق کہاں رہا کہیے کہ مجازی بیخودی حاصل کرنے کو ہم نے مے انگوری یا اور کوئی شراب پی لی اب کنز مخفی ہونے کے لیے شراب کہاں سے لائیں جو حقیقی بیخودی حاصل ہو۔ ہم کو اس شراب حقیقی کی تلاش کے لیے دو عالم میں یعنی انفس اور آفاق۔ آفاق میں ہم کو معلوم ہے کہ ہم کبھی نہ تھے۔ اب ہیں۔ کبھی نہ ہونگے۔ جب نہیں تھے تو ہمارے لیے دنیا مافیہا کچھ نہ تھی اب ہیں تو ہم چونکہ نہ تھے۔ لہذا ہم تو کوئی چیز لائے نہیں تو جو کچھ کہ ہمارے پاس ہے وہ کسی کا دیا ہوا ہے کیونکہ اگر ہم لائے ہوتے تو ہم کو اُسکی حقیقت معلوم ہوتی اور جب نہ رہینگا تو جس نے دیا ہے وہ لے لیگا تو دینے والا نہ دینے کے وقت محسوس ہوا اور نہ لینے کے وقت۔ اب اگر ہم کہیں کہ ہم نے یہ عمل کیا اور ہم خالی ہاتھ نیکو کار ہیں یہ نہایت بیوقوفی کی بات ہے۔ اس واسطے ہم کو دینے والے اور لینے والے پر چھوڑ دو اور اس دینے والے اور لینے والے کی یاد میں جو بے کیف و بے رد و بے جہت ہے۔ بجز دمو کر بے صورتی کی شراب طہور سے مست رہو۔ یہ شراب حقیقی آفاقی ہے کہ جسکی مستی سے بظاہر کل عوالم انسان کے نظر حق بین سے نیست ہو جاتے ہیں اور حقیقتاً انسان کل عوالم پر حاوی ہو جاتا ہے۔ یعنی ذرہ سے لیکر مع کل اجسام و اجرام سماوی کے

marfat.com

جسمیں آفتاب وماہتاب بھی داخل ہیں بلکہ اسفل السافلین سے اعلی علیین تک جسمیں انس و جن شیاطین وملائکہ وجملہ خبیثات وطیبات۔ سعد ونحس۔ حجر وشجر۔ طیور ووحوش بحر وبر۔ ملک وملکوت۔ نجوم وسیارہ افلاک مع منازل وبروج۔ دوزخ وبہشت واعراف سدرۃ المنتہیٰ ولوح وقلم۔ کرسی وعرش جسم کل وشکل کل وہباء۔ نفس کل وعقل کل مع ملائکہ عالین رفرف ید قدرت قدیم وحادث۔ ازل وابد عدم ووجود۔ جہل وعلم۔ فنا وبقا۔ حی وحیات علیم وعلم قدیر وقدرت۔ مرید ومراد۔ سمیع ومسموعات البصیر ومبصرات۔ کلیم ومتکلمات غفور وغفار باجملہ نود ونہ نام جو حسب ذیل ہیں۔ داخل ہیں مع اپنی صفات کے (نود ونہ نام اسمای پاک حق تعالیٰ

الرحمٰن	الرحیم	الملک	القدوس	السلام	المومن	المہیمن
العزیز	الجبار	المتکبر	الخالق	الباری	المصور	الغفار
القہار	الوہاب	الرزاق	الفتاح	العلیم	القابض	الباسط
الخافض	الرافع	المعز	المذل	السمیع	البصیر	الحکم
العدل	اللطیف	الخبیر	الحکیم	العظیم	الغفور	الشکور
العلی	الکبیر	الحفیظ	المقیت	الحسیب	الجلیل	الکریم
الرقیب	المجیب	الواسع	الحلیم	الودود	المجید	الباعث
الشہید	الحق	الوکیل	القوی	المتین	الولی	الحمید
المبداء	المعید	المحی	الممیت	الحی	القیوم	الواجد
الماجد	الواحد	الاحد	الصمد	القادر	المقتدر	المقدم
المؤخر	الاول	الاخر	الظاہر	الباطن	الوالی	المتعالی
البر	التواب	المنتقم	العفو	الرؤف	مالک الملک	ذوالجلال والاکرام
المقسط	الجامع	الغنی	المحصی	المغنی	المانع	الضار
النافع	النور	الہادی	البدیع	الباقی	الوارث	الرشید الصبور

marfat.com

اور اس مجموعہ کا نام باعتبار صمدیت کے اللہ ہے اور اس اللہ کا نام احد ہے اور اس احد کا نام ھو ہے یعنی ھو کے وجود کے آگے یہ عالم مع جملہ اسمار حق کے گویا معدوم ہیں یعنی کل اسامی حق اس ھو کے اندر مندرج ہیں اور بسبب اندماج الکل فی الکل کے ھو ہر اسم ھو رہا ہے اور ہر اسم ھو ہو رہا ہے۔ یعنی ہر اسم مثل ھو کے کل الکل ہے۔ جیسے قطرہ دریا میں مل جانیکے بعد بلحاظ مثال نفسی اور حباب دریا میں مل جانے کے بعد بلحاظ مثال آفاقی کل الکل ہو جاتا ہے۔ اور وہی کل الکل اپنی حرکت و تموج سے پھر قطرہ و حباب ہو جاتا ہے اور قطرہ اور حباب کل الکل میں کل الکل کا ذاتی فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور وہ کل الکل تموج اور قطرگی میں بسبب اپنے کمال جامعیت کے جزء الجزء کا ذاتی فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور اس کل الکل اور جزء الجزء استفادہ ذاتی کے آگے کل الکل اور جزء الجزء فانی و معدوم ہو جاتی ہیں اور ایک وجود رہ جاتا ہے اور جو بالکل بے کیف اور بے رد اور بے جہت و بے این و بے شین و بے مکان اور بے صورت اور بے شکل اور بے جوہر اور بے عرض ہے جسکے آگے سب معدوم ہے اور اس وجود کیواسطے کہیں جگہہ نہیں ہے وہ وجود عدم العدم ہے یعنی غیب الغیب ہے جسکے ماننے سے چارہ نہیں ہے چاہے عقل سے اُسکی کتنی ہی تکذیب انسان کرتا چلا جائے اور اس وجود کا ادراک انسان کی نادانی کیا ہے جو انفسی ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ اس وجود کا ادراک انانیت انسانی نے نہیں کیا ہے کیونکہ ایسے وجود کا ادراک ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اگر آپ کے انا نے اس وجود کا ادراک نہیں کیا ہے۔ تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ وجود غیر مدرک ہے بس ادراک تو ہو گیا اور جس طرح سے اس وجود کے مقابلہ میں کل مذکورہ بالا چیزیں فانی ہو گئیں۔ اُسی طرح پر اس انا کے مقابلہ میں وجود فانی ہو گیا اب یہ انا انفسی ہے۔ جس کے حصول و کامیابی پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ لا احب الافلین اور جس کی نسبت جناب باری نے فرمایا کہ انی انا اللہ لا الہ الا انا یعنی نفس انا۔ اس تحدید سے توحید ابراہیمی و توحید موسوی ایک ہو گئی۔ اور اس تحدید کی مؤید یہ حدیث قدسی ہے کہ ان فی جسد ادم لمضغۃ و فی المضغۃ فو اد و فی الفواد روح و فی الروح سر و فی السر خفی و فی الخفی اخفی و فی الاخفی انا

marfat.com

عطار

ہر کہ نادیدہ نامِ اُو گوید　　مشرک ست و فضول و ناہموار
ہر کہ از وے نزد انا الحق سر　　او بود از جماعتِ کفّار

حضرت سرمد

بگذر زمقامیکہ خدا ہم حرفی ست

پس اس شرابِ حقیقی کا جو آفاق میں وجود ثابت ہوا ہے وہ بھی منجملہ ذوات مجموعہ عطر خراباتی کی ایک ذات ہے مگر آفاقی ہے۔ اور جو اِس تحریر میں اناء کا وجود ثابت ہوا ہے کہ جس نے اس آفاق کو ذات میں مندمج کیا ہے۔ اُسی طرح نفس کی ذات بھی یہ اناء ہے۔ جس نے اس اندماج کو ظاہر کر کے اپنے وجود کی ثابت کی ہوئی ذات دکھائی ہے کہ یہ اناء نفسی مجازی اسمِ آخر حق کی عین ہویت آفاقی حقیقی اسمِ اول حق ہے۔ اور کل ظاہر اسم مجازی د آخر کا عین باطن اسم حقیقی اول ہے۔ اور اس مجوعہ کا نام الوہیت ہے۔ پس یہی مجاز ہے۔ جو حقیقت سے بڑھا ہوا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ عالم میں آپ جو چاہیں کریں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔ اور اگر کوئی روکنے والا نکلے گا تو یہی مجاز کیا یہ بلا وجہ ہے ہے اگر یہ بات واہی اور حقیقی نہ ہوتی تو باوجود نزول سخت احکام شرعیہ کے اور اسماء تبائنہ کی ممانعت کی اور قہاری حقیقت کے انسان کو یہ عرضہ نہوتا۔ کہ کوئی معصیت بھی کر سکے انسان کو عرضہ معصیت کا اِسی وجہ سے ہے کہ ؎ حافظ

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش　　کہ جز تو نیست اے مردِ یگانہ
وجود ما معمائیست حافظ　　کہ تحقیقش فسوں است و فسانہ

اب اس اناء کی یافت میں جگر خون ہے۔ باوجودیکہ حاصل ہے اور چونکہ اس کی یاد کرنا تحصیل حاصل ہے۔ لہذا حکم ہے۔ یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ کیونکہ آدمی یاد کرنے سے تفرقہ میں پڑ جاتا ہے اسی اناء کی وجہ سے حق تعالیٰ کا کلام مکمل اسوقت ہوا

marfat.com

کہ جب نفس میں رسول اللہ صلعم کی زبان سے نکلا اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی کتابیں بمقابلہ قرآن فرقان کے کمتر سمجھی گئیں کہ آفاق یعنی وجود کے کسی چیز کے ذریعہ سے آئی تھیں جسکو ہم بمقابلہ اس نار کے فانی کر چکے ہیں۔ یہ مراقبہ اور اسکا حال وہ شراب ہی جس کو کہا ہو وسقاھم ربھم شرابا طھورا۔ بالجملہ نفس یعنی آدم مبداء و معاد ہے قدیم و حادث ہے وجود و عدم ہے ازل و ابد ہے اور جہاں تک سوچتے چلے جائیے۔ یہاں تک کہ آپ کی سمجھ بھی ختم ہو جائے وہ انسان مع اس سمجھ کے ختم ہو جانے کے سب کچھ ہے۔ اگر آدم کی کسی صفت مجازی کو آپ ناقص یا برطرف کر دیں گے۔ تو آپ نے اپنے خیال میں اس قدر خدا کو ناقص و برطرف کر دیا اور جس قدر ناقص و برطرف کر دیا اُسی قدر تلذذ غائب ہو گیا اور حقیقت ناتمام رہ گئی اور یہ ہو نہیں۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ علی العموم ہر ہر انسان حق ہے اور اسمیں انسان کامل یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبب اعتدال اسماء کے تمامہ و بعینہ حق ہیں اور یہی معشوق حقیقی ہے جسکو شاہد کہتے ہیں بلا شاہد حقیقی یعنی رسول اللہ صلعم کی راہ نہیں ہے۔ اور آپ اللہ جمیل و یحب الجمال کے پورے پورے مظہر ہیں اور دیگر اشخاص بھی پورے مظہر ہیں لیکن بفرق مراتب اور بسبب عدم اعتدال کے آنحضرت سے مرتبہ میں کمتر ہیں مگر چونکہ عالم میں ہر شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے لہذا ہر شخص جو کسی معمولی مرد یا عورت پر عاشق ہوتا ہے۔ وہ باطناً و معناً آنحضرت ہی پر عاشق ہوتا ہی۔ کیونکہ وہ اسی مجموعہ عطر ملاحتی سے تازہ مشام ہے جو آنحضرت کے انار کا ہے۔ اور اُسکو آپ ہی کے انار کا عشق ہے اب یہاں پر کوئی تفرقہ باقی نہیں رہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ ہی پر عاشق ہو تو عشق حقیقی ہے بلکہ اگر ایک چماری پر بھی عاشق ہو تو بھی عشق حقیقی ہے اور آں حضرت اور خدا کا عشق ہے یہی شاہد مشہود ہے اور یہی مشہود شاہد ہے۔ اب اس شاہد و مشہود و شاہد کی دید اگر انھیں حواس خمسۂ ظاہری سے ہوگی۔ تو اکمل و اعلیٰ درجہ کی ہوگی لہذا پہلے حقانی مجازی کے عاشق کو خون رُلا کر دریائے آتشین عشق میں غوطہ دیتے ہیں۔ اور تحت الثریٰ عدمیت میں فانی کر کے کر کے سلسلۂ عدم کو پہونچا دیتے ہیں اور

marfat.com

جب عدمیت میں اُسے نہیں ملتی تب پھر اُسی پائیں میں لاڈالتے ہیں تاکہ وہ دوبارہ مسل دیا جائے اور اسقدر فنا ہو کہ معراج ناف تک یعنی کمر تک پہونچکر عین عدمیت کو وجود جانے اور اوپر ترقی کرے اور بچپن میں پستان مادر سے شیر معرفت پیے اور پھر عدمیت کمر تک واپس بھیجا جائے تاکہ اس کی سمجھ میں آجائے کہ یہ شیر نوشی حصول لذت معرفت حق کے واسطے ہے اور پھر عروج کرے اور جس طرح سے کہ پلے حنائی نے اُس کو مسلا تھا اب وہ بزور وقوت عرفان بحالت بلوغ پستان حقیقت کو مَسل کر آگے چل کھڑا ہو لیکن آگے پتہ نہیں لگتا ہے کہ کدھر جائے اور کہاں جائے ؎

کسی ندانست کہ منزلگہ مقصود کجا ست این قدر ہست کہ بانگ جرسی می آید

ذہن گومگو میں ہے اور چاہِ زنخدان راہ میں آوازیں مختلف سنتا ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کس کی آواز ہے۔ اور کہاں سے آتی ہے اور اس آواز کا مفہوم کیا ہے اور کس آواز کو سچی جانے اور کس کو جھوٹی کبھی داہنی طرف والی آواز کو ملکوتی سمجھتا ہے اور بائیں طرف کی آواز کو شیطانی لیکن پھر متحیر ہوتا ہے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کس کو پکڑے اور کس کو چھوڑے۔ سخت حیران ہو کر کہتا ہے کہ معشوق کی وعدہ خلافی کی یہی تعریف ہے ؎

پھر اُس کیسی پاس آئے ظالم وعدے ہزاروں آنا جانا

آخر کار سب وعدے وعید برطرف کر کے ان سب آوازوں کو ایک اپنے ہی ذہن سے سُنکر اپنا ہی یقین ہوا کہ کوئی آواز بیرون ذہن نہیں ہے۔ اور اپنے ہی رنگ میں آپ ڈوب کر آگے کا راستہ لیا۔ وہاں ظلمت ظلوم وجہول نے سدرہ جسم و سدرہ رخ پر اپنی تاریکی پھیلا رکھی تھی۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ[1] یعنی زلفِ سیاہ سے بال بال بندھا تھا اُسکے اندر چشم غماز نے آنکھیں دکھائیں بے اعتنائی اور غمزۂ نے جلوہ آرائی کی کمان ابرو نے تیر نظر کی بوچھار کر دی

---

[1] جب کہ چھا لیا تھا سدرہ کو جس چیز نے کہ چھا رہا تھا ۔

ایک ایک ادا نے قتل کیا ایک ایک انداز نے مارا ایک ایک ٹھوکر نے جلایا۔ آتش رخسار کی شعلہ انگیزی نے خرمن ہستی کو خاکِ سیاہ کر دیا انجام کار بجز سوختی کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔ جاذبۂ عشقی نے لذت سوز و درد سے خوشوقت ہو کر نغمہ سنجی کی ؎ (سعدی)

کہ واردایں چنین عشقے کہ در عشق تو من دارم ۔ شرابم خون کبابم دل ندیمم درد نقلم غم

وہمی تفرقہ نے دھمکایا رولایا مطلوب کی یاد میں غلطاں و پیچاں کیا۔ کچھ حاصل نہ ہوا معلوم ہوا کہ ؎

تراب اس کا فراق و وصل یوں ہی ہے نہیں کچھ اصل

ملے گا کون ہم سے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا

جاذبۂ مرشدی سے بسبب محبت کے ہاتھ سے بے ہاتھ نہ دیکھا گیا اور انھیں حضرت عشق کے ہاتھوں بے چین ہو کر تعینات وہمی کے گیسوئے سیاہ کو رخ زیبا سے ہٹا دیا

رباعی

گر عشق نہ بودی و سرِ عشق نبودی ۔ چندیں سخن نغز کہ گفتی کہ شنودی

گر باد نبودی سر زلفش کہ ربودے ۔ رخسارۂ معشوق بہ عاشق کہ نمودی

پھر کیا تھا اپنا ہی وجہ وجہ اللہ نظر آیا اور اپنے ہی منھ سے بیساختہ یہ آواز نکلی کہ ؎

مہندی ملکر بے چوٹ مرجان پر ۔ ہاتھ لانا نگار کیا کہنا

اور پھر اپنے ہی سویدائے دل سے بے صوت و بے حرف یہ سنا کہ ؎ (عرشی)

ما و شما در خیال ما و شما بودہ ایم ۔ پردۂ ما و شما پردۂ ما و شما

اور معلوم ہو گیا کہ انسان ہی نفس حق ہے وہم کے دور ہو جانے پر اور تلوین سے تمکین آجانے سے ہی انسان جب مطمئن ہوتا ہے۔ تو خطاب ہوتا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جنت

marfat.com

حق میں مسرور ہو کر بمقام صدق فائز ہوتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر گردا ویا کہ ایسے مقام قرب میں بھی وصل عریاں نصیب نہوا ہے

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت   چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اس گندم نمائی و جو فروشی کی چوٹ نے مینائے دل کے سو ٹکڑے کر دیئے جس کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوا کہ قلنا اھبطوا منھا کا آوازہ بلند ہوا اور اسفل السافلین طبیعت میں اعلیٰ علیین سے پس پشت بھیجا گیا تاکہ چہرۂ خندان شمع سے خرابات میں وصل عریاں نصیب ہو ہے

بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ   کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

اور وصل عریاں سے مرد مناجات ہوا۔ اور عشق مجازی عین عشق حقیقی ہوا۔ اگر اس طرح پر ازالۂ بکارت سالک کا نہوتا تو تفرقہ کی وجہ سے نہ اتحاد حقیقی نصیب ہوتا اور نہ بحنت بدکردار و براعمال ہو کر ایسی مکمل مناجات شمع شبستان کے استفادہ کیلئے اس سے ہوتی کہ جو آتش رخسار گل کا حقیقی وصلی نتیجہ ہو

بدہ ساقی آن بکر مستور رست   کہ اندر خرابات دارد نشست

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن   مرید مے و جام خواہم شدن

فراق کا نام دوزخ ہے۔ اور وصال کا نام جنت۔ اور یہ دونوں چیزیں اور سب کچھ اسی انسان کامل یعنی اسم آخر جناب باری میں بر وجہ کمال موجود ہے۔ اسکا ہر ہر عضو اسکی ہر ہر صفت ایک ایک عالم ہے جو اپنی اپنی ذاتوں سے اسی عطر مجموعۂ خراباتی مذکورہ بالا کی ذات میں مندرج و مندمج ہے اور وہ خرابات جیسا کہ کل الکل اپنی ذات میں ہے ویسی ہی کل الکل جملہ ذوات میں ہے اور ہر ذات جیسی کہ کل الکل اپنی ذات میں ہو ویسی ہی کل الکل خرابات کی ذات میں ہے اور یہ قیامت راست قامتی معشوق حقیقی سے برپا ہوئی ہے جو قیامت صغریٰ بھی ہے۔ اور قیامت کبریٰ بھی قیامت صغریٰ اس معاملہ میں عین قیامت کبریٰ ہے۔ اور

ہے ہم نے کہا اتر جاد یہاں سے ۱۲

قیامت کبریٰ عین قیامت صغریٰ ہے جیسا کہ فرمایا کہ من مات فقد قامت قیامتہ اس شاہد مجازی حقیقی کا کیا کہنا ہے ہر عدمیت میں موجود ہے ہر موجودیت میں معدوم ہی جب موجود ہے۔ توکل یوم ھو فی شان ہی اور جب معدوم ہے تو کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور وہ ذوالجلال والاکرام یہی سالک صاحب ہیں جو اپنی فطرت عبودیتی کی جامعیت سے سربسجود ہیں اور ہر سجدہ اُن کو نئی فنا اور نیا وجود دے رہا ہے ۔ (جذب ہے)

اہل نیاز ہیں جناب کوے صنم میں باریاب ۔ سجدہ کیا تو لاجواب سہی زمین کا ہو رہا

اور یہ سجدہ سالک کہاں کرتا ہے۔ مسجد قصیٰ میں جو انتہائے مسجد ہے اور وہ انتہائی مسجد جسم انسان مع جملہ اعضا و جوارح کی ہی جسمیں آفتاب عنقائے مغرب اپنی شدت بے رنگی و بے کیفی و لامکانی سے غروب ہو کر بروجہ کمال طلوع ہوا ہے۔ اس انسان اور تعین مجازی کو شاہد حقیقی کہتے ہیں۔ اب میں اس شاہد مجازی حقیقی کی ایک ایک صفت اور ایک ایک ناز و انداز کو اور اس کے غنج و دلال و اعتنا و بے اعتنائی کو مرشد قرار دیکر اوس کی معاملہ داری بیان کرتا ہوں جو فی الواقع قابل معاملت ہے کیونکہ بے معاملہ داری کام ٹھیک نہیں بنتا گھر میں بیٹھے ہوے کوئی چیز نہیں آئے گی جب تک بازار سے خرید نہ لاؤ۔ غرض عطار

همہ عشق ست اندرین مصحف ۔ همہ وصل ست اندرین گفتار
همہ شوق ست اندرین صفحہ ۔ همہ ذوق ست اندرین طومار
قلم از راستی بدست آور ۔ بر در قہاے جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن این را ۔ تا بہ جانت از بہر آزار
لیک باید کہ کار فرمائی ۔ ورنہ خون خورد دلت ہیچ کار

آپ جانتے ہیں کہ کلی جس وقت تک کھلتی نہیں تو اگرچہ عمدہ اور دلفریب ہو لیکن اوس میں وہ

---

۵۱ جو مرا اسکی قیامت قائم ہو گئی ۱۲ ۵۲ وہ ہر وقت نئی شان میں ہے ۱۲

marfat.com

بو پائی نہیں ہوتی جو کھلنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور جب تک کنت کنزاً مخفیاً ہے تو کلی ہر اور جب فاجببت ان اعرف ہی تو کھلا ہوا پھول ہے جو مہک رہا ہے۔ اور اوس کی واقعی و حقیقی و تمامی لذت اسی ناسوت یعنی مجاز میں ہے جو بلا بہشت عدن سے پھینکے جانے کے نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ جماع معمولی چیز نہیں ہے جس کی لذت میں ہر کس و ناکس کو شہوت رانی سے ابتلا ہے۔ بلکہ جماع ناسوتی عین جماع حقیقی ہے جس سے کوئی شے علوی یا سفلی چھوٹ نہیں گئی ہے بحکم ھُنَّ لباس لکم وانتم لباس لھن[۱] بلا تفرقہ و بلا خیال تفرقہ جسمانیہ حقیقت سے یکتائی اور اتحاد ہے اور وصل عریاں اور وصال صورتاً نقد حال وقت سالک ہے ؎

عورت آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا — سب سے بیگانہ ہے ای دوست شناسا تیرا
دید لیلیٰ کے لیے دیدۂ مجنوں ہے ضرور — میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

کیونکہ مجاز میں محض اتحاد ہے اور تفرقہ غائب ہے۔ لہذا کبھی مردِ مجنوں عورت لیلیٰ ہے اور کبھی عورت لیلیٰ مردِ مجنوں ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اس اتحاد سے کبھی لڑکی پیدا ہوتی ہے اور کبھی لڑکا۔ اور بزِ خلقت میں مرد آدم سے حوا ہوئیں اور عورت مریم سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے یہی حقائق اور معارف ہیں یہی عشقبازی ہے یہی مناجات ہے یہی توبہ ہے اور یہی استغفار ہے نہ اپنا اور چھور ہے اور نہ حقیقت کا پتہ ہی جب اپنا پتہ نہیں پاتے ہیں حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب حقیقت کا پتہ نہیں پاتے ہیں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں جب اپنے آپ کو دیکھتے ہیں یہ حقیقت ہے اور جب حقیقت کو دیکھتے ہیں تو یہی ہم ہیں گئے ایں آں گئے آں ایں۔ ع

دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

حدوث اشیا نے کل کائنات کو بگاڑ رکھا ہے ورنہ ہم تو یہیں رہتے جہاں ایسی چہل پہل ہے۔ نے غم دزد نے غم کالا ؎

---

[۱] عورتیں تمھارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو ۱۲

بہر عمر تراب اسکی اطاعت میں جو گذرے   پھر تو کوئی نعمت نہیں جینے کے برابر

غالب ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن   دل کے خوش کرنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

چھوڑے گاؤں کا ناتا کیا۔ جہان سے ایک مرتبہ رسوائی سے نکالے جا چکے ہیں پھر ادھر رُخ کرنا کون حمیت اور کون غیرت اور کون شرافت ہے جو کچھ ہو دم نقد ہو ع

بستان وعدۂ محشر حرام ست

مولانا روم ؎

نقد حال خویش را گر پے بریم   ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ برخوریم

ارے ہم کو ناسوت ہی بھلا ہے رفاہِ عام دم نقد ہے ایک سے لاکھوں پیدا ہوتے ہیں۔ پیدائش بے سبب نہیں ہے ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ تھا ستمگاری میں   کوئی معشوق ہے اِس پردۂ زنگاری میں

؎

جون ہیں اوسکے کوچہ میں رکھا تھا گام   گئے گذرے خضر علیہ السلام

؎

کہاں کی شیخی اور کیسی بزرگی   مراسب دعوی و پندار ٹوٹا

بودنی نابودنی بودنی ؎

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جنابِ والا! اِسی کو معاملہ داری کہتے ہیں اور اسی کو خلوت بدانجمن اور جلوت در خلوت کہتے ہیں اور اسی کا نام سفر در وطن ہے۔ حضرت بایزید بسطامی سے فرد الافراد کا قصہ تو جاہیے اوس کی تصدیق ہوا ہو کیونکہ میکدہ خراباتیت میں صدق و کذب ٹھوکریں کھاریا ہے صدق عین کذب ہے اور کذب عین صدق ہے کیونکہ جس طرح صدق اپنا اثر دکھلاے

marfat.com

بغیر نہیں رہتا اسی طرح کذب بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا ہے کہ جو جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے اور انسان کامل اس شجر پیدائش کا اعلیٰ ترین نمونۂ قدرت ہی بلکہ ہمہ قدرت ہی اور ہمہ جوہر ہے یعنی احسن تقویم ہے حضرت بایزید بسطامی حج کرنے جاتے تھے چونکہ عارف تام المعرفت تھے لہٰذا آپ کا قاعدہ تھا کہ اثنائے راہ میں ہر دیہ و قریہ میں مرد کامل کے متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ ایک قریہ میں ایک مرد کامل کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے ان سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو جواب دیا کہ حج کرنے جاتا ہوں پوچھا کہ کسقدر خرچ تمھارے پاس ہے آپ نے بتایا تب انھوں نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو۔ اور میرے گرد سات طواف کرو تاکہ تمھارے سات حج ادا ہو جائیں (مثنوی)

گفت طوفی کن بگردم ھفت بار
دین نکوتر از طواف حج شمار

وان درمها پیش من نہ اے جواد
دان کہ حج کردی و شد حاصل مراد

عمرہ کردی عمر باقی یافتی
صاف گشتی بر صفا بشتافتی

حق آن حقی کہ جانت دیدہ است
کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است

کعبہ ہر چند یکہ خانۂ بر او ست
خلقت من نیز خانۂ سر او ست

تا بکرد آن خانہ را دروی نرفت
واندرین خانہ بجز آن حی نرفت

چون مرا دیدی خدا را دیدۂ
گرد کعبہ صدق برگردیدۂ

خدمت من طاعت و حمد خداست
تا نہ پنداری کہ حق از من جداست

چشم نیکو باز کن در من نگر
تا بہ بینی نور حق اندر بشر

بایزید اکعبہ را دریافتی
صد بہار و عزو صد فریافتی

کعبہ را یکبار بیتی گفت یار
گفت یا عبدی مرا ھفتاد بار

بایزید آن نکتہ ہا را ہوش داشت
ہمچو زرین حلقہ اش درگوش داشت

آمد از وے بایزید اندر مزید
منتہی در منتہی آخر رسید

marfat.com

اور ایک مرتبہ کا قصہ مثنوی مولانائے روم میں لکھا ہے کہ حضرت حق جل جلالہ نے حضرت موسیٰ سے خطاب کیا کہ میں بیمار ہوا تم مجھے دیکھنے نہیں آئے عرض کیا کہ یا الٰہ العالمین تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے کہ جو میں تجکو دیکھنے آتا۔ ارشاد ہوا کہ فلاں مرد کامل بیمار ہے وہ شخص بعینہ میں ہوں اُس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے اور میرا دیکھنا اُسکا دیکھنا ہے

آمد از حق سوے موسیٰ ایں عتیب	کاے طلوع ماہ دیدہ تو ز جیب
مشرقت کردم ز نورِ ایزدی	من حقم رنجور گشتم نامدی
گفت سبحانا تو پاکے از زیان	این چہ رمز ست ایں بکن یارب عیاں
باز فرمودش کہ در رنجوریم	چوں نہ پرسیدی تو از روے کرم
گفت یارب نیست نقصانے ترا	عقل گم شد ایں گرہ را برکشا
گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں	گشت رنجور او منم نیکو ببیں
ہست رنجوریش رنجوریِ من	ہست معذوریش معذوری من
ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا	گو نشیند در حضورِ اولیا
از حضورِ اولیا گر بگسلے	تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی

یافت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جس میں نایافت کا شائبہ نہو۔ کوئی گل گل نہیں ہے جس میں خار نہو کوئی دہن دہن نہیں کہ جس کے لب نوشین دشنام ریز نہوں

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب	گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

یہ جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے جو اس ناسوت ہی میں حاصل ہے یہ ناسوت عین لاہوت ہے اور وہ لاہوت عین ناسوت ہے۔ اور یہ ناسوت الطف اوس لاہوت سے ارباب ذوق واصحاب تحقیق کے نزدیک مرتبہ میں اعلےٰ ہے بشرطیکہ حدوث میں قدم کو دیکھے اور قدم میں حدوث کو اور اس قدم وحدوث کو دیکھ کر دونوں سے بستر ارد کرشا دکام بنا رہے۔ اور یقین جانے کہ یہی حدوث قدم ہے۔ کہ

marfat.com

العالم ما شمت رائحۃ الوجود طامۃ الکبری میں یہی حدوث وہم غیریت کے فانی ہوجانے کے بعد قدیم ہوجائے گا جیسا کہ تھا اور ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شے حادث ہوتی ہے اُسکا فانی ہونا یہی ہوتا ہے کہ بجائے اُس وجود کے ایک دوسرا وجود بعینہ و باسمہٖ اُس شے کو مل جاتا ہے۔ ہر شخص جو بچپن میں تھا وہی جوانی میں ہے اور جو جوانی میں تھا وہی پیرانہ سالی میں ہے۔ اور مرنے پر بھی اُسی کا نام لیا جائے گا پھر یہ قدیم نہیں ہے تو کیا ہے۔ اور انسان مرنے کے بعد بھی غائب نہیں ہوتا ہے بلکہ ؎

چونکہ خواہد کاب آید در سبو — شاہ گوید جیش جان را کہ انزلوا
باز جانہا را چو خواہد بر علو — بانگ آید از نقیبان کہ ارکبوا
لیک معنے شان بود در ہر مقام — در مراسم ممیز ہم مدام
خاک شد صورت ولے معنی نہ شد — ہر کہ گوید شد تو گو یش نے نہ شد
بعد ازیں باریک خواہد شد سخن — کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
تا نیندا ید مشامت از اثر — اے ہواشان از زمستان سرد تر
بارے افزوں کش تو ایں بورا بہوش — تا سوئے حیلت بر دگر فتہ گوش

پس نہ جاننا عین جاننا ہے اور جاننا عین نجاننا ہے اور نجاننا ہی عین جاننا ہی ہے جاننے پر توقف پسند ہے جو فی الحقیقت کمال نہیں ہے۔ اور نہ جاننے پر توقف نہیں ہے اور اُلجھن ہے جو فی الحقیقت کمال نہیں ہے ؎

گر بعلم آئیم آن ایوان اوست — در بجہل آئیم آن زندان اوست

لہذا حقیقت کی یکتائی سے فائدہ نہیں اُٹھاتے ہیں مطلوب قدیم ہے۔ اور جاننے اور نجاننے سے پرے ہے کہ جس کا جاننا ما عرفناک حق معرفتک اور العجز عن درک الادراک ادراک اور یومنون بالغیب ہی جو عین شہود ہے۔ جسکو ناسوت الطف کہتے ہیں۔ اور اسی کو مولانا حافظ شیرازی نے بہشت عدن فرمایا ہے اور اس کا حصول بلا میکدیت و خرابا تیت کے نہیں ہو سکتا ہے

marfat.com

اسی واسطے ملامتیہ طریقہ میں قلندر مشربان نے حضرت رسول مقبول صلعم کو سید قوم ملامتیہ کہا ہے کہ جن کی معاملہ داری کا سبق حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت زید کے قصے ہیں جسپر غیر قومیں معترض ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اعلیٰ ترین تکمیل رسول اللّٰہی یہی تھی نہ احکام شرائع کا رواج کیونکہ بوقت وصال آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کے زانو پر تھا کہ اصلی حقیقت کو بصورتِ منفعلہ مع جامعیت مجاز کے ملاحظہ فرمائیں۔ اور آپ میں اپنے نفس کو دریائے حقیقت میں کالقطرۃ فی الیم اس طرح سے غوطہ دیں کہ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنے نفس کا ایک جزو جانتے تھے کہ جو جمعیت لاہوتی و ناسوتی کا تقاضا تھا۔ جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی نے کتاب فصوص الحکم فص محمدی میں تحریر فرمایا ہے۔ اور یہ سب اسلیے تھا کہ بمقام الوہیت فائز ہو کر آپ کو یہ منصب حاصل ہو کہ آپ فرمائیں قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون[۱] یہ مقام بہشت عدن ہے جو یا ایتھا النفس المطمئنۃ الخ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر سے اعلیٰ ہے اور آپکے اسم احمد بلا میم کے تقاضہ سے ہی ہے

منزلِ حافظ کنون بارگہ کبریاست دلبر دلدار رفت جان بر جانانہ شد

شمعِ شبستان عالم لاہوت میں شمع شبستان اُن اسماء و صفات مخزونہ حق کا نام ہے جن سے ظلوم و جہول انسانی کے اتحاد کے لحاظ سے حق اپنے نفس میں اپنے آپکو ادراک فرماتا ہے جس کا مقر مخ دماغ ہے اور عالم جبروت میں سویدائے دل میں جو روشنی مثل چراغ کے ہے اور عالم ارواح میں جو تابش مثل سراج کے ہے اور ان دونوں سے سالک کو اجمالاً و تفصیلاً اسماء و صفات الٰہی کا کشود ہوتا ہے اُسکو شمع شبستان کہتے ہیں اور عالم ناسوت میں شمع شبستان اوس ضیائے مادہ کو کہتے ہیں جس سے تشکل عضو توالد و تناسل کا ہوتا ہے۔ اگر سالک اسمیں پھنس رہا تو فسق و فجور کی وجہ سے ہمیشہ تنزل میں رہے گا۔ اور اُسکو کبھی کامیابی نہو گی۔ اور اگر اس شمع شبستان سے فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین[۲] کے لحاظ سے احسن تقویم کا فائدہ اُٹھانا چاہیگا

---

[۱] کہو اللہ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو اُنکے خیالات میں کہ کھیلیں کودیں۔ [۲] پس بزرگ ہے اللہ بہترین خالق۔

تو اسکا سویدائے دل مبدل بفواد ہو جائے گا کہ جس سے شہود انفسی ہوگا اور سراج روحی سے کشود آفاقی ہوگا۔ اگر ان دونوں شہود اور کشود میں سالک نہ پھنسے گا تو مخاطب بخطاب مازاغ البصر وما طغیٰ ہو کر لاہوت میں اپنی ذات سے اُبیت کا لقب پائیگا کہ جسکا پھیلاؤ اس ناسوت میں ناسوت لطف ہو کر اپنے پورے قدو قامت سے قیامت ہو جائیگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لاہوت کے سمائے ناسوت ہی میں ہے یعنی مجاز عین حقیقت ہے اور حقیقت عین مجاز ہے۔ خروش بربط و آوازِ مستان۔ اشیاء علی الخصوص انسان جب مرتبۂ لاہوت سے بحسب ظہور تنزل کرتا ہے تو نصف دائرہ نزولی کے قریب تک اُس کو اپنے مبدار کی یاد ہی رہتی ہے۔ کیونکہ سیر نزولی تک علم مبدار کا باقی رہتا ہے اور اوس کی وجہ سے مثل پروانے کے مکرر اپنے مبدار یعنی شمع شبستان لاہوتی کی طرف پلٹتا ہے اور اتحادی ذوق سے جو مفارقت ہوتی ہے اوس سے مبدار کی طرف پلٹنے میں شور و واویلا کرتا ہی اور مبدار کے دورباش کی صدا سنتا ہے۔ وہ صدا خروش بربط ہی اور یہ ہائے وہو شور مستان ہے۔ اور یہ بروقت تخلیق روحانیات ہوتا ہے جس کو نغمہ الست بربکم اور قالوا بلیٰ کہتے ہیں۔ اور اس ہائے وہو اور دورباش کا نام عالم ناسوت میں خروش بربط اور شور مستان ہے۔ اگر راگ اور تماشہ میں سالک بسبب اوس اثر کے منہمک ہوگیا۔ تو اسفل السافلین طبیعت میں رہ گیا اور اگر لاہوتی نغمہ سنجی اور روحانیات کے ذوق و شوق کی مستی سالک کے دل و دماغ میں اس ناسوت میں یادِ لاہوت سے نہ گئی تو عین گریہ وزاری میں فائدہ الست بربکم قالوا بلیٰ کا حاصل کرتا ہے۔ پس معمولی سماع اور وجد و گریہ وزاری مجازی عین حقیقی ہو جاتی ہے جس کو جاذبہ حق کہتے ہیں۔ اور اس میں حق ساقی ہوتا ہے اور یسقون بھا کاسًا کان مزاجھا کافورًا سے لذت لیتا ہے۔ اور اگر مبدار کا خیال بزہد و تعبد رہا تو وہ اس کا بدلا یسقون من کاسٍ کان مزاجھا زنجبیلا کا فائدہ اٹھاتا ہے یہ اُن سے کم ہے۔ اور جو ان دونوں امزجۂ شراب کو ایک کر کے یکساں جانتا ہے وہ سقھم ربھم شرابًا طھورًا سے مالامال ہے اور اسی شراب کا مجاز میں بالبداہت حقیقی فائدہ

marfat.com

اٹھاتا ہے کیونکہ اوس کو ناسوت و جبروت و لاہوت ایک ہوجاتا ہے یہ اعلیٰ ترین تحلیل ناسوت الطف یعنی مجاز میں ہے جسمیں آفتاب حقیقت غروب ہوا ہے۔ اور یہ حقیقی امر سالک اپنے مرشد میں پاتا ہے جو مجاز سے ہے اور کہتا ہے ؎ (حافظ)

ہست محفل بران قرار کہ بود　　　ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز

مغربی

مست و خراب او منم جام شراب او منم　　　نیست کسی بغیر من میکدہ و سبوی او

اور عین وصال میں فراق کے سوز سے استفادہ کرتا ہے اور عین فراق میں وصال کو پاتا ہے ؎ (حافظ)

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست　　　گفت مارا جلوہ معشوق برایں کار داشت

رومی ؎

چوں بنالد زار بی شکر و گلہ　　　اُفتد اندر ہفت گردوں غلغلہ

اب ایسا شخص جس کی نظر اور دید میں ناسوت و لاہوت ایک ہو جائے مے و میخانہ اور رندی سے ایک ہی چیز میں ناسوت و لاہوت کا فائدہ حاصل کرتا ہے اور اوس کو کوئی شئے مضر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ فائدہ و ضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہو جاتا ہے جیسے نطفہ صلب شخص میں فائدہ اور ضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہے۔ اور یہ حالت محض وہم کے اٹھ جانے سے جسکا نتیجہ یقین آجاتا ہے پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس حالت کو خداوند عالم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اول حصہ کے معنی یہ ہیں کہ فطرت حق اس بات کی مقتضی ہے کہ تکلیف کے بعد راحت کا ہونا لازمی ہے۔ مثلاً کوئی تکلیف مرض الموت سے زیادہ نہیں ہوتی ہے۔ وہ بھی انتقال روحی کے بعد جاتی رہتی ہے۔ یعنی عسر سے یسر ہو جاتی ہے یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ترقی کر کے حاصل ہوتا ہے اور نفس عسر اوسوقت یسر ہوگا کہ

سلہ بس بیشک ہر تکلیف کے ساتھ راحت ہو بتحقیق تکلیف کے ساتھ ہی راحت ہے۔

marfat.com

جب اسمار وصفات کی تمیز ذات سالک سے منتفی ہوکر ذات حق میں مندمج ہو جائے۔ اور ایسے شخص کو رند کہتے ہیں اور ایسی ذات کو خرابات کہتے ہیں اب اس تحریر سے آپ کو سمجھنا چاہیے کہ نفس مے اور نفس میخانہ اور نفس رند اور نفس خرابات ایک ذات حق ہے کہ جس سے نہ کوئی چیز مافوق ہے اور نہ ماتحت۔ اور نہ اوس کے جانب ہیں نہ اوس کا درون ہے اور نہ بروں ایسا شخص نہ شرقی ہے نہ غربی اسی کو پیر و مرشد کہتے ہیں کہ جسکے تنوعات شیونات کی وجہ سے کبھی مستی مے مفہوم ہوتی ہے اور کبھی خرابات میخانہ

سعدرومی

چونکہ لاشرقی ولا غربی ست او ۔۔۔ با نجم روز و شب حربی ست او

حضرت صاحب ؎

بت پرستی بھی ہماری خالی از حکمت نہیں ۔۔۔ ایکدن مسجد بنا دیں گے بتخانہ کو ہم

عام لوگ جو اس مذاق سے واقف نہیں ہیں وہ ششدر ہوتے ہیں کہ بتخانہ کیسے مسجد ہو جائے گا اور آدمی کیسے لاشرقی ولا غربی ہو جائے گا اور مے و میخانہ و رند خرابات کیسے ایک خم میں یکرنگ ہو جائیں گے اور پاکی اور ناپاکی کیسے ایک ہو جائے گی۔ اُنکو چاہیے کہ وہ کلام مجید کے اس حصہ آیت کا مراقبہ کریں کہ فاتخذہ وکیلا و فی انفسکم افلا تبصرون کا مشاہدہ کریں ھو معکم اینما کنتم کی یاد کریں۔ اللہ نور السمٰوات والارض کے معانی پر غور کریں۔ اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں کلام مجید میں ہیں حق سے معاملہ داری کے لیے کوئی آیت لے لیں اور اوسمیں تفکر کریں جو مغز عبادت ہے کہ جس سے اتحاد حقیقت نقد وقت ہو اور نہ چاہیے اور ہرگز نہ چاہیے کہ محض تعبدات ظاہری کے ادا کرلینے پر اکتفا کریں جن کا حکم بسبب جامعیت کلام حق کے دیا گیا ہے یعنی قرآن پورا قرآن نہوتا اگر فرقان بھی اسمیں داخل نہوتا اور یہ فرقان ناسوت تک ہے جسکو دوام نہیں ہے اور قرآن لاہوت تک مع ناسوت کی ہے اور پھر نفس فرقان ناسوت عین نفس قرآن لاہوت ہے۔ اور یہ سب محض وہم اور خیال کے اٹھ جانے پر ہے (گلشن راز)

marfat.com

وصال ایں جا نگہ رفع خیال ست — خیال از پیش برخیزد وصال ست
انت امی عصائے تو وہم ست — کہ ہمی اُفتی از سرِ دیوار
من زتن عریاں شدم او از خیال — می خرامم تا نہایات الوصال

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے انا رفیق[115] الاعلی الا لعیش الا صفی مع الذین انعمت علیھم اور خود جناب باری فرماتا ہے کہ ولا[116] تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم او[117] من کان میتا فاحیناہ حدیث[118] الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار مثلاً اس مقام پر ایک مراقبہ آیہ کریمہ فاتخذہ وکیلا کا لکھا جاتا ہے یعنی خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم مجکو اپنا وکیل بناؤ جس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنی ملکیت خود انسان کو دیدی ہے۔ اور خود انسان کی طرف سے وکیل بنا ہے۔ ایسی آیت اور کسی کتاب آسمانی میں انسان کے شرف ذاتی کے لیے نہیں فرمائی ہے۔ یہ خاص عنایت محمدیوں کے لیے ہے کہ اصلی اتحاد ذاتی کو ہر انسان کے واسطے کلام مجید میں ظاہر اور مبرہن کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ میری ذات انسان ہی اور میرے اسماء اور صفات کا نام جو اللہ ہے وہ میری ذات یعنی انسان کا وکیل ہی تاکہ ہر محمدی کو معیت حق کی ادراک کرنے میں آسانی ہو اور وہ بلا خرخشہ و خوف و حزن کے اپنے آپ کو عین حق جان کر اسماء و صفاتِ حق سے جو اوس کے اپنے ہی اسماء و صفات ہیں استعانت کر کے بآسانی سلوک میں فائدہ اٹھائے مثلاً آپ ذاتِ حق ہیں بے کیف و بے رو و بے جہت لا غربی و لا شرقی۔ آپ کے صفات و افعال لا تعد و لا تحصیٰ ہیں اور ہر ہر صفت اور ہر ہر فعل کو آپ کی ذات سے عینیت ہی۔ اور آپکو ہر ہر فعل و ہر ہر صفت کے ساتھ عینیت ہی

---

[115] میں رفیق اعلیٰ اور عیش مصفیٰ چہوں ان لوگوں کے ساتھ جن پر ہیں نے فضل کیا ہی ۔ [116] ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں ۔ [117] جو مردہ تھا اوس کو ہم نے زندہ کیا ۔ [118] آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں ۔ [119] پس بناؤ تم اوس کو (یعنی اللہ کو) اپنا وکیل ۔

marfat.com

اور باوجود اس دو طرفہ عینیت کے ایک غیریت ہے اور باوجود ایک عینیت کے آپ کی ذات نہ کسی کی
عین ہے اور نہ کسی کی غیر ہے۔ عین اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ کی ہر صفت اور ہر فعل میں اس قدر
سمائی نہیں ہے کہ حق کو من کل الوجوہ لے سکے اور غیر اس وجہ سے نہیں ہے کہ آپ کے ہر اسم و
ہر صفت جو متمیز ہوتی ہے آپ کی ذات کی ایک شان ہے چوں کہ آپ کی ذات کے شیونات
وہی ہیں جنکو حق کے ذات اور حق کے شیونات کہنا ہر طرح پر بجا ہے لہذا کل اسمائے حق آپ ہی کے اور آپ ہی کی شیونات
ہیں۔ پس آپ کے سریان سے فیض اقدس میں ہیولی ہر شئے کا قائم ہوا ہے اور آپ ہی کے
اسمار و صفات کے سریان سے فیض مقدس سے بطریق انعکاس ہر شئے وجود میں آئی ہے۔ لہٰذا
جس شئے سے آپ مدد چاہیں خواہ مدد انفعالی ہو یا مدد منفعلی تو اس شئے سے مدد چاہنے میں
آپ حق کو اپنا وکیل بناتے ہیں یعنی اس شئے یا اسم کی ملکیت آپ کی ذات پر نہیں ہے بلکہ آپکی
ملکیت اس شئے پر ہے پس اپنے نفسی عمل میں آپ کو یہ گیان چاہیے کہ جو کام مثلاً ہاتھ سے
کریں وہ کام خدا کو وکیل بنا کر کریں۔ اور بلا اس وکالت اور فعل کے آپ کوئی کام نہیں کر سکتے
اسی طرح پر دیگر حواس ظاہری سے جو آپ دیکھتے سنتے چکھتے سونگھتے ہیں۔ تو یہ سب کام خدا کو
وکیل بنا کر کرتے ہیں۔ اور یہی کیفیت آفاق میں ہر شئے کی محسوس وادراک کرنے کی ہے اس طرح
پر مراقبہ کرنے میں آپ کی ذات تو حق کی ذات رہتی ہے۔ اور کل اسمار و صفات حق کے
اور کل مدرکات نفسی و آفاقی آپ کے تحت کن میں رہتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کل فرقان پر
حاوی رہتا ہے۔ اور آپ سرور محض رہتے ہیں یہ نہیں کہ بیہوش بلکہ باہوش اللہ لا الٰہ الا
ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور آپ آپ نہیں رہتے ہیں بلکہ آپکی ناسوتی دہمی
خودی باطل ہو جاتی ہے جیسی کہ باطل تھی اور حق اپنی صرافت ذات میں آپ ہی کے تعین ناسوتی
میں بدرجہ کمال کھل جاتا ہے۔ اور سلوک عین حق اور حق عین سلوک ہو جاتا ہے۔ اور آدمی
نور علی نور ہو جاتا ہے اسی مقام سے یہ اقوال بزرگان دین کے ہیں لیس فی جبتی سوا اللہ حضرت جنید

۵۸۔ میرے لباس میں سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے۔

سبحانی ما اعظم شانی حضرت ابو یزید بسطامی انا الحق حضرت منصور۔ اور اس وقت انسان موتوا قبل ان تموتوا کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اور واعبد ربک حتی یاتیک الیقین میں مسرور و محظوظ رہتا ہے۔ اور جب تک اس طرح پر سلوک کر کے انسان حضرت حق کے اتحاد کو دریافت نہ کرے گا اُس وقت تک کمال انسانی سے بہرہ اندوز نہ ہو گا ممکن ہے کہ دیگر مجاہدات سے فیوض و برکات کا ورود بعنایت الٰہی ہو مگر وہ پادر ہوا ہے اور قابلِ اعتبار نہیں۔ اور انسانکے ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ اور اوس سے کبھی سکون تام حاصل نہیں ہو سکتا ہے

تا نمیری نیست جان کندن تمام　　　بے کمال نردبان نائے بہ بام

قصہ مختصر سید ھا سادہ رسول اللہی طریقہ یہی ہے کہ ہم نہیں حق سب کچھ۔ اور وہ ایسا سب کچھ ہے جو ہمارے کچھ نہونے کو بھی گھیرے ہوے ہے پس جو کچھ اچھا اور بُرا اس غور و تفکر کے ساتھ ہمسے سرزد ہوتا ہے وہ حق ہے اور اب ہم جو اپنے آپ کو ہم کہتے ہیں یہ ہم حق ہے اور ہم حق کی مراد ہیں اور حق تعالیٰ ہمارا مرید اور وکیل ہے اگر ضرورت ہی تو ہم بحیثیت مالک ہونے کے حق اپنے وکیل سے کہہ سکتے ہیں کہ اسکو پورا کر دے حق بحیثیت وکیل کے خائن نہیں ہے وہ ضرور پورا کرے گا علی الخصوص ایسی حالت میں کہ جب ہمارا کہنا بھی اوسی کا کہنا ہے متقدمین کا فی الواقع ایمان بہت قوی تھا جس کی وجہ سے اونھوں نے مدارج کمالات حاصل کیے مجاہدہ جسمانی اُن کی ترقیات مدارج کا باعث نہیں ہوا ہے۔ پس ہم لوگوں کو بھی قوت ایمانی سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ نہ قوت مجاہدہ ظاہری سے۔ اور قوت ایمانی یہ ہے جس کی تصریح میں سنے اوپر کی جب آپ نے اس طرح پر قوتِ ایمانی کو سمجھ لیا تب مستعد ہو جائیے اور سعی کیجیے کہ مذکورہ بالا اتحاد ذاتی حقیقی آپ کو جیسا کہ ہے کھل جائے اور کھل جانے کے بعد بحالت تکمیل

لے پاک ہوں میں بزرگ ہے شان میری ۱۲ ؎ اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھ کو یقین آجاوے ۔

marfat.com

کوئی شئے آپ اپنے آپ میں اوس حالت میں زائد نہ پائیں گے جس حالت میں آپ نے سلوک شروع کیا تھا بجز اسکے کہ وہم غیریت جو محض اعتباری ہے اٹھ جائے گا اور قادر مطلق مبرہن ہو جائیگا اب آپ مرد مناجات ہوئے کہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یعنی آپ کی دعا رد نہیں ہوتی ہے انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون[۱] اور جو اس فنا کے صاحب حال اشخاص ہیں وہ باہم حریف ہیں اور جو سر در کہ اس قدرت سے حاصل ہوتا ہے وہ قادر مطلق کی عینیت سے حاصل ہوتا ہے جو ساقی ہے۔ اب حریف و ساقی اور مرد مناجات تک کی معانی جو بیان کیے گئے ہیں۔ ادن سے آپکو معلوم ہو گیا ہو گا کہ حریف و ساقی و مرد مناجات صرف ایک شخص یا ایک بت یا ایک پیمبر یا ایک حق یا ایک نفس مشمول آفاق یا ایک ملکوت یا ایک ملک یا ایک انسان جامع ہے جس کا ظہور عین بطون ہے۔ اور بطون عین ظہور ہے اوّل عین آخر ہے اور آخر عین اول ہے اور وہ ایک تعین اعتدالی ہے جو بسبب اعتدال کے لاتعین ہے جسکو آپ ایک تعین محمدی از لاہوت تا جبروت کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اسکے بیچ میں جو تعینات ہیں وہ بدستور خفا میں رہتے ہیں اور تعین لاتعین ہے اس کل میں کلیت کے ساتھ ظاہر و مبرہن ہے۔ جب تک یہ لاتعین اپنی رحمت عامہ کو بلحاظ جود و بخشش کے کام میں نہ لائے۔ اوس وقت تک ہر تعین کا ظہور بہ مناسبت اوس تعین کے نہیں ہو سکتا ہے۔ پس تعین لاتعین کا جود و عدل اس بات کا مقتضی ہوا کہ بحکم وما ھو علی الغیب بضنین ہر تعین جزوی کی مناسبت سے اپنے آپ کو ظاہر فرمائے اور عینیت کے ساتھ ظاہر فرمائے تاکہ وہی عینیت اوس تعین کی ذات ہو کر اوس تعین کو وجود بخشے اور بمناسبت اوس تعین کے سر در مخزون و محفوظ و مصئون ہو بمطابقت کل حزب بما لدیہم فرحون[۲] یعنی وہ حقیقت محمدی اپنے آپ کو ہر تعین کی مناسبت سے باہر نہ جانے دے اور بحکم مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین پیہ آپ کو

---

[۱] جز ایں نیست کہ امر اس کا جب کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہے کہ اوس سے کہتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے۔ [۲] ہر گروہ اوس چیز سے خوش ہے جو ان کے واسطے ہے۔ ۱۲

اوس تعین میں رہن کرکے اوس تعین کا سرور وحزن از خود در خود حاصل کرے تاکہ کوئی تکلف و تکلیف وحزن و سرور تعینی بھی حق کی عینیت و جامعیت علم سے باہر نہ جاوے اور صفت میں ظہور ہر جزوی تعین کا دم نقد ہو جاوے اور بحکم آیۂ کریمہ ولنبلونکم حتّٰی نعلم جس طرح سے حق تعالیٰ عالم عالم غیب ہے عالم عالم شہادت بھی ہو جاوے۔ اگرچہ عالم غیب میں بھی عالم عالم شہادت تھا مگر اوس عالم میں عالم شہادت مختفی تھا اور غیبوبیت عالم غیب غالب تھی اب اس عالم شہادت میں غیبوبیت عالم غیب مختفی ہو جاوے اور شہود عالم شہادت کا کھل جاوے تاکہ دونوں پلے برابر ہو کر میزان عدل میں اعتدال کلی حاصل ہو۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اسی کو اصطلاح صوفیہ میں ؎

گردکردن بباده خویشتن را | نهادن برسرِ می جان وتن را

کہتے ہیں اسی لیے اگرچہ ہر ہر ذرہ میں آفتاب حقیقت محمدی تاباں و درخشاں ہے۔ اور عین ہر شے کی وجود سے دم انا ر مار رہا ہے مگر آپ اوس شئے کو دیکھتے ہیں جو وہمی ہے اور اوس آفتاب کو نہیں دیکھتے جو حقیقی ہے۔ اور اسی وہم غیر کا نام غفلت و معصیت ہے۔ اور اوس وہم کے اوٹھ جانے پر شل رسول اللہ کے جس کو خدا نصیب کرے انا فتحنا لک فتحا مبینا کا محل و مورد ہو سکتا ہے۔ اور یہی ناسوت اسکو ناسوت الطف ہو جاتا ہے۔ عالم لاہوت اور ناسوت میں جو فرق دن اور رات کا تھا اوٹھ جاتا ہے اور یہی فضائے لاہوتی و ناسوتی ہے جہیں رات اور دن دم نقد دکھائی دیتا ہے اور یہی قد بالائے معشوق حقیقی ہے جس سے ہر آن قیامت قائم ہے۔ اور خفا میں حشر ہے اور ظہور میں نشر ہے جس کا مظہر تام مرشد ہے ؎

پیر خوانم یا پیمبر کعبہ خوانم یا خدا | اصطلاح شوق بسیار است ومن دیوانہ ام

کیونکہ وہ فانی فی الرسول ہے۔ جاننا چاہیے کہ مبدا محض خیر ہے اور اپنی ذات و صفات

لہ اور آزمائیں گے ہم تمکو یہاں تک کہ جان جائیں ہم ۱۲ ؎ بیشک کھولدی ہم نے تیرے لیے صاف کشائش ۱۲

وافعال سے ایک وجود ہے کہ عدم اوسکا مقابل نہیں ہے بلکہ تمایز اسماے وجود سے عالم کی زینت ہے اور ہر تمایز سے فی نفسہ وجود بسبب حب ذاتی کے متلذذ ہے اور یہ تلذذ حق وجود حق ہی کا یک علیحدہ موجود پایا جاتا ہی جسمیں جسقدر علیحدگی متمیز ہے اسقدر اُس وجود کی وہمی حیثیت ظاہر ہی اور وہی فنا ہوجانیوالی چیز ہے اور جسقدر تاثر اُس شے کا ہی وہ شی فی نفسہ بحیثیت وجود حق کے متاثر و متاثر ہوتی ہے نفسی تعین میں رونگٹا رونگٹا ایک ایک مسامات سے لاکھوں موثرات ظاہر کرتا ہے اور ہر تاثر اوس نفس کی ایک شان اور ایک اسم اور ایک صفت ہے جس کی حد و انتہا نہیں ہے اور وہ ہر اسم ہر صفت ہر شان آفاق کے لیے ایک ایک عالم ہے جس طرح سے نفس میں اختصار واجمال کی کوئی حد نہیں ہے اوسی طرح سے آفاق میں تطویل تفصیل کی کوئی انتہا نہیں ہے خط اسما و شیونات ذاتیہ وجہ حقیقی کے تسلسل نامتناہی کو خط کہتے ہیں جس کا اختتام وجہ حقیقی پر ہوکر خال وجہ حقیقی بناتا ہے جو سلسلۂ نامتناہی اسما و صفات کو توقف ہوتا ہے اوس کو قدسی تعبیر کرتے ہیں اور جہاں پر توقف ہوتا ہے وہ نقطہ خال کہا جاتا ہے اس اجمال کی یہ تفصیل ہے کہ ؎

بر مدار از مقام ہستی پے — سرہم آں جا بستہ کہ خوردی مے

جب سالک کو رجوع الی اللہ میں ناسوت سے لاہوت تک جو ایک شخص ہی اس شخص میں سفر در وطن ہوتا ہے تو اسفل السافلین سے اعلی علیین تک شخص آفاقی کی سیر ہوتی ہے اور مخ دماغ تک مع جمیع عوالم اندرونی کے ایک مجموعی عالم مع ماہیات و تاثرات و تاثیرات کے مکشوف ہوتا ہے۔ اور یہ ایک خط ہے جو نقطۂ خال پر یعنی مخ دماغ پر ختم ہوتا معلوم ہوتا ہے اگر وہ نقطہ آگے کی جانب فنا ہوکر وجہ حقیقی پر نمایاں ہوتا ہے تو وہ سالک ایک شخص کامل و مکمل و صاحب احسن تقویم ہوتا ہے اور اگر وہ اس بھید کو نہ سمجھا اور اپنے علو ترقی میں توقف نہ کیا تب ایک دوسرا شخص اپنی دید میں اوس شخص سے کہ جس کو اوس نے سطے کیا ہو نازکتر اپنے افق اعلیٰ میں پاتا ہے۔ اور یہ شخص بھی جو ایسا نازک ترین مشاہدہ ہوا ہے اپنے

marfat.com

افق اعلیٰ میں بازدید ہوتا ہے اور اسی طرح سے تیسرا شخص جو اوس سے بھی نازک ہے اپنے افق اعلیٰ میں بازدید ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کے مخ دماغ تک سالک کی سیر ہوتی ہے اور ہر خال میں اسی شخص سے سیر کرتے ہوئے ایک عالم مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے اور سالک سخت پریشان ہو کر حیرت مذمومہ میں گرفتار ہو جاتا ہے اور کہیں اور چھور نہیں معلوم ہوتا ہے اسی کو تسلسل کہتے ہیں جو محال ہے۔ اسوجہ سے کہ سالک اپنے سیر عروجی میں سمجھتا ہے کہ میں بخط مستقیم بلندی پر جارہا ہوں حالانکہ تخلیق عالم میں بلندی و پستی نہیں ہے اوسکو اپنے اول سیر شخصی میں جب مخ دماغ تک پہونچے یہ سمجھنا چاہیے کہ جب اوس سے رفعت پر جائیگا تو اوس کو رفعت نہیں ملے گی۔ بلکہ پس پشت مخ دماغ سے ہو کر جتنا چلا جائے گا اُتنا اسفل السافلین میں پہونچ جائے گا۔ اور اوسی تنزل میں پلٹ کر جائی تک پہونچ کر ایک دائرہ بنائے گا۔ اور یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ حقیقت کو محدود کیے دیتا ہے۔ پس اول وجہ سے تسلسل ہے اور نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ سے تحدید ہے اور نہیں ہے لہٰذا سالک کو نہ تسلسل کی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ وہ حیرت مذمومہ ہے اور نہ حد کی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ حقیقت حد سے مبرا ہے۔ بلکہ مخ دماغ تک پہونچ کر عین مستی و سر در میں کہ جو حقیقت الحقائق میں حقیقت تشبیہی ہے وجہ حقیقی پر تنزل اختیاری حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ احسن تقویم کا فائدہ اپنے اسماء و صفات کے مشاہدہ و عرفان و معائنہ سے حاصل کرے جیسا کہ جناب باری کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ ۱؎ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا و ینقلب الی اہلہ مسرورا و اما من اوتی کتابہ وراء ظہرہ فسوف یدعوا ثبورا و یصلی سعیرا ۲؎ اور یہی حیرت محمودہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اللّٰھم زدنی تحیرا

۱؎ اے انسان تجھکو پہونچنا ہے اپنے رب تک پس تو اوس سے ملیگا پس جسکی کتاب سیدھے ہاتھ میں دیگئی پس اسکا حساب آسانی سے کیا جائیگا اور وہ اپنے لوگوں میں خوشوقت اویگا اور جسکی کتاب پس پشت دی گئی وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ میں پہونچے گا ۲؎ خدا وندا میری حیرت کو بڑھا۔

اور اسی کو مسجد اقصیٰ و مقام محمود کہتے ہیں اور اسی مقام پر انسان مستحق تاج خلافت ہوتا ہے اور اسی واسطے کلام مجید میں اس آیۂ مذکورہ کے بعد آیت سجدہ ہے لیکن کب جبکہ اُدھر تسلسل کے خطرے بچے اور ادھر حد کے خال محدود سے۔ اور محض سرور سے استفادہ کرے کہ حقیقت مسلسل ہے نہ محدود اور سرور محض مستی کو کہتے ہیں۔ اور یہ مستی بلا شراب کے ہے اور یہ کیف بے رد و بے جہت ہے اور اسی کی پوری شرح حکیم سنائیؒ نے اس شعر میں کی ہے کہ ؎

بر مدار از مقام مستی پے
سرہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اور یہی قد بالا مقام وحدت ہے کہ نہ اس کے اوپر ہوائے تسلسل ہے اور نہ اس کے نیچے ہوائے تحدید۔ صدق اللّٰہ العلی العظیم کنت فی عماء ما تحتہ ھواء وما فوقہ ھواء[۵۱] اور اسی وجہ سے خط و خال اگرچہ بہت عمدہ ہیں لیکن اس عذار حقیقی کے حجاب ہیں اور عذار بت حقیقی اپنی جامعیت اعتدالی اسما کی وجہ سے ہر اسم عوالم اعتباری کو بسبب ولوج کے حسن و جمال فی نفسہ بخشتا ہے یعنی عروج و نزول تمام عوالم کے دوائر کا محض محراب ابرو کے بل جانے سے ہو جاتا ہے۔ کہ جس کی پلکوں کی چلمن سے کبھی عشاق کو مرتبہ عرفان و دید دم نقد ہوتا ہے اور کبھی زلف پیچاں و گیسوے دراز کے پھندے سے عشاق کے کلیجہ پر سانپ لوٹتا ہے۔ اور اسی طرح یہ کل اسمائے حق ایک ہی وجہ حقیقی پر دوسرے اسم متباین سے دم انا مارتے ہیں۔ اس لیے معشوق مجازی کے چہرہ کی ہر چیز باوجود حجاب ہونے کے دید حقیقی کا فائدہ بخشتی ہے اور چاہ زنخداں کے گرنے سے بچاتی ہے۔ ع

بگڑنے میں بھی زلف اوس کی بنا کی

اور چاہ زنخداں کے اسفل السافلین میں گرنا بھی نہ گرنا ہے۔ کیونکہ زبان بے زبانی سے آوازہ اھبطوا مصرا فان لکم ما سالتم[۵۲] بلند ہوتا ہے۔ اور اس وجہ حقیقی مجازی کا پرتو کونین

---

[۵۱] سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں عماء میں تھا کہ نہ وہیں کے نیچے ہوا تھی اور نہ اُس کے اوپر ہوا تھی ۱۲ [۵۲] شہر میں اُترو جو تم نے مانگا ہے سو لے گا ۱۲

marfat.com

کہ جس کے مقابلہ میں چہرۂ مجازی کو اجمال کہیں گے اور کونین کو اوس کی تفصیل آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی شخص پر عاشق کہا جاتا ہے وہ چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے یہانتک کہ فاسق و فاجر بھی بلا لحاظ کسی نسبت بدکے چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے۔ پس معشوق مجازی کے چہرہ پر جس قدر حجابات ہیں وہ بھی حق کی دید کا فائدہ بخشتے ہیں اور یہ فائدہ نہ تسلسل میں ہوسکتا تھا اور نہ تحدید میں۔ جو دم نقد محض نظارہ بازی معشوق مجازی سے حاصل ہوتا ہے ؎

جینے نہ دے گی آنکھ تری سرمہ سا مجھے　　ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے

اگرچہ عاشقی کی یہ ہنگامہ آرائی ذرہ ذرہ میں کوس لمن الملک بجا رہی ہے۔ جس کے ذوق نے ماہیت اشیاء کی ایک صورت بنا کر کھڑی کر دی ہے اور عشقی جاذبات نے حتی المقدور کسی چیز کو نہیں چھوڑا کہ اوسکو تصادم جاذبات و شوق سے کوٹ پیٹ کر اوس کی ایک صورت نہیں دکھائی (جذب) ؎

بنا کر کھڑے کر دیے دل کھلونے　　کرشمے تو اوس بت کے بیٹھے تھے خالی

جس کی وجہ سے عالم کی ہر شے اس قدر مکمل اور قابل تعریف و قابل جذبات ہو گئی ہے کہ نکتہ چینی کی یا کسی تبدیلی کی اوس میں گنجائش نہیں رہی ہے اور ایک ایک شے کا ذوق شوق ایسا عظیم ہے کہ کل اشیاء کا ذوق شوق اوس میں آ کر ختم ہو گیا ہے اور پھر اختتام نے اوسی کے اندر ہزار دل جدید عوالم بنا رکھے ہیں جس کی حد و انتہا نہیں ہے مگر مجھ کو ایک دن کا قصہ یاد ہے کہ میں حضرت قدر قدرت کے حضور میں بلا آراستگی محفل کے ایک قوال کا سماع سن رہا تھا اور محض ایک لفظ یا ایک شعر یا صرف تغنی کے ذوق سے میرے دل پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ اگرچہ مجھ کو سماع میں کبھی حال نہیں آیا لیکن اوس وقت بار بار حال آنے کے قریب ہو جاتا تھا۔ تاہم گریہ بہت تھا۔ کیونکہ مجھکو جاذبات سے علحدہ ہو کر اور کوئی ٹھکانا نہیں ملتا تھا اس سماع کے ختم ہونے کے بعد حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور الگ

marfat.com

لیجا کر مجھ سے ارشاد فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ذوق شوق بہت اعلیٰ چیز ہے اور جاذبات عشقی سے کون چیز افضل ہو سکتی ہے اور یہی مطلوب اور یہی موصل الی المقصود ہے۔ اور اس کی یکسوئی عرفان حاصل کرنے کے لیے ایک سیدھا لنگا ہے اور بلا اسکے کچھ حاصل محصول نہیں ہوتا ہے لیکن پھر بھی حجاب ہے ؎

تا نمیری نیست جان کندن تمام   بے کمالِ نردبان نائی بہ بام

جس طرح زہد خشک سے تقوی حاصل کرنا چاہیے جو زہد سے اعلیٰ ہے اوسی طرح ذوق شوق کے ذریعہ سے تقوی سے نجات پانا چاہیے اور اوسی طرح ان اللہ غنی عن العالمین[1] کے فیض اقدس کے خاکستر میں نار عشقبازی کے فیض مقدس کو دبائی رکھنا چاہیے۔ اگرچہ یہ اس قدر مشکل ہے کہ بمنزلۂ محال کے ہے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "صاحب آپ کچھ نہیں ہیت سے اور کو کیسے بچائے" مگر مقصود فنا فی اللہ ہے بحکم الفقر فخری اور جبتک تلوین ہے تفرقہ ہے جب تمکین ہوگی تب ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس   ہست رب الناس را با جان ناس

؎ موسیا آداب دانا دیگر اند   سوختہ جان و روانا دیگر اند

لہذا فنا اس درجہ کی حاصل ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ کو سالک کے ساتھ جو معیت تامہ وکاملہ ہے اس معیت کا سالک معین ہو جائے تب کافری جلوہ نمائی کرے گی اور سالک کی ذات محض جو عین حق ہے۔ حق کو رفیق اعلیٰ بنالے گی اور حق اس کا رفیق اعلیٰ ہو جائے گا اور سالک اپنے آپ سے جیسا بے تکلف و بے حجاب و مطمئن ہے ویسا ہی بلا تفرقہ حق اس کے ساتھ بے تکلف و بے حجاب ہو جائے گا۔ اسی مقام سے مولانائے رومی نے فرمایا ہے ؎

وقت آن آمد کہ من عریان شوم   جسم بگذارم سراسر جان شوم

اور حکیم سنائی نے فرمایا ہے ؎

---

[1] اللہ بے نیاز ہے عالم سے ۔

marfat.com

عاشقی جز باختیار خطا ۔۔۔ آہ عاشق باختیار کجا

اور خود رسول اللہ صلعم نے وقت وصال ارشاد فرمایا کہ اخترت[1] الرفیق الاعلےٰ ۔ اور اسں رفاقت کا مزا حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ العزیز نے چکھا تھا کہ اس شعر میں فرمایا ہے ؎

تراب اوس لاتعین سے پڑا ہی ذائقہ جسکو ۔۔۔ وہ کب غفلت سے پڑتا ہی تعین کے بکھیڑے میں

جب اس لامکانی میں سالک قیام کرتا ہے جو بے حد دشوار ہے تب وہ بسبب صمدیت کے مثل ایک گیند کے ہوجاتا ہے کہ اوس کو چوگان تنزیہہ و تشبیہ میں جسطرف جس طرح پھینکو اوس کو کچھ فرق نہیں ہوتا ہے ۔ اور تب وہ اِس حدیث کا مورد ہوتا ہے ۔ کہ من[2] عشق وعف وکتم ومات مات شہیدا باللہ اور باوجود غنا کے اپنے نفس سے غافل نہیں رہتا ہے یعنی سالک کا نفس بحکم الغنا[3] غنا النفس غنائے نفس حاصل کرلیتا ہو اور اوس کی چشم بصیرت دم نقد چشم بصر ہوجاتی ہے ۔ اور حق اپنے غیب سے غیب الغیب کا مرتبہ شہود سالک میں پاتا ہے اور اوس کے معاملات اور اس کا کاروبار حق اور رسول اور پیر ومرشد کے ساتھ بسبب اتحاد ذاتی کے یہ ہوجاتا ہے کہ جس کو اپنے واقعہ اور مشاہدہ میں مولانا حافظ شیرازی نے اپنے ذیل کی غزل میں سراہا ہے سبحان اللہ کیا عمدہ معاملات ہیں اور کیا عمدہ کاروبار ہے اور کیا فنا ، الفنا ہے اور کیا عمدہ ذوق ہے اور کیا عمدہ عشقبازی ہے اور کیا عمدہ استغنا ہے غزل

در سرائے مغان رفتہ بود وآب زدہ ۔۔۔ نشستہ پیر وصلائے بشیخ وشاب زدہ

سبوکشان ہمہ در بندگیش لبستہ کمر ۔۔۔ وے زطرف کلہ خیمہ برسحاب زدہ

فروغ جام وقدح نور ماہ پوشیدہ ۔۔۔ عذار مغبچگان راہ آفتاب زدہ

---

[1] میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا ۔ [2] جو عاشق ہوا اور پاک رہا اور چھپایا اور مرگیا وہ شہید ہے ۔ [3] اصلی غنا نفس کا غنی ہوجانا ہے ۔

marfat.com

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت — ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زدہ
ز شور و عربدۂ شاہدانِ شیرین کار — شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
عروسِ بخت دران حجلہ با ہزاران ناز — کشیدہ وسمہ و بر برگِ گل گلاب زدہ
سلام کردم و با من بروئے خندان گفت — کہ ای خمار کشِ مفلسِ شراب زدہ
کہ کرد اینکہ تو کردی بضعفِ ہمت و رای — ز کنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند — کہ خفتۂ تو در آغوش بخت خواب زدہ

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعاہاے مستجاب زدہ

باب چہارم:

اندکے از بسیار

چونکہ اس مقدمہ میں جا بجا حضرت قدر قدرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی آگیا ہے

واجب آمد چون کہ بردم نام او — شرح کردن رمزے از انعام او
تا زمین و آسمان خنداں شود — عقل و روح و نور صد چنداں شود

اس لیے میں اپنا قصہ ابتدا سے بطور نموذج کے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں میں کمسنی میں حضرت قدر قدرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کا مرید ہوا تھا حضرت نے مرید کرنے کے بعد دل کا نقشہ دکھلایا تھا جیسی اللہ سنہرے حروف سے لکھا تھا اور پاس انفاس کی تعلیم جیسے علی العموم ہر مرید کو اس آستانہ میں کی جاتی ہے فرما دی تھی۔ اور ھو کی مشغولی بھی بتلا دی تھی۔ چنانچہ میں پاس انفاس اور مشغولی کیا کرتا تھا۔ مرید ہونے کے بعد کچھ دنوں تک نماز کی پابندی بہت ہی

marfat.com

اور اس کے بعد میرے ماموں۔ نواب محمد اکرام اللہ خان صاحب مغفور ہم تینوں بھائیوں کو تعلیم انگریزی کے لیے ضلع ہردوئی میں لے گئے اور جب انگریزی پڑھنے کا دور دورہ ہوا تو نماز کے لکھنے دار ہو گئی کبھی ہوتی تھی اور کبھی نہیں اور وہی سلسلہ عرصہ تک جاری رہا مگر مشغو لی ایک بزرگ کامل کی بتائی ہوئی تھی وہ کبھی ناغہ نہیں ہوئی جب میں ہردوئی میں پڑھتا تھا تب ریل جاری نہیں ہوئی تھی چار دن میں بہلی کی سواری پر ہردوئی سے کاکوری پہونچنا ہوتا تھا اس وجہ سے سال بھر میں ایک مرتبہ کاکوری آنے کی نوبت آتی تھی۔ میں ہردوئی میں تھا کہ حضرت پیر و مرشد برحق کی سخت علالت کی خبر پہونچی اور وہی زمانہ میرے امتحان انٹرنس کا تھا دل چاہتا تھا کہ حضرت کے حضور میں حاضر ہوں مگر یہ خلش هارج ہوئی کہ امتحان کیو نکر پاس کرونگا غرض حاضر ہونا نصیب نہوا اور حضرت پیر و مرشد کا وصال ہو گیا۔ اوسکے بعد ایک روز میں اپنے کمرے کے آگے ایک چھپر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فقیر جس کی صورت خواجہ سراوں کی سی تھی سڑک پر یہ دردناک مصرعہ پڑھتا ہوا نکلا ع

اوسی قاتل نے بے تلوار مارا

اور سخت سوز و گداز میں تھا میں نے اوس کو بلایا اور سبب پوچھا اوس نے بیان کیا کہ مولوی شاہ عبدالرزاق صاحب لکھنوی کا میں مرید ہوں۔ اور اون سے فیض پائے ہوے تھا۔ اور اوس سے سرور تھا نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ شاہ صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے اور اُنھوں نے سب کیفیت سلب کر لی۔ میں نے بہت خوشامد کی اور برسوں منت سماجت کی۔ مگر اوس کیفیت کا اعادہ نہیں ہوا اور بے چینی روز بروز بڑھتی گئی جب بہت تنگ ہوا تب میں نے سوچا کہ آخر تو انھوں نے مجھ کو تباہ کیا ہے اور کچھ دیتے دلاتے نہیں ہیں لاؤ میں ان کا خاتمہ کر دوں۔ اب پیرو مرشد کے قتل کی فکر میں ہوا اور ترکیبیں سوچتا رہا بالآخر یہ خیال میں آیا کہ ان کو سحر کے ذریعہ سے ہلاک کروں۔ اب جادو کیونکر اور کس سے سیکھوں اس فکر میں سرگرداں رہا آخر میں یہ معلوم ہوا کہ میاں کی طرف کچھ لوگ ہیں جو ساحری جانتے ہیں اور سکھاتے ہیں میں وہاں گیا اور ایک عرصہ تک

marfat.com

ادن سے سحر سیکھا اور سیکھ کر پھر لکھنؤ آیا اور شاہ صاحب پر میں نے اوس کا عمل کیا سحر کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ساحر سحر کرتا ہے تو ایک بکرا یا مینڈھا بھینٹ کے لیے رکھ لیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر جادو پلٹ آئے تو اسکو وہ نذر کر کے خود جان بچائے ورنہ وہ ساحر کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ میں نے کمرر شاہ صاحب پر سحر کیا اور مکرر وہ واپس ہوا اور مجھ کو بھینٹ کے واسطے مینڈھا دینا پڑا۔ آخر میں میں مایوس ہوا کہ ان پر جادو نہ چلے گا۔ پھر میں نے اون کی خوشامد کرنا شروع کی مگر وہ راضی نہوئے اور مجھ کو اوس کیفیت کا لطف بھولتا نہیں ہے بالکل بے دست و پا ہوں کوئی چارہ نہیں ہے بجز اس کے کہ یہ چلاتا پھروں کہ ہے

اوسی قاتل نے بے تلوار مارا

تب میں نے اوس سے کہا کہ تم کسی اور بزرگ سے رجوع کرو اور توبہ اور استغفار کرو خدا غفور الرحیم ہے معاف کریگا۔ اور خواہ انھیں بزرگ کو خوش کر دے گا یا کوئی دوسرا بزرگ تم پر مہربان ہو جائے گا یا تقدیر الٰہی پر شاکر رہکر صبر کرو تب اوس نے کہا کہ جو کیفیت سے لذت اٹھا چکا ہے اوس سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اور جو ایک در سے نکالا جاتا ہے۔ اوس کا گذر دوسرے در میں نہیں ہوتا ہے وہی خوش ہوں تو ہوں نہیں تو یہاں بھی دوزخ ہے اور وہاں بھی دوزخ ہے تب میں نے اوس سے کہا کہ تم نے جادو سیکھا یہ بڑی مصیبت ہے تم نے یہ کیوں سیکھا اوس نے کہا کہ مرتا کیا نہ کرتا اس سے زیادہ دوزخ مجھ کو اور کیا ہو سکتی ہے جس میں کہ اب میں مبتلا ہوں۔ بہر حال میں اوس کی کیفیت سے ڈر گیا اور مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مجھ کو بھی میرے مرشد نے مردود کر دیا ہے کیونکہ محض انگریزی امتحان کی وجہ سے میں حضرت کی عیادت کو حاضر نہیں ہوا اور آپ کا وصال ہو گیا۔ اور میں اسدرجہ پریشان ہوا کہ اوسکا ضبط کرنا میرے امکان سے جاتا رہا۔ اس خیال سے کہ لوگ کیا کہیں گے میں بلگرام کے جنگل کی طرف چلا گیا اور ڈاڑھیں مار مار کر رونا شروع کر دیا جب شام ہونے لگی تب مجبوراً واپس آیا اوس زمانہ میں ایک مجذوب مظہر علی شاہ مشہور تھے اور وہ ہردوئی میں آ کے رہے تھے اور ماموں صاحب کے یہاں سے اون کو دو روپیہ ملا کرتے تھے وہ اکثر شراب پیتے ہوئے آتے تھے

marfat.com

ہمارے کمرہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے اور سور شاہ اور کتے شاہ اور بھیڑیے شاہ اپنے چیلوں کے نام سے خط لکھایا کرتے تھے۔ اور رات کو جس صحن میں ہم لیٹتے تھے اوس صحن کے پائیں ہوکر نعرے لگاتے ہوئے بازار کی سڑک پر نکل جایا کرتے تھے میں نے اوس پریشانی میں رات کو کھانا نہیں کھایا اور سر میں درد ہوگیا اور بخار چڑھ آیا اور اوس صحن میں شام ہی سے لیٹ کر سو گیا غالباً نصف شب کے بعد میں یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ آیا ہے جس کو زیارت کرنا ہو کرے اور وہ جنازہ اوس طرف کے چبوترہ پر ہے (اس چبوترہ کے کمرہ میں میرے ماموں صاحب رہتے تھے) میں بہت عجلت کے ساتھ دوڑا لیکن جب چبوترہ پر پہونچا تب مجھے خطرہ آیا کہ وضو کر لینا چاہیے اپنے کمرہ میں واپس آیا اور پانی لے کر ہاتھ دھونے پایا تھا کہ پھر خطرہ آیا کہ مبادا دیر ہونے کی وجہ سے زیارت جاتی رہے فوراً بلا وضو دوڑا ہوا وہاں پہونچا تو میں نے دیکھا کہ ایک کوچ بچھا ہوا ہے اوس پر آں حضرت چت کالے کمبل سے منھ بند کیے ہوئے لیٹے ہیں یہ دیکھ کر ایک انگریزی باجہ میز پر رکھا تھا میں اسے بجانے لگا اسکے بجاتے ہی بہت سے اور گھنٹوں کی آوازیں شدت سے میرے کانوں میں آنے لگیں اور وہ کمرہ زرد نورانی ہوگیا اور ایک آواز شدید توپ کی ایسی ہوئی جس سے اوس کمرہ کے ایک گوشہ کی زمین شق ہوگئی اور اوس زمین سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جاکر مودب بیٹھ گئے اور آں حضرت کوچ سے نیچے اوتر آئے۔ اور میں ذکر یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہتا ہوا آپکے قدموں پر گر پڑا اور بے انتہا رونے لگا آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ "بیٹا! تو مر گیا؟" اب یہ وہ وقت ہے کہ جس وقت مظہر علی شاہ نعرے لگاتے ہوئے میرے پائیں سے سڑک کو جاتے تھے اونھوں نے جبکہ میں اس خواب میں یہاں تک پہونچا تھا میرے پیر میں ہاتھ مارا اور ڈانٹ کر کہا کہ اوٹھ میں جاگ پڑا تکیہ اور بستر میرے آنسوؤں سے تر تھا اور مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان سے یا رسول اللہ یا رسول اللہ جاری تھا اور مظہر علی شاہ نعرہ لگاتے ہوئے سڑک پر چلے گئے میں اوٹھ بیٹھا ششدر رہتا کہ میں نے یہ کیا دیکھا اور مظہر علی شاہ نے مجھے کیوں جگایا اور انگریزی باجہ میں نے کیوں بجایا۔ اور یہ

marfat.com

عظیم الشان ہنگامہ کیسا تھا زمین کیوں شق ہوئی اور یہ توپ کی آواز کہاں سے آئی اور وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہو کر مؤدب بیٹھ گئے تھے) اتنا حصّہ خواب کا بھول گیا بلکہ چھ ماہ تک میں اس خواب کو سوچتا رہا اور وقتاً فوقتاً اس مدت میں ایک نہ ایک بات خواب کی میرے سمجھ میں آتی گئی۔ پھر یہ ارادہ ہوا کہ اب انگریزی نہ پڑھنا چاہیے۔ ہم لوگ کاکوری چلے آئے۔ اور اسی آستانۂ عالیہ پر حاضر باشی شروع کی۔ چونکہ حضرت پیر و مرشد نے بارہا حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی تعریف فرمائی تھی لہٰذا دلی اطمینان پر میں ان حضرت کا ادب و احترام کرنے لگا اگرچہ آپ عمر میں مجھ سے دو ہی تین سال بڑے ہونگے۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق بے تکی اور بے قاعدہ طلب اون سے روز روز راستہ گلی چلتے ہوے کرتا رہا۔ اُس وقت تک تصوف کی کوئی کتابیں میں نے نہیں دیکھی تھیں کہ میں بزرگ کو یہ سمجھتا تھا کہ جو شخص متقی و پرہیزگار ہو عالم اور فاضل ہو منہیات شرعیہ سے بچتا ہو وہ خدا کا مقبول ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ خدا سے دعا مانگتا ہے خدا اوس کی دُعا قبول کرتا ہے اور خود اوس کی نجات ہوتی ہے۔ اور اوس کی سفارش سے اوس کے مریدوں کی نجات ہوتی ہے اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور چونکہ حضرت نے عرصہ تک کچھ نہیں بتایا لہٰذا سخت تحیّر رہتا تھا زندگی دشوار تھی کھانا پینا پہننا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا چاہتا تھا کہ یا تو کچھ ملے نہیں تو موت آجائے تو اچھا ہے۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کیا ملے تو یہ معلوم نہ تھا ہمارے آستانہ کا دستور ہے کہ صبح سے دوپہر تک توفقہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہے اور سہ پہر کو ظہر کے وقت سے عصر تک کوئی نہ کوئی کتاب تصوف کی پڑھائی جاتی ہے۔ ظہر کے نماز کے بعد جب تصوف کی کتاب (غالبًا عوارف المعارف) حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر پڑھتے تھے اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر سنتے تھے اور آسمان پر کچھ زردی سی چھائی ہوئی تھی اوس زردی کو دیکھکر آپ ہی آپ مجھے اپنا وہ مذکورہ بالا ہر دوئی والا خواب یاد آگیا۔ کیونکہ اگرچہ وہ زردی ویسی روشن نہیں تھی مگر اوس کی مناسب تھی جیسے کہ میں نے خواب میں دیکھی تھی بس دفعۃً خواب کا یہ حصہ کہ (ایک بزرگ زمین سے برآمد ہو کر مؤدب بیٹھ گئے تھے) بھولا ہوا یاد آگیا۔ اور پورے طور پر یقین ہو گیا

marfat.com

کہ وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہو کر مؤدب بیٹھے تھے وہ یہی حافظ صاحب ہیں. جو عوارف پڑھ رہے ہیں۔ تب میری طلب دوبالا ہو گئی اور میں نے قطعی ارادہ کر لیا کہ اب ان کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا مجھ کو ہدایت ہوئی کہ تم کو جو کچھ حاصل ہو گا انھیں کے ذریعہ سے حاصل ہوگا اس کے بعد مجھکو دیوانگی نے گھیرا اور میں کسی وقت یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کا ساتھ ترک کردں۔ اور کاکوری میں دیوانہ اور پاگل مشہور ہو گیا اور دس بارہ برس تک یہی کیفیت رہی ایک دن کا قصہ ہے کہ میں مغرب کی قریب حافظ صاحب کے ساتھ بستی سے تکیہ شریفہ کو جاتا تھا اور طالب علم بھی ساتھ تھے اور مثل اپنی عادت کے راستہ گلی میں حق کی طلب بھی کرتا جاتا تھا جب حاطہ کے بیرونی پھاٹک کے قریب جہاں پر اب چھوٹا سا پل بن گیا ہے پہونچا داہر آپ نے پوچھا کہ آخر کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ دیجیے تب آپ نے فرمایا کہ اللہ اسم ذات ہے اسکو سب جگہ حاضر وناظر جانو۔ اتنا ارشاد فرمانا تھا۔ کہ میں جس طرف دیکھتا تھا بجز اللہ کے کچھ خیال میں نہیں آتا تھا جاگنے میں بھی اور قریب قریب سونے میں بھی یہی کیفیت تھی یہاں تک کہ میں او بھ گیا اور چاہتا تھا کہ کسی وقت نعوذ باللہ " اللہ اوترے"، تو کچھ سکون ہو یہ ابتدائی حالت تھی اوسکے بعد ایسے ہی سینکڑوں واقعات عجیب وغریب ظہور میں آئے جن کا بیان کرنا خالی از طوالت نہیں ہے۔ سالک کو قبض وبسط ہوا کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بھی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریل کے نزول میں تاخیر ہوئی تو آپ اس درجہ پریشان ہوے کہ آپ نے اپنے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ قبض اسکو کہتے ہیں کہ جب بحکمت الٰہی واردات قلبی بند ہو جاتے ہیں۔ اور سالک تشنگی طلب سے پریشان ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ حق یا پیر ومرشد ناراض ہو گئے ہیں اور بسط جب ہوتا ہے کہ اوس قبض سے سالک کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ اور نئے نئے حقائق ومعارف کا نزول اوسپر ہوتا ہے تب وہ خوش ہوتا ہے اور پھولے نہیں سماتا ہے۔ اور یہ برابر ہوتا چلا جاتا ہے الا ماشاء اللہ ؎

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

marfat.com

چنانچہ ایک دن مجھ کو سخت قبض ہوا اور میں نے اپنی زندگی سے تنگ ہو کر دین اور ایمان کو بھی خیرباد کہا۔ اور سخت غصہ میں اپنی ہلاکت کا طالب ہوا لیکن سوچا کہ مرونگا تو کہاں جاؤں گا اور جیوں گا تو کیسے جی سکتا ہوں۔ بہرحال حضرت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیے اگر دین فہما ورنہ

ع۔ ملکِ خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست

دس روپیہ کی نوکری کے لیے آدمی اپنے وطن سے دور جاکر رہتا ہے خدا کے واسطے اگر میں اپنی تمام عمر اعزہ و وطن کی جدائی میں گذار دوں کیا مضائقہ ہے۔ لہذا حضرت سے بلت چیت کر کے قول فیصل ہو جانا چاہیے۔ غرض اوسی وقت میں حضرت کے حضور میں حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ کلام مجید میں یہ آیت ہے یا نہیں کہ الانسان علےٰ نفسہٖ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ اور وفی انفسکم افلا تبصرون آپ نے فرمایا کہ ہے میں نے عرض کیا کہ میں طلب کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ میں سچی طلب کرتا ہوں پھر مجکو کیوں نہیں ملتا ہے جبکہ میرے نفس میں ہے آپنے فرمایا کہ بڑے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ملتا ہی۔ میں نے کہا کہ میں اون مجاہدوں کے لیے موجود ہوں۔ اور اگر کلام مجید سچا ہے تو میں اپنی نفس کا حال خوب جانتا ہوں آپ جیسا فرمائیے میں اُس کے کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سچا ہے لیکن تم کیوں کافر ہوئے جاتے ہو میں نے کہا کہ میں مومن کس دن ہوا تھا جو آج کافر ہوا جاتا ہوں یہ تو ماں باپ کا ایمان ہے جبسے میں مسلمان کہا جاتا ہوں اور یہ سب ڈھکوسلا ہے اگر آپ دیتے ہیں تو دیجیے اور اگر آپ میں دینے کی استعداد نہیں ہے تو صاف کہ دیجیے۔ اور اگر آپ کے علم میں کوئی جاننے والا ہو تو براہِ عنایت بتا دیجیے ہم اوس کے پاس چلے جائیں گے اور آپ کی ممنون ہوں گے اور جب تک بذات خاص مجھ کو خود مشاہدہ نہیں ہو جائیگا میرا ایمان ٹھیک نہو گا تب آپنے بہت خفا ہونے کے بعد فرمایا کہ کچھ صبر کر سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں اگر آپ وعدہ کیجیے میں برس دو برس تک صبر کر سکتا ہوں کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ کوئی چیز بلا محنت و مشقت کے

سلہ انسان اپنے نفس کا بصیر ہے یعنی اپنے نفس کا حال جانتا ہے، اگرچہ عذرات پیش کرے ۔

marfat.com

حاصل نہیں ہوتی اگر آپ فرمائیں کہ فلاں ملک میں فلاں شخص سے تمکو تمھارا مقصد ملے گا۔ تو میں
اسوقت یہیں سے بلا مکان گئے ہوے وہاں جانے کو تیار ہوں تب آپ نے فرمایا کہ اچھا آج
رات کو تم ولی نگر (اپنی ننھیال) میں جاکر رہو اور عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر و مرشد کے برزخ
اپنے قلب میں قائم کر کے قبلہ رو چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور ولی نگر چلا گیا۔
برادر عزیز مولوی محمد ہاشم صاحب کے گھر کے کمرہ میں میں نے اول وقت عشا کی نماز بوجہ عجلت کے
بالکل بے دلی سے پڑھی اور قبلہ رو دوزانو بیٹھکر پیر و مرشد کی برزخ دل میں قائم کرنے لگا دس
منٹ تک تخمیناً میں نے کوشش کی برزخ قائم نہوئی۔ تب میں نے اِک آہ سرد بھری اور اسی دم
سانس کو کھینچا۔ چونکہ مجھے کمال رنج ہوا تھا لہٰذا میں نے ارادہ کر لیا کہ اب اس سانس کو نیچے
اُترنے نہ دونگا جہاں تک میرے امکان میں ہوگا۔ اور اگر اسی طرح پر دم نکل جاے تو اچھا ہے
سانس اترتی تھی اور میں اس کو بار بار چڑھاتا تھا۔ اس جد و جہد میں تین آوازیں توپ کی ایسی بلکہ
اوس سے زائد میرے دماغ سے آئیں اور مجکو معلوم ہوا کہ میرا دماغ پھٹ گیا اور اوس میں سے ایک
دھواں نکل کر نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ اور میں بالکل غائب ہوگیا اور مجکو یہ خبر بالکل نہیں رہی کہ میں
کون ہوں کہاں ہوں کیا ہوں مجھے معلوم نہ ہوا کہ میری یہ حالت کتنی دیر رہی مگر غالباً بہت
زیادہ دیر تک یہ حالت قائم نہیں رہی اب اسی بیخودی کی حالت میں مجھے اس خطرہ کا ہوش
ہوا کہ میں کون کہاں گیا اور اس سے سخت الجھن اور بے چینی پیدا ہوگئی جیسے کسی کا دم گھٹتا ہو
اوس بے چینی میں مجھے ہوش آگیا ہوش آنے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک میں بیہوش رہا یعنی
مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں کس ارادہ سے بیٹھا تھا پھر جس ارادہ سے کہ بیٹھا تھا وہ یاد آیا یعنی میں
اپنے ہوش میں آیا اگرچہ مجکو بہت سخت تکلیف ہوئی تھی۔ لیکن ایک نیا واقعہ جو مجھ پر گذرا تھا
اوس سے مجکو امید بندھی اور حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرنے سے یہ نیا واقعہ گذرا تھا لہٰذا آپ ہی
میرے قلب میں مسرت و سرور پیدا ہوگیا۔ سرور کا آنا تھا کہ بجلیاں کوندنے لگیں یعنی تجلیات
برقی ہونا شروع ہوئیں اور منٹ منٹ دو دو منٹ کے بعد ہر رگ و پے میں تجلی ہوتی تھی۔

marfat.com

اور یہ تجلیات برابر ہوتی رہیں اور مجھ کو باوجود ہوش کے بسبب شدت ذوق کے وجد تھا۔ گھر کی بیبیاں اور لڑکے اور ماؤں تک سب کی سب میرے وجد سے مسرور و محظوظ تھے ہمسایہ میں میر سبحان علی صاحب کا مکان تھا وہاں بھی رات بھر شب بیداری رہی اس حالت میں جس چیز کا میں خیال کرتا تھا وہ فوراً میرے سامنے موجود ہوتی تھی اور مطلقاً خفا نہ تھا۔ ملائکہ بہشت و دوزخ کوئی چیز چھپی نہ تھی بجز اسکے کہ کسی پیمبر یا ملک سے کلام کرسکوں۔ اور اس کا طریقہ بھی اوسوقت مجھ کو معلوم نہ تھا۔ آخر میں قریب صبح ایک عجیب و غریب تجلی ہوئی کہ جس سے میں اپنے قابو میں نہ رہ سکا۔ اور شدت سرور میں بے انتہا رونے لگا اس اثنا میں صبح ہوئی اور میں وہاں سے کودتا پھاندتا بالکل مست و سرشار سیدھا تکیہ شریف پر آیا۔ اور پہنچ کر میں نے حضرت سے کہا کہ اب ہم کو آپ یہاں ندیکھا کریں گے اوسی عالم میں دیکھا کریں گے تب آپ نے فرمایا۔ کہ پھر روئے کیوں" میں سمجھا کہ میں نے کچھ برا کیا۔ اس کا رنج خفیف سا میرے قلب میں آیا جیسے کہ رات کو خفیف سی مسرت ہوئی تھی جس کی بعد تجلیات شروع ہوئی تھیں۔ بس اس رنج کا آنا تھا کہ بالکل اندھادھند ہوگیا اور میں بقول شخصی کہ "موچی کا موچی رہ گیا" مگر میرا ایمان و عقیدہ ٹھیک ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ خدا طلبی میں سب کچھ ہے ہم کو جاہے ہو یا نہو اور پیمبرا اور اولیا راللہ برحق ہیں۔ خدا بلا سبب بلا علل کے جسکو جو چاہے دیدے۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ تجلی تو حضرت موسیٰ کو ہوئی تھی ایک عاجز بندہ معصیت آلود کو کیونکر ہوسکتی ہے اول تو تجلیات کے تمام تجلی افعالی تجلی صفاتی۔ تجلی ذاتی۔ پیمبروں کو پیمبروں کے موافق اولیا کو اولیا اللہ کے موافق گنا ہگاروں کو گنا ہگاروں کے موافق ہوتی ہے۔ اس میں کسی پیمبر کی برابری نہیں ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کو ستر ہزار مرتبہ تجلی ہوئی حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

موسیٰ نے جسے جلوہ نما طور سے دیکھا کالبرق ادسے ہم نے بھی کل ور سے دیکھا

اور حضرت مولانائے رومی نے حضرت زید کا قصہ مثنوی شریف میں رقم فرمایا ہے جس کے

marfat.com

چند اشعار اس جگہ پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور اسکی تمہید میں اسکے اوپر کی حکایت میں جو اشعار ستی کے ہیں وہ بھی لکھے دیتا ہوں۔ از حکیم سنائی ؎

بر مدار از مقام ستی پئے ... سر ہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اس کی شرح میں مولانا فرماتے ہیں ؎

بشنو الفاظِ حکیم پردہ ... سر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردہ
چونکہ از میخانہ ستے ضال شد ... تسخر و بازیچۂ اطفال شد
می فتد او سو بسو بر ہر رہے ... در گل و می خندوش ہر ابلہے
او چنین و کودکان اندر پیش ... بیخبر از مستی و ذوقِ میش
خلق اطفال اند جز مستِ خدا ... نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
گفت پیغمبر صباحی زید را ... کیف اصبحت ای رفیق باصفا
گفت عبدًا مومنًا باز اوش گفت ... کو نشان از باغ ایمان گر شگفت
گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا ... شب نخفتستم ز عشق و سوزہا
گفت از ین رہ کو رہ آوردی بیار ... در خورِ فہم و عقولِ این دیار
گفت خلقان چوں ببنید آسمان ... من ببینم عرش را با عرشیان
ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من ... ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم ... تا چو خورشیدی بتابد گوہرم
دوزخ و جنات و برزخ درمیان ... پیش چشم کافران آرم عیان
می بساید دوش شان بر دوشِ من ... نعرہ ہا شان می رسد در گوشِ من
اہل جنت پیش چشم ز اختیار ... در کشیدہ یک دگر را در کنار
دست یکدیگر زیارت می کنند ... وز لبان ہم بوسہ غارت میکنند
کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ ... وز حنین و نالۂ واحسرتاہ

marfat.com

ہم چنیں می گفت سرمست و خراب | داد عیبی جامہ گریبانش بتاب
گفت دم درکش کہ آیت گرم شد | عکسِ حق لایستحی زد شرم شد
آئینہ تو جست بیرون از غلاف | آئینہ و میزان کجا گوید خلاف
لیک درکش در بغل آئینہ را | گر تجلی کرد سینا سینہ را
گفت آخر ہیچ گنجد در بغل | آفتابِ حق و خورشید ازل
ہم دغل را ہم بغل را بردرد | نے جنون ماند بہ پیشش نے خرد

نجس و ناپاک چیز کی تو قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ میں یہ پاکی اور صفائی ہے کہ وہی غلیظ خون حیض عورت کے پستانوں میں جاکر شیر صاف و شفاف ہوجاتا ہے اور ایسی اعلیٰ چیز ہوجاتا ہے کہ جس کو رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے معرفت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جو کوئی شخص خواب میں دودھ پیے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسکو معرفت حق نصیب ہوگی اور اسی معرفت کی وجہ سے آپ نے شبِ معراج میں شراب پر دودھ کو فضیلت دی کیونکہ توحید کی رو سے سب حق ہے صرف مطلوب معرفت ہے اوسی کو آپ نے پسند فرمایا پس اگر حق تعالیٰ اپنے ایک بندہ پُرمعاصی کو اپنے فضل و کرم سے طفیل پیر و مرشد گندگی سے نکال کر حقیقت کے میکدۂ عینیت بلا فرق میں لاڈالے تو کیا بعید ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ؎

مابہ بحر نور خود راجع شدیم | وز رضاع اصل مستر ضع شدیم

معصیت کی ابتلا بہانہ ہی جب منظور نہ ہوا معصیت کا الزام دیدیا درنہ ؎

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش | کہ جز تو نیست اے مردِ یگانہ

اور اسی کو میکدیت کہتے ہیں۔ کہ جس کی وجہ سے خون حیض بسبب یکرنگی کے شیر شیریں ہوجاتا ہے۔ بعد اس واقعہ کے اگرچہ تجلیات و مشاہدات بند ہوگئیں مگر عنایت مرشدی شاملِ حال اس طرح پر رہی کہ برقی تجلی کی معیت وقتاً فوقتاً اپنا اثر دکھاتی رہی کیونکہ

marfat.com

جب اس خاندان عالی شان کی عنایت ہوتی ہے۔ اس کی ازدیاد شوق وطلب کے لیے برقی تجلی لگا دی جاتی ہے تاکہ ہستی سالک کو ناسوتیات کی ابتلا سے خالی کرتی رہے اور روحانیات کی طرف مصروف رکھے یہ قصہ تو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ کی عنایت کا میں نے مختصراً قابل فہم عوام بیان کر دیا ہے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اگر میں کچھ بھی سچا ہوں تو خدا کی طلب بیکار نہیں ہے اور بزرگوں کا فیض ہنوز جاری ہے۔ ایک روز کا قصہ (یہ بھی ابتدائی سے ہے) یہ ہے کہ جب میری دیوانگی و مدہوشی حد سے تجاوز کر گئی اور قصبہ میں سخت (بے سمجھے بوجھے) بدنامی پھیل گئی تب مجھ سے حضرت نے حکم دیا کہ صبح سے آدھی رات تک تم تکیہ شریفہ پر روزانہ حاضر باشی کو ترک کر دو صرف عصر کی نماز تکیہ شریفہ پر پڑھا کرو اور بعد نماز کے جب ہم بستی جاتے ہیں تب ہمارے ساتھ چلا کرو اور واپسی میں تکیہ پر ہم کو پہونچا کر گھر چلے جایا کرو۔ اور جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت آیا کرو اور بعد نماز جمعہ کے ہمارے ساتھ بستی چلا کرو تب سے یہی عملدرآمد رہا مگر ایک روز جمعہ کو مجھکو جمعہ کا خیال نہیں رہا میں حسب معمول عصر کے وقت تکیہ شریفہ پر حاضر ہوا تو وہاں میں نے اپنے حضرت کو نہ پایا صرف حضرت شاہ علی اکبر قلندر تشریف رکھتے تھے۔ میں جب پہونچا تو حضرت شاہ علی اکبر قلندر نے فرمایا کہ تمہارا قافلہ گیا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں تب آپ نے فرمایا کہ انور بستی گئے آج جمعہ ہے۔ میں نے یہ سنکر الٹے پاؤں پھرنا چاہا کہ جہاں بستی میں حضرت تشریف رکھتے ہیں وہاں جاؤں تب آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہاں تکیہ خالی ہے تم ذرا دیر یہاں ٹھہر جاؤ ہم مسجد میں نماز پڑھ آئیں تب چلے جانا مجھے اتنا ٹھہرنا بہت ناگوار ہوا مگر ارشاد کی تعمیل کرنا پڑی۔ اور جتنی دیر میں کہ حضرت نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے میں چبوترہ پر ٹہلتا ہی رہا اس میں آپ نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ کنوئیں کے پاس والا دروازہ بند کر دو اور باورچیخانہ کے دروازے سے چلے جاؤ میں دروازہ بند کرنے چلا پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم ہی بند کیے دیتے ہیں تم جاؤ۔ اس اثنا میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں دو

marfat.com

بجلیاں یہ چمکیں ؎

ہلے تیغ ابرو تو کاٹوں گلے کو ۔۔۔ سمجھنے لگا ہوں اشارے تمہارے

میں سمجھا کہ یہ بجلیاں چمکنا بے سبب نہیں ہے بہرحال میں وہاں سے بستی میں اپنے حضرت کے پاس جانے کو چل کھڑا ہوا اور تکیہ کے پھاٹک تک پہونچا تھا کہ میں بالکل بے خود ہو گیا اور عصر کے بعد کا تکیہ شریفہ کا چلا ہوا منشی عبد الحی صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے ہزار دقت وخرابی اُفتاں وخیزاں بعد مغرب پہونچا جہاں پہونچ کر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اوپر منشی عبد الحی کے پاس (جو میرے ماموں تھے) تشریف رکھتے ہیں سیدھا اوپر چلا گیا وہاں حضرت تشریف رکھتے تھے اور منشی جی بھی تھے چند باتیں مجھ سے جناب منشی عبد الحی صاحب نے استفسار فرمائیں میں نے ان کا جواب غیر منتظم دیا وہ ہنسنے لگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "کیا تم ابا کے پاس گئے تھے" میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ جاؤ سو رہو۔ میں نیچے اتر کر برادر عزیز عبد القیوم کے کمرہ میں سو رہا۔ اس وقت تک خمار کی حالت تھی اسوجہ سے اسقدر یاد بھی رہی اور جب میں پلنگ پر لیٹا تو پھر مجھکو ہوش نہیں رہا حضرت اپنے معمولی وقت پر تکیہ شریفہ پر تشریف لے گئے لوگوں نے میرے جگانے کی کوشش کی لیکن مجھ کو خبر نہ ہوئی تمام شب گذری اور صبح ہو گئی صبح کو بھی نہیں اٹھا یہانتک کہ دوپہر کا وقت آ گیا تب سب کو تشویش پیدا ہوئی بہرحال نہیں معلوم آخر میں کیا ترکیب کی گئی جس سے مجھ کو ہوش آیا میں نے جاگتے ہی پوچھا کہ حضرت اوپر تشریف رکھتے ہیں یا اندر (یعنی میں سمجھتا تھا کہ ابھی سویا ہوں) معلوم ہوا کہ تمام شب اور نصف دن گذر گیا ہے میں سخت متعجب ہوا پھر وہاں سے اٹھکر اپنے گھر آیا اور اپنے کمرہ میں آکر چپ چاپ مبہوت بیٹھ گیا اور اس مستی میں آپ ہی آپ بلا شور وشغب کے بلا کسی روشنی یا تجلی یا نورانیت کے دیدۂ دل سے دیکھتا تھا کہ میں پہلے آسمان پر گیا اور جسم یہیں نیچے تھا اور اسی طرح دوسرے آسمان اور تیسرے آسمان پر یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک گیا

marfat.com

اشیاء آسمانی و ملائکہ وغیرہ وغیرہ سب دکھائی دیتے تھے اور میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ کسی سے مخاطب ہوں اور نہ کسی سے مخاطب ہوا بالآخر آسمانوں کی دید ختم ہونے کے بعد ایک عظیم الشان تاریکی نظر آئی کہ جس سے ایک عجیب وغریب ہیبت قلب پر طاری ہوگئی اگر مستی و بے خودی کی حالت نہ ہوتی تو دل و دماغ پھٹ جاتے۔ تاہم بے انتہا گھبراہٹ پیدا ہوئی اور تشویش نے گھیر لیا کہ یہ ہے کیا؟ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہے سخت پریشانی کے بعد میں نے اپنے آپ ہی میں سے حق تعالیٰ کا کلام باواز بلند یہ سنا کہ ھذا الامر امن آواز کے سنتے ہی مجھپر سخت رقت طاری ہوئی اور میں زار و قطار رونے لگا بہت رونے کے بعد بالآخر میری مستی کم ہوگئی اور ہوش میں آگیا اور ہوش میں آنے کے بعد ساری دید بند ہوگئی اب اوس کی حسرت شروع ہوئی کہ اگر میں نہ روتا اور آگے ترقی کرتا مگر خدا کو منظور یہ تھا کہ جو کچھ عطا ہوا تھا وہ سب کھو بیٹھوں لہذا سب کھو بیٹھا بجز اسکے کہ میرا عقیدہ وایمان اس بات پر مضبوط ہوگیا کہ اولیاء اللہ میں بڑی قدرت ہے جو چاہیں کریں اور بزرگان دین کے تصرفات وواقعات جسقدر کہ کتابوں میں مذکور ہیں یا زبان زد خاص وعام ہیں بالکل سچے ہیں اور اگر کسی بزرگ کی خدمت میں سلوک کرنے سے اوس بزرگ کی عنایت بذریعہ اطاعت وعقیدہ کے برقرار رکھی جاوے تو بہت کچھ کمال حاصل ہوسکتا ہے بس...... میں جب ہم تینوں بھائیوں کے شادی ایک ساتھ ہوئی تھی میں نے ان تقریبوں کے انتظام میں بہت محنت کی اور بہت جاگا جس کے نتیجہ میں کھانسی و بخار بہت سخت آنے لگا اور سو تنفس پیدا ہوگیا۔ اعزا و اقارب میری زیست سے مایوس ہوے اور مجھ کو خود اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی مگر حضرت کی خدمت میں حضوری اس زمانہ سے قبل نصیب ہوچکی تھی اون کی عنایت سے مجھ کو جاذبات گھیرے ہوے تھے کچھ مرنے کی پروا نہیں کرتا تھا اور اوس زمانہ میں حضرت کا لاڈلا بنا ہوا تھا خدا پر بہت بھروسہ تھا جیسے دایہ پر بچہ کو ہوتا ہے کہ بچہ اوسی دایہ کو مارتا ہے اور پھر اوسی دایہ کے چمٹتا ہے میں نے شدت جذبات میں خدا کے حضور میں

marfat.com

گستاخانہ وبے ادبانہ الفاظ بڑبڑانا شروع کیے گھر کے سب عورت مرد سننے والے انگشت بدندان اور خوف زدہ تھے کہ مرتے وقت بجائے کلمہ پڑھنے کے ایسے الفاظ اِس کی زبان سے نکل رہے ہیں اس کا انجام کیا ہوگا اور یہ کہاں جائے گا مگر مجھ کو کچھ اس کی پروا نہ تھی اور شل شہان موسوی کے میں نے گستاخانہ الفاظ بکنا جھکنا نہیں چھوڑا۔ بے خودی آ ئی یا سو گیا اسکا حال نہیں معلوم مگر میں نے دیکھا اوّلاً حضرت حافظ صاحب جلدی جلدی تشریف لائے اور اوسوقت مجھکو یہ خبر تھی کہ میں پلنگ پر چت لیٹا ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا تم خدا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ اِس سے زیادہ نعمت اور کیا ہے اسی کی تو تمنا ہے۔ آپ واپس گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اوسی مقام پر خداوند عالم وعالمیان کی حضوری ہوئی حافظ صاحب ساتھ تھے اور مجھ سے اُردو زبان میں حضرت حق نے فرمایا کہ " تو اچھا ہو جائے گا " میں چونک پڑا تو میں نے اپنی یہ حالت دیکھی کہ حلق خشک ہے سانس آنی دشوار ہے پیاس شدت سے ہے جاڑوں کا موسم تھا کھانسی کی شدت تھی ایک برھنے میں ٹھنڈا پانی پلنگ کے پاس رکھا تھا میں بہت سا پانی اوس میں سے پی گیا۔ اسی وقت سے سکون شروع ہوا اور کم و بیش ہفتہ عشرہ میں میں بالکل اچھا ہو گیا۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ میں طلب حق میں مستانہ وار حضرت کے ساتھ تو رہتا تھا لیکن نماز پڑھنا کیسا خیال تک نہیں آتا تھا حضرت یوں تو نماز پڑھنے کی روزانہ تاکید فرماتے تھے مگر اوس روز بہت سخت تاکید و تہدید فرمائی کہ میرے دل میں بھی کھٹک پیدا ہو گئی میں اپنی جگہ پر آ کر جب رات کو لیٹا تو بلا نماز پڑھے لیٹ رہا دفعتاً اوسی کھٹک کی وجہ سے مجھے خیال پیدا ہو کہ حضرت اسقدر تاکید فرماتے ہیں تو نماز کیوں نہیں پڑھتا ہے اور میں نے اپنے آپسے محاسبہ کرنا شروع کیا کہ خدا کی طلب اور نماز ندارد حضرت کا حکم اور اوس کی اعتنا نہیں استغفار و لاحول پڑھ کر اوٹھا وضو کیا جانماز بچھا کر نیت کے ارادہ سے کھڑا ہوا کہ لاحول کے معانی نے جلوہ نمائی کی بے اختیاری نے آ گھیرا نماز شروع نہ کر سکا بہزار دقت پلنگ پر آ کر لیٹ رہا

marfat.com

اور اپنے آپ کو ملامت کرتے کرتے سوگیا۔ صبح کو اپنی صورت سے آپ بیزار اوسی طرح سے نامراد اوٹھا تکیہ شریفہ پر حضرت کی حضور میں حاضر ہوا حضرت نے پھر ترک نماز کی ملامت کی دوپہر تک تکیہ پر رہا پھر مکان آکر کھانا کھاکر سو رہا۔ ہاں بھول گیا جب رات کو میں نے آپ کو ملامت کی تھی تب خدا سے بعجز وزاری التجا کی تھی کہ تو مجھ کو راہ راست دکھلا اور اپنے ملنے کا طریقہ بتا۔ غرضکہ دوپہر کو سوگیا۔ خواب میں یا یقظہ میں میں نے دیکھا کہ زینہ کی طرف سے اوسی مقام پر جہاں میں لیٹا تھا حضرت حق نے ایک برقعہ سفید نورانی میں آکر ایک ہاتھ میرے سر پر رکھا اور دوسرا میری زیر زنخداں ہاتھ تو دونوں نظر آتے تھے مگر قوت لامسہ اون ہاتھوں کے مس کا ادراک نہیں کرسکتی تھی اوسوقت حضرت حق نے بزبان عربی مجھ سے فرمایا لیس الصراط الا بالجذابۃ اِس کے معانی بعد بیداری کے مجھے عرصہ تک محظوظ کرتے رہے اور میں لطف اُٹھاتا رہا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جو اس واقعہ کے بعد پیش آیا۔ مجھ کو حضرت نے پھر سخت ملامت کرنی شروع کی کہ تم مہذب الاوقات کیوں نہیں بن جاتے ہو متواتر ارشادات کے بعد میں نے اوقات کو منضبط کیا نماز و وظیفہ پڑھنے اور تلاوت قرآن دمشغولی کرنے پر اور دنیا کی کام سرانجام دینے کے واسطے ایک ایک وقت منقسم کیا اور علاوہ کتب مبنی تصوف کے سہ پہر کو تفسیر کلام مجید حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھنا شروع کی کوئی چار یا پانچ ماہ تک یہ عملدرآمد رہا ان اعمال حسنہ کے برتنے سے ایسی نورانیت میرے قلب میں آئی کہ جب میں کوٹھی میں پلنگ پر لیٹا ہوتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریا نور کا زمین سے آسمان تک ہے اوس میں میں تیر رہا ہوں اور بہت مسرور ہوتا تھا اور جب حضرت کی حضور میں حاضر ہوتا تھا تب آپ میرے اعمال کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک روز پچھلے دنوں سے زیادہ تعریف کی۔ میں علوے ہمت دشان حضرت سے کسی قدر آگاہ ہوچکا تھا۔ مجھے اس تشویش نے آگھیرا کہ حضرت کے نزدیک یہ معمولی باتیں ہیں میری اس قدر تعریف کیوں فرماتے ہیں۔

ملہ راہ نہیں ہے مگر ساتھ جاذبہ کے ۱۲

marfat.com

اِس میں کوئی بھید ہے میں تفکر کرنے لگا اور اُسی تفکر میں دوپہر کو اپنی کوٹھی میں آکر پلنگ پر لیٹا سر مغرب کی طرف تھا اور پیر مشرق کی طرف کہ مجھکو عین بیداری میں چشمِ دل سے ایک ابر تیرہ و تار اُٹھتے ہوئے معلوم ہوا۔ سوچا کہ یہ کیا ہے سمجھ میں نہ آیا مگر اُس کو دیکھتے رہنے سے مستی اِس قدر آنے لگی کہ جیسے کوئی شخص بہت سی شراب پی جائے اور اُس کی مستی میں مبتلائے مستی نہو کہ یکایک اُس ابر تیرہ و تار کے بونڈے مثل آندھی کے آنا شروع ہوئے اور مجھکو اپنے میں لے لیا میں بالکل مدہوش ہو گیا نہیں معلوم کتنی دیر تک میں بیہوش رہا جب ہوش میں آیا تو بسبب بے اختیاری کے اُس وقت ظہر یا عصر کی نماز قضا ہو گئی اور سب حفظ اوقات غائب معلوم ہوا کہ مجھکو میکدہ کی حقیقت دکھائی گئی ہے لیکن سہی اور اس نورانیت میں مجھکو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوا کہ اوس نورانیت میں قعر قلب میں جا کر تفرقہ صریحی تھا اور اس میکدیت میں محض یکتائی تھی مجھے کھل گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین[1] اب لیجیے تکیہ پر جو حاضر ہوتا ہوں تو ادھر تو نماز نہیں پڑھی اُدھر تفسیر کا درس موقوف دونوں حضرات نے مجمع عام میں ملامت کی بوچھاڑ کر دی جس سے میں بہت ذلیل ہوا مگر مجھ کو اس ذلت کی کچھ پروا نہوئی کیونکہ میری سلوک کی چول ٹھکانے پر بیٹھ چکی تھی اور جان چکا تھا کہ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم زتست — ایمنی از تو مہابت ہم زتست

؎ پیر مغان حکایت معقول می کند — معذورم ار محال تو باور نمی کنم

حافظ جناب پیر مغان جائے دولت است — من ترک خاک بوسی این در نمی کنم

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بادف دنے دوش آں مردِ عرب — وہ چہ خوش می گفت ہنگام طرب

[2] ایہا القوم الذی فی المدرسہ — کل ما حصلتموہا وسوسہ

فکرکم ان کان فی غیر الحبیب — ما لکم من نشأۃ الاخری نصیب

---

[1] نیکوکاروں کے اعمال نیک مقربین کے لیے گناہ ہیں۔ (یعنی حجاب ہیں) ۱۲ [2] مدرسہ والو! تم نے جو کچھ حاصل کیا سب وسوسہ اگر تمہاری فکر حبیب کے سوا اور کسی طرف ہو تو تم کو آخرت سے کچھ نصیب نہ ہوگا ۱۲

marfat.com

فاغسلوا یا قوم عن لوح الفواد کل علم لیس ینجی فی المعاد

طرہ یہ ہوا کہ اس نورانیت میں نورانیت کی حالت جو روز بروز حفظ اوقات سے بڑھتی جاتی تھی یعنی باوجود آنکھ بند رہنے کے تمامی اشیاء موجودہ کوٹھی نظر آتی تھیں اور پھر ترقی ہوئی تو بیرون احاطہ کی چیزیں بھی نظر آتی تھیں اور اگر زیادہ مدت تک اس حالت میں رہتا تو اور زیادہ نظر آتا وہ سرور دمعائنہ بالکل موقوف ہوگیا کیونکہ ہمیں تفرقہ تھا اشیاء اشیاء تھیں میں میں تھا۔ معہذا حضرت اور بزرگان دین سے بھی فی الجملہ علیحدگی تھی کہ جمیں حصول یقین نہ تھا اور اس طریقہ میں شہود حق در حق تھا۔ حضرت وبزرگان دین سے عینیت تھی جس کی وجہ سے یقین ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور اس آیت کے معنی بلا شک وشبہ سمجھ میں آگئے کہ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین اور دل وزبان ایک ساتھ مترنم ہوتے تھے کہ ؎

این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے

ویں دفتر بے معنے غرق مے ناب اولے

شیطان کا مادہ شطن ہے اور شطن کے معنی بعد ہیں پس کوئی معائنہ جو اعلیٰ نورانیت کا ہو یا ادنیٰ ظلمانیت کا اور اس میں بعد پایا جائے وہ معائنہ وسوسۂ شیطانی سے خالی نہیں ہے اگرچہ وہ معائنہ برکت دیتا ہو اور جو مشاہدہ یکتائی کی حالت میں ہو وہ اصلی ہے اگرچہ کوئی شئے قابل وقعت اس مشاہدہ میں نظر نہ آوے اور عنقائے جامعیت اسما تخلیقی کا آشیانہ یہی حالت میکدیت ہے اور ایسی حالت میں سالک مثل طفل کے حق تعالیٰ کی گود میں رہتا ہے اور حق بنفس نفیس اسکی پرورش فرماتا ہے ؎ (رومی)

طفل تا گویا و پویا نہ بود مرکبش جز گردن بابا نہ بود

باقی میکدہ کا حال کہاں تک بیان کیا جائے دفتر کے دفتر سیاہ ہوسکتے ہیں یہ چند

لہ پس اے قوم اپنے دل سے وہ علم کہ جو آخرت میں کام آنے والا نہیں ہر دھو ڈالو

marfat.com

واقعات میں نے اپنے حال کے اس لئے لکھ دیئے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں کچھ بھی سچا ہوں تو خدا طلبی محض ڈھکوسلا نہیں ہے بلکہ اس راہ میں بہت کچھ ہے مولانا حافظ کہتے ہیں ؎

باین نماز خود اے شیخ دل فسردہ مناز
بیا بدرد در آور طریق اہل نیاز

میں نے اپنے ابتدائے زمانہ شعور میں بہت نمازیں پڑھیں حتیٰ کہ ایک شب میں ہزار ہزار رکعت پڑھی اور جہاں تک خیال کرتا ہوں یہ سب نمازیں خلوص نیت سے ادا کیں لیکن جو باتیں کہ ان حضرات اولیاء کرام کی عنایت وکرم سے پیش آئیں اون کا عشر عشیر بھی کبھی اون عبادتوں میں نصیب نہیں ہوا مجھے یقین ہے کہ ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یک زمانے صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

پس آدمی اگر آدمی ہونا چاہے تو اوسکو چاہیے کہ جسطرح ہوسکے جد وجہد کرکے جان و مال کھپا کر تمام عمر صرف کرکے کسی بزرگ کی عنایت اپنے حال پر مبذول کرائے اس سے زیادہ اعلیٰ مقصد کوئی نہیں ہے جن بزرگوں کو حاصل ہوا ہے اون کو بزرگوں ہی کی عنایت سے حاصل ہوا ہے اور اپنے اس قال کے استدلال میں میں اپنے اوس حال کو پیش کرتا ہوں جو میں نے اوپر لکھا اس خیال سے کہ شاید کوئی شخص اس سے کچھ فائدہ وعبرت حاصل کرے میں نے اپنا حال لکھا ہے ورنہ اس سے کچھ خود ستائی مقصود نہیں ہے کہ۔ ع

خودی کفرست گر خود پارسائی ست

باقی مجھے تو حضرت حق اور رسول برحق اور اپنے پیران سلاسل و حضرات مرشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عنایت سے اُمید ہے کہ جیسا بہت کچھ دیکھا ہے آئندہ ناکام نہیں رہونگا اور عنایت سے میرا مطلب ایسے ہی بدیہی و واقعی عنایت ہے جیسے میں نے

marfat.com

اوپر لکھی نہ ایسی وہمی و خیالی عنایت جس کا ہر مومن اپنے پیر و پیمبر و خدا سے اُمیدوار ہوتا ہے۔ ع مبتان وعدۂ محشر حرام است ❊ اور اسی طرح پر حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر سے بھی نظرِ عنایت مرحمت کا اُمیدوار ہوں جسکا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اسی آستانہ کی غلامی کا فخر ہے اور کچھ نہیں ؎

ہمیں بس است کہ داغِ غلامیم زدہ ــــ فما العبد لک فوق القبول بالفخر[۱]

(سعدی) ؎

گلی خوشبوی در حمام روزے ــــ رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ــــ کہ از بوے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ــــ ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد ــــ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

خاتمہ

مشتمل بر چند فوائد متفرق

فائدۂ اوّل: خواب ــ خواب ایک خیال کا نام ہے جو سوتے جاگتے ہر شخص کو آیا کرتا ہے۔ خواب کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کے لوگ خواب میں ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ رویاے صالحہ منجملہ آثار نبوت کے ہے۔ پس خواب کی حالت کیا ہے اور آثار نبوت سے جو خطرات آتے ہیں اونکی حالت کیا ہے اور یہ خطرات کہاں سے آتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے اور سچے اور جھوٹے کیوں ہوتے ہیں اس کی علت کیا ہے لہذا پہلے یہ بتانا بہتر معلوم ہوتا ہے

[۱] بس تیرے غلام کے لیے قبول کیے جانے سے زیادہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے ۱۲

marfat.com

کہ خطرہ کیوں اور کہاں سے آتا ہے اور پہلے تھا کہاں جو کسی حالت میں خواہ بیداری ہو یا خواب رکتا نہیں ہے اور ہم ہی میں یعنی نفس میں خطرہ آتا ہے آفاق کو خطرہ نہیں آتا ہے اگر آفاق میں خطرہ ہوتا تو ہم کو معلوم ہوتا کیونکہ ہم آفاق کی روح ہیں اور روح سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ خطرہ تو بڑی بات ہے جسکو تصور بھی کہتے ہیں اور علم اسی سے شروع ہوتا ہے آفاق کی اشیا کی تاثیر اور اون کا تاثر و خاصیت ہمارے ہی ادراک پر منحصر ہے یعنی اگر ہم کو کسی شئے آفاقی کے اثر و خاصیت کا ادراک ہے تو اوس شئے میں وہ اثر و خاصیت ہے ورنہ نہیں۔ کہتے ہیں کہ لیمو ترش ہے۔ یہ لیمو آفاق میں بذاتہ ترش نہیں ہے بلکہ ہمارے ذائقہ نے بتایا کہ لیمو ترش ہے اور اسیطرح سے کل اشیا ہیں۔ بالجملہ اشیاء کا وجود ہمارے احساس پر موقوف ہے اور یہ احساس فی نفسہ ہر انس میں ہے لیکن ایسا کھپا ہوا ہے اور ایسا مندمج ہے کہ ہم جب تک اوس حس کی مناسبت سے کوئی شئے بناکر نہ چکھیں اوسوقت تک ہم کو بھی اس شیرینی یا ترشی یا خاصیت کا ادراک نہیں ہوتا ہے اور ہم تو بنفسہ موجود ہی ہیں کہ ادراک کلیات و جزئیات کا ہم پر منحصر ہے مگر آفاق بھی ہماری تبعیت کے ساتھ اگر فی نفسہ نہ ہوتا تو روح نفسی بغیر جسم کے ہوتی اور آفاق بغیر روح کے ہوتا اور کوئی قائم نہ رہتے روح کا خاصہ ہے کہ بلا جسم کے قائم نہیں رہ سکتی اور آفاق کی ہر شئے جب اوس میں روح نہ ہو تباہ ہو جاتی ہے۔ پس حقیقت الحقائق یا غیب الغیب کے اشارہ دریا موج سے جو اسماء حق باطن سے تقاضا بتقاضا بسبب حب ظہور و اظہار کے تمکن تمکین سے ساحل تلوین پر فی نفسہ و بذاتہ آتے ہیں اون کو تصور اور خطرہ کہتے ہیں یہ تلوین بمقتضائے بر اسم و علی الخصوص جامعیت اسماء انسانی کے بحکم خلق الانسان عجولا[1] ہے مگر اس تلوین میں اگرچہ ذوق و شوق جیسی ہے لیکن وہ سکون قطعاً نہیں ہے جو اوس تمکینی تجلا میں ہے جہاں سے بروز ہوا ہے۔ آپ یوں دیکھ لیجیے کہ جو سکون و آرام سونے میں ہے

---

[1] انسان جلد باز بنایا گیا ہے ۔

marfat.com

دسکون و آرام بیداری میں نہیں ہے لہٰذا ہر شئے پھر اپنے مبدا، کو تلوین ست بے قرار ہو کر تلاش کرتی ہے۔ ع آب ہر سو دوان کہ آب کجا

چونکہ فی الجملہ بعد فی نفسہ سے تفرقہ ہو گیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس تفرقہ سے اور کا ور کا ظہور بھی ہوتا ہے لہٰذا ہر شے کو اپنے مبدار کا دوبارہ پالینا نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور اسکی ہر کوشش و کشش میں نامرادی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ جسکی وجہ سے ہر وقت ایک نیا عالم پیدا ہوتا ہے اور بحکم منہا خلقناکم[۱] وفیھا نعیدکم ہر شے اپنے مبدار کو رجوع کرتی ہے اور تعینات آفاقی و نفسی آئینۂ خیال میں اوسی خیال کے تقاضے سے مثل خواب کی نمود بے بود کے نظر آتے ہیں۔ آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کہاں تھے کہاں آئے کہاں جائیں گے یہ تو بیداری میں ہوتا ہے اور سوتے میں اور بھی زیادہ بسبب ظہور کمی اسمار کے اس کی فکر بھی کمتر کسی خواب میں ہوتی ہو کہ ہم کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں غرض جاگنے اور سونے میں دونوں طرح پر حقیقت حال نہیں کھلتی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیداری میں جو خطرات آتے ہیں اور جو واقعات پیش ہوتے ہیں وہی حافظہ میں مثل گراموفون کے منطبع ہو جاتے ہیں اور خواب میں متشکل ہو کر ریکارڈ کا کام دیتے ہیں مگر ہم اسکو نہیں مانتے اگرچہ یہ بھی ہوتا ہو کیونکہ ہم کو وجدانی حالت بتا رہی ہے کہ جس بات کا نہ کبھی خطرہ آیا نہ خیال اکثر خواب میں ان باتوں کا ایک واقعہ بنکر ہمکو نظر آتا ہے اور وہ واقعہ کبھی بہ تعبیر جاگنے میں وقوع پذیر ہوتا ہے اور کبھی بجنسہ حالانکہ گراموفون کا ریکارڈ جب تک دسپر کوئی آواز منطبع ہو کوئی آواز نہیں دیتا ہے اور خواب ایک ایسی چیز ہے کہ سیری رلسے میں کوئی چیز مجموعی طور پر خواب میں آنے سے رُک نہیں جاتی ہے اور نہ رُک سکتی ہے اور خواب کا دار و مدار اسی پر ہے کہ خطرات کثیرہ گھر کر ایک عالم بنا دیتے ہیں اگر بالفرض کوئی خطرہ

---

[۱] اسی سے تمکو پیدا کیا اور اوسی میں تم کو لوٹا دینگے ۱۲

marfat.com

نہ آوے تو نہ جاگنے میں کوئی خواب ہے اور نہ سونے میں پس معلوم ہوتا ہے کہ خواب کا نام جو لیا جاتا ہے وہ خطرات ہی ہیں جن کو جاگتے میں تو واقعہ کہتے ہیں اور سوتے میں خواب جاگتے میں واقعہ اوسوقت کہتے ہیں کہ جب وہمی خطرات نہوں بلکہ معقولی خطرات ہوں اور سوتے میں جو خطرات آئے ہیں وہ سچے اوسوقت ہیں کہ جب جاگنے میں ہو بہو واقع ہوں اور فی الواقع دونوں حالتوں کے خطرات خواب ہیں بیداری نہیں ہیں جب آدمی مر گیا اور اوس عالم میں جو وہم سے عالی ہے پہونچے گا تو وہ عالم بیداری ہے خواب نہیں ہے یا اگر اس عالم میں سوتے جاگتے مجاہدات کے نتیجہ میں کسی شخص نے اپنے قلب و سر و دماغ کو واہمہ سے پاک کر لیا ہے کہ جسکو موت اختیاری کہتے ہیں تو اوسکا واقعہ خواب نہیں ہے بلکہ بیداری ہے۔ چاہے ان دونوں عوالم خواب میں ہو اور ایسا خواب علامات نبوّت میں سے ہے لیکن اس خواب کا حصول انتہائے توحید کے حال پر ہے اس وجہ سے کہ انتہائی توحید میں خطرہ خطرہ نہیں رہتا بلکہ عین یافت حقیقت ہوتا ہے کیونکہ خطرات کا تموّج اسی انتہائے توحید سے شروع ہوتا ہے پس ہم کو آپ کو اپنی کشش و کوشش سے بجز حصول توحید ذاتی کے یہ امید نہیں رکھنا چاہیے کہ ہم کچھ خواب بھی دیکھ لینگے اب ہم آپ جو خواب دیکھتے ہیں وہ خواب در خواب ہے اگرچہ اچھے سے اچھا خواب ہو اور نہیں کہ سکتے ہیں کہ یہ خواب جو اچھا معلوم ہوتا ہے اچھا ہے اور یہ خواب جو برا معلوم ہوتا ہے برا ہے میں نے سنا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں ایک شخص بہت گھبرایا ہوا سراسیمہ آیا اور اپنا خواب نقل کیا اور کہا کہ میں سخت بداعمال ہوں جو میں نے ایسا خواب دیکھا اور وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نعوذ باللہ میں کلام مجید پر پیشاب کر رہا ہوں آپ نے اوسکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر بہت عمدہ ہے تمکو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا ایک لڑکا ہوگا جو حافظ قرآن ہوگا حضرت شاہ عبد العزیز صاحب علماء ربانی میں سے تھے اور آپ کی تعبیر سچی تھی۔ میں نے

marfat.com

اوپر بیان کیا کہ ہم کو آپ کو ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے خواب دیکھیں جو نمونہ نبوت ہوں اس سے مایوسی مترشح ہوتی ہے میرا مطلب اس سے نہیں ہے کہ ہم آپ ویسے خواب نہیں دیکھ سکتے ہیں کیونکہ اگر نہ دیکھ سکتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری بعدیت میں خواب آثارِ نبوت کے دیکھنے کی اپنی اُمت کو امید نہ دلاتے۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ جو معمولاً خواب دیکھتے ہیں اونمیں زیادہ تر اشکال اون خیالات سے متشکل ہوتے ہیں جو آپ کے دماغ میں بیرونی خطرات جاگنے والی حالت خواب میں مطبع ہو گئے ہیں اور کچھ آپ کی جامعیت کی وجہ سے آپ میں معیت حق ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی نہ کوئی بات سچی بھی ہو جاتی ہے اور وہ بات اون خطرات منطبعہ کے ماورے ہوتی ہے جیسے روح کی معیت ماورائے عالم آپ کے ساتھ ہے لہذا آپکا خواب تعبیر کا مقتضی ہوتا ہے تاکہ منطبعہ خطرات کو علحدہ کر کے صرافت روحی سے جو دیکھا اور سُنا ہے اوس سے صحیح نتیجہ نکالے جسمیں حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص ملکہ تھا۔ یا جس وقت خواب دیکھکر جاگے تو بلالحاظ اس کے کہ خواب میں کیا دیکھا ہے آپ ہی آپ اوس خواب سے سکون یا پریشانی لاحق ہو کیونکہ جاگنے کے وقت وہ مجرد جاگنے کے بخطرہ تھا اگرچہ آناً فاناً خطرات پھر آجائیں تو اوس خواب کا وہ حصہ جسکا یہ تاثر ہوا ہے سچا ہے اور جسقدر حصہ سچا ہے اگر اوسی طرح کے خطرات جاگنے میں آویں خواہ اچھے ہوں یا برے یعنی اوسکو سکون قلب دین اوسکے متعلق بھی سمجھنا چاہیے کہ اسقدر حصہ خواب بیداری کا سچا ہے اسکے علاوہ جاگتے میں جو اطمینان مدرکات حسی سے حاصل ہوتا ہے وہ اگرچہ اس دنیاوی معقولات کی وجہ سے سچا ہو مگر فی الواقع سچا نہیں ہے کیونکہ خواب ہے اور اگر وہ سچا ہوتا تو عالم میں ہر شخص نبوت کا فائدہ اُٹھا لیتا۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ* ینظر بنور اللہ یہ حدیث شریف اسپر دال ہے کہ مایوسی نہیں ہے مگر مشکل بہت ہے۔

* ڈرو اور بچو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۱۲

اس طرح کے خواب جب ممکن ٹھہرے تو ہر مومن کو اُمید ہے کہ وہ نبوت کے فیض سے کامیاب ہو لیکن اصلی فیض نبوت اس تعبیری خواب کے دائرہ کو طے کر چکنے کے بعد جب سالک اپنے مبداء سے ملتا ہی اور خطرات برطرف ہوجاتے ہیں تب حاصل ہوتا ہے اور وہ ولی ہوجاتا ہے اُسکے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ نبوت کا فیض بھی حاصل کرے کیونکہ اگر نہ حاصل کریگا تو ناتمام رہے گا اور خدا کا کوئی نام ناتمام نہیں ہوسکتا۔ لہذا ہر ایسا ولی مشیت الٰہی سے پھر بروز کریگا اور اوسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ تناسخ میں آجائے گا کیونکہ تناسخ میں پہلا جسم دوسرا جسم لینے کے بعد غائب ہوجاتا ہے اور بروز میں ایسا نہیں ہوتا ہے کیونکہ ولی کا جسم وہ جیسا جسم ہو بسبب خدا کے نام ہونے کے غائب نہیں ہوسکتا لیکن اوسکو بروز کرنا ضرور ہے اسیواسطے لکھا ہے کہ جب تک دومرتبہ پیدا نہو تکمیل نہیں ہوتی اور وہ تاج خلافت کا مستحق نہیں ہوتا پس جس صفت کے غلبہ کی وجہ سے ضرورت بروز کرنے کی اوس ولی کو ہوئی ہے تاکہ اس بروز سے اعتدال کلی حاصل ہو اوس صفت کے ساتھ وہ ولی بروز کرکے نبی کہلاتا ہے اور اسی واسطے وہ معصوم ہے کیونکہ سب جانا بوجھا ہے اور جو نہیں جانا تھا اوسکے واسطے وہ نبی ہوکر آیا ہے اسوجہ سے کبھی خاطی ہوجاتا ہے اور بعد اس سلوک نزولی کے وہ نبی اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں فانی دیکھتا ہے اور متبع رسول اللہ کہلاتا ہے اور رسول اللہ کی نسبت یہ بات نہیں ہے کیونکہ آپ تعین اعتدالی کی وجہ سے جملہ اسماء میں جسطرح بروقت ظہور اسم باطن حق سے اسم ظاہر حق میں آئے اوسی طرح پر آپنے اسم ظاہر حق سے اسم باطن حق کی طرف رجوع فرمائی ہے۔ یعنی آپ کی نسبت بروز نہیں کہ کہا مگر بادشاہ جب تک اپنی رعیت کو من وعن ملاحظہ نکرے اوسکی بادشاہی ناتمام ہے لہذا آپ کا مبعوث ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ ہر ہر فرد بشر کی شفاعت کرسکیں اور بلا جزو کل کا حال معلوم ہونے کے شفاعت کاملہ نہیں ہوسکتی ہے اس لیے شفاعت اگرچہ معمولی نقطہ معلوم ہوتا ہے لیکن بہت بڑی چیز ہے نہ اس لحاظ سے آپنے سب کی سماعت کی کہ چھپنے والی

marfat.com

عزت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ آپ تمامی اسمار کے مظہر اور عین احد ہیں اگر نہوتے تو شفاعت کا منصب حاصل نہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ انا سید[۱] ولد آدم ولا فخر الحدیث۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ الفقر[۲] فخری فقر حقیقی کے معنی یہ ہیں کہ اپنا کچھ نرہے اور اگر شائبہ بھی اپنی ہستی کا باقی ہے تو وہ فقر حقیقی نہیں ہے اور جب آپ نے فخر کیا تو آپ کو فقر حقیقی حاصل تھا یعنی آپ میں مطلقاً شائبہ اپنی ہستی کا جسکو عبودیت متعارفہ کہتے ہیں نہیں تھا اور حقیقی عبودیت کو ہم نے مفصل بیان کیا ہے کہ عین الوہیت ہے کہ جس خطاب سے خداوند تعالیٰ نے کلام مجید سبحان الذی اسری بعبدہ فرمایا ہے آپکے وجود باالیں جود میں خطرہ دوہم کے غلبہ کا کوئی اثر نہیں رہا تھا کہ جسکی وجہ سے آپکا بیداری میں دیکھنا خواب ہوجاے یا سوتے میں دیکھنا خواب ہوجاے۔ تو آپ کا دیکھنا جاگتے یا سوتے میں کسی طرح غلط نہیں ہوسکتا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ دیکھنا آپکا ویسا ہی ہے کہ جیسے کسی نے خدا کو خواب میں دیکھا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حق کو دیکھتے ہیں اور اسی واسطے آپ نے فرمایا کہ من[۳] رانی فقد رأی الحق اور یہ نہ پوچھو کہ کس صورت میں حق کو دیکھیں اور جانیں کہ حق ہے اور کس صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور جانیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ہاں آپ کے دیکھنے میں مراتب کا فرق ضرور ہوگا کیونکہ حق یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا سالک کے جاذبہ سے نہیں ہے کیونکہ اسمیں وہ جامعیت اعتدالی نہیں ہے بلکہ حق یا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سالک کو اپنے جاذبہ سے مشرف بدیدار فرماتے ہیں اور وہ جاذبہ بہ تناسب آئینہ دل سالک ہوتا ہے۔ پس یہ فیض محض خواب پر منحصر نہیں ہے کیونکہ یہ فیض ولایت ہے اور خواب باوجود آثار نبوت میں سے ایک اثر ہونے کے

---

[۱] میں سید اولاد آدم ہوں اور مجھ کو اسپر فخر نہیں ہے۔ آخر حدیث تک ۔ [۲] فقر ہی مجکو فخر ہے

[۳] جس نے مجھ کو دیکھا اوس نے حق کو دیکھا ۔

فیض ولایت پر غالب نہیں آتا ہے۔ اور نہ اوسکو روک سکتا ہے اور نہ اس فیض یقینی سے علی داشرف ہی چنانچہ حضرت عبد الکریم جیلی جو اس کتاب الکھف والرقیم کے مصنف ہیں اپنی کتاب انسان کامل میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول برحق شیخ ابوبکر شبلی کی صورت میں ظاہر ہوے تو حضرت شبلی نے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ میں رسول اللہ ہوں شاگرد بھی صاحب کشف تھا پہچان گیا اور کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسول اللہ ہیں۔ اب آپ یہ کہیں گے کہ ہم کیا طریقہ اختیار کریں جو جاگنے اور سونے کا خواب بیداری سے مبدل ہوجاے کیونکہ مطلوب یہی ہے کہ یقین حاصل ہوا ایک خطرہ تھا وہ سرے دُھرے سے خواب ہوگیا اب یقین حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے یوں تو کوئی شئے بلا جاذبہ ایزدی کے مل نہیں سکتی مگر حصول بیداری علم الیقین و عین الیقین بمحنت و مشقت مجاہدہ و ریاضت سالک کرسکتا ہے بحکم وما اوتیتم من العلیم الا قلیلا الا البتہ حق الیقین بلا جاذبہ خاص الخاص حق کے حاصل نہیں ہوتا ہے اور وہ اکثر اوسوقت آتا ہے جب سالک علم الیقین سے ترقی کرکے عین الیقین میں پہونچتا ہے اب مختصراً ہر سہ اقسام یقین کی شناخت سُن لیجیے اگرچہ یقین خود اپنے یقین ہونے کی شناخت عین وقت پر ہے۔ علم الیقین وہ ہے کہ سالک بدلائل عقلی و نقلی کسی بات کا قائل بالتوحید ہوجاے اور اُس سے سرور و اطمینان قلب اوسی وقت حاصل ہو بلا کسی حجت و دلیل کے۔ جیسے بیمار بیماری سے اچھا ہوتا ہے تو اپنے اچھے ہونے کا ادراک وجدانی طور پر کرتا ہے اور عین الیقین یہ ہے کہ علم الیقین کی سب باتیں یے ہوے شئے کا اپنے نفس یا آفاق میں مشاہدہ بھی کرے خواہ جاگنے میں خواہ سونے میں۔ اس عین الیقین میں لذت و سرور و اطمینان علم الیقین سے زیادہ ہے اور اقتدار بھی ہے یعنی جس چیز کو جیسا حکم کرتا ہے وہ چیز ویسی ہی ہوجاتی ہے بلا سالک کی تکلیف و تکلف کے اور ایک سے لاکھ اور لاکھ سے ایک اور جنس سے غیر جنس اور غیر جنس سے جنس محض سالک کے حکم سے ہوجاتی ہے۔ جاگنے میں صورت سرمدی سے یہ فنا حاصل ہوتی ہے جو دماغ میں

marfat.com

گو غنچی ہے اور سوتے میں یہ نفا ید قدرت کے مس سے حاصل ہوتی ہے کہ جو صوت سرمدی کے ساتھ دماغ کی ترتیب کرتا ہے۔ اور ایک تجلی حق ہوتی ہے کہ جو سرور انبساط سے دل و دماغ سالک کو مالامال رکھتی ہے مجکو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی عنایت سے یہ بات اتنی بار واقع ہوئی ہے کہ شمار نہیں ہے لیکن جسوقت میں چاہوں یہ جاذبہ آجائے یہ اسوقت تک میرے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ مجھے اسکا طریقہ ابتک معلوم نہیں ہوا ہے کیونکہ اوسکا طریقہ معلوم ہونا ہے حق الیقین کا آجانا ہے مگر حضرت قدر قدرت حافظ شاہ علی انور قلندر کو میں نے اپنے عین الیقین میں دیکھا ہے کہ آپ حق الیقین میں کامیاب تھے کہ میں نے اونکو جیتا بنفس نفیس ہر ہر شئے ہو جاتے دیکھا ہے یہ بالکل ربوبیت کی شان ہے اور اسی کو حق الیقین کہتے ہیں ان میں خطرہ آنے کی ضرورت نہیں ہے جیسے بیج مع اپنی ذات کے اسماء و صفات کے ساتھ اکھوا ہو کر نکلتا ہے اور یہی تعین رسول اللہی ہے۔

فائدہ دوم : جاذبہ اسی نبوی خواب کے اتباع میں ولایت کا جاذبہ پیدا ہوتا ہے جس کی نسبت میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ خداوند عالم نے مجھکو فرمایا اللہ یصطفی الخ بالجذبہ جاذبہ پیدا نہیں ہوتا جب تک دو صفات جمالی و جلالی کا اجتماع نہو اسی لیے من جانب اللہ اسماء جمالی و جلالی کا عروج و نزول شجر و حجر نباتات جمادات حیوانات مطلق و حیوان ناطق پر ہر عالم میں ہوتا رہتا ہے خداوند عالم اپنے رحم و عدل و حکمت سے کبھی خالی نہیں رہتا ہے

۵ گر نظر از راہ عنایت کنی جملہ مہمات کفایت کنی

خدا کی رحمت ہے کہ اسی جاذبہ کو پیدا کرنے کے واسطے وہ انسان کو معاصی و تکالیف میں مبتلا کرتا ہے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا اگر انسان انمیں مبتلا ہو کر متنبہ ہو گیا کہ یہ حضرت حق سے ہی تو جاذبہ اُسکے شامل حال ہو گیا اور یہی عین عشقبازی ہے۔ اسی واسطے اکثر بزرگان دین سچے طالب کے سلوک کرانے میں اُسکے تعہدات کی رعونت دفع کرنیکے لیے

---

۵۱ بلا جاذبہ کے راہ نہیں ہے ۵۲ گمراہ ہوتے ہیں اسی قرآن سے بہت اور ہدایت پاتے ہیں اسی قرآن سے بہت

marfat.com

نفل کے روزے رکھا کر عین غروب آفتاب کے قریب افطار کرا دیتے ہیں اور بہت زیادہ وظائف
و اوراد و نوافل میں مبتلا رہنے نہیں دیتے اور محض مراسم و عادات میں اگرچہ وہ عبادت ہی
کے متعلق کیوں نہوں پھنسا نہیں رکھتے اور استقامت و تقلید جو اعلیٰ ترین چیز سلوک میں
ہے اسکا پابند نہیں رہنے دیتے تاکہ اعلیٰ ترین استقامت کا سبق توحید فی الذات میں اسکو
حاصل ہو جائے کہ کسی چیز میں نہ ٹھہرے اور کسی شئے کو نہ پکڑے اور یہ نہ ٹھہرنا اور نہ پکڑنا ہی
بالذات توحید ہے اور ایسی ہی حالت میں جاذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور رعونت نہیں
آتی ہے اور خودی نہیں پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ توحید کی تجلی علی الدوام ہو جاتی ہے بے اختیاری
اعلیٰ چیز ہے اسی سے جاذبات پیدا ہوتے ہیں اور اوسکے مقابلہ کا اختیار یعنی خودی بُری
چیز ہے جس سے شرک پیدا ہوتا ہے اور در اصل اختیار و بے اختیاری شیخ چلی کا منصوبہ
ہے جو سوچتا ہے کہ بیج کی مٹی کہاں جاتی ہے ارے میاں کنوئیں کی مٹی کنوئیں ہی میں
جاتی ہے سنے سنائے اعمال و احکام برطرف قلندرانہ مذاق پیشکش۔ کوئی تفرقہ معصیت و
نیک عملی میں نہیں ہے۔ اور اگر تفرقہ ہے تو یہ معصیت ہے افسوس ہے کہ کمتر دیکھنے والے
اور کمتر سننے والے اور کمتر سمجھنے والے ہیں کس کے سامنے روئیے کس کے سامنے گائیے
ہر عمل اور ہر شئے میں بلکہ ہر ذرہ میں حقیقت کی جلوہ نمائی ہے۔ عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر
ذرہ کو تفصیل میں لاکر اوس سے لذت تفصیلی اوٹھائے۔ توحید کا جاذبہ یہ ہے کہ سب کو
نیست و نابود کر کے ان اللہ غنی عن العالمین سے مست و سرشار ہو کر تفرقہ میں خود
در خود مادام عشقبازی کرتا ہے یعنی کبھی تفرقہ عین توحید ہو جائے اور کبھی توحید عین
تفرقہ۔ تفرقہ میں حق نے سالک کے واسطے اپنے اسماء و صفات کو رقیب بنا رکھا ہے کہ گویا
خود اون کے پہلو میں ہے اور سالک جستجو میں حیران و پریشان معشوق حقیقی کو رقیبوں سے
فرصت نہیں سالک کو تاب نہیں۔ اسی جھگڑے میں نہ اطمینان ہوتا ہے اور نہ امید لقا،
بند مستی ہے ورنہ حق ہر ہر شئے میں ہر وقت عیاں ہے اگر معصیت و طاعت سے

marfat.com

سالک گذر جائے تو اسی میں جگ جگ موتی پروئے ہیں اور بے استقامتی میں استقامت
اختیار کرے تو ع ٹھور ٹھور درشن کا ٹھم

ع موریے سئیاں تو جگ اوجیارے

رقابت کے جھگڑے برطرف۔ تمنا ہے کہ جملہ اسماء حق یعنی رقیب سالک کے دل برشتہ کے ایک گوشہ میں رہ کر آرام پائیں اور اس طرح سے لقائے حق سے سالک نفس مطمئنہ حاصل کرے۔ اور اس مقدمہ سے آزادانہ سبق لیکر سلوک میں قدم رکھے تاکہ معلوم ہوجائے کہ خدا کی راہ کیسی مشکل تھی اور واقعی کیسی آسان ہے کوئی دقیقہ حقائق و معارف کا اصولی اس میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے تفصیل کی تو کوئی حد و انتہا نہیں ہے ؎

ذوق نیست ہمدمی بفغاں بگذرم زرشک خار رہت بپائے عزیزاں خلیدہ باد

شرط یہ ہے کہ ایک ایک فقرہ اس مقدمہ کا بغور ملاحظہ فرمائیے۔ اگرچہ یہ حقائق و معارف حق الیقین سے نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ عین الیقین و علم الیقین سے ہیں مگر بمنزلہ حق الیقین کے ہیں۔ امید ہے کہ اسکے معائنہ کرنے والے کو چشم بصر و بصیرت دونوں عطا ہوں گی۔ کیونکہ خراباتی کا کوئی قول بلا بصیرت و بصر کی دید کے نہیں ہوتا ہے ورنہ خداوند تعالیٰ حدیث قدسی میں کبھی نہ فرماتا کہ ان[۱۵] فی جسد ادم لمضغۃ وفی المضغۃ قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی الاخفی انا۔ خدا کا مشاہدہ مرنے کے بعد منحصر نہیں ہے اور زندگی میں محض بصیرت کی دید پر موقوف نہیں ہے بلکہ انھیں آنکھوں اور کانوں اور منھ اور ہاتھوں پیروں سے انسان کامل دیکھتا سنتا چکھتا چھوتا چلتا پھرتا ہے اور یہ مجازی نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے۔ ہمارا ضعف ایمان ہر کہ ہم ہر مسئلہ کو کتابوں سے اور دلائل سے اور تقلید سے ثابت کرکے اور شک میں پڑکر

---

[۱۵] بتحقیق انسان کے جسم میں ایک پارہ گوشت ہے اور اُس پارہ گوشت میں دل ہے اور دل میں فواد ہے اور فواد میں روح ہے اور روح میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفیٰ اور اخفیٰ میں انا حقیقی ہے۔ ۱۲

marfat.com

دفتر کے دفتر سیاہ کرتے ہیں اور پھر کوئی نتیجہ نہیں نکلتا ہے ہم کو چاہیے کہ اللہ کو حاضر و
و ناظر جان کر جس بات میں شک ہو اوس سے بالحاح پوچھ لیں وہ ضرور جواب دیتا ہے
اور اسکا جواب دینا ہی یقین کامل پیدا کرتا ہے اور اگر ہم یہ نہیں کرتے تو گویا ہم اپنے عقیدہ
میں حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر نہیں جانتے اور اگر آپ حق تعالیٰ کو مستغنی جانتے ہیں۔ حالانکہ
اوسکو عین استغنا میں آپ کی لقار کا شوق ہے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ
اپنی امتی فرمارہے ہے وہ موجود ہیں اُن سے پوچھ لیجیے وہ ضرور بتائیں گے اور اگر آپ کو اُنسے
بھی انس و محبت نہیں ہے اور محض تقلیدی و نفسانی خیال سے آپ دن کے نام پر آنسو
بہاتے ہیں تو پیر و مرشد سے پوچھیے وہ آپ کو دھوکہ نہیں دینگے۔ معاہدہ کی حالت میں
بدمعاش بدمعاش پر جان دیدیتا ہے دھوکہ دینا کیسا۔ اگر آپ سے یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے تو
خدا نے آپکو روح انسانی روح حیوانی چشم بصیرت عقل جزوی و عقل کلی و نفس کلی و شکل کل
و جسم کل حس مشترک خیال حافظہ واہمہ سامعہ باصرہ شامہ ذائقہ لامسہ ان سب کا جامع بنایا
ہے کیا یہ حکمت بیکار ہے آپ اپنے آپ میں کیوں تفکر نہیں کرتے ہیں آپ کا نفس تمامی اشیا عالم
سے بنا ہوا سب سمجھانے بجھانے کو تیار ہے اور اوس کے ساتھ عالم کی تصویر بھی بنا کر کھڑی
کردی گئی ہے کہ اگر بسبب اپنی اجمالی حالت کے آپ کو ادراک کرنے میں کچھ وقت ہو تو تفصیلی
حالت عالم میں آپ اسکو بذریعہ عقل و فلسفہ و صنعت وغیرہ سمجھ بوجھ کر عمل کریں عالم الغیب
نے ہر چیز کی شناخت کا ایک نمونہ تخلیق انسانی میں رکھدیا ہے تفکر کرنے سے ضرور سمجھ
میں آئے گا۔ آپ صرف اسقدر پر قانع مت رہیے کہ فلاں شخص نے اچھا لکھا ہے یا بُرا
لکھا ہے اور فلاں شخص کیا کہتے گا اور فلاں شخص کیونکر لکھ سکتا ہے بلکہ آپ اپنا احتساب
کیجیے اور دیکھیے کہ آپ میں واقعی یہ باتیں موجود ہیں یا نہیں اگر موجود ہیں تو آپ اس
نفسانیت ہی سے فائدہ اُٹھائیے اور اگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کو زمانہ دراز کے بے شمار
تعبدات سے کوئی فائدہ ہوا ہے یعنی کوئی تجلی حق یا کوئی جاذبہ حق یا کوئی معراج ہوئی ہے

marfat.com

تو وہی اختیار کیجیے ورنہ کیوں عمر ضایع کیجیے۔ اور محض اس خیال میں اپنا بیش قیمت وقت نہ صرف کیجیے کہ یہ نہ کروکوئی اچھا کہیگا یا برا اور وہ کرو کوئی برا کہے گا یا اچھا۔ غور تو کیجیے کہ ساری عمر اسی میں صرف ہوگئی ہے یا نہیں یہ وجدانی معاملات ہیں ہم کو تو حضرت شاہ تراب علی صاحب کے یہ اشعار لاجواب معلوم ہوتے ہیں ؎

حقیقت سے گر بیخبر ہوں تو کیا ہوں
ملک ہوں کیا ہوں بشر ہوں تو کیا ہوں

جہاں میں نہ دیکھوں اگر حق کا جلوہ
تو بالفرض اہل نظر ہوں تو کیا ہوں

نہیں جسکو فرصت رقیبوں سے اکدم
میں اوس کے کبھی ہم سفر ہوں تو کیا ہوں

جو خود مستعد ہے مری رہزنی پر
بھلا اوسکا میں راہبر ہوں تو کیا ہوں

تراب اوسکی الفت نے کھودی مشیخت
جو یار برہمن پسر ہوں تو کیا ہوں

پس معلوم ہوگیا کہ معصیت وتکلیف کو بھی خدا نے بیکار نہیں بنایا ہے اور اگر معصیت کا ظہور نہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام مشرف بخطاب وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا نہوتے یعنی ہبوط ناسوت میں بغرض جامعیت اسما نہوتا۔ اور وہ معرفت اسما حق میں ناتمام رہتے اب رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اون کی نسبت نہ کہیے اون کا تعین جامع اعتدالی ہے عالم میں جہاں جو اچھائی اور برائی ہو رہی ہے یہ سب بہ نفس نفیس وہی کر رہے ہیں اور خود محض پاک وصاف وطیب ہیں اور برائے ہونے سے اون کی جامعیت میں فرق نہیں آتا ہے مگر جناب ایک نماز عصر وہاں بھی فوت ہوگئی تھی اور صفاتی نیان ہے کے باعث ایک واقعہ سورۂ عبس کا بھی ہے اسیواسطے کلام مجید میں سچے خدا کا قطعی وعدہ ہے کہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ[۱] ؎

بت پرستی سے نہ طینت مری زنہار پھری
سبحہ سو بار خریدی گئی سو بار پھری

---

[۱] کہہ کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہو خدا کی رحمت سے بے آس نہو اللہ کل گناہ معاف کردیگا وہ غفور ورحیم ہے!

marfat.com

فائدہ سوم : مشاہدہ مجھے بتاریخ ۲۰ شوال ۱۳۱۳ھ جبکہ میں مظفر نگر میں ڈپٹی کلکٹر تھا اور مرض ذیابطیس میں مبتلا تھا صبح کے وقت بیداری میں مرض ذیابطیس کا مشاہدہ ہوا میں سچ کہتا ہوں اور صاف صاف کہتا ہوں چاہے اس مرض سے جانبر ہوں یا نہوں کیونکہ مرنا جینا ایک چیز ہے جس اظہار سے توقع ہو کہ ایک متنفس بھی فائدہ اُٹھائیگا میں اوسکے ظاہر کرنے پر آمادہ ہوں میں نے دیکھا کہ ذیابطیس کا مرض صندلی رنگ کے بڑے کتے کا سا جسم ٹبری دم کسیقدر بندر اور کسیقدر بکری سے مشابہت بڑے بڑے کان میرے سامنے آیا میں سمجھا کہ یہ ذیابطیس ہی پہلے تو میں نے چاہا کہ اسکو مار ڈالوں پھر میں نے کہا کہ یہ مہمان ہے اسکی مہمان نوازی کرنی چاہیے اسکے بعد پھر مجھے یاد آیا کہ مولانا حافظ مولوی محمد سید علی حیدر صاحب نے مجھسے فرمایا تھا کہ تم اپنی صحت کی بابت کوشش و ہمت نہیں کرتے ہو یہ نہونا چاہیے اور مجھسے وعدہ لے لیا تھا کہ میں حتی الامکان صرف ہمت کرونگا۔ اُن کا ارشاد میرے سر آنکھوں پر تھا لیس میں نے بے رحمانہ اُسکو مار نہیں ڈالا بلکہ اوسکو بہت اونچے پر لے گیا وہ نازک ہوتا چلا گیا اور پھر مجھ کو ٹھیک پتہ نہ لگا کہ وہ کیا ہوا - یہ واقعہ میں نے اسواسطے نہیں بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس سے قصہ اور کہانی کا فائدہ اُٹھائے بلکہ اسی بیان میں اس واقعہ سے ایک نادر بحث میں بیان کرونگا جو مجھکو مکشوف ہوئی ہے تاکہ اس کتاب کا پڑھنے والا خواب کے اسرار نبوی اور اولیاء اللہ کے مشاہدہ بیداری و عین الیقین اور حق الیقین پر مطلع ہو کر اپنے سیر و سلوک میں شناخت کر سکے کہ ہم کیا دیکھتے ہیں اور کیا اسکا فائدہ ہے اور اپنے خوابوں کو معلوم کر سکے کہ خواب نبوی کون ہے اور کون خواب فیض ولایت سے ہی بتاویل و تعبیر اور کون خواب شیطانی ہے اور کیوں حضرات مشائخ نے پاس انفاس اور ذکر نفی و اثبات تعلیم سالک کے لیے وضع فرمائے ہیں اور جو ترکیب پاس انفاس اور نفی و اثبات کی حضرات مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رکھی ہے اسمیں کیا حکمت ہے اور کیونکر عین الیقین سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے اور اُسکے بیان کرنے میں صرف پاس انفاس

marfat.com

اور ذکر نفی و اثبات کی نسبت بیان کرونگا اور جو ہزاروں اشغال و اذکار وضع فرمائے گئے ہیں وہ سب نہ مجکو پورے طور پر معلوم ہیں اور نہ میں اونکا ذکر کرونگا چونکہ میں نے اس کتاب میں اذکار و اشغال کا ذکر نہیں کیا ہے لہذا تبرکاً و تیمناً ان دو طریقوں کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شخص بسبب عکوس تباینہ کے حقیقت الحقایق سے اُلٹا سیدھا منعکس ہوتا ناسوت تک چلا آتا ہے۔ اکثر پہلے اولٹا منعکس ہوتا ہے پھر وہ الٹا جب الٹا منعکس ہوتا ہے تو سیدھا ہو جاتا ہے چنانچہ داہنے جانب سے قوس نزولی کے عالم مثال سے جہاں عوالم در عوالم ہوتا ہوا سیدھا منعکس ہوا تھا عالم ناسوت میں اوس سیدھے کا اُلٹا منعکس ہو گیا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ شکم مادر سے اُلٹا پیدا ہوتا ہے پھر قوس عروجی میں جو سیر الی اللہ ہے سیدھا ہو کر چڑھتا اور سیر کرتا ہے اسیواسطے عالم ناسوت میں ہر شخص جو اسفل السافلین میں کہا جاتا ہے وہ اسوجہ سے کہ اوسکے کل صفات اُلٹے ہو جاتے ہیں اور عارف اسواسطے سچا کہا جاتا ہے کہ انسان عارف اُسوقت کہا جاتا ہے کہ جب اوسکے کل اولٹے صفات سیدھے ہو جائیں پس انکو سیدھا کرنے کی ترکیب صفاتا یہ ہے کہ وہ کھڑا ہو کر یا بیٹھکر یا سیدھا لیٹ کر بیداری میں بھی اور حتی الامکان خواب میں بھی پاس انفاس کرے یعنی جو سانس نیچے کی ہے اور جو باہر سے نکلتی ہے اوسکو اللہ کے خیال سے بلا زبان سے کہے ہوئے ناف سے مغز دماغ تک چڑھتا ہوا خیال کرے اور اس خیال کرنے میں سانس آپ سے آپ اللہ کی معیت کے ساتھ بائیں سے جوانب کے رونگٹے رونگٹے میں ہوتی ہوئی مغز دماغ تک پہونچے گی اور اسطرح پر سالک ہر آن اپنی سانس سے ایک قوس عروجی بنائے گا جو گریوں کی قوسوں کے بائیں جانب ہو کر تمام جسم میں ساری و طاری ہوگی اور سالک کی دوچشمی دید کی ہستی اللہ کے ساتھ ساتھ ہمچشم ہو کر مغز دماغ سے پھر نزول کرے گی اور معیت حق سیر نزولی میں اوس ہستی کو اپنے رنگ و بو میں رنگ کر داہنی جانب گریوں کی قوسوں کی ہو کر ناسوت تک پہونچائے گی۔ اب یہ اللہ ھو ہوا اسی کو پاس انفاس کہتے ہیں اور یہ ہر انسان کے ساتھ ہے

marfat.com

جبتک وہ زندہ ہے چاہے اسکو سمجھے یا نہ سمجھے اگر سمجھے گا تو فائدہ اٹھائیگا اور نہ سمجھے گا تو
فائدہ نہیں اٹھائے گا مگر ہے یہی ۔اگر سوچے گا تو سالک اس آمدورفت میں عروج میں مثل
ماہتاب کے اپنے آپ کو دیکھے گا اور نزول میں مثل آفتاب کے اور ایسی لذت پائیگا کہ پھر اسکے
بند ہو جانے پر جسکو قبض کہتے ہیں وہ بہت سخت پریشان ہو گا۔ اور دوسرا طریقہ نفی و اثبات
کا ہے کہ جسطرح پر سالک اپنے نفس میں پاس انفاس کے ذریعہ سے ماہتاب سے مثل آفتاب
کے ہوگیا ہے اوسی طرح یہ ماہتاب و آفتاب نفسی سالک کے آفاقی آفتاب و ماہتاب ہوجائے کہ بسبب
جامعیت کے جو سالک کا بدن اور گوشت و پوست ہے اور جو آفاق کے مادہ سے بنا ہے
اوسکا ماہتاب و آفتاب بسبب مجاہدہ افعالی کے ناسوتی دائرہ عروجی سے بائیں جانب چڑھکر
داہنی جانب دائرہ روحی میں ہوتا ہوا پھر بائیں جانب رجوع کرتا ہوا مخ دماغ تک پہونچے
اور وہاں سے مثل آفتاب کے بمعیت حق دائرہ روح میں آکر دائرہ ستر جو سینہ میں ہے آوے
ہوکر قلب میں آوے اور قلب کو ضربوں سے الٹ پلٹ کر مثل آفتاب کے بنادے ۔ اس میں خیال کی
ضرورت کے علاوہ زبان سے ضرب لگانا چاہیے تاکہ آفاق کے نقرئی ڈھیلی یا تیز ضربوں
سے کوٹ کوٹ کر دل کو ایک چاندی کا ورق بنادیں اور نفس و آفاق کو ایک کردیں اور سالک کو
علاوہ نفسی مشاہدہ اجمالی کے آفاق کا مشاہدہ تفصیلی بھی ایک ساتھ ہوتا رہے اور اللہ حی
اور اللہ علیم سے فائدہ اٹھانے اور قدرت حاصل کرنے کے لیے اللہ قدیر کی طلب و تلاش
میں ہے۔ قدرت نفس و آفاق کی دید پر منحصر ہے آپ نفس کو دیکھنے کیلیے پاس انفاس سے آفتاب بنا چکے ہیں اور
ویسے ہی آفاق کو دیکھنے کیلیے نفی و اثبات سے آفتاب بنا چکے ہیں فرق ان دونوں میں صرف
اسقدر ہے کہ نفس کا جو آفتاب بنتا ہے جسم میں ایک حد تک قادر معلوم ہوتا ہے اور آفاق کا آفتاب بذاتہ قادر
نہیں معلوم ہوتا بلکہ کسی مدرک کی صفت قادریت کیوجہ سے آفتاب معلوم ہوتا ہے اگر آفتاب نفسی سے فی قتل آفاقی
سے کوئی مدد نہ لے تو بھی اسکا کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ وہ فی نفسہ تاباں ہے اور آفتاب آفاقی کا محتاج نہیں
ہے وہ بہر صورت اپنی کشتی ساحل نجات پر پہونچا لیگا لیکن یہ کیسے ہے کہ اسیطرح سے وہ کسی دوسرے کی

marfat.com

کشتی ساحل نجات پر نہیں پہونچا سکے گا اور آفتاب آفاقی اپنی کشتی بھی ساحل نجات پر
نہیں پہونچا سکتا ہے کیونکہ وہ بنفسہ نفس بذاتہ کا محتاج ہے۔ مگر نفس مع بسبب اسفل السافلین
میں ہونے کی طبیعت کے اپنے آپ کو ایسا آفاق میں فنا کر رکھا ہے کہ اوسکو اپنے مرتبہ نفسی
میں پہونچنا دشوار ہو گیا ہے۔ یہ ایک وجدانی بات ہے کہ نفس میں خطرات و خیالات کبھی
بلا شمول آفاق کے بذاتہ آتے ہیں اور کبھی بشمول آفاق پیش جاگتے میں آپ ذرا سا تعقل و
تفکر کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خطرہ نفسی ہے اور یہ بشمول آفاق۔ اور یہ بھی خواب ہے
کیونکہ انھیں خطرات سے یہ سب اشیا آفاقی آپ دیکھتے ہیں اور سوتے میں یا بیداری کی حالت
میں جب آنکھ بند کر کے سیر کرتے ہیں تو مختلف اور غیر محدود اشیاء کا معائنہ آپ کو دو طرح سے
ہوتا ہے ایک الٹا اور سیدھا۔ الٹا محض اسکو نہیں کہتے ہیں کہ سر نیچے ہو اور پیر اوپر بلکہ الٹا یہ
ہے کہ اپنے داہنے جانب کے مقابل میں جو شئے آپ دیکھیں اوسکا بایاں ہو اور بائیں کے
مقابل میں داہنا۔ یہ مشاہدہ آفاقی ہے اور یہ فی نفسہ اپنے ظہور صورت میں آپ کا یعنی نفس کا
محتاج ہے اور ایک مشاہدہ آپ کو اپنے آپ میں ہوتا ہے جس سے آپ سمجھتے ہیں کہ سر سیدھا
یہ ہے اور سیر الٹا یہ ہے اور یہ الٹا سیدھا آپ کا بذاتہ ہے اور سا آفاق کا محتاج نہیں ہے آپ کو
اس مکمن میں جب مشاہدہ ہوگا تو صمدیت و قدرت کا مرتبہ حاصل ہے کہ جو حرکت آپ کریں
آپ کے سامنے کے مشاہدہ آفتاب آفاقی میں وہی حرکت پیدا ہو جائے گی اب آپ
خواب میں یا سیر میں یا مشاہدہ میں جو کوئی شکل دیکھیں اگر اوس شکل کے داہنی جانب سے
آپ فیض آتے ہوئے دیکھیں تو وہ فیض نبوی ہے اور وہ تعبیر کا محتاج نہیں ہے اور جو
اوس شکل کے سینہ سے فیض آتے ہوئے دیکھیں تو وہ بھی فیض نبوی ہے مگر تعبیر کا محتاج
ہے اور اگر اوس شکل کے بائیں جانب سے فیض آتے دیکھیں تو وہ فیض نبوی کی بشارت
ہے اور اس میں آپ کو کوئی قدرت حاصل نہیں ہوگی زمین نفسی بسبب فیض صمدیت کے
قائم بالذات ہے اوسکو گردش نہیں ہے بلکہ وہ کل عوالم آفاقی کے دوائر کا مرکز ہے

marfat.com

مرکز نفس نفسی پر کل عوالم گردش کرتے ہیں ؎

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

پس سیر و سلوک وخواب و بیداری میں جو تم آپ سامنے سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھیں او سیر اگر آپ سمجھ کر غالب ہوئے ہیں تو وہ فیض آپ کو بہ پیر و مرشد سے پہونچا ہے اور جس سے آپ مغلوب ہوگئے ہیں ہنوز وہ شے من جانب اللہ یا من جانب الرسول یا من جانب المرشد مسخر نہیں کی گئی ہے اور آپ کو اوس حالت میں خود ہی معلوم ہوجائے گا کہ ہم دب گئے اور دوسرا مشاہدہ آپ کو بیداری و خواب دن اور رات میں چلتے پھرتے یوں ہوتا ہی کہ آپ سامنے سے چیزوں کو آتے نہیں دیکھتے بلکہ اپنے میں سے نکلتے دیکھتے ہیں یعنی آپ کے سامنے جو اشیا آفاق کی آتی ہیں اونکا لحاظ آپ نہیں کرتے اور اپنے نفس کے جو خیالات ہیں ان پر آپ کو غور ہوتا ہے۔ یہ مشاہدہ آپ کا ذاتی ہے مگر یہ بھی ایک حد تک قلیل ہے۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ البتہ یہ اول سے زاید یقین کے قابل ہے میں نے اسی مشاہدہ میں حضرت قدر قدرت کو عالم صورت پر ایک بہت بڑا شخص مجسم دیکھا اور اوس میں میں نے اپنے آپ کو علحدہ اوس شخص کی طرف تفکر بالتوحید کرتے ہوئے پایا۔ اس طرح کہ مجھ میں صمدیت کا فیض اوس آفاقی صورت سے اس طرح بر آرہا ہے کہ میں مرکز ہوں اور وہ آفاقی صورت اپنے بائیں جانب سے گھوم کر میرے داہنے جانب محیط ہوگئی۔ اور اوس آفاقی صورت کی کل اشیا میرے گرد گھوم کر میری محیط ہوئیں اور وہ محیط آفاقی گھوم کر مجھ میں پس پشت سے سماتا ہوا معلوم ہوا سامنے سے وہ آفاقی صورت غائب ہوگئی جسکا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس و آفاق ایک ہو کر اب جو اشکال اچھے یا برے میرے سامنے آئیں گے وہ مجھ سے نکلتے معلوم ہونگے اور غالبًا کسی شئے کا مشاہدہ غلط نہوگا اور یہ حق الیقین کی صورت ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ جو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "کیا تم کو شک ہو کہ تمھیں یقین نہوگا" میرا وہ شک آں حضرتؐ کے ارشاد کے صدقہ میں

marfat.com

رفع ہو جائے گا۔ مگر ہنوز میں اوسپر حادی نہیں ہوا ہوں۔ پس جو شخص کہ خواب و بیداری
میں اشیار کو اپنے آپ سے نکلتا ہوا دیکھے اور خود مقام صمدیت میں تمکن ہو اوس وقت
اوسکو یہ اقتدار ہوتا ہے کہ جس شے کو جیسا حکم کرے ویسی ہی وہ شئے ہو جائے۔ اور یہ فیض خدا
کی اوس عنایت سے ہے کہ جو اللہ قدیر سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت خدا کا ظہور مشیت سے ہوتا ہے اور اسی ارادہ
مرتب ہوتا ہے۔ ارادہ دو طرح پر ہے ایک خیالی اور ایک حقیقی خیالی انسان کی خواہشات سے
پیدا ہوتا ہے جو سلوک میں واجب الترک ہے۔ اور اسمیں مشیت اسقدر ہے کہ حقیقت الحقائق
سے خیال کرنے کی قدرت ہوتی ہے اوسکے موافق قوی سے فعل میں آنا اوس ارادہ
کا لازمی نہیں ہے اور اسمیں محسوسات کے تاثیر و تاثر کو بہت دخل ہے جسمیں وہم غیریت
کا شائبہ ہے اور ارادہ حقیقی کلی بالتوجہ ہے جس کے موافق قوی سے فعل میں آنا لازمی
ہوتا ہے اور یہ ارادہ حقیقی بھی دو طرح پر ہے ایک روحی اور ایک تعقلی تعقلی میں شبہہ رہتا ہے
کہ اوسکا وقوع ہو یا نہو اور روحی بلا شبہہ ہے اوسکا ظہور خواہ مخواہ ہوتا ہے اتقوا فراسة
المؤمن فانه ینظر بنور اللہ اور مطلوب یہی ارادہ کلی ہے جس سے تخلیق عالم ہے اور
اسکو عالم امر بھی کہتے ہیں انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون اور
اس ارادہ کے لحاظ سے اسم اللہ مرید کا صادق آتا ہے اور بعد اسم مرید کے تین اسمار حق منجملہ اسمائے
سبعہ کے بیک دفعہ بلا مادہ و بلا مدت بے حرف و بے صوت و بے سمع و بے بصر ظہور پذیر
ہوتے ہیں یعنی اللہ سمیع اور اللہ بصیر اور اللہ کلیم۔ اللہ کلیم کا ظہور حکم حق یعنی ارادہ حق سے
ہو جاتا ہے اور جس شئے کو حکم ہوتا ہے اوسکی صورت سامنے آجاتی ہے یہ اللہ بصیر ہوا
اور وہ صورت حکم حق کو سنکر اوس حکم رب کی تعمیل بمعیت حق کرتی ہے یہ اللہ سمیع ہوا اور
خود صورت مربوب ہوتی ہے اور معیت حق اوس کی رب ہے اور یہ تینوں اسمار ایک ساتھ بیک دفعہ
اپنا اپنا ظہور سماعت و بصارت و کلام سالک میں کرتے ہیں اور اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتے ہیں
سماعت کان کو لے لیتی ہے اور بصارت آنکھ کو اور کلام زبان کو لے لیتا ہے اور فی الواقع

marfat.com

سماعت وبصارت وکلام کوئی علٰحدہ چیز نہیں ہے جس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے
ما یکون من نجویٰ ثلٰثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم کیوں کہ
معیت حق نے جسکو عینیت ہے اپنے جی ہی جی میں سنا بھی اور دیکھا بھی اور کلام بھی کیا
لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کے یہ معنی ہیں بی یسمع وبی یبصر وبی
یبطش وبی یمشی کا یہ مطلب ہے اوران سب اسمار کا ظہور اسی اتحاد حقیقی سے ہوتا ہے جو
بے حلول واتحاد ہے وھو معکم اینما کنتم اس عرفان کی جان ہے وفی انفسکم افلا
تبصرون اسکی جان جان ہے اور یہ بات حاصل نہیں ہوتی جب تک مشغولی ومراقبہ بالتفکر
والتذکر نہ کیا جاے تفکر وتذکر میں یہ فرق ہے کہ تفکر میں آفاق وانفس کی نشانیوں پرغور
کرکے اورسب اسمار وصفات کو ایک کرکے تعقل کے ساتھ قائل بالتوحید ہوا ور تذکر کی یہ
تعریف ہی کہ سالک اپنے مبدار کو جہاں سے آیا ہے اور جسکی وجہ سے موجود ہے اور جہاں بعد
موت اختیاری کے جائے گا اس مبدار کو مثل کسی بھولی چیز کے بلا خیال وتفکر کے حاضر زدہ
ہوکر یاد کرے اور وہ یاد کرلینا بجز ذات حق کے اور کچھ نہیں ہے اور سالک کی ذات کوئی
دوسری چیز نہیں ہے یہی معنی فاذکرونی اذکرکم کے ہیں اپنی ذات اور ذوات اشیار کو
علٰحدہ اور غیر حق جاننا غلطی ہے اور اپنی ذات اور ذوات اشیار کو عین حق جاننا یہی
صراط مستقیم ہے غیر حق جاننا وہم ہے اور عین حق جاننا حق الیقین ہے اور اسی کو مصطلحات
صوفیہ میں کافری کہتے ہیں۔ کافری دو طرح پر ہے۔ ایک سالک اپنے افعال وصفات کو
آئینۂ حق میں دیکھے اسمیں آئینہ مختفی ہے یعنی سالک ذات حق کا چھپانے والا ہی۔ اسم اول
اور اسم باطن کا ظہور ہے دوسرے حق کو اپنے صفات وافعال واسمار میں سالک بلا کسی
زائد وجود بالغیر کے ملاحظہ کرے تو بھی بجز سالک کے نہیں ہے حق نہ بیرون ہی نہ درون ہی

لہ نہیں ہی کوئی مجمع تین کا مگر وہ ان کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کا مگر وہ ان کا چھٹا ہے ۔ لہ نہیں ادراک کرتی ہیں اوس کو بصارتیں اور وہ بصارتوں کا ادراک کرتا ہے ۔ لہ وہ بندہ مجھ ہی سے سنتا ہی اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے پکڑتا ہے اور مجھ سے چلتا پھرتا ہے ۔

یہ اسم ظاہر اور اسم آخر کا ظہور ہے جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سالک مین اپنی آخریت میں اوّل ہوتا ہے اور مین اپنی اولیت میں آخر اور مین اپنے بطون میں ظاہر ہوتا ہے اور مین اپنے ظہور میں باطن اور اِن چار دں اسما میں مجموعی فنا ہونے سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جس کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دعا فرمائی ہے اللھم زدنی تحیرًا اور یہی تحیّر حیرت محمود ہے جس کا اور جمود نہیں ہے ؎

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئنہ کس کا

اور جس طرح سے آئینہ فوراً افعال رائے کو بشکل اسی حیثیت سے قبول کرلیتا ہے اسی طرح آئینہ قلب سالک کو حیرت زدگی میں عوالم واشیاء عوالم مشہود ہو جاتے ہیں اگر نفس میں مشہود ہوئے تو یہ شہود فی الانفس ہے اور اگر آفاق میں شہود ہوئے تو کشود وکشف فی الآفاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفس و آفاق میں یہ معائنہ وکشف ہوا وہ حیرت ہے اور اسی وجہ سے آئینہ کو حیرت زدہ کہتے ہیں اور یہی حیرت دید ہے ؎

بنگاہِ کاظمِ رہنما بطفیلِ باسطِ مقتدا
ہے وہی شہود تجلیات کا کہ قلندروں کی جو دید ہے

marfat.com

الکہف والرّقیم

(متن عربی)

السید عبدالکریم الجیلی

marfat.com

نور السہیم

مولانا محمد تقی حیدر کاظمی

(اردو ترجمہ)

فیض الکریم

شاہ محمد و تاج الدین

(اردو شرح)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الکامن فی کنہ ذاتہ الکائن فی عماء غیاباتہ	حمد اللہ کیلئے ہے کہ جو مخفی ہے اپنی کنہ ذات میں اور ثابت ہے اپنے عماء غیابات میں۔

عماء کے لغوی معنی ابر باریک کے ہیں اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہے، جسکو قلم و عقل کل و نفسِ کل کہتے ہیں جسمیں وہ موجود تھا قبل تخلیق عالم کے (جیسے خواب میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اسکو کوئی نہیں دیکھتا اور وہ دیکھنا اسکی صورت کا ہونا نہیں کہا جاسکتا ہے) اور اسی طرح پر اب موجود ہے بعد تخلیق عالم بصورت آدم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اور غیابات جمع ہے غیابت کی، غیابت کے لغوی معنی یہ ہیں کہ جو کسی چیز کو چھپاوے اور غائب ہو۔ پس عماء چھپانے والا ہے ذات حق کو اور ثابت کرنے والا ہے حق کو جس طرح پتھر چھپانے والا ہے آگ کو اور عین اسی پوشیدگی میں ظاہر کرنے والا ہے آگ کو یعنی حق اپنی کنہ ذات کو عین پوشیدگی میں بحیثیت عماء کے پانے والا ہے پس ظاہر ہوا کہ عماء اسماء صفات حق کا نام ہے جس سے کل تشبیہات کا ظہور ہوا اور یہی کنز مخفی ہے کہ جسمیں حق تعالیٰ قبل تخلیق عالم کے تھا اور اب بعد تخلیق عالم کے ہے اور ہمیشہ

marfat.com

بعد فنا ہونے عالم کے رہے گا جیسا بعد معلومات فنا ہوجانے کے معلومات کا علم باقی رہتا ہے پس عماراحدیت کے تنزیہ میں تشبہ کا ایک ابر رقیق ہے جس سے سارا عالم ظاہر ہوا یعنی کل عوالم کا بیج ہے اور کل عوالم اوس میں مندمج ہیں جیسے درخت بیج میں مندرج ہوتا ہے۔

الکامل فی اسمائہ وصفاتہ الجامع بالوھیتہ شمل مضاداتہ	کامل ہے اپنے اسماء وصفات میں اور جامع ہے اپنی الوہیت سے شمول مخالفات میں

یعنی الوہیت مقام وحدت کو کہتے ہیں کہ جس کا ایک سطور تنزیہی احدیت ہے جہاں اسم ورسم معدوم ہے اور دوسرا طور تشبیہی واحدیت ہے یعنی اعیان ثابت کل اسماء وصفات متضادہ کے نفس میں ظاہر ہیں جن کے پرتو سے آفاق فی الخارج ظاہر ہوا ہے اور چونکہ اسماء وصفات مختتم نہیں ہیں اس لیے اسی طرح پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا اور اس وحدت کے کل مجموعہ کا نام مع توحید ایجادی آفاقی فی الخارج کے الوہیت ہے جو شمول اپنے مخالفات کے جامع ہے۔

الاحد فی سماتہ۔ الواحد فی تعدد ذاتہ	احد ہے اپنے سمات میں اور واحد ہے اپنے تعدد ذات میں۔

سمات کے لغوی معنی بکسر اول جمع سمت جوانب اور بفتح اول جمع سمت نشانیاں ہیں

المحیط اوصافہ فی سیقاتہ الازلی فی ابدا خریاتہ الابدی فی ازلہ ولیاتہ۔	احاطہ کرنیوالا ہے اپنے تمام اوصاف کا اپنے درجہ کمالیین ازلی ہے اپنے ابدآخریات میں۔ اور ابدی ہے اپنے ازل اولیات میں۔

یعنی الآن کما کان ہے۔ اس کے ابداعی ارادہ سے ازل شروع ہوتا ہے اور اس ارادہ کے ختم ہونے پر ابد کہا جاتا ہے یہ دونوں ایک اعتباری نام ہیں جو اول ہے وہی آخر ہے اور جو آخر ہے وہی اول ہے۔

الظاہر فی کل صورۃ ومعنی بصورتہ	ظاہر ہے تمام صورتوں اور معنوں میں مع اپنی صورتوں

marfat.com

وآیاته الباینة عن کل محسوس و معقول وموهوم ومعقول بیناته غیر متباینة فی بیناته المتخلق بکل خلق فی کل خلق من مخلوقاته

اور آیتوں کے اور بعینہٖ ہر محسوس اور معقول اور موہوم اور معقول سے بذریعہ اپنی نشانیوں کے بلا فرق کے ظاہر ہے اور تمام مخلوقات کی تخلیق کرنے میں اپنے ہر ہر خلق کا ظاہر کرنے والا ہے۔

یعنی ہر ہر مخلوق مظہر کسی اسم یا صفت حق کی ہے اور وہاں عوالم میں اوس اسم یا صفت حق کی مظہر تام ہے اور اسکے خلق کی بعینہ صورت ہے۔

المتجلی بصور العالم من انسانه وحیوانه ونباتاته وجماداته المتخلی فی سرادق تنزیه المتعال فی سرادقات مجده عن الفصل و الوصل والضد والند والکم والکیف۔ والتجسیم والتحدید والتقیید بتشبیه اوتنزیهاته

متجلی ہے بصورِ عالم از جنس انسان وحیوان و نباتات وجمادات۔ اور متخلی (یعنی متفرد) ہے اپنے سراپردہ تنزیہ میں برتر ہے اپنی نزہتگاہ عظمت میں اس طرح پر کہ نہ فصل ہے اور نہ وصل ہے نہ ضد ہے نہ ند ہے نہ کم ہے نہ کیف ہے نہ تجسیم ہے نہ تحدید ہے اور نہ اپنی تشبیہ یا تنزیہ میں تقیید ہے

بلکہ یہ سب اوسکے اسمار وصفات ہیں جن کا وہ مسمیٰ اور موصوف ہے

سبوح سبحت اسمائه فی بحار کنهه فغرقت دون الوصول الی غایاته

ایسا پاک کہ اوس کے اسمار نے اوس کی کنہ کے دریاؤں میں شناوری کی اور غرق ہوگئے مگر اوس کی انتہا تک پہونچ نہ پائے۔

غرق ہونا ذات سے مغلوب ہو جانا ہے من حیث العینیت اور پہونچ نہ پائے یعنی بوجہ عینیت کے فرقِ طالب و مطلوب کا باقی نہیں رہا۔

متصف بکل وصف موتلف بکل الف مجتمع بکل جمع ممتنع بکل منع

وہ ہر صفت کے ساتھ متصف ہے اور ہر قسم کی الفت والا ہے ہر چال سے چلنے والا ہے ہر قید میں

marfat.com

مفترق بكل فرق منطلق بكل طلق
مقيد بكل قيد محدود بكل
قيد مقدس منزه في تشبيهاته
لا يحصره الاين ولا يخلوا منه
ولا تدركه العين ولا يستر عنه
خالق معنى خلق عرض على جوهر
هو حقيقة ذلك الجوهر ولا
عرض يعتريه رازق معنى الرزق
تنزله في رتبة سماها خلقا
ليوفي بها حكم مرتبته الاخرى
على ما تطلبه الحكمة او تقتضيه
حكم تقديراته مجهول في حقيقته
غيب كنت كنزا لم اعرف بعد
تعرفه الى خلقه بما عرف من
تعريفاته

مقید ہے ہر حد سے محدود ہے ہر جمع و منع کا جامع
و مانع ہے مقدس ہے اور منزہ ہے اپنی کل تشبیہات
میں نہ این (یعنی کہاں۔ کیا) میں محصور ہے اور
نہ این اوس سے خالی ہے نہ آنکھ اوسکو ادراک
کر سکتی ہے اور نہ وہ خود اپنی دید سے پوشیدہ ہے
خالق عین خلق ہے عرض ہے جوہر پر اور عجب
ہے کہ وہ عرض اوس جوہر کی حقیقت ہے یعنی
نہ وہ عرض جسکو جوہر پا سکے رازق عین رزق ہے
اوسکا تنزل اپنے اوس مرتبہ میں جس کو خلق کہتے
ہیں اس لیے ہے کہ اوسکے دوسرے مرتبہ یعنی خلق
کا حکم بھی پورا ہو جاے جیسا کہ اوسکی حکمت چاہتی
تھی یا اوسکو اوس کی تقدیرات کا حکم مقتضی تھا
مجہول ہے حقیقت غیب کنت کنزا لم اعرف میں بعد
اپنے آپکو اوس چیز سے پہچاننے کے جو اوس کی
تعریفات سے اوسکی خلق کی طرف پہچانی گئی ہی

یعنی جیسا قبل تخلیق عالم کے کنز مخفی مجہول الکیفیۃ تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے
اور اس تفصیل کیساتھ پہچانے جانے کے بھی مجہول الکیفیۃ ہے کیونکہ یہ اوس کے تنزہ کی
شان ہے۔

جعل اسم الخلق مجلا لذاته
ولا يتعداه۔

اسم خلق کو اپنی ذات کا مجلی گردانا اور اوس سے
تجاوز نہ کیا۔

علی الخصوص انسان کامل کو کہ جو تمامی اسماء و صفات حق کا جامع ہے اپنی ذات کا

marfat.com

مجلی گردانا یعنی ہویت ذات مطلقہ وہی انیت انسان کامل ہے کیونکہ اوس ہویت کا ادراک اسی انیت نے کیا ہے اور اس انیت کے علاوہ اوس ہویت کا پایا جانا محال ہے ۔

سرمرخامی اگرخدا مے طلبی	گوری اگر از خویش جدا مے طلبی
حق باتو زبان زبان انا ہو گوید	بیرون و درون توئی کرا مے طلبی

ورسم لاسم الحق حکما من ذاتہ لا یفیدہ سواہ وحکم لالوھیتہ جمعھا فلم یک مرضی لغیرہ وراء اللہ لالوھیتہ المحیطۃ باحدیتہ ولاحدیتہ السلطنتہ علی لوھیتہ فی ترتیباتہ تعرف الی کل موجود بحسب لمرتبتہ التی ابرزہ فیھا من عینہ وما عرفہ الا نفسہ فی جمالہ وزینتہ من جمیع مکوناتہ احمدہ حمدہ لنفسہ من خلف سرادق غیبہ الا نھی واثنی علیہ بلسان جمالہ الاکمل الابھی ھو کما اثنی علی نفسہ لہ بہ اذ کنت لا احصی ثناء علیہ واستمد من الجناب الاعظم غیب غیب الجمع الابھم نقطۃ

اور اسم حق کو خلق کی ذات کا حکم قرار دیا اور بتایا کہ تجھ کو فائدہ نہ دے گا سوائے اس حکم کے اور اپنی الوہیت کو دونوں کا جامع بنایا پس نہوا کوئی غیر مرضی پر چلنے والا سوائے اللہ کے بسبب الوہیت کے احاطہ کرنے کے احدیت کو اور بسبب احدیت کے غلبہ کے الوہیت پر ترتیبات میں ہر مرتبہ کے موافق ہر موجود میں پہچانا گیا جس طریقہ سے کہ اوس نے اوس موجود میں بعینہ اپنی ذات کو ظاہر کیا۔ اور نہ پہچانا اوسکو مگر اوسی کی ذات نے اوسی کے جمال میں اور زینت دی جمال کو کل مخلوقات میں حمد کرتا ہوں میں اسکی جسکی حمد بذاتہ غیب میں پس پردہ ہے عقول سے اور تعریف کرتا ہوں میں اوسکی اوسی کے جمال کامل و زیبا کی زبان سے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اپنی تعریف کی کیونکہ میں اوس کی تعریف کو شمار نہیں کرسکتا ہوں اور میں جناب اعظم سے مدد

عين الحروف المعجم محمد سيد
العرب والعجم مركز نكت الحقائق
والتوحيد مجمع دقائق التنزيه
والتحديد مجلى معانی جمال
القديم والجديد صورت كمال
الذات الازلى التخليه فى جنات
الصفات الابدى الاطلاق فى
ميدان الالوهيات

مانگتا ہوں جو وجود اقدس کے جمع غیب میں پوشیدہ
ہیں اور ایک نقطہ ہیں کہ جو عین حروف معجم ہے وہ
محمد سید العرب و العجم ہیں جو کنہ حقائق و توحید کے
مرکز ہیں اور دقائق تنزیہ و تحدید کے مجمع ہیں اور
معانی قدیم و جدید کے جلا دینے والے ہیں کمال
ذات کی صورت ہیں ازل سے جنت صفات میں ہمیشہ
رہنے والے اور میدان الوہیات میں ابد الطلاق تک
ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

یعنی آپ کا سریان کل موجودات میں مثل نقطہ وحدت ب کے ہے جو ب اور دیگر حروف
میں بحفظ مراتب شامل ہے بمصداق آیہ کریمہ لولاک لما خلقت الافلاک

صلى الله عليه وسلم وعلى اله
القادة الهداة المتحلين بحلية
المتحولين فی احواله القائمين
عنه فی مقامه باقواله و
افعاله وعلى اله واصحابه وعترته
والنساله وشرف وكرم ومجد وعظم
اما بعد فانی استخرت الله تعالى
فى املا هذا الكتاب المسمى
بالكهف والرقيم فى شرح بسم الله
الرحمن الرحيم وطلبت المدد
باعث رحمانی واجابة لسوال الخ

اللہ کا درود و سلام ان پر اور ان کی اولاد بزرگ
و ہادی پر جو اپنے حالات میں زیور احوال سے
نو بنو آراستہ ہوتے رہتے ہیں اور مقام محمدی میں
اقوال و افعال محمدی سے قائم ہیں اور آپ کی
اولاد و اصحاب و عترت و ذریت پر (علاوہ علاوہ)
شرف و کرم و مجد و عظم نازل ہو۔
اما بعد پس میں نے اس کتاب الکہف والرقیم
فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے میں
اللہ تعالی سے مدد طلب کی اور توفیق رحمانی سے
حسب فرمائش برادر عزیز عارف ربانی صاحب فہم
روشن و ذکاء مبرہن اصل مطلب کے پہونچنے والے

marfat.com

عارف ربانی موصوف بالفهم
الثاقب والذكاء الباهر الناسب
والتجريد والتفريد والقدم
الصدق في المطالب عماد الدين
يحيى بن ابي القاسم التونسي
المغربي سبط الحسن بن علي
بعد مدافعتي اياه وتأخري
عن التقدم الى ما يهواه فلم يسمع
بالاقالة ولم يجنح الا الى ما
قاله بعثني صدق رغبته الى
موافقته فاستخرت الله تعالى
ولجأت اليه اسأله سبحانه
وتعالى ان ينفع به مليه و
السامعين وقارئه وهو الاولى
بالاجابة والاجدر بتوفيقي
بالاصابة والملتمس من اهل الله
ساداتنا الاخوان الناظرين في هذا الكتاب
سلام الله عليهم ورضوانه ان يفحصوا
في معنى كل كلمة حتى يعلم بتبيانه من وجوه
عباراتها واشاراتها وتصريحاتها و
تلويحاتها وكناياتها وتقديمها وتأخيرها

باہمہ وبے ہمہ صاحب قدم صدق فی المطالب
عماد الدین یحیی ابن ابی القاسم تونسی مغربی سبط
امام حسن ابن علی تصنیف کیا ہر چند کہ میں نے پہلے
بہت انکار کیا اور اپنی عدیم الفرصتی کا اظہار
کیا مگر انھوں نے اوتنا ہی اصرار کیا اور نہ مانا
تب میں نے مجبور ہوکر بوجہ اونکی سچی خواہش کے
اوسکو لکھا اور خدائے تعالی سے رجوع کرکے میں نے
طلب خیر کی اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس
کتاب کے لکھنے والے اور سننے والے کو اور پڑھنے
والے کو نفع بخشے کیونکہ وہ دعا کا بڑا قبول کرنے والا
ہے اور میری توفیق بالاستقلال کے لیے سزاوار تر
اور اہل اللہ اور سادات اخوان ناظرین کتاب ہذا
سلام اللہ علیہم ورضوانہ کی خدمت میں التماس ہے
کہ وہ ہر کلمہ کے معنی میں غور کریں یہانتک کہ اسکے
بیان سے بوجہ اوسکی عبارتوں اور اشارتوں اور
صراحتوں اور رمزوں اور کنایتوں کے اور تقدیم
وتاخیر رعایت کردہ شدہ قواعد شرعیہ واصول دینیہ
کے مسرور ہوں یعنی اگر وہ معانی توحید سے کسی بات
پر واقف ہوں کہ جسکی شہادت کتاب اللہ وسنت
دے تو یہی میرا مقصود ہے کہ جسکے لیے میں نے یہ
کتاب لکھی ہے اور اگر اوس سے اسکے خلاف سمجھیں

marfat.com

المراعاة للقواعد الشرعية والاصول
الدينية فان وقفوا على معنى من
معانى التوحيد شهدتهم فيه الكتاب
والسنة فذالك مطلوبى الذى املیت
الكتاب لاجله وان فهموا منه خلاف
ذالك فانا برئ من ذالك الفهم
فليرفضوه وليطلبوا ما املیته مع الجمع
بالكتاب والسنة فان الله سيوجدهم
ذالك سنة جرى بها كرمه فى خلقه
والله على كل شئ قدير ثم المسئول منهم
ان يمدونا بانفاسهم الالهية ويقبلونا
على ما فينا وهذه جهد المقل فهم متهابين
ايديهم راجيا دعوة نجى او نظرة ولى ؎
فان تجد عيبا فسد الخللا
فجل من لا عيب فيه وعلى
وها انا اشرع فيما ذكرته مستعينا بالله
ناظرا الى الله اخذا بالله عن الله
فما ثم الا الله والله يقول الحق وهو
يهدى السبيل وما توفيقى الا بالله۔

تو میں اوس سے بری ہوں اون کو چاہیے کہ
جس بات کو میں نے لکھا ہے کتاب وسنت جمع
کرکے اوس کی تفتیش کریں خدا کی ذات سے
اُمید ہے کہ وہ اوس کو ایک مدت میں پاویں گے
جب اوس کا کرم ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قادر
ہے۔ اور اون سے ایک دوسرا التماس یہ ہے کہ
ہم کو اپنے انفاس الٓہیہ سے مدد دیں اور ہم کو اُس
چیز پر کہ جو ہم میں ہے قبول کریں اور ہم اِس
تالیف حقیر کو اُمیدوار دعاے نجات و نظر
عنایت ہو کر اون کے روبرو پیش کرتے ہیں ؎
پاؤ جو کوئی عیب تو رکھو مجھے معاف
بے عیب ذات پاک خداے کریم ہے
اب ہم اوس چیز کو کہ جسکو ہمنے ذکر کیا ہے اللہ
سے مدد مانگ کر اور اللہ کو حاضر وناظر جان کر اور
بتوفیق اللہ کے اللہ سے لیکر شروع کرتے ہیں پس
یہاں سواے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے
اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی صراط المستقیم کی
طرف ہدایت کرتا ہے اور میری توفیق نہیں ہے
مگر اللہ سے

؎ ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست
ایمنے از تو مہابت ہم ز تست

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وردفی الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل ما فی الکتب المنزلۃ فھو فی القراٰن وکل ما فی القراٰن فھو فی الفاتحۃ وکل ما فی الفاتحۃ فھو فی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وورد کل ما فی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فھو فی الباء وکل ما فی الباء فھو فی النقطۃ التی تحت الباء وقال بعض العارفین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من العارف بمنزلۃ کن من اللہ۔

حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کتب منزلہ میں سے وہ قرآن میں ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ فاتحۃ الکتاب میں ہے اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کہ جو کچھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ہے وہ ب میں ہے اور جو ب میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو ب کے نیچے ہے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عارف سے بمنزلہ کُن کے ہے اللہ سے۔

کیونکہ کن ارادہ کلی جناب باری کو کہتے ہیں کہ جس سے سارا عالم پیدا ہوا ہے جسکو آفاق کہتے ہیں اور جسمیں عقل کل ونفس کل وطبیعت کل وہباء وشکل کل وجسم کل وعرش وافلاک وعناصر وموالید ثلاثہ یعنی جمادات ونباتات وحیوانات داخل ہیں جن کا جامع حیوان ناطق یعنی انسان ہے کہ جو ارادہ کرنے والا کن کا ہے اور وہ اپنے ارادہ کن سے عوالم مذکورہ میں فی نفسہ وبنفسہ ساری وطاری ہے پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جامع ہے اپنی ب سے عقل کل کو اور اپنے اسم سے نفس کل کو اور اپنے لفظ اللہ سے جمیل طور تنزیہی " باسم " اور طور تشبیہی رحمٰن ورحیم بھی داخل ہے

اپنے مقام الوہیت کو جسمیں جبار اور شکل کل اور جسم کل شامل ہیں اور اپنے "رحمٰن" سے ستوی ہے عرش پر اور عرش کل افلاک وعناصر ومو الید پر محتوی ہے اور اپنے "رحیم" سے انسان کامل کو جو تمامی مذکورات بالا کا جامع ہے فیض دیتی ہے اس طرح پر انسان کامل ایک نقطہ وحدت ہی جو وجہ حقیقی کا خال ہے اور جس طرح نقطہ کل حروف میں ساری وطاری ہے اوسی طرح انسان کامل کل مخلوقات میں ساری وطاری ہے اور پھر اپنے آپ سے اور کل حروف یعنی مخلوقات سے غائب ہی کیونکہ نقطہ کی تعریف اصطلاح علم ہیئت میں یہ ہے کہ اوسکی جگہ مقرر ہو اور منقسم نہو سکتا ہو اور جگہہ مقرر ہونے سے یہ مطلب ہے کہ جس جگہ چاہیں اُسکو فرض کریں پس اوسی نقطۂ وحدت سے بسم اللہ کی ب ہے اور وہی ب بسم اللہ کے کل حروف میں ساری وطاری ہے جیساکہ حضرت مصنف نے آگے بیان کیا ہے اور عجب العجاب بات یہ ہے کہ ب کے بعد جو اسم کا الف ہی اوسکی جگہ تو معلوم ہے مگر اوسکے ٹکڑے نہیں ہو سکتے اور وہ غائب ہے یعنی حق باوجود تشبیہ کے منزہ ہے اور باوجود تنزیہ کے مشبہ ہی اور اسکا مفصل بیان ہم آگے چلکر کرینگے انشاءاللہ تعالی پس انسان کامل ہی سے سارا عالم ظہور میں آیا اور انسان کامل ہی اوس تنزیہ اور تشبیہ کی ایک صورت ہی پس انسان کامل جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو عالم کو پیدا کرتا ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اجمال کی تفصیل سورہ فاتحہ ہے یعنی رحمۃ للعالمین جو رحمن ورحیم دونوں کے مظہر ہیں جب اپنے قرآن کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین اور جب اپنے قرآن وفرقان دونوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ایاک نعبد وایاک نستعین اور جب کتاب مبین یعنی صرف فرقان کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور جب ان تینوں مراتب

سورۂ فاتحہ پر غور فرماتے ہیں تو مرتبۂ الوہیت حق سے واقف ہوکر مجموعی سورۂ فاتحہ کو کلام الٰہی جانتے ہیں کہ جو سر وحی ہے اور جسکی تفصیل مع اجمال کے حروف مقطعات میں سے الٓمٓ ہے یعنی الف سے احدیت مراد ہے جو بجائے قرآن کے ہے اور لام سے وحدت جو بجائے قرآن و فرقان دونوں کے ہے یعنی حرف ل کا اوپر کا حصہ احدیت کا الف ہی اور نیچے کا حصہ ن یعنی دائرہ کونیہ ہے یعنی لام میں احدیت و دائرہ کونیہ کا اتحاد ہے پس لام جامع احدیت و دائرہ کونیہ ہے اور میم سے واحدیت مُراد ہے جو بجائے کتاب مبین یعنی فرقان کے ہے اور اس طرح پر مجموعی الٓمٓ سے اپنے آپ کو مصدر و مصداق ذالک الکتاب لاریب فیہ جانتے ہیں اور بحکم اینما تولوا فثم وجہ اللہ[۱] اپنے چہرہ کو ذالک الکتاب کا مشارٌ الیہ سمجھتے ہیں جسکی پوری تفصیل کل کلام مجید ہے ؎

خطت کلیم وکلام رخت کلام اللہ	چہ رُخ چہ خط چہ جبین لاالٰہ الا اللہ

اور کوئی رطب و یابس ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہیں ہے کہ[۲] لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین بس جو کچھ کتب منزلہ میں سے ہے وہ کتاب مبین میں ہی لہٰذا حدیث مذکورہ صحیح ہے بسم اللہ بجائے قرآن کے ہے اور الحمد للہ بجائے قرآن و فرقان کے ہے اور باقی کلام مجید بجائے کتاب مبین کے بمنزلہ فرقان صرف ہے ۔

واعلم ان الکلام علی بسم اللہ الرحمن الرحیم من وجوہ کثیرۃ کالنحو والصرف واللغۃ والکلام	اور جاننا چاہیے کہ کلام بسم اللہ الرحمن الرحیم پر بوجوہ کثیرہ ہے مثل نحو اور صرف اور لغت کے اور یہ کلام مادہ حروف اور اوسکے صیغہ

[۱] جدھر مُنہ پھیرو ادھر خدا کا منھ ہے ۔ [۲] نہیں ہے کوئی تر اور نہ خشک مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں ہے ۔

marfat.com

فيه على مادة الحروف وصيغتها
وطبيعتها وهيئتها وتركيبها و
اختصاصها على باقي الحروف الموجودة
في فاتحة الكتاب وجمعها لها و
اختصاصها بالاحرف الموجودة
في البسملة والكلام عليها في
منافعها و اسرارها ولسنا بصدد
شيء من ذلك بل كلامنا
عليها من وجه معاني حقائقها
فيما يليق بجناب الحق سبحانه
وتعالى والكلام منه بعضه
في بعض اذ المقصود من جميع
هذه الوجوه معرفة الحق سبحانه
وتعالى ونحن على بابه فكلما
يتجدد من فيض على الانفاس
ينزل به الروح الامين على
القلب القرطاس۔

اور طبیعت اور ہیئت اور ترکیب پر ہے
اور کلام اس کے اختصاص پر ہے (کہ جو اسکو)
باقی حروف پر حاصل ہے کہ جو حروف
فاتحۃ الکتاب میں موجود ہیں اور ان حروف
کے جمع پر ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
کے لیے اور ب کو حروف موجودہ میں خاص
کرنے پر ہے اور کلام اوس کے منافع و اسرار
میں ہے اور ہم انہیں سے کسی چیز کے درپے
نہیں ہیں بلکہ ہمارا کلام اس مسئلہ میں باعتبار
معانی و حقائق کے ہے کہ جو لائق ہے بجناب
حق سبحانہ وتعالی اور بعض کلام مندرج ہے
بعض میں اس لیے کہ مقصود ان کل وجوہ
سے معرفت حق سبحانہ وتعالی کی ہے اور
ہم اسی کے درپے ہیں پس جو کچھ کہ متجدد
ہوتا ہے اسکے فیض سے انفاس پر
نازل ہوتے ہیں اوسی سے روح الامین
قلب قرطاس پر۔

گویا وہی تجدد روح الامین کا نزول ہے۔

واعلم ان النقطة التي تحت الباء
اول كل سورة من كتاب الله تعالى
لان الحرف مركب من النقطة

اور جاننا چاہیے کہ وہ نقطہ جو ب کے نیچے
ہے اول ہر سورۃ سے کتاب اللہ تعالی
سے اس لیے کہ حرف مرکب ہے نقطہ سے

ولابد لكل سورة من حرف هو
اولها ولكل حرف نقطة هي اوله
فلزم من هذا ان النقطة اول كل
سورة من كتاب الله تعالى ولما
كانت النقطة كما ذكرنا وكانت
النسبة بينها وبين الباء تامة
كاملة كما سياتي بيانه كان الباء
في اول كل سورة للزوم البسملة
في جميع السور حتى سورة براءة
فان الباء اول حرف فيها فلزم
من هذا ان كل القرآن في
كل سورة من كتاب الله تعالى
لما سبق من الحديث ان كل
القرآن في الفاتحة وهي في البسملة
وهي في الباء وهي في النقطة
فكذا الله الحق سبحانه وتعالى
مع كل احد بكماله لا يتجزى
ولا يتبعض۔ فالنُقطة
اشارة الى ذات الله تعالى الغائب
خلف سرادق كنزيته في ظهوره
لخلقه۔

اور ہر سورۃ کے لیے ایک حرف ہے کہ جو
اُسکا اول ہے اور ہر حرف کے لیے نقطہ ہے
کہ جو اُسکا اول ہے پس لازم آیا کہ نقطہ اول
ہر سورت ہے کتاب اللہ تعالیٰ سے اور
جبکہ نقطہ اس طرح تھا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا
اور ب میں اور اوس میں نسبت تامہ کاملہ تھی
جیسا کہ اوس کا بیان آگے آئے گا تو ب
اول ہر سورۃ میں بوجہ کل سورتوں میں
لزوم بسملہ کے ہے یہاں تک کہ سورۂ برات
میں بھی کیونکہ اوس میں بھی اول حرف ب ہی
پس اس سے یہ لازم آیا کہ کل قرآن ہر سورۃ
میں کتاب اللہ سے ہے جیسا کہ حدیث
سابق سے معلوم ہوا کہ کل قرآن فاتحہ میں
ہے اور فاتحہ بسم اللہ میں اور بسم اللہ
ب میں اور ب نقطہ میں پس اسی طرح
حق سبحانہ وتعالیٰ ہر ایک کے ساتھ بکمالہ
ہے نہ متجزی (ٹکڑے ٹکڑے) ہوتا ہے
اور نہ متبعض (علیحدہ علیحدہ) ہوتا ہے۔ پس
نقطہ اشارہ ہے ذات باری تعالیٰ کی طرف
کہ جو غائب ہے سراپردہ ہائے کنزیت ظہور
میں بسبب اپنی تخلیق کے۔

marfat.com

ظاہر ہے کہ نفس کثرت اسی حالت میں حجاب ہو سکتی ہے کہ جب بعینہٖ وہی کثرت صورتاً ظاہر ہو جائے جیسے بیج اسی وقت شدت کثرت میں کہا جا سکتا ہے کہ جب بعینہٖ وہ اکھوا یا درخت ہو جائے پس حق تعالیٰ کی شدت خفا مقتضی ظہور ہے اور شدت ظہور موجب خفا ہے۔

الا تراك ترى النقطة ولا نحسن بقرأها البتة لصموتها وتنزهها عن التقيد بمخرج دون مخرج۔

کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ نقطہ دیکھا جاتا ہے اور پڑھا نہیں جا سکتا ہے بسبب اپنے صموت و تنزہ کے بمخرج دون مخرج

یعنی کسی مخرج میں مقید ہونے سے منزہ ہے کہ دوسرے مخرج سے عاری ہو۔

اذ هي نفس الحروف الخارجة من جميع المخارج فتنبه لما تقابله من هوية غيب الاحدية وتقراء النقطة باعتبار الاشتراك نقط في التاء المثناة اذا فرديت عليها النقطة تاء مثلثة فما قرأت الا النقطة لان الباء والتاء المثناة والمثلثة لا تقراء اخ صورتها واحدة ولا يقراء الا نقطتها فلو كانت تقراء في نفسها لكانت حينئذ كل واحدة غير هيئة الاخرى وبالنقط

اس لیے کہ یہی نقطہ عین حرف خارجہ کا ہے تمامی مخارج میں پس خبر رکھ اوس چیز کے لیے کہ جو مقابل ہے اوس کی ہویۃ غیب الاحدیت سے۔ اور پڑھا جانا نقطہ کا باعتبار مشترک ہونے کے ہے یعنی کہا جاتا ہے تا مثناۃ میں جب کہ اوس پر نقطہ زیادہ کر دیا جائے تا مثلثہ پس پڑھا نہ گیا مگر نقطہ اس لیے کہ با، اور تا مثناۃ و مثلثہ نہیں پڑھے جاتے ہیں (کیونکہ) اون کی صورت ایک ہے اور نہیں پڑھا جاتا ہے مگر اون کا نقطہ پس اگر ہر ایک وہی ب و ت و ث فی نفسہا پڑھے جائے تو البتہ ہر ایک کی صورت دوسرے کی صورت کے غیر ہوتی (اور ایسا نہیں ہے یعنی محض نقطہ سے

marfat.com

تمیزت فما قرء فی الاحرف الا النقطۃ وکذالک ما عرف فی الخلق الا اللہ فکما عرفت الا من الخلق انما عرفتہ من اللہ۔	تمیز کیے گئے پس نہ پڑھا گیا حروف میں مگر نقطہ اور اسی طرح نہ پہچانا گیا خلق میں مگر اللہ پس جس طرح کہ تو نے اوس کو خلق سے پہچانا جز ایں نیست کہ تو نے اوس کو اللہ سے پہچانا۔

یعنی جب کہ عینیت حق کی خلق کے ساتھ ثابت ہوئی جیسا کہ نقطہ کی عینیت سے اوپر ظاہر ہوا ہے تو حق کا خلق سے پہچاننا ہُوَ ہُوَ حق کا حق سے پہچاننا ہوا۔

بیلان النقطۃ فی بعض الاحرف اشدّ ظہورًا منہا فی بعضہا فتظہر فی بعض زائدۃ علیہا یکون تکمیل ذلک الحرف بہا کالحروف المعجمۃ فان تکمیلہا بہا وتظہر فی بعض عینہا کالالف والحروف المہملۃ لانہ مرکب من النقطۃ ولہذا کان الالف اشرف من الباء لظہور النقطۃ فی عینہ وما ظہرت النقطۃ فی الباء الا علی حسب تکمیلہ علی وجہ الاتحاد لان نقطۃ الحرف من تمام الحروف	اور نقطہ بعض حروف میں بہت ظاہر ہے بعض سے پس بعض میں اس لیے زاید ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اُس حرف کی تکمیل ہوتی ہے مثل حروف معجمہ کے اس حرف معجمہ کی تکمیل اوس نقطہ سے ہے اور بعض میں عینیت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جیسے الف اور دیگر حروف مہملہ میں اس لیے کہ وہ مرکب ہیں نقطہ سے (یعنی نقطہ ہی کا اپنے آپ میں ترکیب اون حروف مہملہ کی صورت ہے) اور اسی لیے الف بسبب بعینہٖ ظہور نقطہ کی ذات الف میں ب سے اشرف ہے اور ب میں نقطہ کا ظاہر ہونا اسکی تکمیل کیلیے بوجہ اتحاد کے ہے اسلیے کہ نقطہ ہی تمامی حرف ہے پس وہ (یعنی نقطہ) حرف کے ساتھ متحد ہے اور اتحاد مشعر بالغیریت ہے۔ اور یہ (غیریت

marfat.com

فهو متحد بالحروف ولا اتحاد يشعر بالغيرية و
هو ذلك الفضل الذي تراه بين الحروف و
بين النقطة والالف مقامه مقام الواحد بنفسه
ولهذا كان الالف ظاهرا بنفسه في كل حرف

وہ فصل ہے کہ جسکو تو نقطہ اور حرف کے درمیان میں
دیکھتا ہے اور الف کا مقام مقام واحد بنفسہ
و بعینہ ہے اور اسی لیے الف ہر حرف میں
بنفسہ ظاہر ہے۔

اسی وجہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم میں الف نہ نقطہ کے متقدم اور نہ ب کے مؤخر ہے اور کسی مقام پر مثل نقطہ کے نظر بھی نہیں آتا ہے اور مع نقطہ کے تمامی بسم اللہ و تمامی حروف مہملہ و معجمہ میں عینیت کے ساتھ بلا حلول و اتحاد ساری و طاری ہے اور اپنی اطلاق میں کسی قید سے بھی معرا و مبرا ہے جس کی نسبت مثل نقطہ باء کے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اسمیں اسم و رسم کیفیت و کمیت نہیں ہے۔

كما تقول ان الباء الف مبسوطة والجيم الف معوجة
الطرفين والدال الف منحني الوسط والالف في
مقام النقطة في تركيب كل حرف منها
وكل حرف مركب من النقطة
فالنقطة لكل حرف كالجوهر
البسيط والحرف كالجسم المركب
فما قام الالف بجسمه مقام النقطة
فتركيب الاحرف منها كما
ذكرناه في ان الباء الف مبسوطة
وكذلك الحقيقة المحمدية
خلق العالم باسره منها الماورد
في حديث جابر ان الله تعالى

جیسا کہ تو کہتا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہے
اور ج الف معوجۃ الطرفین ہے اور دال الف
منحنی الوسط ہے اور الف بوجہ ہر حرف کے اس
سے مرکب ہونے کے مقام نقطہ میں ہے اور
ہر حرف نقطہ سے مرکب ہے پس نقطہ ہر حرف
کے لیے مثل جوہر بسیط کے ہے اور حرف مثل
جسم مرکب کے ہے۔ پس الف نہ قائم ہوا بجسمہ
بجائے نقطہ کے پس ترکیب حروف کی اوس
الف سے ایسی ہے جیسا کہ ہم نے اوس کو اس
بیان میں ذکر کیا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہے اور
اسی طرح حقیقۃ محمدیہ ہے کہ تمام عالم اوس سے
پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث جابر میں وارد ہے

marfat.com

خلق روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم من ذاتہ وخلق العالم باسرہ من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو الظاہر فی الخلق باسمہ المظاہر الالٰہیۃ	کہ اللہ تعالیٰ نے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے پیدا کیا اور تمام کائنات کو روح محمدی سے پیدا کیا۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ظاہر فی الخلق ہیں اپنے اسم سے بمظاہر الٰہیہ۔

یعنی آپ مثل نقطہ بار کے اپنی روح کلی سے مجموعی ہر ہر شے میں بصورت خلق بحکم ونفخت فیہ من روحی ہر ہر مرتبہ میں بمناسبت تعین ہر مرتبہ کے صورتاً ظاہر ہیں۔ اور کل مخلوق آپ ہی میں سے اور عبدیت کا لباس آپ نے بسبب اپنی جامعیت کے لیا ہی اور چونکہ عبد کا تن من دھن سب مالک کا ہوتا ہے اور عبد پر مالک محتوی حقیقی ہی یعنی عبدیت سے کچھ باقی رہ جانا مالک کی ملکیت میں نقص پیدا کرتا ہے پس اس لحاظ سے عبدیت اعتباری ہو کر عین الوہیت ہو گئی۔ **نکتہ** واضح رہے کہ عبدیت کا مقام ابنیت سے اعلیٰ واشرف ہے۔ اگرچہ ابن کی تعریف ہے کہ الولد سر لابیہ مگر سر میں بھی فی الجملہ تفرقہ ہے جو عبدیت میں بالکل نہیں ہے یعنی عبد کا وجود ہی نہیں ہے بجز مالک کے۔ اور ابن کا وجود مالک کے وجود سے فی الجملہ غیر ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ابن بعد ایک مدت کے عبد کا مالک ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ابن عبد کا مالک ہو جاتا ہے مگر بعد وفات اب کے اور یہاں اب حی لاموت ہے پس آنحضرت کی فضیلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی یعنی اگر نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہیں تو آنحضرت عین اللہ ہے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

پس آپ ہی بمنزلہ الف کے ہیں جو نقطہ بار یعنی حدت کی بھی تفضیل ہے جیسا کہ حضرت مصنف نے

marfat.com

آئینہ کہا ہے اور نحن[۱] اقرب من حبل الورید۔ آپ ہی کا کلام ہے بحکم ان[۲] الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور وما[۳] رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ پس سوائے اللہ کے کچھ باقی نہ رہا[۴] کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً یہ وہ ہے جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے اور باعتبار تنزل احدیت کہا جاتا ہے جسمیں اسم و رسم نہیں ہے اور جسکو دنی کہتے ہیں اور جس سے تمامی عالم پیدا ہی اور جب عالم پیدا ہوا اوس پیدا ہونے سے اس لامکانی احدیت کا پتہ لگا اور لامکانی احدیت مثل نقطہ بار کے ہی لیکن ؎

نکاح معنوی افتاد در دین	جہان را نفس کلی داد کابین

ہنوز الف منزہ عن الاطلاق فی نفسہ اپنے وجود میں موجود ہے جسکا نکاح نقطہ بار کے ساتھ ہوا جس کے بطن سے ساری مخلوق بوجہ کابین کے ظہور میں آئی اور یہی مخلوق احدیت کا زیور فی الخارج ہے اور بحکم[۵] ھن لباس لکم وانتم لباس لھن الف کا جماع حقیقی نقطہ بار کے ساتھ واقع ہوا یہ مقام او ادنیٰ ہے[۶] صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ الف بعد جماع حقیقی اوسی طرح پر منزہ قید اطلاق سے رہا فتدلیٰ ہوا تنزل الف کا نور محمدی ہے اللہ نور السموات والارض یہ مقام محمود ہے محض اسوجہ سے کہ تعریف و توصیف سے پاک ہے اور لامکانی کی قید سے بھی منزہ اور[۷] لا تاخذہ سنۃ و لا نوم ہے حدیث[۸] لا ینام قلبی اسی حدیث کا تذکرہ اور[۹] ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا اسی بے کیفی و بے زبانی کی کیفیت و گفتگو ہے یہی برزخ کبریٰ ہے اور تمامی

۱ے ہم انسان کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں ۲ے جو لوگ کہ تمہاری بیعت کی بیشک انھوں نے اللہ کی بیعت کی انکے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے ۳ے جب تم نے کنکری پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ۴ے اللہ تھا اور اوس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ ۵ے عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ ۶ے اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون رنگ اچھا ہے ۷ے نہیں پکڑتی اسکو غنودگی اور نہ نیند۔ ۸ے میرا دل نہیں سوتا ہے۔ ۹ے ہماری روحیں ہمارا جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں۔

marfat.com

اطوار کا مبدا، و منتہی ہے جس کو مقام وحدت کہتے ہیں جسکا ایک طور احدیت ہے اور ایک طور واحدیت ہے اسی منتہی پر فرمایا ہے ؎

علم حق در علم صوفی گم شود	این سخن کے باور مردم بود

اور اسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کتاب مرآۃ العارفین میں نون و قلم سے معبر فرمایا ہے کہ الحمد للہ الذی اخرج من النون ما ادرج فی القلم و ابرز الی الوجود بالجود ما اکن فی العلم اور یہی کتاب جہرہ رسول اللہی ہے الم ذالک الکتاب لا ریب فیہ جس میں الف اطلاق کی قید سے بھی منزہ ہے اول میں اور کا حصہ ا۔ اور نیچے کا حصہ ہے یعنی دائرہ کونیہ یعنی وحدت کا کل احدیت کیساتھ ہے او میم کے عدد چالیس میں اور عوالم بھی چالیس ہیں کا یہ میں یعنی واحدیت ہے اور یہی الف یعنی انسان کامل کی نسبت عما تحریر فرمایا ہے اور یہ تحریر فرمایا ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبًا فمن قرأ ھذا الکتاب فقد علم ما کان و ما ھو کائن و ما ھو یکون پس یہ سب مراتب مع ذات و صفات و افعال و انفس و آفاق کے انسان کے ہیں اور بلا انسان کے نہ کوئی چیز ظہور میں آئی اور نہ اوس سے کوئی شے باہر ہے علی الخصوص انسان کامل سے اور یہ الف وہی انسان کامل ہے جو باعتبار جامعیت کے انسان کہا جاتا ہے اور باعتبار تنزہ کے احد اور عالم امر جیسا کہ آں حضرت نے فرمایا ہے کہ انا احمد بلا میم اور باعتبار تشبہ کے احمد و محمد و عالم خلق یعنی باعتبار روحانیت کے احمد و عالم ملکوت اور باعتبار جسمانیت کے محمد عالم ملک اور باعتبار صنائع و بدائع کے قلم اعلیٰ و عقل کل اور باعتبار نقوش کے لوح محفوظ اور نفس کل اور باعتبار تخصیص کے عقل محمدی و جبرئیل اور باعتبار قلب محمدی کے عرش اعظم و میکائیل اور باعتبار صفات جلالیہ و جمالیہ کے عزرائیل و اسرافیل اور باعتبار رحمت عامہ

---

۵۱ حمد اوس اللہ کے لیے جس نے نون سے نکالا اوس چیز کو کہ قلم میں درج کیا تھا اور اپنے جود سے وجود میں اوس چیز کو ظاہر کیا جسکو عدم میں مخفی رکھا تھا ۱۲ ۵۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی کتاب کو پڑھ تیرا نفس آج تجھ پر کافی محاسب ہے پس جس نے اس کتاب کو پڑھا اوس کو معلوم ہوگیا جو کچھ کہ تھا اور جو ہے اور جو ہوگا ۱۲

marfat.com

کے الرحمن علی العرش استوی اور باعتبار رحمت خاصہ کے بالمومنین رؤف رحیم اور باعتبار طبائع رسول اللّٰہی کے چار عناصر کے حرارت عشق جسکی شور انگیزی کی حد نہیں اور یہی شور انگیزی حرکت ہی جس سے ہوا پیدا ہوئی جب آگ اور ہوا ملی پانی ہوا۔ اور جب آگ اور ہوا اور پانی ملیں گے تو کثافت آجائیگی۔ وہ خاک ہوئی یعنی آں حضرت نے اپنے آپ کو بحکم فاحببت ان اعرف حرکت دی آگ اور ہوا پیدا ہوگئیں آپنے تنزل فرمایا جو حرارت و حرکت کا مقتضی ہے۔ پسینہ آگیا پانی پیدا ہوگیا جب پسینہ آیا تو میل آگیا خاک پیدا ہوگئی وہی میل سارے عالم کا مادہ ہے اب خاک میں نفس نہیں ہے لہذا ساکت و صامت ہے۔ آب و باد و آتش میں شائبہ نفس ہے اسوجہ سے شور و غل ہے۔ حرارت عشق نے اوس میل کو میل رکھنا نہ چاہا یعنی اُس کا تنزل میں برابر رہنا گوارا نہوا جاذب ہوئی چونکہ میل بھی حقیقی تھا اُسنے اپنے نفس سے جدا ہونا نہ چاہا لہذا ایک حصہ بقدر مناسبت حرارت صعود کو گیا اور دوسرا حصہ ہبوط میں رہا جمادات ہوگئے ہوا اور پانی درمیان میں تھے پانی نے اون جاذبات کو جو مابین صعود و ہبوط کے تھے بقدر اپنے حصہ کے قائم رکھا ہوا نے رنگ دیا ابعاد ثلثہ میں سے نباتات پیدا ہوگئے پھر یہی معاملہ حرارت عشق کا جو خاک کے ساتھ ہوا تھا ہوا اور پانی کے ساتھ ہوا جانوراں آبی و طیور ہوگئے جن کے جامع چوپاے ہیں اور یہی قصہ حرارت عشق کا آتش کے ساتھ ہوا یعنی انکے ساتھ آپ محبت ہوئی جامعیت خاک و باد و آب تو موجود ہی تھی حیوان ناطق یعنی انسان ہوگیا ؎

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا	کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

اب انسان میں سے جس نے یاد حق کی وہ اوسی حرارت عشق کے جاذبے سے العشق هو الله[۵۱] ہوگیا كما بدأكم تعودون[۵۲] ورنہ اولئك كالانعام بل هم اضل[۵۳]

[۵۱] عشق وہی اللہ ہے ۱۲ [۵۲] جیسی کہ تمہاری ابتدا کی ہے ویسے ہی عود کروگے ۱۲
[۵۳] وہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ ان سے بھی بد تر ۱۲

marfat.com

کے بموجب انتہائے تنزل میں گرفتار رہیگا۔
تنبیہ ہ اور جاننا چاہیے کہ یہ تخلیق یوں نہیں ہوئی ہے کہ پہلے جمادات ہوگئے ہوں پھر نباتات پھر حیوانات پھر انسان بلکہ بیکدفعہ سبکی تخلیق ہوئی ہے کیونکہ جاذبات عشقی بمناسبت طبائع وعناصر بیکدفعہ ہوے ہیں یعنی کل عالم مع تمامی مخلوقات کے ایک ہی آن میں موجود ہوا ہے اور سبقت اور بعدیت جو نظر آتی ہے وہ ہر شئے کے اثر و تقاضا کے وجہ سے ہی بالجملہ حرارت عشق نے کوئی دقیقہ تخلیق کا پہلی ہی مرتبہ اُٹھا نہیں رکھا جو بعد کو کہا جاے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بندر ترقی کرکے آدمی ہوا ہے یہ غلط ہے اور اس کہنے والے کی نظر فکری منحصر اسباب جزوی پر ہے نہ مسبب پر۔ بلکہ عالم کی تخلیق یوں ہے کہ جسطرح نطفہ بیکدفعہ حرارت عشق سے رحم میں قرار پکڑتا ہے اور تقاضا بتقاضا اوسکے اعضا متمیز ہوکر فتبارک اللہ احسن الخالقین ہوتا ہے۔ یہ مثال انفس کی ہے اور آفاق میں ایک ہی بیج سے اکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا ظاہر ہوتی ہیں لیکن پھول کا تقاضا پھل ہونیکا پہلے سے قریب ہوتا ہے پس یہ کہا جاے کہ بندر مثل پھول کے تھا اوس سے ترقی کرکے پھل یعنی آدمی ہوا ہے یہ نہایت پست خیالی ہے بلکہ اوسی بیج میں یہ سب بیکدفعہ تھا تقاضا بتقاضا اوسکے نام جداگانہ ہوے بندر سے آدمی نہیں ہوا بلکہ آدمی تھا اور سے بندر بھی اُسکے تقاضا سے مخلوق ہے۔ الغرض یہ سب نیرنگیاں حضرت انسان کی ہیں جن کی طرف بسم اللہ میں حرف الف سے اشارہ ہے کہ جلنظاہر غائب ہے اور حقیقتاً کل حروف میں ساری وطاری ہے جیساکہ اوپر ذکر ہوا سچ تو یہ ہے کہ ؎

چرخ کوکب سلیقہ تھا ستمگاری میں کم کوئی معشوق ہے اِس پردۂ زنگاری میں

اور اس الف کے مقام پر پہونچکر سیر الی اللہ میں سالک کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ مقام وحدت احدیت سے فرد تر ہے اور احدیت کی طلب میں اپنے آپ کو گمنامی دبے کیفی و

ہیچی دیوجی میں ڈالکر یا تو سخت غافل ہو جاتا ہے اور یا اپنے مشغولی میں مستغرق رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اعلیٰ ترین مطلوب میں وہ فانی ہو رہا ہے اور آخر کو بجز نیند کے عادی ہو جانے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے اگرچہ اوس کا یہ مجاہدہ بیکار نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کے بس ہے مگر مطلوب حقیقی کو نہیں پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے ؎

بندگی وحق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز	کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

؎

تو درو گم شو وصال این ست و بس	گم شدن گم کن کمال این ست و بس

اور یہ اوسکی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ ان بزرگان دین نے سیر الی اللہ میں اس مقام کے پا جانے کی نسبت نہیں فرمایا ہے یہ مقام سیر الی اللہ میں تو راستہ میں پڑتا ہے اور مقام محمدی بھی ہے اور اس سے بالاتر مقام احدیت ہے مگر جو سیر الی اللہ میں اس مقام کو حقیقت محمدی سمجھا وہ سمجھنا اسکا ناتمام ہے کہ ہنوز وہ پرتوہ وحدت میں پہونچا ہے اور احدیت میں فانی نہیں ہوا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبدیت مجازی بھی برقرار رہتی ہے اور سالک کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بہر حال از روے نص کے محمدؐ وہی عبد ہیں اور پھر کسی سالک کا کیا ٹھکانا ہے کہ وہ عبدیت مجازی سے نکل سکے اور وہی منقولی عظمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدتاً قرار دیکر بلا تحقیق کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع قرار دیکر اور اپنے آپ کو اونکا نام لیوا سمجھکر روتا پیٹتا اور وجد کرتا ہے اور اس پھنسا وہ میں اصلی حقیقت محمدی سے ناواقف رہکر کمال سے محروم رہتا ہے یہ مقام محمود نہیں ہے بلکہ مقام محمود فتدلّٰی ہے جو احدیت میں فنا ہونے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور یہی مقام عبودیت الوہیت ہو جاتا ہے جیسا کہ تھا اور کچھ نہیں سب کچھ ہو جاتا ہے تنزل عین ترفع ہو جاتا ہے بلکہ وہ تنزل و ترفع دونوں سے بری

marfat.com

ہو جاتا ہے۔ گم شدن گم کن کے یہ معنی نہیں ہیں کہ گم ہوتا چلا جائے بلکہ یہ معنی ہیں کہ گم ہونے کو گم کرو یعنی ہوش میں آؤ اور فنا (الفنا) کے یہ معنی ہیں کہ فنا کو فنا کرو یعنی بقا حاصل کرو اور محو کو صحو سے بدلو اور سیر فی اللہ سے سیر باللہ و مع اللہ کرو احدیت لفظاً مؤنث ہے اگرچہ بہت اعلیٰ ہے مگر مثل عورت کے ہے۔ عورت مطلوب نہیں ہے احد جس سے احدیت نکلی ہے وہ مذکر لفظی ہے اور کل اسماء حسنیٰ مذکر لفظی ہیں اور حکم ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ[1] پس مطلوب مذکر ہے نہ مؤنث حدیث قدسی میں وارد ہے کہ ان[2] فی جسد ادم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی الاخفی انا۔ ہر انسان باتباع آں حضرت کامل ہے

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی	بروں آید از و صد بحر صافی

باوجود نہ پیغمبر ہونے کے طالب کو حرمان اپنے مطلوب حقیقی سے نہیں ہو سکتا ہے اس طرح پر ہر فرد بشر کے ساتھ آں حضرت کو عینیت ہے اسی وجہ سے آپ شفیع ہیں اور یہی شفاعت ہے کہ جس سے نبیوں میں آپ کا مقام اعلیٰ ترین ہے

ہست اشارات محمد المراد	کل گشاد اندر گشاد اندر گشاد

مطربا اسرار ما را باز گو	قصہ ہائے جانفزا را باز گو
ماجرائے رفتۂ ما در ازل	باز گو آں ماجرا را باز گو
مخزن انا فتحنا بر گشا	سر جان مصطفیٰ را باز گو
انچہ پنہاں می سراید زیر و بم	بر ملا و آشکارا باز گو

[1] اللہ کے اخلاق اختیار کرو۔ [2] بالتحقیق آدمی کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اور اوس لوتھڑے میں قلب ہے اور قلب میں فواد ہے اور فواد میں روح ہے اور روح میں سر ہے اور سر میں خفی ہے اور خفی میں اخفیٰ اور اخفا میں انا (حقیقی) ہے۔

الا ترى انه صلی الله علیه وسلم اسری بجسمه الی فوق العرش وهو مستوی الرحمٰن	کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ آں حضرت نے بجسمہ سیر کی الی فوق العرش کہ جس پر رحمٰن مستوی ہے۔

یعنی جس طرح پر عرش محیط کل اشیا ہے رحمٰن مستوی عرش ہے جس طرح سے کوئی ذرہ بالگردش عرش کے ظہور میں نہیں آتا ہے اوسی طرح پر عرش کی کوئی گردش بلا ارادہ اسم رحمٰن کے نہیں ہوتی ہے اور مظہر تام بلکہ عین ظہور اسم رحمٰن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔

فالالف وان کانت بقیۃ الحروف المہملۃ مثلہ والنقطۃ ظاہرۃ فیہا بذاتہا الظہور ہا فی الالف فلہ علیہا الزیادۃ لانہ مابعد عن النقطۃ الا بدرجۃ واحدۃ لان النقطتین اذا ترکبتا صارتا الفا فحدث الالف بعدا واحدا وھو الطول اذ الابعاد ثلثۃ وھو طول وعرض وعمق اوسمک وبقیۃ الاحرف تجتمع فیہا اکثر من بعد کالجیم فان فی راسہ الطول وفی تعریقتہ السمک وکالکاف فان فی راسہ الطول وفی الوسط بین راسہ وتعریقتہ الاولی العرض	پس اگرچہ باقی حروف مہملہ الف کے مثل ہیں اور اسمیں نقطہ بالذات ظاہر ہے بسبب اُسکے ظہور کے الف میں لیکن الف کے لیے اور حروف پر زیادتی ہے اس لیے کہ وہ نقطہ سے دور نہیں ہے مگر بدرجہ واحدہ اس لیے کہ دو نقطہ جب مرکب ہوں گے تب الف ہوجائے گا پس حادث ہوا الف کو بعد واحد۔ اور وہ بعد طول ہے کیونکہ ابعاد تین ہیں طول وعرض وعمق یا سمک (بلندی) اور بقیہ حروف میں جمع ہوتے ہیں اکثر بعد جیسے جیم پس اوس کے سر میں طول ہے اور اوس کے تعریقہ (یعنی بڑھا کر پھیرنے) میں بلندی ہے اور جیسے کاف کہ اوس کے سر میں طول ہے اور وسط میں درمیان میں اُسکے سر اور تعریقہ اول کے عرض ہے

marfat.com

وفی الحائل بین التعریقتین
سمك فهذا فیه ثلثة ابعاد ولابد
فی کل حرف غیر الالف ان یکون فیه
بعدان او ثلثة فالالف اقرب
الی النقطة لان النقطة لابعد لها
فنسبة الالف بین الاحرف المهملة نسبة
محمد صلی الله علیه وسلم بین الانبیاء
والورثة الکمل فلهذا قدم الالف علی
سائر الحروف فافهم وتامل۔

اور ہر دو تعریقہ کے درمیان میں سمک ہے
لہذا اس میں تین بعد ہیں اور سوائے الف کی
ہر حرف میں یہ ضروری ہے کہ اوس میں دو
یا تین بعد ہوں پس الف نقطہ کی طرف اقرب
ہے اس لیے کہ نقطہ میں بعد نہیں ہے پس
الف کی نسبت حروف مہملہ کے ساتھ ایسی ہی
ہے جیسے آں حضرت کی نسبت انبیاو ورثہ
کمل کے درمیان میں۔ اسی لیے الف کل حروف پر
مقدم ہوا پس سمجھ اور غور کر۔

جاننا چاہیے کہ یہ حالت الف کی سیر الی اللہ میں ہے جو بسم اللہ میں بعد ب کے ملحوظ و مخطوط ہوتا ہے اسپر فوقیت نقطہ کو یقینی ہے اور اس حالت میں اُسکا قرب نقطہ کے ساتھ اور تنزلات سے یعنی دیگر حروف سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اِس الف کو نقطہ سے کم اور تمامی حروف سے مرتبہ میں زیادہ لکھا ہے لیکن دوسرا طور اِس الف کا یہ ہے کہ وہ غائب ہی مگر معقول فی الذہن ہے کہ ہی اور وہ مثل نقطہ کے بھی دکھائی نہیں دیتا ہے یہ طورِ اطلاقی الف کا ہے کہ جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور جیسا کہ حضرت مصنف نے آیندہ نقطہ کو الف کا تنزل لکھا ہے اور اس اصلیت کی وجہ سے یہ کتابت میں نقطہ سے بھی مقدم لکھا جاتا ہے جیسے ابجد ہوز میں اور اوس کا مقدم ہونا اوس حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ جب سالک سیر الی اللہ میں قرب نقطہ تک پہونچکر اپنے آپ کو الف دیکھے اور نقطہ سے فروتر اور پھر اپنی ذات کا مجاہدہ وسلوک کرے اور ترقی کرکے احدیت یعنی نقطہ میں فانی ہو۔ تب قلم یعنی الف کا نکاح نون یعنی نقطہ احدیت کے ساتھ ہوگا۔ اور

marfat.com

دنی میں فائز ہو کر او ادنیٰ ہو جائے گا جسکے بعد فوراً فتدلیٰ ہوگا یعنی فرق بعد الجمع
میں سیر باللہ کرے گا تب یہ الف بسم اللہ سے غائب ہو جائے گا اور اس صورت میں
الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ احدیت کے ساتھ ہوگی اور عالم جامع حقیقی مذکور
کے بعد پیدا ہوگا یعنی واحدیت کا ظہور ہوگا جو علم حق یعنی اعیان ثابتہ تمامی اشیاء
کا ہے اور اوسکا مظہر فی الخارج جو از روی نسبت خروج سے مبرا ہے باعتبار تمامی
مدرکات وعلوم کے اسم رحمٰن ہوگا اور باعتبار تمامی مادیات کے عرش ہوگا یہ عرش
محتوی ہے کل مادیات پر اپنے خاصیات سے اور وہ رحمٰن مستوی ہے عرش پر حسب مراتب
یہ آفاق فی الخارج ہوا اب مادیات کی جان جسم پاک رسول اللہ ہے اور اسم رحمٰن
کا مسمی روح رسول اللہ ہے یہ نفس ہوا اب یہ نفس روحانیات وجسمانیات سے عین
آفاق ہے یہ مسئلہ نہایت نازک سلوک میں تفکر سے بری اور تذکر سے دم نقد ہے
تفکر سے بری ہے کیونکہ توحید ذاتی ہے یحذرکم[1] اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد
اور تذکر سے دم نقد ہے کہ فاذکرونی[2] اذکرکم حضرت مصنف نے حروف کی مثال میں
احدیت ووحدت وواحدیت کی تجلیات کو سمجھنے اور غور کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے
اور یہ حروف چونکہ دکھائی دیتے ہیں تو یہ آفاقی معارف کی مثال ہیں اور الف جس کا
ذکر میں نے کیا ہے کہ وہ غایب ہے وہ نفسی معارف کی مثال ہے جیسے حروف
آفاقی ہیں اور ان کے معانی انفسی ہیں۔ اس لیے کہ احدیت وحدت وواحدیت
یہ تجلی حق ہے آفاق میں اور باوجود متجلی ہونے کے حق اپنے نفس میں اپنے آپکو جانتا ہے
یہ نفس کا عرفان ہی جو ہر تجلی کی جان ہے ۔

فمن الحروف ما تکون نقطۃ فوقہ	پس بعض حروف ایسے ہیں کہ جنکا نقطہ اوپر ہوتا ہے

[1] ڈراتا ہے اللہ تم کو اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہے بندوں پر ۱۲ [2] تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کرتا ہوں ۱۲

marfat.com

ويكون هو تحتها وهو مقام ما رأيت
شيئا الا ورأيت الله قبله ومن
الحروف ما تكون النقطة تحته
ويكون هو فوقها وهو مقام ما رأيت
شيئا الا ورأيت الله بعده ومن
الحروف ما تكون النقطة في وسطه
كالنقطة البيضاء في قلب الميم والواو
وامثالها فانه محل ما رأيت شيئا
الا ورأيت الله فيه ولهذا تجوف
لانه ظهر في جوف شيء غيره
فدائرة راس الميم محل ما رأيت شيئا
ونقطته البيضاء محل الا ورأيت
الله فيه والالف محل ان الذين
يبايعونك انما يبايعون الله
قيل في معنى انما بمنزلة ما الا
وتقديره ان الذين يبايعونك ما
يبايعون الا الله ومن المعلوم
ان محمدا صلى الله عليه
وسلم بويع فشهد الله لنفسه
ان ما بويع الا الله فكانه
يقول ما انت عند ما بويعت

اور وہ اوس کے نیچے ہوتے ہیں اور یہ مقام
ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ کا ہے اور
بعض حروف ایسے ہیں کہ جن کا نقطہ نیچے ہوتا
ہے اور وہ اوس کے اوپر ہوتے ہیں اور یہ
مقام ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ بعدہ
کا ہے اور بعض حروف ایسے ہیں جن کا نقطہ
اون کے وسط میں ہے مثل نقطہ سفید کے
قلب م اور و وغیرہ میں پس یہ محل ما رأیت
شیئا الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور اسی لیے
اوس میں جوف رکھا گیا کیونکہ اوس کے جوف
سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے جو اوس کی غیر ہے
تو میم کا دائرہ محل ما رأیت شیئا کا ہے اور سفید
نقطہ محل الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور الف
محل ان الذین یبایعونک انما یبایعون
اللہ کا ہے اور اسکے معنی میں کہا گیا ہے کہ انما
بمنزلہ ما الا کے ہے اور اصل اوس کی ان الذین
یبایعونک ما یبایعون الا اللہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ محمد
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی پس اللہ نے
اپنے نفس کے واسطے شہادت دی کہ نہ بیعت
لی مگر اللہ نے حقیقتا اور یقینا پس گویا کہ یہ فرمایا
کہ تو اون کے نزدیک جنھوں نے بیعت کی

marfat.com

محمدٌ انما انت اللہ بالغیب لانہم مبایعون اللہ علی الحقیقۃ وھذا معنی الخلافۃ الا تری الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور رسول لملک کیف یصح لہ ان یقول لمن خالفہ ما خالفتنی انما خالفت الملک و کذالک الملک یقول لمن ارسل الیہم عن رسولہ لا تظنوہ فلانا انما ھو انا تحریضا لہم علی طاعتہ

محمد نہیں ہے بلکہ اللہ ہے کیونکہ انھوں نے حقیقتًا اللہ سے بعیت کی ہے اور یہی معنے خلافت کے ہیں۔ رسول اللہ یا شاہی ایلچی کو دیکھو کہ اوس کے لیے کس طرح صیحح ہے یہ کہ وہ اپنے مخالف سے کہے کہ تونے مجھ سے مخالفت نہیں کی بلکہ بادشاہ سے مخالفت کی اور اسیطرح پر بادشاہ اوس سے کہتا ہے جس کی طرف رسول بھیجا ہے کہ تم اسی فلاں شخص گمان کرو بلکہ بجائے میرے سمجھو بسبب اُن لوگوں کو ترغیب دلانیکے اوسکی اطاعت پر۔

اور ایسے موقع پر کچھ تفرقہ وگفتگو کی گنجائش نہیں ہو سکتی جب کہ سکندر خود اپنا نامہ لیکر نوشابہ کے پاس جائے یہ مقام توحید ذاتی کا ہے۔ حضرت مصنف رح نے اِس مقام پر پانچ سُلوک لکھے ہیں آخری سُلوک ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کا ہے اور یہ محض لا الٰہ الا انا کا سلوک ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں کافری کہتے ہیں ؎

ماہرو یا عشق تو در کافری		انچنین در کافری دین من ست	

کفر کے معنی چھپانے کے ہیں اس آیت سے ثابت ہے کہ عین محمد یعنی جسمانیات عین احمد یعنی روحانیات ہیں اور عین احمد ماحی ہے یعنی عالم امر قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی اور عین ماحی عاقب ہے یعنی ھویت حق اور عین عاقب ناشی ہے یعنی ہویت حق۔ ناشی کے معنی ساری وطاری کے ہیں اور عاقب کے معنی پیچھے سے آنے والے کے ہیں اور ماحی کی

سلہ کہدو کہ روح میرے رب کی امر سے ہے ۔

marfat.com

لغوی معنی محو کرنے والے کے ہیں اور اصطلاحی معنی تخم کے ہیں جو اپنے آپ کو میٹ کر
درخت کو ظاہر کرتا ہے۔ پس وہی ناشی الف اللہ یا احد کا مرتبہ احدیت وہویت سے
ساری وطاری ہے اور ہویت میں اسم ورسم نہیں ہے صرف ہویت اسوجہ سے معلوم
ہوتی ہے کہ ہم وجود اشیاء کو اوس سے نکلتے دیکھتے ہیں پس وہی اللہ عاقب ہے
یعنی پیچھے سے آنے والا اور وہی ماحی یعنی بیج ہے یعنی جو کچھ پیچھے سے آیا ہے وہ اس کی
محویت کی وجہ سے اجمالا اس میں موجود ہے اسکو مقام وحدت کہیں گے اب اسی مقام کی
تفصیل روحانیات ہیں جنکو احمد یا مقام واحدیت یا اعیان ثابتہ کہیں گے اور احمد اس
قرآن سے فرقان میں محمد ہے جس کو عالم فی الخارج ملک وملکوت کہتے ہیں۔ پس اس
خلیفہ سے کوئی بات چھوٹ نہیں گئی جو اسکے باہر دیکھی جاوے۔ لہذا یہ حق کو اپنے آئینۂ
دل میں چھپائے ہی اسی واسطے اگر کسی معشوق کی نسبت کافر مطلق کہیں تو بہت اچھا
لفظ ہے اب چار مرتبہ سلوک کے رہے اور وہ چار دن اس آیت میں ہیں ھُوَ الاول[1]
والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شئ علیم ہ جب سالک پر اسم اول کا غلبہ
ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مارأیت شیئاً الا ورأیت اللہ قبلہ[2]۔ اور جب سالک پر اسم
آخر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مارأیت شیئاً الا ورأیت اللہ بعدہ[3] اور جب
سالک پر اسم ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مارأیت شیئاً الا ورأیت اللہ معہ[4]
اور جب سالک پر اسم باطن کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مارأیت شیئاً الا ورأیت
اللہ فیہ[5] غلبہ سے کسی حال کے اگرچہ وہ عمدہ ہو اعتدال نہیں رہتا ہے۔ اعتدال
اوسی وقت ہے کہ جب عین اولیت میں آخر دیکھے اور عین آخریت میں اول عین بطون
میں ظہور دیکھے اور عین ظہور میں بطون۔ یہ مرتبہ بجز رسول اللہ کے کسی کو بکمالہ حاصل نہیں ہے

---

[1] وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱۲ [2] میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اللہ کو اوس سے قبل دیکھا ۱۲ [3] میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اللہ کو اسکے بعد کو دیکھا ۱۲ [4] میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اللہ کو اوس کے ساتھ دیکھا ۱۲

[5] میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اللہ کو اوس میں دیکھا ۱۲

marfat.com

مگر اتباع رسول اللہ اور وہ اسی آیۃ سے ظاہر ہے کہ ان الذین یبایعونک الآیۃ اور ان چاروں مراتب میں اگرچہ غلبہ کسی ایک مرتبہ کا ہوتا ہے لیکن سالک خیال غیر سے محجب نہیں ہوتا ہے ؎

ہرچہ آید در دلم غیر تو نیست	یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

کثرت در وحدت

نقطة الباء واحدة في عالم غيبها التي لا تفرقة فيه على انها ظهرت في التاء للثناة اثنين وفي المثلثة ثلاثة ردعاً وتنبيهاً لمن قال بالشريك انه ثاني اثنين او ثالث ثلاثة مشيراً الى ان النقطة الواحدة ولو ظهرت متعددة هي في ذاتها واحدة الا ترى الى الله سبحانه وتعالى انه واحد تخيل المشرك الشركة فيه فالشريك الذي اعتقده المشرك في خياله مخلوق الله والحق في كل مخلوق بكماله فالشريك مخلوق والشريك المعتقد شركته مخلوق والشركة المعتقدة مخلوقة والاعتقاد مخلوق والحق سبحانه وتعالى في كل شئ من ذلك بكماله وذاته لا يتجزى و

نقطہ بار واحد ہے اپنے اوس عالم غیب میں کہ جسمیں تفرقہ نہیں ہے اس لیے وہ تار ثناۃ میں دو بار اور تا مثلثہ میں تین بار ظاہر ہوا تنبیہا اوس شخص کے لیے جو یہ کہے کہ وہ ثانی اثنین یا ثالث ثلاثہ ہے درحالت اشارہ کرنے کے اس بات کی طرف کہ نقطہ واحدہ اگرچہ متعدد ظاہر ہو مگر اپنی ذات میں واحد ہے۔ خداوند تعالیٰ کو دیکھو کہ وہ واحد ہے مشرک نے اوس میں شرکت کا خیال کیا پس وہ شریک جسکا مشرک نے اپنے خیال میں اعتقاد کیا ہے مخلوق حق ہے اور حق ہر مخلوق میں بکمالہ ہے پس شریک مخلوق ہے اور شریک جسکا اعتقاد کیا ہے مخلوق ہے اور شرکت معتقدہ مخلوقہ ہے اور اعتقاد مخلوق ہے اور حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک میں بکمالہ و بذاتہ ہے جو نہ متجزی ہے اور

marfat.com

لایتعدد ولایتکیف واحد لاثانی له فحصل من هذا ان المشرك هو الحق والمشرك هو الحق والشرکة هی الحق فان شئت اشرك وان شئت افرد فما ثم الا عینك الاتری ان النقطة من حیث هی نقطة لامن حیث هی جرم جزئی لاتتعدد ولا تتجزی بحیث یاخذ کل شخص من اشخاصه جزءًا من اجزائه تعالی الله عن ذلك علوًا کبیرًا۔	نہ متعدد ہے اور نہ متکیف بلکہ واحد ہے کہ جس کا ثانی نہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ شریک وہی حق ہے اور شرک وہی حق ہے اور شرکت وہی حق ہے چاہے تو شریک کر چاہے نہ کرے۔ پس نہیں ہے یہ مگر تیری ذات نقطہ کو دیکھو کہ نقطہ من حیث النقطہ نہ اس حیثیت سے کہ وہ جرم جزئی ہے نہ متعدد ہوتا ہے اور نہ تجزی اسطرح کہ کوئی شخص ایک جزء اوسکے اجزا میں سے لے سکے اللہ اس سے برتر ہے بہ علوے کبیرہ۔

یعنی اس مقام پر بجز شخص حق کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور وہی شخص حق کو حق سوچتا ہے تو جس وقت سوچتا ہے یہ سوچنے والا حق ہے اور وہ شخص ہوجاتا ہم اور حق اس سے منزہ یعنی مقدم ہوجاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو خیال کرے کہ میں کون ہوں تو یہ خیال کرنے والا وہی شخص ہے جس کو وہ خیال کر رہا ہے پس جس وقت اُسنے معلوم کر لیا کہ میں وہی شخص ہوں جو خیال کر رہا ہے اب اوس شخص سے جسکو اوس نے معلوم کیا یہ معلوم کرنے والا منزہ ہوگیا کیونکہ اوس نے معلوم کیا ہے اور یہ شخص جس سے معلوم کرنے والا شخص منزہ ہوگیا وہی منزہ شخص ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے کہ میں رفیق اعلی کی طرف جاتا ہوں اور یہی مکالمہ حق جو بے حرف و بے صوت ہی حق کے مکالمہ حق سے ہم اور بندہ کے مکالمہ حق سے اور حق کی مکالمۃ بندہ سے ہی۔

فوجدت النقطة فی عین التعداد	پس پایا گیا نقطہ عین تعداد میں

بقوة احديتها الغير المنقسم
واعلم ان النقطة على الحقيقة لا
تنضبط بالبصر لان كل ما برز في
عالم التجسيم يمكن التقسيم فالنقطة
المشهودة الآن عبارة عن حقيقتها
وهذا حقيقتها جوهر فرد لا يتجزى
فاما اذا ابرزته من غيب الوهم
على لسان القلم الى عالم شهادة
لوح الاكوان ازداد حكما في نفسه
ذاتيا غير منسوب اليه في هذه وهو
التقسيم لانه قد ما يوجد بل لا يوجد
في عالم الاكوان مما يقع عليه
ادراك الحواس جوهر فرد لا ينقسم
فلما برز هذا الجوهر تحت هذا الحرف
انقسم على انه غير منقسم فهذا
محل تشبيه الحق وما ورد فيه
بالنص من اليدين والوجه و
في حديث الرفرف كما قال عكرمة
عن النبي صلى الله عليه وعلى
اله وسلم قال رأيت ربي في صورة
شاب امرد وعليه حلة من

بقوت اپنی احدیت کے غیر منقسم اور
جاننا چاہیے کہ حقیقت میں نقطہ کو نگاہ
پکڑ نہیں سکتی کیونکہ جو چیز عالم تجسیم میں
ظاہر ہوتی ہے اوس میں تقسیم ممکن ہے
پس اب نقطہ شہود سے اوسکی وہ حقیقت
مراد ہے کہ جو جوہر فرد ہے اور تجزی
نہیں ہوتی لیکن جبکہ اوس کو غیب
وہم سے زبان قلم نے عالم شہادت
لوح الاکوان کی طرف ظاہر کیا تو حکم ذاتی
فی نفسہ بڑھگیا اس طور پر کہ اپنی حد میں
کوئی چیز اوس کی طرف منسوب نہیں ہے
کہ جو تقسیم کی تعریف ہے اس واسطے کہ
جوہر فرد غیر منقسم عالم اکوان میں کہ جسپر
حواس کا ادراک واقع ہوتا ہے کمتر پایا
جاتا ہے بلکہ نہیں پایا جاتا ہے پس جبکہ
یہ جوہر اوس حرف کے نیچے ظاہر ہوا تو
باوجود اسکے کہ وہ غیر منقسم ہے منقسم ہوگیا
پس یہی محل تشبیہ حق ہے اور وہ کہ جہاں
سے نص میں یدین اور وجہ وارد ہوئی۔ اور
حدیث رفرف میں ہے جیسا کہ عکرمہ نے
نبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے روایت کی

marfat.com

ذهب وعلی رأسه تاج من ذهب
وفی رجلیه نعلان من ذهب
فهو الله تعالی یتجلی لنا بحقیقة
فی صورة الشاب وغیره ؎
کتب الجمال علی جلالة وجهه
الله احسن کل شیٔ خلقه
(الحدیث) بکماله تشبیه فی
عین التنزیه اذ معنی الحق انه
هو منزه الذی لیس کمثله
شیٔ[1] وهو السمیع البصیر فیستحیل
علیه تقیید التشبیه وانه لیس
له الا ذلک۔ فلما کان تشبیهه
فی تنزیهه وتنزیهه فی تشبیهه
علی الحکم الذی ورد به النص
من الکتاب والسنة ظهر لک عالم
الغیب فی نفس عالم الشهادة
وبطن لک عالم الشهادة فی عین
عالم الغیب ولما کانت النقطة
أمًّا لجمیع الحروف کان جمیع
الحروف فیها بالقوة ومعنی قولی بالقوة

کہ فرمایا آپ نے کہ میں نے اپنے رب کو جوان
لڑکے کی صورت میں دیکھا۔ اس طرح کہ سونے
کا حُلّہ پہنے ہوئے تھا اور سر پر ایک سونے کا تاج
تھا اور پیروں میں سونے کے جوتے تھے پس
وہی اللہ تعالیٰ ہے جو درحقیقت ہمارے لیے
صورت جوان وغیرہ میں تجلی کرتا ہے ؎
لکھدیا لوحِ جلال وجہ پر اللہ نے
حُسن وخوبی میں کوئی شے حسن سے بہتر نہیں
(آخر حدیث تک) بکمالہ تشبیہ ہے عین تنزیہ
میں اس لیے کہ معنی حق کے یہ ہیں کہ وہ منزہ
ہے بمجواے لیس کمثلہ شیٔ وهو السمیع
البصیر۔ پس دشوار ہے اوس پر تقیید تشبیہ
اور ہمیشہ اوس کے لیے یہی بات ہی پس جبکہ
اوس کی تشبیہ میں تنزیہ ہوئی اور تنزیہ میں
تشبیہ ہوئی بموجب حکم کتاب وسنت۔ تو
عالم غیب تیرے لیے عالم شہادت میں ظاہر
ہوا اور عالم شہادت تیرے واسطے عالم غیب
میں پوشیدہ ہوا۔ اور جبکہ نقطہ کل حروف
کی اصل ہوا تو کل حروف اوس میں بالقوہ
ہیں اور میرے قول بالقوہ کے معنی یہ ہیں

[1] نہیں ہی اوس کے مانند کوئی چیز اور وہی سمیع وبصیر ہے ۱۲

marfat.com

ان تعقل ثبات الاحرف فيها
ولا يدرك كونها الا بعد
بروزها منها۔

کہ تعقل اثبات حروف کا اوس میں ہے اور اوسکا
ہونا ادراک نہیں کیا جاتا ہے تاوقتیکہ وہ حروف
اوس نقطہ سے ظاہر نہوں

نقطہ اور "ب" کی گفتگو

(یعنی مکالمۂ الوہیت و عبودیت)

تقول النقطة للباء۔ ايها الحرف
انى اصلك لتركيبك منى بل
انت فى تركيبك اصلى لان
كل جزء منك نقطة فانت الكل
وانا الجزء والكل الاصل والجزء
فرع بل انا الاصل على الحقيقة
اذ تركيبك عينى لا تنظر الى
بروزى وراءك فنقول هذا
البارز غيرى ماوراء الا هو منى
وعينى ولولا وجودى فيك
لما يكن لى بك هذه العلاقة
الى متى تصرف بشهادتك
منى وتجعلنى وراء ظهرك
اجعل غيبتك شهادتك
وشهادتك غيبتك۔

نقطہ ب سے کہتا ہے کہ اے حرف میں تیری
اصل ہوں کیونکہ تیری ترکیب مجھ سے ہے
بلکہ تو اپنی ترکیب میں میری اصل ہے اس لیے
کہ تیرا ہر جز نقطہ ہے پس تو کل ہے اور میں
جزء ہوں اور کل اصل ہے اور جزء فرع بلکہ
حقیقت میں میں اصل ہوں اس لیے کہ تیری
ترکیب عین میری ترکیب ہے میرا بروز
اپنے ماوریٰ نہ دیکھ (مبادا) تو کہے کہ یہ بارز
(یعنی نقطہ) میرا (یعنی ب کا) غیر ہے نہیں
ہے ماوریٰ تیرے مگر میری ہویت اور عینیت
ذات اور اگر میرا وجود تجھ میں نہوتا تو مجھ کو
تیرے ساتھ یہ علاقہ نہوتا کب تک مجھ سے
اپنی شہادت کی طرف منھ پھیرے رہے گی
اور مجھ کو اپنے پس پشت رکھے گی تو اپنے غیب
کو اپنی شہادت کر اور اپنی شہادت کو اپنا غیب

marfat.com

اما تحقق وحدتی بک لولاک
لما کنت انا نقطۃ الباء و
لولای لما کنت انت باء منقوطۃ
کما اضرب لک الامثال کی
تفهم احدیتی بک وتعلم ان
انبساطک فی عالم الشهادۃ
واستتاری فی عالم الغیب
حکمان لنا انا الواحدۃ لا
مشارک فی لک ولا مشارک
لک فی۔ ما انت الا انت لان
اسمک حاد علی اسمی
الا تری ان اول جزء من
اجزاءک یسمی نقطۃ وثانی جزء
یسمی نقطۃ وثالث جزء من
اجزائک یسمی نقطۃ و
کذلک جمیع اجزاءک نقطۃ فی
نقطۃ فانا انت مالک فیک
اینیۃ هل هویتی هی اینیتک
التی انت بها انت لو کنت عند
قولک فی نفسک انا تتخیل ذاتی
لکنت انا ایضا عند قولی هو تتخیل

لیکن میری وحدت کا ثبوت تیرے ساتھ ہے
اگر تو نہ ہوتی تو میں نقطہ با نہ ہوتا اور اگر میں نہ ہوتا
تو تو بائے منقوطہ نہ ہوتی۔ بس تجھ سے کہاں تک
مثالیں بیان کروں تاکہ تو میری احدیت کو
جو تیرے ساتھ ہے سمجھے اور معلوم کرے کہ
تیرا انبساط عالم شہادت میں اور میرا استتار
عالم غیب میں یہ دو حکم ہماری ایک ذات کے
لیے ہیں۔ نہ تو مجھ میں مشارک ہے اور نہ میں
تجھ میں مشارک ہوں۔ تو نہیں ہے مگر تو اسلیے
کہ تیرا اسم میرے اسم سے نکلا ہے کیا تو نہیں
دیکھتی ہے کہ تیرے اجزا میں سے اول جزو
کو بھی نقطہ کہتے ہیں اور دوسرے جزء کو بھی
نقطہ کہتے ہیں اور تیسرے جزء کو بھی نقطہ
کہتے ہیں اسی طرح تیرے سب اجزا نقطہ در
نقطہ ہیں پس میرا وجود عین تیرا وجود ہے
تیرے لیے تجھ میں انیت نہیں ہے بلکہ میری
ہویت ہی تیری وہ انیت ہے کہ جس کی
وجہ سے تو تو ہے اگر تو اپنی ذات میں اپنے
انا کہنے کے وقت میری ذات خیال کرتی
تو میں بھی اپنے ہو کہنے کے وقت اپنا وجہ
خیال کرتا پس اوس وقت تجھ کو معلوم ہو جاتا

marfat.com

وجهي فكنت حينئذٍ تعلم
ان انا وهو عبارتان لذات
واحدة - قالت الباء سيدي
تحققت انك اصل وقد علمت
ان الاصل والفرع شيئان
وهذه جثتي منبسطة متركبة
لا وجود لي الا بها وانت جوهر
لطيف يوجد في كل شئ وانا
جسم كثيف مقيد بمكان دون
غيره فمن اين لي حقيقة مالك
ومن اين اكون انا انت وكيف
يكون حكمك حكمي -

فاجابتها النقطة فقالت شهود
جسمانيتك وتخيل روحانيتي هيئة
من هيئاتي ووصف من اوصافي
وذلك ان جميع مفترقات الاحرف
والكلمات بجملتها صورتي الواحدة
فمن اين التعداد اذ لا تحقق الا العشرة
اسم لمجموع هذه الخمستين فمن اين
التغاير بين الخمسة والعشرة في
حقيقة العشرية لا في الاسمية و

کہ انا اور ھو دونوں ایک ہی ذات سے مراد
ہیں تب ب نے کہا کہ اے میرے سردار ثابت ہوا
کہ بیشک تو میری اصل ہے اور واقعی میں نے
جانا کہ اصل و فرع دو چیزیں ہیں اور یہ میرا
جثہ منبسط مرکبہ ہے کہ سوائے اسکے ذریعہ کے
میرا وجود نہیں ہے اور تو جوہر لطیف ہے کہ
ہر چیز میں پایا جاتا ہے اور میں جسم کثیف
مقید بمکان ہوں نہ سوائے اس کے پس
میری حقیقت کے لیے وہ حکم کیسے ہو سکتا ہے
کہ جو تیرے لیے ہے میں کہاں سے تیرے مانند
ہو سکتی ہوں اور تیرا حکم میرا حکم کیسے
ہو سکتا ہے۔

پھر نقطہ نے جواب دیا کہ تیری جسمانیت کا شہود
اور میری روحانیت کا تخیل میری ہیأت
سے ایک ہیأت ہے اور میرے اوصاف سے
ایک وصف ہے اور یہ اس لیے کہ کل حروف متفرقات
اور کلمات تمام تر میری صورت واحدہ ہیں پس تعداد
کہاں سے ہے۔ اسلیے کہ یہ نہیں ثابت ہوتا کہ عشرہ
اسم ہے مجموع خمستین کے لیے پس خمسہ اور
عشرہ میں حقیقت عشریہ میں تغایر علاوہ
اسمیت کے کہاں ہے اور جب کہ تو من کل الوجوہ

marfat.com

ذاك انت من كل وجهك
وصفا من اوصافی ونظرة من
نظراتی فمن این تکون الاثنانیة
بینی وبینک وکیف هذه المجادلة
التی بینی وبینک انا الاصل فیما اراد
منک وفیما یراد منی هذا المجموعة
ذاتی ترتیب حکمة الهیئة فاذا اردت
تعقلنی فخیل نفسک وجمیع
الحروف کلها والکلمات صغیرها
وکبیرها ثم قل لی نقطة فذلک
مجموع هو عین نفسی ونفسی عین
ذلک المجموع بل نفسک عین
مجموع عینی عینک بل لا انت
ولا هم الکل انا بل لا
انا ولا انت ولا هم ولا
واحد ولا اثنین ولا ثلاثة ما ثم
الا النقطة الواحدیة لا تعقل
لمثلک فیها ولا تفهم فلو
تحولت من ثوبک الی
ثوبی لعلمت کل ما اعلم
وشهدت کل ما اشهد

میرے اوصاف میں سے ایک وصف اور
میری نظرات میں سے ایک نظر ہے تو کیسے
میرے تیرے اثنینیت ہو سکتی ہے اور یہ مجادلہ
کہ جو میرے اور تیرے درمیان میں ہے کیسا
ہے میں اوس چیز میں اصل ہوں کہ جو مجھ سے
وارد ہوا ور مجھ سے مراد لی جاوے۔ اس میری
ذات کا مجموعہ بر ترتیب حکمت الٰہیہ ہے پس
جب تو میرے تعقل کا ارادہ کرے تو اپنی
ذات کو اور کل حروف کو تمامتر اور کلمات صغیرہ
وکبیرہ کو خیال کر پھر مجھ کو نقطہ کہہ پس یہ
مجموعہ میری ذات کا عین ہے اور میری ذات
اس مجموعہ کی عین ہے بلکہ تیری ذات عین
عین مجموعہ ہے کیونکہ میری ذات وہی تیری
ذات ہے بلکہ نہ تو ہے اور نہ وہ ہے سب میں
ہوں بلکہ نہ میں ہوں اور نہ تو ہے اور نہ وہ
ہے اور نہ ایک ہی اور نہ دو ہیں اور نہ تین ہیں
نہیں ہے مگر نقطہ واحدیت تو اپنے مثل
اوس میں نہ جان اور نہ سمجھ پس اگر تو اپنا لباس
کو میرے لباس سے تبدیل کرے گی تو البتہ
اوس چیز کو جانے گی جس کو میں جانتا ہوں
اور اوس چیز کی شہادت دے گی جس کی

marfat.com

وسمعت كل ما اسمع وبصرت كل ما ابصر۔

فاجابه الباء فقال قد لاح بارق ما قلت فمن لى بالوقوع فى صبح هذا الفجر وقد قلت ان البعد والقرب والكم والكيف من ترتيب وجودك كلما شهدت القول بالترتيب وما لابد منه منلمت وانصرفت بوجهى الى عالم شهادتى و لزومى الادب معك وكلما جليت فى ملكوت معناى وجدت تلك نفسى فاذا طلبت من نفسى مالك من الحل والعقد فى الحروف والسريان فى كل حرف بكمالك لا اجد شيئا فتنكدر زجاجة همتى وارجع حسيرا۔

فقالت النقطة نعم ترجع لانك طلعت من نفسك ونفسك

میں شہادت دیتا ہوں اور وہ سنیگی جو میں سُنتا ہوں اور وہ دیکھے گی جو میں دیکھتا ہوں۔

ب نے جواب دیا کہ جو کچھ تو نے کہا مجھپر اچھی طرح ظاہر ہو گیا پس اس فجر کی صبح کو مجھپر عالم گذرنے والا ہے اور البتہ تو نے کہا کہ بُعد اور قرب اور کیف اور کم تیرے وُجود کی ترتیب سے ہے پس جبکہ قول بالترتیب شاہد ہوا اور جو اوس سے ضروری ہوا میں نے مانا اور تیرے ساتھ ادب کیا اور اپنے منھ کو عالم شہادت کیطرف سے پھیرا اور جبکہ تو میرے ملکوت معنی میں ظاہر ہوا میں نے تجھ کو اپنی ذات پایا پس جب کہ میں نے اپنی ذات کو عین تیری ذات سمجھا تو میں نے اوس سے وہی احکام طلب کیے کہ جو تیری ذات کے لیے ہیں مثلاً حل وعقد فی الحروف یا سریان ہر حرف میں تیرے کمال کے ساتھ تو انمیں سے کسی کو میں نے اپنی ذات میں نہ پایا اور جب نہ پایا تو میری ہمت پست ہوگئی اور رنجیدہ ہو کر واپس آئی نقطہ نے کہا ہاں۔ تو لَوٹ آئی اِس لیے کہ تو نے اپنی ذات سے

عندك غير نفسي ولا تجد
منها مالي فلو طلبت
منها انا الذي هو انت في
نفسي التي هي نفسك
دخلت الدار من بابه تعيينه
ما طلبت ما للنقطة الا من
النقطة بل و لا طلبت الا النقطة
ما لها منها. تجل في هذا
المعنى ان كنت معنا

مجھ کو طلب کیا اور تیری ذات تیرے
نزدیک سا میری ذات کی غیر ہے پس
تو نے اپنی ذات سے وہ بنایا کہ جو میں ہوں
پس اگر تو اوس سے کہ جو تو خود ہے میری ہوس
ذات میں طلب کرتی کہ جو تیری ذات ہے
تو تو گھر میں اوس کے دروازہ سے داخل ہوتی
پس اس وقت تو نہ طلب کرتی نقطہ سے مگر وہ
کہ جو نقطہ کے لیے ہے بلکہ نہ طلب کرتی نقطہ سے
مگر وہ کہ جو اوس نقطہ کو اپنے آپ سے حاصل
ہے پس یہ معنی روشن ہو جاتے اگر تو ہمارے
ساتھ ہوتی

هذا الخيام بدت على طنابها
فانزل بها ان كنت من احبابها
قف بين ما تيك المعاني انها
وقفت بها الانسان عن اترابها
لله در منازل قد شرفت
بالساكنين وشرفوا بترابها
لا تعرف الاغيار في عرفانها
مجهولة سدت على ابوابها
النازلين بحبها هم اهلها

یہ خیمہ نصیب ہوا اپنی رسیوں پر
پس اگر تو اوسکے رہنے والوں سے ہے تو اوس میں اتر
ان معنوں میں توقف کر
کہ لوگ مدتوں یہاں ٹھہرے ہیں
نیکی واسطے اللہ کے اون منزلوں کی جو بزرگ
ہوئیں رہنے والوں سے اور وہ بزرگ ہوے
اون (منزلوں) کی مٹی سے
نہیں پہچانے جاتے ہیں اغیار اُسکے عرفان میں
مجہول ہیں کہ اُسکے دروازوں پر روکے گئے ہیں
اُسمیں محبت سے اُترنے والے وہی اُسکی اہل ہیں

من مان عنها ليس من انسابها	جس نے اوس سے انکار کیا وہ اوس کے انساب سے نہیں ہے

یعنی اس توحید ذاتی کا عرفان بجز جاذبہ حق کے نہیں ہوتا ہے اسی جاذبہ کو حکما استعداد کہتے ہیں یہ دونوں فصلیں حضرت مصنف نے نقطہ کو احدیت مان کر جسمیں تجزی نہیں ہے لکھی ہیں دوسری فصل میں حضرت مصنف نے الوہیت اور عبودیت کی گفتگو لکھی ہے نقطہ کو مرتبہ الوہیت میں رکھا ہے اور ب کو مرتبہ عبودیت میں۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ جو مرتبہ عبودیت ہے وہ کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے بلکہ اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط ہے اور سلوک بتا یا گیا ہے کہ اگرچہ ب اپنے آپ کو اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط سمجھتی ہے لیکن اپنے میں کوئی قدرت و رفعت و منزلت مثل نقطہ کے نہیں پاتی ہے تب ششدر ہوتی ہے کہ یہ کیا بات ہے۔ اوسکا جواب نقطہ کی جانب سے یہ دیا گیا ہے کہ قدرت و رفعت و منزلت اوس صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ نقطہ کی ذات کو اپنی ذات جانے نہ کہ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جانے۔ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جاننے میں شرک خفی ہے لہذا جہاں شرک ہے وہاں اقتدار نہیں ہے اور یہ امر یہاں پر سمجھ میں آنے سے اسوجہ سے مخفی رہگیا ہے کہ حضرت مصنف نے حجابات عظمت کو نہیں ہٹایا ہے جو الوہیت و عبودیت کے واسطے لازمی ہے اگر اس مقام پر حجابات عظمت ہٹا کر عاشقی و معشوقی کی بحث کی جاے تو یہ معاملہ صاف ہوجاے اور اس صورت میں نقطہ اگرچہ غیر متجزی ہے اور اوس کی دید ضابطہ بصارت سے بیرون و غائب ہے لیکن اوسکی دید غیب الغیب نہیں کہی جاسکتی بخلاف الف کے کہ وہ نقطہ کے قبل اور بعد ہے۔ قبل نقطہ کے غیب الغیب میں ہے اور بعد اس طرح پر ہے کہ نظر نہیں آتا ہے جسطرح لفظ آنا میں یعنی الف انا کے نقطہ سے مقدم بھی ہے اور مؤخر بھی اور جس جامعیت کیساتھ مقدم ہے اسی جامعیت کیساتھ مؤخر ہے اور تقدم میں بھی نقطہ ہی کا انبساط نظر آتا ہے

marfat.com

اور تاخر میں بھی یعنی اوسی نقطہ کے انبساط کو تقدم و تاخر میں الف کہتے ہیں ۔ الف بنفسہ غائب ہے اور اس آیت کا محل یہی آتا ہے ھُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ الف بجاے مرد کے ہے اور نقطہ بجاے عورت کے اور اسی کو نکاح معنوی و جماع حقیقی کہتے ہیں یعنی ہویت نقطہ کو یہ وجود انا لامکانی سے نکاح کر کے لایا تب وہ ہویت یہ انا، انسانی ہوئی ۔ اور یہ انا ر فوق ہویت ہے الف یعنی احد بجاے قلم کے ہے اور نقطہ بجاے دوات کے ہے جسمیں سیاہی ہے قلم اور سیاہی کے اجتماع سے کل حروف معجمہ و غیر معجمہ لوح خیال میں منبسط ہو کر عالم کہلاے ہیں اور اسی کی طرف حضرت مصنفؒ نے اثنین و ثلاثہ کا اشارہ فرمایا ہے اور ب کے کلام میں فرمایا ہے کہ اس فجر کی صبح کو پھیر عالم گذرنے والا ہے یعنی احد اور احدیت کے جماع سے تاریکی تنزیہ میں جو نطفہ ٹھہرا اوسی کی طرف اشارہ ہے کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہٖ رش نور ہر قطرہ نطفہ ہے اگر عالم کی نسبت خیال کیا جاے تو آفاق ہے جس کے تین کھنڈ میں اور اگر نفس کی نسبت خیال کیا جاے تو انسان ہے جس کے تین کھنڈ ہیں احد اپنے حروف سے تین ہے ۔ ا ۔ ح ۔ د جو بے نقطہ ہے یہ ہنوز جماع نہونے کی دلیل ہے احدیت اپنے حروف میں پانچ ہے ا ۔ ح ۔ د ۔ ی ۔ ت ۔ احد اس احدیت میں اپنی تنزیہی جامعیت کے ساتھ بلا نقطہ کے موجود ہے اور پھر بصورت نقطہ نیچے بھی موجود ہے اور اوپر بھی موجود ہے یہ جماع ہے ۔ اب یہاں فرق احد اور احدیت کا باقی نہیں ہے اگرچہ احد اپنے اوس مرتبہ لامکانی میں جو اطلاق کی قید سے بھی مبترا ہے اپنے منوال پر ہے مگر احدیت میں بھی الآن کما کان بصورت نقاط تحت و فوق موجود ہے جسکو یہی کہیں گے کہ اوسی احد کا انبساط ہے پس جو سوالات و جوابات حضرت مصنفؒ نے ب اور نقطہ کے ظاہر کیے ہیں وہی سوالات و جوابات اگر انا کا لفظ سامنے رکھکر کیے جائیں تو وہ تفرقہ اثر کر خفی

marfat.com

جو ان سوالات و جوابات سے سمجھا جاتا ہے اور جسکی وجہ سے باوجود توحید کے ب کو قدرت حاصل نہیں ہوتی تھی جاتا رہے گا یعنی وہی الف مقدم ہے اور وہی الف مُوخر ہے اور وہی نقطہ الف مقدم ہے اور وہی نقطہ الف موخر ہے یعنی نقطہ کی ذات الف کی ذات سے علحدہ نہیں ہے اور نہ نقطہ کو الف کہہ سکتے ہیں اور نہ الف کو نقطہ۔ نہ الف کو نقطہ سے مقدم کہہ سکتے ہیں اور نہ موخر یعنی الف ہمہ تن فی نفسہ الف اور نقطہ اور ہمہ الف ہے اور نقطہ فی نفسہا نقطہ اور الف مقدم اور الف مُوخر ہے اب جتنے مراتب کہ ہم انا رسے نکلیں گے وہ تخلیقی ہوں گے جو نقطہ اور الف کے اتحاد سے پیدا ہیں اگرچہ نقطہ کے ساتھ الف موجود ہے کیونکہ وہ عین نقطہ ہے مگر نقطہ سے علحدہ بھی الف کا وجود ایسا منزہ موجود ہے کہ وہ اسکا دعوی کرسکتا ہے کہ نحن اقرب الیہ من جبل الورید الیہ کی ضمیر وجود روحی کی طرف راجع ہے جو نفخت[۱] فیہ من روحی سے ثابت ہی اور روح فی نفسہا مونث ہے تو نحن کے ساتھ قربت کا لفظ لگا ہوا ہے اور قربت جماع حقیقی کو کہتے ہیں پس ثابت ہوگیا کہ جب تک شرک خفی باقی ہے سالک سلوک سے استفادہ کماہی نہیں کرسکتا ہے اور شرک خفی نہیں دفع ہوتا جب تک عبودیت مجازی کا نام بحالت عظمت بالکل مٹ نہ جائے اور الوہیت قائم نہ ہوجائے اور حالت بے تکلفی ھن لباس لکم و انتم لباس لھن کی حاصل نہ ہوجائے اسی لیے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ومن[۲] کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون یہ بحث بسبب اپنی نزاکت کے کلام میں پیچیدہ معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ وجدانی ہے اگر افعال میں روحی تعلقات کو ہر عضو جسم سے معاملت کرکے اور صفات میں کل تاثیرات جسمانی سے متاثر ہوکر ذات میں عین انا ہوکر ملاحظہ و مشاہدہ کرے تو وفی[۳] نفسکم افلا تبصرون کے موافق ضرور سالک

---

[۱] میں نے آدمی میں اپنی روح پھونکی۔ [۲] ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا شاید کہ تم ہماری یاد کرو۔ [۳] اور تم اپنے نفوس میں کیوں نہیں دیکھتے۔

مشاہدہ و اقتدار بمناسبت اپنے تعین کے اوس صورت میں حاصل کر سکتا ہے جب اپنی روح کو اپنے جسم میں ہر آن عمل کرتے ہوے دیکھتا اور سمجھتا رہے اور بلا مناسبت تعین اوس صورت میں کل مخلوقات کو بد و خلقت سے ملاحظہ و معائنہ کریگا کہ جب اپنے آپ کو نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے ساتھ ملاحظہ کرے گا تو کل مخلوقات کا مثل حق کے عین ہوگا اور کل مخلوقات فی نفسہ اوسکا علم ہوگا اور یہی مرتبہ رسول اللہ کا ہے۔ میرا مطلب اس کل تحریر سے یہ ہے کہ جس طرح پر نقطہ غیر متجزی و غیر متبعض کل حروف یعنی مخلوقات میں ساری وطاری ہے اوسی طرح الف کل حروف یعنی مخلوقات میں بصورت نقطہ کے ساری وطاری ہے اور باوجود سرایت کے الف کی شان یہ ہے کہ کل الکل نقطہ سے مقدم اور نقطہ سے موخر ہے اور پھر عین تاخر میں مقدم اور عین تقدم میں موخر ہے اور یہ شان حق تعالیٰ کی جسکو شان بھی نہیں کہہ سکتے قید طلاق سے بھی منزہ و مبرا ہے کیونکہ مبصر جو کچھ ہے یا نہیں ہے نقطہ ہی ہے الف تو اپنی جگہہ سے بھی غائب ہے اور اسی کو غیب الغیب کہتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ کہیں سے بھی پتہ نہ لگے اور اگر پتہ لگے تو مخلوقات میں مخلوقات کے تعین سے پتہ لگے اور وہ مخلوقات اسمار و صفات حق ہیں کہ جن سے حق پہچانا جاتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی کیسی ہی حالت اطلاقی ہو اوسمیں اوسکو اسمار ہفتگانہ یعنی امہات اسمار سے جو حی و علیم و قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم ہیں خالی نہیں سمجھ سکتے اور جب خالی نہ سمجھینگے تو حق بصورت ایک شخص مرد کے ہوگا کیونکہ تنزیہ میں سب اسماء ہفتگانہ ملائیں گے تو مرد کی صورت ہوجائے گی اور اسی شخص کو بصورت امرد رسول اللہ نے معراج شریف میں دیکھا تھا اور آیندہ ہم کہیں پر بیان کریں گے کہ وہ جس کو بصورت امرد رسول اللہ نے دیکھا تھا وہ رسول اللہ خود ہی تھے۔

marfat.com

"ب" کے اولِ قرآن میں لانے کا سبب

الباء هو النفس وهي حرف ظلماني وليس في البسملة باسرها من الحروف الظلمانية الا هي واعني بالحروف الظلمانية (ب ج د ز ف ش ت ث خ ذ ض ظ غ) لان الحروف النورانية التي هي في اوائل السور مقطعة هي (ا ه ح ط ي ك ل م ن س ع ص ق ر) فجعل الحق حروف الباء اول القرآن في كل سورة لان اول حجاب بينك وبين ذاته سبحانه ظلمة وجودك فاذا افنى ولم يبق الا هو كانت اسماءه وصفاته التي هي منه حجاب عليه فتلك جميعها نورانية ما خلا الباء الذي معناه وجودك فهو ظلماني والباقي جميعه نوراني ومن هذا كانت الباء ثويا على النقطة

با یہی نفس ہے اور یہی حرف ظلمانی ہے اور پوری بسم اللہ میں اسکے سوا کوئی حرف حروف ظلمانیہ سے نہیں ہے اور مراد حروف ظلمانیہ سے یہ حروف ہیں (ب ج د ز ف ش ت ث خ ذ ض ظ غ) اس لیے کہ حروف نورانیہ وہ ہیں کہ سورتوں کے آغاز میں ہیں اور حروف مقطعات کہلاتے ہیں اور وہ یہ ہیں (ا ہ ح ط ی ک ل م ن س ع ص ق ر) پس حق تعالیٰ حرف بار کو قرآن کی ہر سورۃ کے اول لایا اس لیے کہ اول حجاب جو تیرے اور ذات حق کے درمیان میں ہے وہ تیرے وجود کی ظلمت ہے پس جب کہ تیرا وجود فانی ہو جائے اور اُسکے سوا کچھ باقی نہ رہے تو اُسکے اسمار و صفات کہ جو اس سے ہیں اوپر حجاب ہونگے پس یہ کل حروف نورانی ہیں۔ علاوہ اوس ب کے کہ جس سے تیرا وجود مراد ہے پس وہ تو ظلمانی ہے اور باقی کل حروف بسم اللہ میں، نورانی ہیں۔ اور اسی وجہ سے ب نقطہ پر

لانها فوقها والثوب فوق الملابس
فكانت الباء ظلمة نور النقطة محجوبة
بوجودها التي هي العالم البارز
عن العالم الجمال المنقطي او حكمة
لظهور النقطة وراءه اشارة الى ان
الامر الحقيقي وراء ما ظهر لما التصقت
النقطة بالباء كان الباء في الكلام مستعملا
للالصاق ولما كان نظر النقطة ممدا الى
الباء كان الباء في كلام العرب مستعملا للاستعانة
ولما لاح نار السعادة للباء على شجرة
نفسه سرى في ظلمة سرادق غيبه عن
اهله ليقتبس نار النقطة او يجد هدى
في نفسه الى نفسه من نفسه نودي
من جانب قائم شجرة الالف الذي
هو اسم الله اخلع نعليك اي
وصفك وذاتك انك
بالوادي المقدس وانت محل
التشبيه والدنس ولا مقام
لك في وادي تقديس النقطة
الا ان تخلع تشبيهك ذاتك

بمنزلہ غلاف ہے اور غلاف فوق الملابس ہوتا ہے
پس ب ظلمت ہے نور نقطہ پر اور نور نقطہ محجوب ہے اوسکے
وجود سے کہ جو عالم جمال نقطی کا عالم ظاہر واقع ہوا
ہے او حکمت نقطہ کے ظاہر ہونے کی ب کے
علاوہ اس بات کے مشیر ہے کہ امر حقیقی
اس امر کے علاوہ ہے کہ جو ظاہر ہوا۔ جبکہ نقطہ
ب کے ساتھ متعلق ہوا تو ب کلام میں الصاق
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب نقطہ کی نظر ب
کی طرف ممدود ہوئی تو ب کلام عرب میں استعانت
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب کہ ب کے
لیے اوسکے شجرۂ نفس پر نار السعادۃ روشن
ہوئی تو ظلمت سراپردہ غیب میں اوس نے
رات کو اپنے اہل سے سیر کی تاکہ نار نقطہ کو
اقتباس کرے یا فی نفسہ الی نفسہ من نفسہ
ہدایت پاوے۔ شجرۂ الف سے کہ جو اسم اللہ
ہے جانب قائم ندا دی گئی کہ اخلع نعلیک
یعنی اپنی صفت اور ذات کو جدا کر کیونکہ تو
وادی مقدس میں ہے حالانکہ تو محل تشبیہ و دنس[1]
ہے اور تیرے لیے وادی تقدیس نقطہ میں
مقام نہیں ہے جب تک کہ تو اپنی تشبیہ ذات

[1] دنس یعنی میل ۱۲

ودنس صفاتك حتى لا يبقى في
القدس الا القدوس ۔

اور دنس صفات سے مخلع نہو یہاں تک کہ
مقام قدس میں قدوس کے سوا باقی نرہے

یعنی جب کہ ب نے نفس مطمئنہ ہو کر حق یعنی الف کی طرف رجوع کی تب اوس کو
اس رجعت سے سواد غیب الغیب نے اپنے رنگ میں رنگ لیا صبغۃ اللہ ومن احسن
من اللہ صبغۃ جب ب کو سراپردۂ غیب میں اہل ہونے کی اہلیت حاصل ہوگئی تو ہمرنگی
یکتائی کیوجہ سے اس بات کی قابلیت پیدا ہوگئی کہ اپنے شجرۂ نفس میں نار السعادۃ
روشن دیکھے اور اس شب روشن میں ثم رش علیھم من نورہ کا سے نار نقطہ کا اقتباس
کرے یا بسبب ب ونقطہ کی یکتائی کے فی نفسہ الی نفسہ من نفسہ ہدایت پاوے اور اوس
وادی مقدس میں قدم جماوے اور مصدر اسکا ہو کہ شجرۂ الف سے جو اسم اللہ ہی ہمکلامی
ہو کہ اخلع نعلیک

فاخذ بزمامه يد التوفيق
فانبسط تحت نور الالف انبساط
الظل اذ ظل كل شي مثله وبسط باء
كل كتابة بقدر قائم الالف فرأت
نفسها ظلا لهذا القائم فعلمت
ان قيامها به اذ لا وجود للظل
الا بالشخص بين الجرم المستوي
بها فتحقق لها امتلوها ونفت
وهمية وجودها لان الظل
بنفسه ليس بشي موجود تام
انما هو حيلولة الشخص بين

پس توفیق کے ہاتھ مے اوس کی باگ پکڑی
اور الف کے نور کے نیچے اوسکا سایہ منبسط ہوگیا
(کیونکہ سایہ ہر چیز کا اوسکے مثل ہوتا ہے) اور
ب کتابت میں بقدر کھڑے الف کے پوری
کھل گئی پس ب نے اپنی ذات کو اوس قائم
کا ظل دیکھا پس جانا کہ قیام اپنا (یعنی ب کا)
اوس الف کے ساتھ ہے اسلیے کہ وجود ظل نہیں
پایا جاتا ہے جب تک کہ شخص جرم مستوی میں
اوسکے ساتھ نہویں اوسکو اپنا پڑھا جانا ثابت
ہوگیا اور اپنے وجود کا وہم منتفی ہوگیا اس لیے
کہ ظل بنفسہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو موجود تام ہو

marfat.com

الجرم المستر والارض فوجود الظل لنفسہ محال ولکن لا بد من وجود فلما تحقق الباء بهذا القدر من الفناء اخذہ الالف الی نفسہ وابقاہ فی محلہ واندراج الالف فیہ ولهذا طولت باء بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لتکون دلیلا علی الالف المندرج فیها فهی فی المعنی خلیفة عن الالف وفی الصورة مطولة علی هیئة الالف فحصل لها من الالف الهیئة والمعنی ووقعت فی الکلام محل الالف ولا یعرف فی کلام العرب باء تقوم مقام الالف الا باء بسم اللّٰہ فانظر هذا لباء کیف انشد حاوی حال الجمال جمالہ ؎

وغنی لی منی قلبی
فغنیت کما غنا
فکنا حیثما کانوا
وکانوا حیثما کنّا

بلکہ وہ حیلولہ شخص ہے جرم اور ارض مستتر میں پس وجود ظل لنفسہ محال ہے لیکن اوسکا ہونا ضروری ہے پس جب کہ ب میں اسقدر فنا ثابت ہوئی تو اوسکو الف نے اپنی ذات کی طرف لیا اور اوسکو اپنے محل میں باقی رکھا اور خود اوس میں داخل ہوا اِس لیے ب بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی بڑھ گئی تاکہ الف پر جو اوس میں مندرج ہے دلالت کرے پس یہ ب معنًا الف کے خلیفہ ہے اور صورتًا الف کی ہیئت مطولہ ہے پس اوسکو الف سے دو چیزیں حاصل ہوئیں ایک ہیئت دوسرے معنی اور یہ ب کلام میں بجاے الف کے واقع ہوئی اور کلام عرب میں کوئی ب ایسی نہیں سنی گئی ہے جو الف کی قائم مقام ہو بجز بسم اللّٰہ کی ب کے پس اس ب کو دیکھ کہ اوس کے ثنا خوان نے اوس کے جمال کیلیے کیسے شعر پڑھا۔

مستغنی ہوا میرا قلب پس میں مستغنی
ہوا جیسا کہ مستغنی ہوا
پس تھے ہم جس طرح کہ تھے وہ
اور تھے وہ جس طرح کہ تھے ہم

جاننا چاہیے کہ لفظ نفس کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اگر تنفس اسکا مصدر لیا جاے

تو سانس لینے کے معنی ہیں اور سانس لینا حیات پر دلالت کرتا ہے اور حیات روح ہے
پس روح کو بھی نفس کہیں گے اور روح فی نفسہ ذات شے کو کہتے ہیں پس نفس کے معنی
ذات کے بھی ہونگے ذات کسی شے کی وہ ہے جو بذاتہ ہے اور اوس کے اقسام بسبب تبدیل
صفات وافعال کے بدلتے رہیں گے اگرچہ وہ ذات نہ بدلے اگر حجب نورانی ہیں تو وہ ذات
نورانی کہی جائے گی اور اگر ظلمانی ہیں تو ظلمانی کہی جائے گی حجب ظلمانی اون کو کہتے
ہیں کہ جن کی وجہ سے حق مختفی ہو جاوے اور حجب ظاہر ہو جائیں اور حجب نورانی وہ ہیں
جن کی وجہ سے حق ظاہر ہو جاوے اور تعین وہ بھی مرتفع ہو جاوے اور حق وہ ہے کہ جسکی
یہ دونوں شانیں ہوں اور وہ ان دونوں سے مبرا ہو کیونکہ حجب نورانی اگرچہ نورانی ہیں
لیکن حجب کہلاتے ہیں اور نورانیت ضیا و ظلمت کے میل کو کہتے ہیں یہ ترکیب ہی حق
کو کوئی ترکیب پیدا نہیں کر سکتا ہے مثلاً ایک ہم ہیں اور ہماری دو شانیں ہیں صفات
حمیدہ و صفات ذمیمہ جو حق کی نسبت جمال و جلال کی شان کہی جائے گی جمال پہچانا
جاتا ہے جلال سے اور جلال جمال سے پس جمال یعنی نور مرکب ہوا جلال یعنی ظلمت سے
یعنی نور نہیں ظاہر ہوا جب تک کہ ظلمت کا ترکیب اوسکے ساتھ نہیں ہوا اور یہ دونوں
ہماری شانیں ہیں ہم ان کے ترکیب سے نہیں ہیں بلکہ ہم فی نفسہ ہیں اور ہم کو نسبت کل
کی ہے ان اجزا کے ساتھ اور ان اجزا میں بھی ہم کل ہیں پس جو ان اجزا میں ہم کل ہیں
وہی ہمارا نفس ہے اور ہم اس نفس کے ترکیب سے نہیں ہیں بلکہ ہم فی نفسہ ہیں تو جس وقت
کہ نسبت کلیت و جزئیت کی کلام میں لائی جائے گی اوس وقت باعتبار اپنی روح
کے ہم نفس کہلائیں گے اور کس کے نفس کہلائیں گے۔ حق کے کون حق؟ جو اس کلیت
و جزئیت کے ترکیب سے مبرا ہے یعنی فی نفسہ ہے تو جب ہم نفخت فیہ من روحی
کی شان میں ہیں تب نفس حق ہیں اور جب حق کلیت و جزئیت کے ترکیب سے مبرا ہے تو اوسکو
یہ کہنے کا منصب حاصل ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید مثلاً حضرت آدم علیہ السلام

اوسوقت حق کے اس طور میں تھے کہ جب حوا اونکے پہلوے چپ سے برآمد نہیں ہوئی تھیں یعنی ایک خط مستقیم بہت قائم سروحنا بلا قبل بلا ظلمانیت بلا نورانیت مبرا از ترکیب معرا از نفسانیت تھے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ جبوقت آدم علیہ السلام نے اپنے آپ پر انس کے واسطے پہلا ظلم کیا تو حوا کو اپنے پہلوے چپ سے پیدا کیا اب حوا کی نسبت آدم کے ساتھ جزو کی نسبت کل کے ساتھ ہوگئی اور اس پیدا کرنے کے تنزل سے آدم کو حق کیساتھ نسبت جزئیت کے ہوگئی جیسا کہ حوا کو آدم کیساتھ ہوگئی پس جیسے عورت یعنی حوا نفس آدم سے ویسے ہی مرد یعنی آدم نفس حق ہے اسی واسطے جناب باری کا ارشاد ہے یاایتھا النفس[51] المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم[52] احسن تقویم وہ طور حق ہے جو حالت آدم کے قبل تخلیق حوا کے تھی حوا کے پیدا ہونیکے بعد ثم رددناہ اسفل سافلین[53] ہوا یعنی حوا ہی تمام تنزلات کا باعث ہوئیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ نفس اوسکو کہتے ہیں جو تنزل میں ڈالے رکھے اور جو شے تنزل میں ڈالے رکھے وہی توحید ذاتی کی رو سے معصیت ہے یعنی مبدا سے بعد ہے اور احکام شرایع اس بعد کے رفع کرنے کے لیے ہیں تاکہ یہ بعد عین قرب ہوجاے پس جب نفس اخلاق ذمیمہ وافعال قبیحہ اختیار کرتا ہے تو وہ مطابق اثر اوس خلق اور اوس فعل کے تنزل ہی میں رہتا ہے اور یہی عذاب نکال دنیا و آخرت ہے اور یہی حالت میں اوسکو نفس امارہ بالسوء کہتے ہیں جس کے مارنے کا حکم ہے اگر تاثر امارگی نفس کا فی الانفس وفی الباطن ہی تو وہ نفس امارہ کا فعل ہے اور اگر اوس تاثر سے فی الخارج یعنی آفاق میں کوئی فعل بیجا صادر ہوا تو وہ اغواے شیطان ہے کیونکہ نفس امارہ کی صورت فی الخارج شیطان ہے اور اسی واسطے غیر محدود شیاطین ہیں کیونکہ شیطان شطن سے نکلا ہے اور شطن کے معنی بعد ہیں جب انسان نفس کو مار کر یعنی تفرقہ و بعد کو رفع کرکے رجوع الی اللہ کرتا ہی

---

[51] اے نفس مطمئن رجوع کر اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے ۔ [52] ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ۔ [53] پھر اوسکو انتہا کی پستی میں پھینکا ۔

marfat.com

اور بُرے افعال واخلاق سے تبرا کرکے نیک اعمال وعادات اختیار کرتا ہی تو اسمیں ایک حالت پیدا ہوتی ہے کہ جس سے وہ اپنے نفس کو بُرے افعال کی جانب رجوع کرنے سے ملامت کرتا ہے اور یہ حالت پہلی حالت سے عمدہ ہے اور ملکی صفات کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہی تب انسان مصدر اسکا ہوتا ہی کہ جناب باری نفس لوامہ کی قسم کھائی[۱] لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ اور جب لوامگی عادت ہو جاتی ہے تب جسطرح سے کہ ملائکہ خداوند عالم کا کلام سنکر اوس کی تعمیل کرتے ہیں اوسی طرح خداوند تعالیٰ اس شخص پر الہام کرتا ہی تب ایسے شخص کے اس نفس کو ملہمہ کہتے ہیں اور الہامات کے تواتر وتوالی سے اس شخص میں یہ قابلیت پیدا ہو جاتی ہی کہ وہ اُن الہامات کے سننے اور سمجھنے اور اُنسے انس کرنے میں محو ومحو رہتا ہی اور کسی چیز کا ذوق علاوہ اُن الہامات کے اُسمیں باقی نہیں رہتا ہی تب اُسکے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور اس سے خطاب ہوتا ہی کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور جب نفس مطمئن ہوتا ہی تو کامل قلب سلیم ہے اور جب قلب سلیم ہوتا ہے تو اوسی کو روح کہتے ہیں۔ روح انسان کی ذات ہی اور یہ انسان یعنی مرد اور یہ روح یعنی ذات مجموعی نفس حق ہی اگر یہ شخص اپنے آپ میں اس صرافت کے ساتھ جس کا ذکر ہوا رہتا ہے تو اوس کی تکمیل روحی ہے یعنی انانیت سے نہیں نکلا اور اس میں اقتدارات وتصرفات بہت ہیں مگر غرور انانیت باقی رہتا ہی کیونکہ ہنوز اوس کی نسوانیت فانی نہیں ہوئی ہے ہم کہتے ہیں کہ ہماری روح۔ اگر روح ہم سے فروتر نہیں ہے تو اوسکی اضافت ہماری طرف کیوں ہے حق کہتا ہے۔ میرا نفس یعنی میری روح۔ اگر یہ روح حق سے فروتر نہیں ہے تو حق نے یہ اضافت کیوں لگائی پس لامحالہ بحکم تخلقوا باخلاق اللہ ہم کو اس روحانیت سے بھی نکلنا چاہیے۔ لیکن بلا مدد اسی روح کے نہیں نکل سکتے ہیں تب یہاں پر نفس ہی معین ہو گا اور نفسانیت ہی رحمانیت ہو گی حسنات الابرار سیئات المقربین[۲] یعنی نفس کا مارنا جو ابتدا سے

[۱] قسم کھاتا ہوں میں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں میں ملامت کرنے والے نفس کی ۱۲ [۲] نیکوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں ۱۲

marfat.com

اسوقت تک اچھا سمجھا گیا تھا اب اچھا نہیں ہے بلکہ اوسکا نہ مارنا اچھا ہے اور اس سے استعانت کرکے اوسکی شرکت واعانت سے حقائق ومعارف پیدا ہوں گے کہ بلا انانیت کے کسی چیز کا ظہور نہیں ہوسکتا ہے لہٰذا اسی نفس کی اعانت سے دل یعنی عالم پیدا ہوگا کہ جو وعلم آدم الاسماء کلہا کے حصول کے واسطے ضروری ہے اسیواسطے آدم وحوا نے دانہ گندم کھایا بسبب شوق تنزل کے تاکہ تنزلات میں اسماء وصفات حق کا عرفان حاصل کریں تو جب تنزل ہوا تب آدم علیہ السلام نے ربنا ظلمنا انفسنا کہا اور جب علوم ومعارف تنزلی حاصل ہوگئے تو رجوع الی الحقیقت لازم ہوگئی اور یہ حکم صادر ہوا کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ الایہ حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہیں ؎

تاچو آئینہ صفائی یافتم	بیخودی در خود نمائی یافتم
دور شد از رخ سرزلف رسا	در رسائی نارسائی یافتم

زلف چہرۂ معشوق کا حجاب ہوتی ہے یعنی پورا چہرہ نہیں نظر آتا ہے اگرچہ معشوق کی زلف بھی لاجواب ہے اسی طرح یہ عالم کے جسقدر تعینات ہیں وہ مثل زلف کے وجہ حقیقی کی حجاب ہیں جب تک حجابات تھے یعنی تعینات پر نظر تھی وجہ حقیقی نظر نہیں آتا تھا جب تعینات کا عرفان ہوگیا وہ عین عرفان وجہ حقیقی ہوگیا اور زید کو جو سالک ہے معلوم ہوا کہ میں قبل اس سلوک کے جو اپنے آپ کو عمر وجانتا تھا اور زید کی تلاش میں تھا وہ خیال میرا غلط تھا بلکہ میں ہی زید ہوں لہٰذا انجام کار میں جو رسائی اونے حاصل کی وہ نارسائی تھی کیونکہ زید جیسا پہلے تھا اب بھی ہے۔ اب جسطرح کہ وجہ حقیقی کا حجاب زلف یعنی تعینات کثیفہ تھے اوسی طرح اب صرافت ونورانیت حجاب ہیں جب تک کہ اوسکی لطافت کثافت سے نہ بدلی جاوے وجہ حقیقی کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا لہٰذا ضرور ہوا کہ انسان احسن تقویم سے اسفل السافلین میں لایا جاے جیسے کہ آئینہ مصفوف میں بسبب لطافت کے چہرہ نہیں دکھائی دے سکتا تاوقتیکہ اوس کے

ایک جانب کثافت نہ لگائی جائے لہذا بغیر حجابات ظلمانی کے وجہِ حقیقی کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا یعنی بلا نفس کی شرکت و اعانت کے مطلوبِ حقیقی کو پانا محال ہے۔ چنانچہ مولانائے رومؒ نے بھی اول قصہ مثنوی شریف میں کنیزک (یعنی نفس) کو مار نہیں ڈالا ہے بلکہ اسکو بادشاہ کا نفس مطمئنہ بنا لیا ہے یعنی بادشاہ کے قابو میں کر دیا جو حقائق و معارف ہیں کہ صورتاً بصورتِ عالم ظاہر ہوئے ہیں اور اسی کو حضرت مصنفؒ نے بار کہا ہے جس کے انبساط کا نام عالم ہے اور یہ ہبوط میں ظلمانی ہے اور علو میں مثل الف کے نورانی ہے جو اوسکے ساتھ ہے اور اسکا بسم اللہ کے اول میں لانے والا حق ہے جو بمنزلہ الف کے فی نفسہ ہے اور یہ وادی مقدس ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اگرچہ الف احد وہی تمہاری بار عبودیت ہے اور وہی بار عبودیت بسبب حاطہ الف کے الف احد ہے مگر اس بار میں شائبہ روحانیت و عوالم ہے جب تک اس روحانیت و عوالم سے بالاتر قدم نہ رکھو گے احد کے الف صرف سے جو فی نفسہ ہے وادی مقدس میں استفادہ نہیں کر سکتے ہو کیونکہ بہر حال بار میں ظاہر اتفرقہ ہے اور یہی تفرقہ محل تشبیہ و دنس ہے ایسا ہونا چاہیے کہ وادی مقدس میں بجز اقدس کے باقی نہ رہے اور وہی قدوس ہے اور رب کو ایسے مقام قدس میں وہ لباس عطا ہو کہ اوس لباس کو دیکھکر کہے کہ کنا حیثما کنا[51] اور اس یکتائی سے متلذذ ہو کر پھر کہے کہ وکانوا حیثما کنا[52] اور الف اللہ کو جو اپنے نفس میں عالم سے غنی ہے اس امتحان سے یہ ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوا کہ اَنّ اللہ غنی عن العالمین[53] کیونکہ تفصیل اجمال ہو گئی اور اجمال تفصیل ہو گیا اور تشبیہ تنزیہ اور تنزیہ تشبیہ جیسی کہ تھی بعد خرابی بصرہ ظہور میں آگئی جیسا کہ جناب باری فرماتا ہے۔ کہ ولنبلونکم حتی نعلم[54] اور یہ سب جامعیت حق کے شیونات ہیں اور بہر شین کو حق تعالیٰ بسبب جود کے وجود بخشتا ہے۔

---

٥١ تھے ہم جیسے کہ تھے ،،
٥٢ اور تھے وہ جیسے کہ تھے ہم ،،
٥٣ تحقیق اللہ بے پروا ہے عالم والوں سے ،،
٥٤ البتہ آزمائیں گے ہم تم کو یہاں تک کہ معلوم کرلیں ہم

فالالف فی نفسه مشتق من الالف بل علی الحقیقة الالف مشتق من الالف الاترى الى اختلاف الصرفيين فی المصدر هل مشتق من الفعل او الفعل المشتق منه

پس الف فی نفسہ مشتق ہے الف سے بلکہ در حقیقت الف ہی مشتق ہے الف سے مصدر کے بارہ میں اختلاف صرفیین کو دیکھو کہ کیا مصدر فعل سے مشتق ہے یا فعل مصدر سے مشتق ہے۔

حضرات صوفیہ فعل کو مصدر سے مشتق کہتے ہیں کیونکہ فعل باقی نہیں رہتا ہے اور مصدر ہمیشہ رہتا ہی اگرچہ مصدر کے ساتھ وہ فعل بھی ہمیشہ رہتا ہی لیکن مصدر کا قیام فی نفسہ ہے البتہ اوسکے قیام کا اظہار فعل سے ہوتا ہی۔

فلهذا التصق الالف بالباء لان الباء لزم مقام نفسه من الادب تحته۔

پس اس لیے الف ملتصق ہوا ب سے کہ ب نے اپنے مقام کو ادب سے اوس کے تحت میں لازم کیا۔

ب نے ادب اِس واسطے کیا کہ اوسکا وجود اعتباری الف سے ہی جیسے سایہ کا وجود صاحب سایہ سے ہے اور یہ ادب بلحاظ تفرقہ کے نہیں ہے بلکہ وحدت کے انبساط سے لازمی ہے اور شئے منبسط کا انبساط ہی فی نفسہ اوس وجود کا ادب ہے جس کا انبساط اوس کے نفس سے ہوتا ہے۔ اور شئے منبسطہ ہمیشہ اوس وجود کے تحت میں پائی جائے گی جس وجود سے کہ اوس کا انبساط ہوتا ہے جیسے ظل ہمیشہ ذی ظل کے تحت میں پایا جاتا ہے۔

فتلاشی تلاشی الظل تحت الشخص فهو فناء الالف من عين الجود مقام نفسه۔

پس سایہ کے ڈھونڈھنے والے نے سایہ کو اوس شخص کے نیچے ڈھونڈھا جس کا وہ سایہ ہے پس اوسکو الف نے عین جود سے بمقام اپنے نفس کے پورا کیا۔

marfat.com

یعنی ظل ذی ظل کا نفس ہوا کہ جس پر ذی ظل نے یہ جود کیا کہ اوس کو وجود میں لایا اور وجود میں لاکر خود اوس کا عین ہوگیا اور یہی معنی الفت کے ہیں۔

لان مقام الالف التصور بصورة كل حرف اذ الباء الف مبسوطة والجيم الف معوج الطرفين والدال والراء الف منحني الوسط والشين اربع الفات كل سنة منها الف والتعريقة الف منحني مبسوطة وعلى هذا قياس باقي هذا في الصورة واما في المعنى فلابد من وجود الالف في كل حرف لفظاً اذا هجيته يقال للباء باء والف والجيم اذا هجيته تقول جيم ياء ميم فالياء المثناة التحتية موجود فيها الالف فالالف في كل حرف صورتاً ومعناً لانه تنزل النقطة من عالم الغيب الى عالم الشهادة فله كل ما للنقطة في عالم الشهادة

ذاك هي هي ذاك يسب
ذاك بعض ذاك بضع

اِس لیے کہ الف ہر حرف کی صورت میں تصور کیا جاتا ہے کیونکہ ب الف مبسوطہ ہے اور جیم الف معوجۃ الطرفین ہے اور د اور ر الف منحنی الوسط ہیں اور ش میں چار الف ہیں اوسکا ہر دندانہ الف ہے اور دائرہ الف منحنی مبسوطہ ہے اور اسی قیاس پر اور باقی حروف ہیں یہ بات تصورتا ہے لیکن معناً پس الف کا وجود لفظاً جبکہ اوس کے ہجے کیے جائیں ضروری ہے بلے ب اور الف کہی جاتی ہے اور جیم جبکہ اوس کے ہجے کیے جائیں۔ جیم اور یا اور میم کہا جاتا ہے پس یاء مثناۃ التحتیہ میں الف موجود ہے پس الف ہر حرف میں صورتاً ومعناً پایا جاتا ہے اِس لیے کہ اوس کا یعنی الف کا، تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ہے تو جو کچھ کہ نقطہ کے لیے عالم شہادت میں ہے وہی اوس کے لیے ہے۔

وہی ہی ہی ہے وہی سیبہ ہے
وہی ٹکڑا ہے اور وہی چھوٹا ٹکڑا ہے

marfat.com

ذالک جبریل المعالی قد تدحیی و تلفع		وہی جبرئیل عالی مرتبت ہے وہی دحیہ کلبی ہو جاتا ہے اور چادر اوڑھ لیتا ہے

الم تر الی ربک کیف مدالظل کے یہی معنی ہیں اور حق تعالیٰ کو عالم کے ہر جزو کل کے ساتھ ویسی ہی عینیت ہے جیسی الف کو ب اور کل حروف کے ساتھ ہے اور باوجود اس عینیت و انبساط کے جو بلمناسبت حرف منبسط ہے الف مجموعی بلا تجزی و انبساط کے اپنے منوال پر بھی باقی رہتا ہے جیسے ایک شخص اپنے خیال کے اندر فی الخارج ایک باغ لگائے وہ باغ اوس شخص کا ظل ہے اور وہ شخص ذی ظل ہے اور ظل کا وجود ذی ظل سے ہے اور ظل تحت ذی ظل ہے اور ذی ظل کو عینیت اُس ظل کے ساتھ ہے مگر باوجود عینیت کے ذی ظل اوس ظل سے مُبرّا او منزہ ہے اور ذی ظل فی نفسہ ہے اور ظل کا وجود لغیرہ ہے۔ اسی واسطے ظل فانی کہا جاتا ہے اور ذی ظل باقی۔ اگرچہ ظل فنا ہونے کے بعد ذی ظل کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتا ہے اور یہی توحید ذاتی ہے اور وہ ذی ظل یعنی الف حقیقت محمدی ہے اور یہی انسان کامل ہے پس عالم کی ہر شے کے ساتھ حق کو عینیت ہے لیکن اوس شے کو جو اعتباری ہے حق کے ساتھ عینیت تامہ نہیں ہے کیونکہ ہر شے کو اُسکے تعین نے جامعیت حق سے محروم رکھا ہے ؎

	تعین ہر یکے را کردہ محبوس	زجزویت بکلی گشتہ مایوس	

مگر انسان کامل میں بسبب جامعیت تامہ کے یہ شرف ودیعت ہے کہ یہ حق ہے اور حق انسان ہے اور بیرون انسان کامل حق نہیں ہے حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

حکیم سنائی ؎	لوح دل را ز نقش غیر بشوے چون کسے در نیا کسی دریافتم	خویشتن را خدائے خود انکار پس کسی در نیا کسے در یافتم

لـه اپنے رب کو نہیں دیکھتے کہ کیا پھیلایا سایہ ۔

marfat.com

مقصد یہ ہے کہ تکمیل کے بعد کوئی جدید بات انسان کامل میں پیدا نہیں ہوتی ہے بلکہ قبل تکمیل کے اپنے آپ کو بھولا ہوتا ہے اور بعد تکمیل کے یاد کرلیتا ہے جیسے سوتا ہوا آدمی جو حالت عدم تکمیل کی ہے بروقت جاگنے کے (جو حالت تکمیل کی ہے) اپنے آپکو یاد کرلیتا ہے بس رسالت اوسیکا نام ہے کہ اپنے آپکو یاد کرلیا اور جب اپنے آپ کو ہمیشہ پائے ہوے تھا تو اپنے آپ کو پانا تحصیل حاصل ہے لہذا ثابت ہوا کہ انسان کی تکمیل بلا نظر جامعیت کے نہیں ہوسکتی ہے۔

یقول صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الشوکۃ فی رجل احدکم الا وجدت المہا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہ داخل ہوگی شوکت تم میں سے کسی میں مگر جسمیں کہ موجود پائے مہا کو

مہا کے لغوی معنی گاو وحشی کے ہیں جس کی تعبیر کلام مجید کے اس آیۃ میں بقرہ سے کی گئی ہے کہا اذ قال[له] موسی لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ اور یہ بقرہ نفس ہے جس کا رام کرلینا ہی بمنزلہ ذبح کے ہے کیونکہ رام کرلینے سے اوسکی امارگی رفع ہوجاتی ہے اور وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور یہی قربانی ہے اور اس کو رام کیے بغیر جامعیت فوت ہے اور رام کرلینے سے جامعیت کلیہ حاصل ہے اور اس قربانی کے یہ معنی ہیں کہ طبیعت و خواہشات سے نفس مستغنی ہوجائے یعنی ظلمت سے نکلجائے تب بجز ذی ظل ہونے کے اور کیا ہوسکتا ہے لہذا مہا سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جامعیت ہے۔

ھذا التحقق احدیۃ مجموع العالم افرادہ واجزائہ تحصل نتیجہ حال کل فرد فی نفسہ کما یجدہ ذلک الفرد فی العالم۔

یہ سبب کل اجزاء و افراد عالم میں اوس کی یکتائی کے حاصل ہوتی ہے (یعنی مہا) یہاں تک کہ ہر فرد کا حال اپنے نفس میں ایسا ہی پاوے کہ جیسا اوس حال کو وہ فرد عالم میں پاتا ہے۔

له جب موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو ١٢

marfat.com

یعنی احدیت نقطۂ بار ہے اور احد الف ہے اور یہ احدیت یا نقطہ یا احد یا الف کا نفس ہے اور احدیت نقطۂ بار کا مجموعی طیران و سیران عالم افراد میں ایسا ہے کہ عین فرد ہی احدیت یا نقطہ ہے پس نفس حق کی توجہ افراد عالم کی طرف یہی خواہشات ہیں اور یہی عالم ہے اور اسی سے وہم غیریت پیدا ہوا ہے پس جب تک اس مہا یعنی نفس کلی یعنی جامعیت کو انسان حاصل نہ کرے گا تب تک تکمیل نہیں ہوسکتی اور پالینے سے مراد قابو میں کرلینا ہے یعنی اوس کی مدد سے تنزل سے ترفع کی طرف عروج اور رجوع کرنا ہے اور یہی تکمیل ہے۔ اسیواسطے جناب باری فرماتا ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیہ جیسے رجوع احدیت کی احد کیطرف احدیت کی تکمیل ہے اور رجوع نقطہ کی الف کی طرف نقطہ کی تکمیل ہے۔ پس کیسا اعلیٰ و عارفانہ ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ لاتدخل الشوکۃ فی رجل احدکم الا وجدت المھا جو سبب جامعیت کے تشبیہی افراد عالم کو محتوی ہے اور تنزیہی حصول فیض اقدس کا جامع ہے چنانچہ اسی جامعیت کے معنوں کو حضرت مصنف آگے بیان کرتے ہیں اور نہایت پاکیزہ بیان کرتے ہیں

سوال ما السبب ان الالف حذف فی البسملۃ ولم یحذف فی اقرا باسم ربک

الجواب لان اضافۃ الاسم ھنا الی اللہ الجامع الذی لا یقید بصفۃ دون اخری واضافۃ الاسم ھناک الی الرب ولا بد للرب من عبد مربوب فمحال ان تتحد الباء بہ فی ھذا المحل لانہ

سوال کیا سبب ہے کہ الف بسم اللہ الرحمن الرحیم میں گرا دیا گیا اور اقرا باسم ربک میں نہ گرایا گیا۔

جواب۔ اس لیے کہ اضافت اسم کی یہاں بنام اللہ کی طرف ہے جو جامع ہے اور مقید کسی صفت کا نہیں ہے اور وہاں پر اسم کی اضافت رب کی طرف ہے اور رب کے لیے عبد مربوب کا ہونا ضروری ہے پس یہ محال ہے کہ بار اُس کے ساتھ اس محل میں متحد ہو اس لیے کہ حب عبودیت

marfat.com

فاذا زالت العبودية زالت الربوبية
على الفور واما الالوهية اذا
زالت العبودية فانها لم تزل
لانها اسم لمرتبة جميع المراتب
كلها فزوال العبد كما لم يكن ويقال
الرب كما لم يزل مرتبة من جملة مراتب
الالوهية فهى لا تزول بنوع ما
فلما اثر اندراج الالف فى ذلك
المحل واتحد الالف بالباء
فاسقط لفظًا وخطًا۔

فبسم الله الرحمن الرحيم حقيقة
محضة واقرأ باسم ربك شريعة
محضة الا ترى تلوا اقرأ وهو امر
والامر مختص بالشرائع وبسم الله الرحمن
الرحيم غير مقيد بامر ولا بغير امر
فليتامل۔

دور ہو جائے گی تو ربوبیت بھی فوراً دور ہو جائیگی
لیکن الوہیت ایسی صفت ہے کہ وہ عبودیت
کے زائل ہونے سے نہیں زائل
ہوتی ہے کیونکہ وہ اسم اللہ جامع ہے
کل مراتب کا پس عبد نہیں رہیگا جیسا کہ نہ تھا اور
رب کہا جائے گا جیسا کہ ہمیشہ تھا کہ جو ایک مرتبہ
ہے مراتب الوہیت سے پس الوہیت کسی طرح
زائل نہ ہوگی۔ پھر جب کہ اندراج الف نے اس
محل میں اثر کیا اور الف بار کے ساتھ متحد ہو گیا
تو لفظاً وخطاً ساقط ہو گیا۔

پس بسم اللہ الرحمن الرحیم حقیقت محضہ ہے اور
اقرأ باسم ربک شریعت محضہ ہے کیا نہیں
دیکھتا ہے تو کہ وہ پڑھا جاتا ہے اقرار اور لفظ
اقرار امر ہے اور امر مختص بالشرائع ہے اور
بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر مقید ہے امر اور
غیر امر سے۔

جاننا چاہیے کہ رب اس نسبت کا نام ہے جو اللہ کو اپنے اسماء و صفات میں تعین
کے ساتھ ہے اور ہر تعین مربوب ہے پس مربوب لاتعد ولاتحصیٰ ہوں گے اسی لیے رب
بھی لاتعد ولاتحصیٰ ہونگے اسی واسطے رب کی جمع ارباب آئی ہے پس جب مربوب
فنا ہوگا تو رب بھی فنا ہو جائے گا اور رب کا فنا ہونا یہ ہے کہ اپنی جزئیت تعینی سے
نکلکر کل ہو جائے پس جو سالک اپنے رب میں فانی ہوا وہ تکمیل جزئی سے اور جو

marfat.com

اپنے رب سے یعنی اپنی روح سے یعنی اپنے نفس سے یعنی اپنی طبیعت سے یعنی اپنی جزئیت سے نکلکر اسم اللہ میں فانی ہوا اوس کی تکمیل کلی ہے جیسا کہ جناب باری فرمایا ہے کہ ءاربابٌ متفرقون خیرام اللہ الواحد القہار اور اسی کو مقام الوہیت کہتے ہیں اور چونکہ ہر تعین کا فنا ہونا رجوع الی اللہ ہے لہذا کسی اسم کے فنا ہونے سے الوہیت کا فنا ہونا لازمی نہیں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ نفس شے یا شخص اگرچہ اوس شے یا شخص کی ذات ہے لیکن بمقابلہ اوس شے یا شخص کے ناقص ہے جیسے کہ حوا آدم کے مقابلہ میں پس ارباب کی رجوع الی اللہ مثل حوا کے رجوع الی آدم کے ہے کیونکہ آدم میں بعض اسماء وصفات علاوہ حوا کے بھی ہیں اگرچہ حوا آدم کے اسماء وصفات کی محل تفصیل ہیں مگر آدم میں جامعیت کے ساتھ اجمال و تفصیل دونوں موجود ہیں پس جیسے کہ قبل رجوع کے حوا ذات آدم تھیں اب بعد رجوع کے آدم مع ذات حوا ہونگے پس ارباب جبکہ اللہ میں فانی ہوجائیں تو اون کی جزئیت رفع ہوجائے گی اور وہ کل ہوجائیں گے اور اون اسماء وصفات کو بھی پالیں گے جو اللہ میں علاوہ ارباب کے ہیں یعنی اللہ کی جامعیت سے مستفید ہوں گے اور اون کو اپنے قیام کے لیے ضرورت مربوب کی باقی نہ رہے گی کیونکہ جناب باری فرماتا ہے کہ ان اللہ غنی عن العالمین۔

"الف" کے بیان میں

الالف لما کانت الالف ... مشتقۃ منہ الالف بین الحروف فالالف بین بعض بذاتہ کالالف	الف نے جبکہ الفت اس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی بعض میں بذاتہ الفت کرادی جیسے با آ؁ میں پس وہ کل الفات مبسوطہ

؎ کیا متفرق پروردگار بہتر ہیں یا ایک خدائے قہار۔ ؎ با آ سے وہ حروف مراد ہیں جو صورۃ ب سے مشابہ ہیں مثلات وث ۱۲

بين ابناءات فانهما كلهما الفات مبسوطة فكل منهما عين الاخر والف بين بعض بصورة لفظ كقولك الخاء ظهر فى اخرهما فهذه عين هذه كتابةً وصورةً وما بقى الفرق الا فى التلفظ بل الف بين الجميع بصورته وذاته لما سبق ان كل حرف الف وان الالف موجود فى هجاء كل حرف لكن ههنا الحق سبحانه وتعالى يقول

لو انفقت ما فى الارض جميعًا ما الفت بين

قلوبهم ولكن الله الف بينهم ما كان يمكن لك بالمحبة ويجوز ان يكون الخطاب لكل مستمع ان توهمت بانفاق ما فى الارض جميعًا بين قلوبهم ولكن الحق سبحانه وتعالى بكماله وقوته الف بين اجسامهم وذواتهم وصفاتهم الفت بين طائفة بذات والف بين طائفتهم بصفاته والف بين طائفة بافعاله وهيئاته بل الف بين الجميع بذاته وجميع صفاته

هذا الوجود وان تعدد ظاهرًا

وحياتكم ما فيه الا انتم

ہیں پس اون میں سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور بعض میں بصورت لفظ جیسے الخاء ان کے آخر میں ظاہر ہوا پس الف اونکا عین ہے کتابةً وصورتًا اور لفظًا اسمیں فرق ہے۔ بلکہ الف سب میں بصورتہ و ذاتہ ظاہر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ہر حرف الف ہی اور الف ہر حرف کے ہجے میں موجود ہے اسی طرح حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر تو جو کچھ کہ زمین میں ہے آپس میں الفت کرانے کے لیے خرچ کر دے تو بھی تو اون کے قلوب میں الفت نہیں کرا سکتا ہے لیکن اللہ اون میں باہم محبت کراتا ہے۔ یعنی اے محمدؐ تم سے یہ ممکن نہیں ہے اور یہ جائز ہے کہ یہ خطاب ہر سننے والے سے ہو کہ سب چیز جو زمین میں ہے خرچ کر کے اونکے قلوب میں الفت کرادو لیکن حق نے اپنے کمال و قوت سے الفت کرادی اونکے اجسام و ذوات و صفات میں ایک گروہ میں بذاتہ الفت کرادی اور ایک گروہ میں بصفاتہ اور ایک گروہ میں بافعالہ وہیاتہ الفت کرادی نہیں بلکہ سب میں بذاتہ وبجمیع صفاتہ الفت کرادی

یہ وجود اگرچہ ظاہر میں متعدد ہوا

لیکن اوس میں تم ہی اپنی حیات ہو

marfat.com

اس محل پر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ " الف نے جبکہ الفت اوس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی، یہ فقرہ نہایت صحیح و عارفانہ ہے لیکن، الف نے کیوں الفت پیدا کردی،، اسکا جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ جاننا اوس عرفان کی حقیقت ہے تقاضا صفت ذاتی الف کا یہ ہوا کہ وہ الفات مبسوط ہوجاے اور تقاضا الفات مبسوطہ کا یہ ہوا کہ وہ صورتا و معنا بلحاظ تاثیر و تاثر کے ایک نیا وجود پاوے کہ جس سے جو دحق و عمل حقیقی ظاہر ہوجاے اور تاثیر و تاثر اپنے موثر سے اور اسمار و صفات اپنے موجد سے باوجود وجود ظاہری کے متفرق ہونے کے باہر نجانے پائیں کہ جبکی غیرت الٰہی مقتضی ہے لہذا

؎ غیرتش غیر در جہان نگذاشت		لاجرم عین جملہ اشیا شد	

عینیت کے معنی یہاں پر یہ نہیں ہیں کہ ذاتی عینیت حق کی بے کیف و بے حد و بے جہت سمجھی جاے بلکہ عینیت کے معنی تحقیقا یہ ہیں کہ مع اجسام کے عین ہے اسطرح پر جو چیز اپنے مبدا سے نکلتی ہے وہ جب نکلتی ہے تب چیز کہی جاتی ہے یعنی تنزہ سے مشبہ ہوجاتی ہے۔ لامحالہ وہ شے اپنے وقت میں اپنے مبدا کو رجوع کرے گی کہ کل شئی یرجع الی اصلہ[۱] تو جب وہ شے اپنے مبدا کو رجوع کرے گی تشبہ سے منزہ ہوجائے گی اور اس نزول و عروج کرنے میں ایک انبساط اوس شے کو ہوگا اور اسی انبساط کا نام جسم و شکل ہے شکل انبساط لطیف ہے جسکو ہیولا کہتے ہیں اور جسم انبساط کثیف ہے جسکو ابعاد ثلاثہ کہتے ہیں شکل الطف اسوجہ سے ہے کہ اسمار کل مبدا سے نزول و عروج ہر آن بیک دفعہ ہے اور ہر آن بدفعات بھی ہے۔ جب بیک دفعہ ہے تو شکل ہے اور جب بدفعات ہے تو جسم یعنی ٹھوس ہے کیونکہ مبدا نہ مقید عروج ہے کہ ہر آن نزول نہ کرتا ہو اور نہ مقید نزول ہے کہ ہر آن عروج نہ کرتا رہے لہذا اس عروج و نزول سے ایک صورت دائرہ کی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اسی توحید ذاتی نے

[۱] ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے ۱۲

شور انگیز و ہنگامہ آرا جاذبات تاثیر و تاثر کے قائم کرسکے ہیں کہ جن کی حد و انتہا نہیں ہے اور ہر کوشش و کشش میں عوالم گوناگوں مبداء سے بلا تکلیف و تکلف کے بنتے رہتے ہیں اور حقیقت عین مستی و استغنا میں محیط جز و کل ہے ؂

ہست محفل بران قرار کہ بود	ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز

کیا آپ ایک بیج کو نہیں دیکھتے ہیں کہ جس سے انکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل وغیرہ ہر آن وجود میں آتے ہیں اور پھر فانی ہوتے اور پھر دوسرا وجود لیتے ہوئے ایک بہت بڑا درخت یعنی عالم کا عالم ہو جاتا ہے اور بیج اپنی مستی میں مستغنی اور ہر جزو درخت سے ملتفت ہو کر اوسکو وجود دیتا ہے اور اپنے جاذبات عشقی سے انکھوے کی حالت سے لیکر پھل کی نمو تک اپنا ایسا بناتا ہے کہ جس کو ایک عالم کہیے۔ اسیطرح ہر آن رہتا ہے نہ اوسکو تکلیف ہے نہ تکلف بلکہ اوسکا یہی دھندھا اور کاروبار ہے اور باوجود اس دھندے اور کاروبار کے ہر پتی اور پھول اور پھل سے مستغنی ہے ؂

کہ بند طرف ا داز حسن شاہی کہ با خود عشق ورزد جاودانہ

اب آپ ہی فرمائی کہ یہاں دوسرا وجود کہاں ہے جسمیں کوئی الفت پیدا کرے لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالی نے سچ فرمایا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔

مرتبہ "الف" کے بیان میں

تعلقت الاحرف بالالف ولا تعلق للالف بشئی من الحروف کذالک افتقر کل مخلوق الی اللہ سبحانہ وھو غنی عن العالمین	کل حروف کا تعلق الف سے ہے اور الف کو کسی حرف سے تعلق نہیں ہے اسی طرح تمام مخلوقات حق سبحانہ تعالی کی محتاج ہے اور وہ عالم والوں سے غنی ہے کہنے والا کہتا ہے کہ

marfat.com

يقول القائل اى حسنة سبقت للالف قبل وجوده حتى قرب من النقطة هذا القرب العظيم واى سيئة تصرفت من الاحرف حتى بعدوا۔ قيل فى جوابه عدم بعد مرتبة الالف من محل حكم النقطة فى ذاتها حسنة سبقت للالف جزاءها اتصافه باوصاف النقطة من وجد فى رحله فهو جزائه نعم وعدم قرب بقية الحروف من محل النقطة فى ذاتها سيئة سبقت عليهم كذالك كدنا ليوسف ما كان لياخذ اخاه فى دين الملك

الف میں کون ایسی اچھائی ہے جسکی وجہ سے وہ قبل اپنے وجود کے نقطہ سے نہایت قریب ہو گیا اور دیگر حروف میں کون ایسی برائی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ نقطہ سے دور ہو گئے " اوس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ الف کا بعید نہ ہونا اوس مقام سے جو نقطہ کا حکم اپنے مرتبۂ ذاتی میں رکھتا ہے وہ نیکی ہے جس سے سابق ہوئی الف کے لیے اوس کی جزا کہ جو اتصاف باوصاف نقطہ ہے کہ من وجد فى رحله فهو جزائه ہاں اور عدم قرب بقیہ حروف کا محل حکم نقطہ سے اپنی ذات میں وہ بُرائی ہے جو سابق ہوئی اور نیز جس طرح کہ مکر کیا ہمنے یوسف کے لیے اِس طور پر کہ لیا جاے بھائی اُنکا ملک مصر کے دین میں۔

یہ مسئلہ نہایت نازک ہے اور اس کل فصل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الف سے نقطہ مقدم اور افضل ہے اور اس نقطہ سے جس قدر قرب جس حرف کو ہو اوسی قدر وہ حرف اپنے مرتبہ میں اعلیٰ ہے چونکہ الف کو بہ نسبت اور حروف کے زیادہ قرب نقطہ سے ہے کیونکہ عین اوسی نقطہ کے انبساط کا نام الف ہے لہذا نقطہ الف ہے اور الف نقطہ ہے گویا الف نقطہ کے اعمال کی تفصیل ہے پس الف کے لیے نقطہ ہی جزا ہے اور یہی جزا نیکی ہے جیسے حضرت یوسف ملک مصر تھے اور اونکے

سلہ فقرہ سورۂ یوسف کی ایک آیہ کا حصہ ہے اور یہاں پر وجہ ضرب المثل استعمال ہوا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جسکے کجاوہ میں شے مطلوب پائی جائے وہی اور یہی جزا ہے ۱۲

بھائیوں کو نہیں معلوم تھا کہ یہ ملک مصر حضرت یوسف ہیں پس حضرت یوسف مثل نقطہ کے تھے اور ملک یعنی الف دکھائی دیتے تھے اور دیگر حروف کو بہ نسبت الف کے نقطہ سے بعد ہے اگرچہ ہر حرف بھی وہی نقطہ ہے لہذا یہ بعد بہ نسبت الف کے بسبب الف کے اقرب الی النقطہ ہونے کے برائی ہو گیا۔ اور یہ مکر ہے اس لیے کہ بعد کوئی چیز نہیں ہے وہی نقطہ کا سریان مختلف منہاج سے ہے جس طرح بنیامین کو جو حضرت یوسف کے حقیقی بھائی تھے فی الواقع قرب حضرت یوسف یعنی نقطہ سے تھا اور اسی قرب کی وجہ سے حضرت یوسف نے مکر کیا اور ان کو اپنے دین میں روک رکھا کہ جس کا وجود نہ تھا اور یہی برائی بنیا میں کی بسبب وہمی بعد کے ہو گئی۔ اسی طرح بر حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ہر ہر ذرہ کو قرب ہے اور وہمی بعد میں مبتلا ہے اور انسان کامل یعنی الف کو حق تعالیٰ سے بہ نسبت اور مخلوقات کے علم اپنے اتحاد کا ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عین اپنے ملک ہونے میں اپنے یوسف ہونے کا علم تھا تو اگر سلوک میں ہر حرف کا یعنی ہر شخص کا بعد وہمی دور ہو جائے تو ہر شخص الف یعنی انسان کامل ہے اور یہ وہ نیکی ہے جس کی جزا نقطہ یعنی حقیقت ہے فاذکرونی اذکرکم کے یہی معنی ہیں ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال ہو صاحب　　اب وہ چاہتے کیا ہو پیمبری ہو جائے

پیمبری بھی حقیقت کا ایک تنزل ہے ہر شخص مثل الف کے عین حقیقت ہے محض وہمی بعد میں مبتلا ہے اور اس وہمی تعین سے باعتبار تشخصات کے علحدہ علحدہ معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ برائی ہے وہ وہم غیریت ہے اور واضح رہے کہ حضرت مصنف نے اس مقام پر بوجہ قول قائل کے الف کو تحت نقطہ مانا ہے حالانکہ فی الواقع الف فوق نقطہ ہے۔ اور الف کو تحت نقطہ ہو جسے مانا ہے کہ سلوک میں سالک اپنی سیر الی اللہ میں پہلے اس مقام الف پر بشدت قرب میں پہونچتا ہے مگر اوسکی جستجو کم نہیں ہوتی اور

ادس کی پیاس نہیں بجھتی تا وقتیکہ نقطہ کے انبساط یعنی تعین انفی سے نکلکر اپنی حقیقت یعنی نقطہ کو پا نہیں لیتا ہے اور نقطہ کو اپنا عین اور اپنے آپکو نقطہ کا عین نہیں دیکھ لیتا ہی اور اوس سے متلذذ نہیں ہو لیتا ہے جس تلذذ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ الف نقطہ ہو جاتا ہے اور نقطہ کا وجود صرف دکھائی دیتا ہے اور الف اپنی تکمیل کی وجہ سے نقطہ کو ظاہر کر کے آپ غائب ہو جاتا ہے یہ کمال الف کا ہے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ذاتی مقام ہی جسکو لابشرط شے کہتے ہیں اور جسکو حضرت محمود التبریزی اور مولانا ے مغربی نے دوائر میں حشیمہ کافور کے نام سے لکھا ہے اسی وجہ سے بسم اللہ میں ب کے نقطہ کو ظاہر کر کے الف غائب ہو گیا پس یہ مقام الف کا جولا مکانی کی قید سے بھی مبرا ہے نقطہ سے اعلیٰ ہے یعنی احدیت سے احد کو فضیلت ہے مگر سواے احد کے اور کچھ ہے نہیں تو پہلا تنزل احد کا احدیت یعنی نقطہ ہے جیساکہ حضرت مصنف نے اوپر بیان کیا ہے کہ الف کا تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ہی پس الف فوق نقطہ بھی ہے اپنے لاتعین ہونے اور نظر نہ آنے کے سبب سے اور تحت نقطہ بھی ہے بحیثیت انبساط نقطہ اور یہی شان جناب باری کی ہے

تنبیہ

النکتۃ فی اتحاد الالف بالباء انما ھو لوجود الالف فیہ و لولا ما فی الباء من وجود الالف لفظا فی الھجاء لما اتحد بالباء الالف ولھذا لو کان الالف اولا والباء ثانیا لما اتحد لان الھجا الموجود فیہ الالف انما ھو اخرہ الذی ھو عینہ فلا یکن ان نتیجہ ہو من

نکتہ باء کے ساتھ الف کے اتحاد میں یہ ہے کہ اوسمیں الف کا وجود ہے اور اگر الف کا وجود لفظاً ب کے ہجے میں نہوتا تو الف تب ب کے ساتھ متحد نہوتا اور اسی لیے اگر الف پہلے ہوتا اور ب بعد کو تو بھی نہ متحد ہوتا کیونکہ وجہ موجود اوس میں الف ہے جو اوس کے آخر میں آتا ہے جسکا عین ہوتا ہے پس

marfat.com

غیر ذلك الوجه فاذا ما اتحد
بالالف الا الالف فاذا لا اتحاد
لزوال الغيرية فكذا الشكل حرف
انما يتحد بالالف من آخره و
هو الوجه الموجود فيه الالف
منه اما ترى في كتابة كل حرف
لا يلتصق بالالف الا اذا كان
الحرف قبله والالف بعده لا
لا يكون الا ذلك لان الهجاء
في ذلك الحرف انما تتقدمه
مادية غير مادية الالف ثم
يتلوه مادة الالف اما في نفسه
نحو هجا الباء واما في غير نحو
هجاء الجيم والسين والنون على
قدر بعد الحرف وقربه من هيئة
الالف وطبيعته ومكانة وعلى
ذلك شكله فالالف موجود في
كل حرف وهو ملتصق باحرف
مخصوصة من وجه مخصوص و
لا يلتصق باحرف اخرى من وجه
من الوجوه نحو الدال والذال

اس طرح کے سوا اور کسی طرح متحد ہونا ممکن نہیں
ہے پس جبکہ نہ متحد ہو الف مگر الف کے ساتھ
تو اسوقت میں اتحاد زوال غیریت کے لیے
ہے۔ پس اسی طرح پر ہر حرف اپنے آخر سے
الف کے ساتھ متحد ہوتا ہے اِس واسطے کہ
وجہ موجود اوسمیں الف ہے۔ ہر حرف کی کتابت
میں دیکھو کہ کوئی حرف الف سے ملتصق نہیں
ہوتا ہے مگر جب کہ وہ حرف الف سے اول
ہو اور الف اوس کے بعد ہو۔ ہمیشہ یوں ہی
ہوتا ہے اس واسطے کہ اس حرف کے ہجے میں
مادیت غیر مادیت الف مقدم ہوتی ہے
پھر وہ مادہ مادہ الف کہا جاتا ہے یا فی نفسہ
جیسے ب کے ہجے میں یا فی غیرہ جیسے ج
اور س اور ن کے ہجے اوس حرف کی
ہیئت الفی و طبیعت الفی و مکانۃ الفی سے
قرب اور بعد کے موافق اور کل الف سے
اسی طرح سے ہے پس الف ہر حرف میں موجود
ہے اور حروف مخصوصہ کے ساتھ بوجہ
مخصوص ملتصق ہے اور چند حروف کیساتھ
ایک وجہ سے ملتصق نہیں ہوتا ہے جیسے
د ذ ر ز و صرف یہ پانچ حرف ہیں

marfat.com

والتاء والزاء والواو وما ثم
الا هذه الخمسة احرف وانظر
كيف الالف موجود بكماله في
كتابة صورة كل حرف من
هذه الاحرف بكماله كذالك
الجمادات والانعام اذا حشر
كل الى ربه في يوم القيامة
يصير فناء محضًا لا باقي منها
الا هو في هويته ليس له فيهم
نظر بخلاف الانسان فانه اذا
رجع الى ربه سبحانه وتعالى
لا يبقى الا هو في هويته ولابد
من نظرة الى المرتبة المسماة
بالانسان منه لانتفاء الجهل
ولحصول اللذة وتمام الكرامة له
مع انعدام كل ما سوى الله تعالى
بخلاف الجمادات فان الله
يفنيها ويعدم اجسادها و
ذواتها لانه ما جعل لها وجودًا
قائمًا في العالم بل كان هو
النظام فيها ولم يجعل لها

(جن سے الف ملتصق نہیں ہوتا ہے) دیکھو الف
ان میں سے ہر حرف کی صورت کتابت میں
کس طرح اپنے کمال کے ... موجود ہے
اسی طرح جمادات اور چوپائے جب کہ ہر ایک
اپنے پروردگار کی طرف قیامت کے دن
اٹھائے جائیں گے تو فنائے محض ہو جائیں گے
اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہیگا مگر وہی
جل جلالہ اپنی ہویت میں باقی رہے گا۔ اسکو
یعنی اللہ کو انمیں نظر نہیں ہے بخلاف انسان
کے کہ وہ جب اپنے پروردگار کی طرف رجوع
کرے گا تو باقی نہ رہے گا مگر وہی انسان اپنی
ہویت میں اور اوس کے مرتبہ کی طرف نظر
ہونا بسبب انتفائے جہل اور حصول لذت اور
تمام کرامت کے جو اوسکے لیے ہے باوجود
کل ما سوی اللہ کے معدوم ہوجانے کے ضروری
ہے بخلاف جمادات کے کہ اللہ تعالی اون کو
معدوم کریگا اور اون کی ذاتوں اور جسدوں کو
فنا کرے گا اس لیے کہ اوس نے انکا وجود تمام
عالم میں نہیں کیا ہے بلکہ خود انمیں ظاہر تھا
اور اوسنے اون کے وجود کو اون کی ملکیت میں
نہیں دیا ہے الف کو دیکھو کہ پانچ حروف میں

marfat.com

ملكية وجود كما ترى الالف
في الخمسة احرف كيف ظهر
بنفسه منفردًا على صورته و
هيئة غير ملتصق بحرف من
الحروف وهذا محل عدم
الدعوى للجمادات بالوجود
لانه لا تتم لوجود نفس الحرف
الا بالتصاق الالف ولو في
الهجاء اذ هو عين حياتها لان
حياة الالف هي السارية في
اجساد الحروف ولولا ذلك لما
كانت للحروف معنى فما التصقت
به الا في الهجاء ولا في الخط فهي
برية من دعوى الوجود واما
باقي الحروف فقد ملكوا الوجود
كما ملك الحق سبحانه وتعالى
الانسان وجودا يتميز به الانسان
في نفسه وتحقق ان له وجودًا
وذاتًا مغائرة لوجود غيره و
ذاتًا سواه بخلاف الحيوان فانه
ولو كان له روح فلا عقل له

دیکھا جاتا ہے کیا بنفسہ اور منفرد علی صورتہ
وہیئتہ اور غیر ملتصق کسی حرف کے ساتھ حروف
میں سے۔ اور یہی جمادات کے لیے وُجود کا
دعوی نہ ہونے کا محل ہے اس لیے کہ نفس
حرف کا وجود نہیں پورا ہوتا ہے جب تک الف
اوسکے ساتھ نہ ملایا جاوے اگرچہ وہ ملانا ہجے
میں ہو اس لیے کہ الف اوس کی عین حیات ہے
کیونکہ حیات الف اجساد حروف میں ساری
ہے اور اگر حیات نہوتی حروف کے معنی
نہوتے پس ملتصق ہوا الف اون حروف کے
ساتھ مگر ہجے میں نہ کہ خط میں تو وہ یعنی وہ
پانچ حروف دعوائے وجود سے بری ہیں
لیکن باقی حروف بالتحقیق وجود کے مالک
ہوئے جیسا کہ حق تعالی نے انسان کو وجود
کا مالک کیا کہ انسان فی نفسہ بوجہ اوس
ملکیت کے متمیز ہوتا ہے اور یہ ثابت ہوتا
ہے کہ اوس کے لیے وجود اور ذات ہے کہ
جو اوس کے غیر کے وجود سے مغائر ہے اور
غیر کی ذات کے علاوہ ہے بخلاف حیوان کے
پس حیوان کے لیے اگرچہ روح ہے مگر عقل
نہیں ہے اور اگر عقل بھی ہو تو اپنے خیال میں

marfat.com

ولو عقل فلا حافظة تمسك له
في خياله ما تعقله۔
فنهاية تعقل الحيوان لما هو
بصدده مما تقتضيه الشهوات
الطبيعة والعادات الحيوانية
وتطلب النفس في اول وهلة من
الحفظ وغيره ولو كانت له حافظة
تمسك له ما يعقل حتى يقيس
بعض اجزائه المعقولة على بعض
فيحكم بعد ذلك على الاولى
والاحسن منها لكان كاملا في
مرتبة الوجود وليس هذا
الا للملك والانسان فقط ولاجل
هذا لم يتجل الحق لشيء في
نفسه اعني نفس الحق سبحانه
وتعالى الا للانسان لجمعه
بين العقل والشهوة واما الملك
لاختصاصه بالعقل فتجلى الحق
له في نفسه لا في نفس الحق
لنزوله عن درجة الكمال الجامعة
بين التشبيه والتنزيه بخلاف

اوس چیز کے تمسک کا حافظہ نہیں ہے جس کا
تعقل کیا ہے پس حیوان کے تعقل کی انتہا
یہ ہے کہ وہ جس چیز کے درپے ہیں وہ اون
چیزوں میں سے کہ جن کو شہوات طبیعہ او عادات
حیوانیہ مقتضی ہیں اور یہ عادات و شہوات طلب
نفس کرتی ہیں اول وہلہ میں حفظ و غیرہ
سے اور اگر اوس کے لیے حافظہ تمسک بھی ہو
تو اُسکے لیے نہ سمجھا جائے گا یہانتک کہ اُسکے بعض
اجزاے معقولہ البعض پر قیاس کیے جائیں اسکے بعد اُن اجزاے
معقولہ میں سے اولیٰ اواحسن پر حکم کیا جاے تاکہ مرتبہ وجود میں
کامل ہو اور یہ ملکیت وجود صرف فرشتہ اور انسان
کے لیے ہے اور اسی وجہ سے حق نے یعنی نفس
حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی چیز کے لیے فی نفسہ
تجلی نہیں کی بجز انسان کے بسبب انسان کے
جامع ہونے کے بین العقل والشہوۃ اور لیکن
فرشتہ کو بسبب اوس کے اختصاص بالعقل
کے پس حق نے فرشتہ کے لیے فرشتہ کے
نفس میں تجلی کی نہ نفس حق میں بسبب اپنے
نزول کے درجہ کمال سے جو تشبیہ و تنزیہ
دونوں کا جامع ہے بخلاف حیوان کے پس
حیوان کو آمیں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں ہے

marfat.com

الحیوان لانہ لا قدم لہ فی ذلک
فلیس لہ ملکیۃ وجود کمال
الانسان فہذا محل دعوی
الانسان بالوجود وہو الحجاب
الاعظم الذی لا ینکشف الا بعد
الموت الاکبر الذی ہو زوال
علمک بوجودک بعد التحقیق
بحقایق التوحید وبعد ذالک
لا بد من نظرک تجلیہ علی
اللہ تعالی الی ہذا الانسان و
ہیکلہ لبقاء نشاتہ وصورۃ
الظاہرۃ وہذا النظر غیر
النظر الاول الذی کنت تراہ
فافہم رزقنا اللہ وایاک
تحقیق ذالک کلہ انہ علی کل
شئ قدیر۔

اسلیے کہ حیوان کے واسطے ملکیت وجود کمال
انسانی نہیں ہے پس یہی وجود انسان کا محل
دعوی ہے اور یہی وہ حجاب اعظم ہے جو نہیں
کھلتا ہے مگر اوس موت اکبر کے بعد کہ جس سے
تیرے اوس علم کا کہ جو تجھ کو اپنے وجود کے
ساتھ ہے۔ بعد التحقیق بحقائق توحید زائل
ہو جانا مراد ہے اور لازم کر لیا ہے اللہ تعالی
نے اس نظر سے کہ جو تیرے لیے ہے اپنی تجلی
کو اس انسان پر اور اوس کی ہیکل پر تاکہ
اوس کی نشاۃ اور صورت ظاہرہ باقی
رہے اور یہ نظر اوس پہلی نظر کے علاوہ ہے
جس سے تو اوس کو دیکھتا تھا۔ پس اس
بات کو سمجھ اللہ ہم کو اور تجھ کو ان سب
باتوں کی تحقیق کی توفیق دے بے شک وہ
ہر چیز پر قادر ہے۔

اس تنبیہ کا ترجمہ نہایت مشکل تھا مگر کیا اچھا ترجمہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ جس سے شرح کرنیکی ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی لیکن چونکہ حضرت مصنف نے اس تنبیہ میں عالم عالم بیان کیا ہے اور معیت حق کو حروف کی تمثیلات میں جمادات سے لیکر نباتات و حیوانات و ملائک و انسان تک جیسے کہ ہو بہو وہ ہے ثابت کیا ہے اس لیے اس کی تشریح جہاں تک کی جائے کم ہے بہر حال کچھ نہ کچھ انموذج کے طور پر

marfat.com

لکھنا چاہیے۔ اور جہاںتک علم الیقین اوس کی شہادت دیتا ہی اور اسکو بیان کرنا چاہی عین الیقین اور حق الیقین بیان کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حضرت مصنف نے خود اس تنبیہ میں اولاً نکتہ کا لفظ لکھا ہے اور نکتہ بمعنی سر ہے اور سر من حیث السر کبھی ظاہر نہیں ہوسکتا اور نہ بیان میں آسکتا ہے اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے انسان کی تعریف عین اوسی سر کے لفظ سے کی کہ الانسان سری وانا سرہ[۱] اور اسی واسطے حدیث قدسی میں ہے ان اللہ خلق الخلق[۲] فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ اور اسی واسطے انسان کی تعریف بھی اوسی ظلمت سے کی کہ انہ کان ظلوما جھولا کہ جسکی وجہ سے وہ متحمل بار امانت کا ہوا اور اسی واسطے جناب باری نے تخلیق عالم کی بابت فرمایا کہ کنت کنزا مخفیا[۳] فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (الحدیث) عالم میں جو ذرہ کہ اپنے حقیر سے حقیر وجود ذرگی کا دعوی کرتا ہے اوس وجود کو حقیقی جاذبات کی کشش وکوشش نے قائم کیا ہی ورنہ چھوٹا سا وجود بھی ذرہ کا موجود نظر نہ آتا کیونکہ بہر حال اوسقدر وجود میں چسیدگی ہے ؎

فلک سرگشتہ از دے ذرگاپوے		ہوا در دل بامیدی کے بوے	

ع	آب ہر سو دوان کہ آب کجا	

العشق نار یحرق ما سوی المحبوب[۴]۔ بالجملہ معیت حق کے اطوار میں ایک طور یہ ہے جیسے الف کا الف کے ساتھ وہاں نسبت بھی گم ہے دوسرا طور یہ ہے جیسے الف کا نقطہ کے ساتھ یا الف کا نون کے ساتھ یا قلم کا دوات کے ساتھ یا اللہ کا ہاے ہویت کے ساتھ یہیں سے کارخانہ عالم چلا ہے اور یہیں سے ہنگامہ ازل لازال شروع ہوا ؎

انگور میں یہ مے تھی پانی کی چار بوندیں		جسدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہی	

[۱] انسان میرا بھید ہے اور میں اوس کا بھید ہوں ۱۲ [۲] اللہ نے خلق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر اپنے نور سے اون پر روشنی ڈالی ۱۲ [۳] میں خزانہ مخفی تھا چاہا میں کہ پہچانا جاؤں میں پیدا کیا میں نے خلق کو [۴] عشق ایک آگ ہے کہ محبوب کے سوا سب کچھ پھونک دیتی ہے ۱۲

marfat.com

تیسرا طور جیسے الف کا دیگر حروف کے ساتھ ہے بمناسبت صنف ہر حرف و قابلیت
ہر حرف کے بیچ میں چوتھا طور جیسے الف کا ذ ذ د ر ز و کے ساتھ ہے ظاہرا یہ چار
طور تنزل حقیقت کے معلوم ہوتے ہیں مگر ان اطوار سے عوالم کی تخلیق کی اور انکے
اقسام کی حد و نہایت نہیں ہے۔ الف کا الف کے ساتھ اتحاد ظاہر کرتا ہے کہ مرتبت
حقیقت کی غیب اور غیبوبیت میں منتہی نہیں ہے اور نہ منتفی ہے اور نہ اوس کی کوئی
ابتدا ہے اور وہ فی نفسہ قدامت سے مبرا ہے کیونکہ حدوث اوسکا مقابل نہیں ہے
یعنی قدیم فی نفسہ ہے ابدیت سے منزہ ہے کیونکہ ازلیت کی نسبت اوسکو چھو نہیں
سکتی تنزیہ سے پاک ہے کیونکہ تشبیہ اسکو دھبہ نہیں لگا سکتی موجودیت سے معرا ہی
کیونکہ فی نفسہ وجود ہے یہ میں اوس الف کی تعریف کر رہا ہوں جو بسم اللہ میں ب کے
نقطہ کے بعد سے غائب ہو گیا ہے اور وہ نقطہ بار کے مافوق ہے اب اس الف کے
علاوہ جو وجود یا عدم ہوگا وہ اگرچہ بے کیف و بے رو و بے جہت ہو لیکن وہ الف
کا تنزل ہی کہا جائے گا پس نقطہ جس کو احدیت کہتے ہیں اور جس میں رسوم مرتفع
ہیں الف احد کا پہلا محل تنزل ہے اور مصدر تنزیہات و تشبیہات ہے اور وجہ حقیقی
کا خال ہے تعجب ہے کہ ع قائم النار یہ بارود کا دانہ کیسا

اور عالم قلب کا سویدا ہے اور عالم امر کا حجر اسود ہے اور عالم انفسی کا نطفہ ہے
اور عالم آفاقی کا بیج ہے اور کل ادوار کا مرکز ہے جسکی وجہ سے ہر شے حیرت زدہ ہے اور اپنی
ابتدا و انتہا کو نہیں پہچان سکتے اور مثل نقطہ مرکز کے دائرہ کے ہر جزو سے ہر آن علی التساوی
ملتصق ہے اور باوجود التصاق کے اوسکو اپنے نفس مرکزیت میں کسی سے تعلق نہیں
ہے پس عوالم مذکورہ بالا میں جمادات سے لیکر نفوس و عقول تک اسی نقطہ کا نام مادہ
ہے جو بلحاظ مراتب تنزلات میں منزل ہوتا ہوا جمادات کی صورت میں ظاہر ہوا ہے
اور ترفعات میں مادہ سے نبات اور نبات سے حیوان اور حیوان سے جن ہوا کیونکہ

ملائکہ کی دو قسمیں ہیں ملائکہ نوری و ملائکہ عنصری جن ملائکہ عنصری کے مشابہ ہیں اسی وجہ سے شیطان ابوالجان ہو کر ملائکہ کو تعلیم دیتا تھا کیونکہ اوسکو ایک خاص نسبت ملائکہ کروبیان کے ساتھ فطرتًا تھی جنکو حضرت آدم کے سجدہ کا حکم ہوا تھا۔ اور تیسری قسم ملائکہ عالین ہیں جن کو سجدہ کا حکم نہیں ہوا تھا وہ ان دونوں قسموں میں داخل نہیں ہیں بلکہ اون کی تخلیق عقول ونفوس سے ہے۔ الغرض وہی وہ جن سے ملک اور ملک سے طبیعت طبیعت سے انوار انوار سے نفوس نفوس سے عقول انتہائے درجہ کو پہونچ گیا ہے حالانکہ نفوس وعقول میں بسبب شدت صرافت کے مادیت نہیں پائی جاتی ہے مگر اس سے آگے مادہ کو گنجائش نہیں ہے بلکہ فی الواقع مادہ طبیعت ہی تک رہجاتا ہے اور عقول ونفوس میں ایک قسم کی روحانیت ہے یعنی روحانیت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم مستی ہے جسمیں تعقل وتدبر کو دخل نہیں ہے۔ دوسری قسم تعقل وتدبر ہے اور اسی قسم سے عقول ونفوس کی تخلیق ہے عقول اجمالی تدبر ہیں اور نفوس تفصیلی تدبر ہیں اور یہ دونوں قسمیں انسان کے ساتھ بجامعیت مخصوص ہیں اگر غلبہ تعقل وتدبر سے ہے تو تنزلات کے پھنسادہ میں ہے اور اگر غلبہ دیوانگی ومستی ہے تو اپنے مراتب اعلے سے استفادہ کرتا ہے اسی وجہ سے مولانائے روم فرماتے ہیں کہ ع

عقل از دہلیز می ناید برون

اور سے

لا جنون[۵] واحد لی فی الشجون		بل جنون لی جنون فی جنون	

جاننا چاہیے کہ حق تعالی کا ضد وند نہیں ہے اور بلا ضد کے اسکے اسماء کا ظہور نہیں ہو سکتا ہے جس کو عالم کہتے ہیں۔ پھر تخلیق کیونکر ہوئی؟ اسکو خدا ہی جانے اور وہی

[۵] ترجمہ کہ ان جنگلوں میں اکیلا جنون نہیں ہے بلکہ جنوں در جنوں اور جنوں سب ۱۲ ش ش

marfat.com

بتاتا ہے۔ چنانچہ کلام پاک میں حضرت حق نے فرمایا ہے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً یعنی انسان کی ذات سے خبر دی ہے جسکو احدیت اور نقطہ باء اور نون کہتے ہیں اور وجود حقیقی کا خال اور عالم قلب کا سویدا ہے اور جو عدمیت وجہل وظلمت میں اپنی آپ مثال ہے اور حق فی نفسہ وجود محض اور علیم وقدیر ومرید وسمیع وبصیر وکلیم ہے پس ہستی بحت کا مقابل بجز نیستی محض کے نہیں ہوسکتا صاحب گلشن راز فرماتے ہیں ؎

عدم در ذات خود چوں بود صافی عدم آئینہ عالم عکس وانسان	ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی چو چشم عکس در وی شخص پنہاں

چونکہ عدم کی قابلیت نے وجود کو اپنے آپ میں منعکس کرلیا پس حق اپنے جمیع اسماء وصفات سے متوجہ ہوکر اپنے اسماء وصفات کو ملاحظہ فرمانے لگا اور اسی کو نفخت فیہ من روحی سے تعبیر کیا کہ جو عکس حق آئینہ عدم میں مع تمامی اسماء وصفات حق کے ظہور میں آیا وہی صورت انسان ہے جس میں حق بسبب اسکی عدمیت کے سماگیا ہے۔ اور اسکو ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ شرف دیا ہے کہ جس طرح حق فرمائے انا کنا انسان عرض کرے کنا انا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم وعلم آدم الاسماء کلھا کے محل ومورد ہوئے اور حق تعالیٰ کی نظر رحمت کے مرحوم ہوئے اور جب تک یہ نظر رحمت رہیگی معدوم ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ حق ہے ؎

آدمی دیداست باقی پوست است	دیدآں باشد کہ دید دوست است

اخیر مصرعہ کے معنی غالباً عام لوگ یہ سمجھتے ہونگے کہ انسان ہر وقت حق کو دیکھتا رہے یہ معنی نہیں ہیں بلکہ حق اپنے آپ کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے تو انسان معلوم ہوتا ہے

سلہ کیا انسان پر زمانہ سے ایک وقت آیا ہے کہ وہ کوئی شے نہ تھا ۱۲ سلہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔

marfat.com

کیونکہ دیکھنا موجودیت کو چاہتا ہے اور موجودیت فی نفسہ انسان میں نہیں ہے ۔

عدم موجود گرددایں محال است	وجود از زد سے ہستی لایزال ست

جب تخلیق انسان کی نص صریح کی رو سے عدم سے ہوئی تو جو کچھ اسمار و صفات و افعال میں موجودیت انسان کی معلوم ہوتی ہے وہ انسان کی ہو نہیں سکتی کہ قلب حقائق محال ہے۔ اور حق کی اسی توجہ کا نام نکاح معنوی ہے جس سے تخلیق عالم ہوئی ہے۔ نکاح معنوی کے واسطے کابین کا ہونا ضروری تھا حق نے مہر معجل فوراً ادا کیا کہ انسان کو اپنے تمامی اسمار و صفات سے مشرف فرمایا۔ اور وہی انسان بصورت عالم ظاہر ہے یہ آفاق نان و نفقہ ہے اور انسان کو چشم عالم بنایا جس سے وہ خود عالم کو دیکھتا ہے اور انسان کے تمامی اسمار و صفات سے عالم کا کاروبار کرتا ہے۔ اور خود بنفسہ مثل مردمک انسان کی آنکھ میں چھپا ہوا ہے کہ اگر انسان چاہے کہ اوسکو اپنی آنکھ سے دیکھے نہیں دیکھ سکتا ہی اسی عینیت سے کلام مجید میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ﴿وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ﴾ حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہیں ۔

سنا میں نے یہ مرشد کی زبانی	وہ سب میں یوں ہی جوں بلبہ میں پانی
خدا کہتا ہے الانسان سری	کہوں کس سے میں یہ سر نہانی
بنایا اوس نے آدم کو خلیفہ	اگر سے وہ کیوں نہ سب پر حکمرانی
بڑا ہے اسم جامع کا وہ مظہر	رکھے ہر چیز سے اوس میں نشانی
بنایا ہے اوسے صورت پر اپنی	زیادہ اس سے کیا ہوگی کلانی
رکھا بار امانت اوس کے سر پر	نہ آے اوسکے دلمیں کچھ گرانی
کہا تب ظالم و جاہل ہے انسان	یہ لفظوں کے عجائب ہیں معانی

لہ اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہتا ہے اللہ ۱۲

لگا کرنے وہ اپنے نفس پر ظلم | جتایا اوسکو یہ دشمن ہے جانی
وجود غیر سے جاہل ہے مطلق | نہو کیوں اوسپہ حق کی مہربانی
امانت دار عشق و معرفت ہے | نہیں جگ میں کوئی آدم کا ثانی

نفخت فیہ من روحی کا دم بھر
ترا اب آگے نہ کر طول اللسانی

ملائکہ عالین کے متعلق حضرت شیخ اکبر نے فص عیسوی میں تحریر فرمایا ہے کہ اُن کو سجدہ آدم کا حکم نہیں ہوا تھا بلکہ ملائکہ کروبیان کو ہوا تھا اور ملائکہ عالین خلقت میں بنی نوع انسان سے اعلیٰ و افضل ہیں اوسکا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیے کہ فی الواقع ملائکہ عالین انسان کامل سے افضل ہیں بلکہ انسان کامل ملائکہ عالین سے افضل ہے کیونکہ جو جامعیت انسان کامل کو حاصل ہے وہ ملائکہ عالین کو باوجود فضیلت خلقت کے حاصل نہیں ہے اسواسطے کہ ملائکہ عالین کی تخلیق اسمار و صفات معقولی انسان کامل سے ہے۔ اگرچہ انسان کے ہر جزو و سماسے معقولات انسانی افضل ہیں لیکن چونکہ جامعیت کیوجہ سے انسان دیگر معقولات کا بھی حاملہ کیے ہوے ہی لہذا وہ معقولات بھی انسان سے پیدا ہیں اور انسان کے اسمار و صفات کا ایک جزر ہیں اور انسان کل ہے اور کل اپنے جزو سے اعلیٰ ہی۔ ملائکہ عالین مثل محفوف شیشہ کے ہیں جسمیں قابلیت انعکاس وجہ حقیقی کی نہیں ہے۔ انسان میں علاوہ اوس معقولیت کی جس سے ملائکہ عالین کی تخلیق ہے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی ہی ہے

چو پشت آئینہ باشد مکدر | نماید روے شخص از روے دیگر

چونکہ آدمی تمامی اسمار کا مظہر پڑا ہے لہذا بنسبت دیگر مخلوقات کے اِس میں ظہور حق تمامہ ہے اور اسکی وجہ سے اسکا وجود فی نفسہ غائب ہے۔ اسیواسطے یہ اسمار عدمی حق کا بھی مظہر ہو گیا ہی اور وجود کے مقابل ہوا ہی اور وجود محض کے تقابل اور اپنی نیستی کی وجہ سے اسکا مستحق ہے کہ اسکی ذات عین حق کی ذات ہو اور یہ نفس حق ہو

marfat.com

اور ملکیت حق سے مشرف ہوا سیواسطے حضرت حق نے فرمایا ہی وسخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون۔ اب آپکو تعجب ہوگا کہ سورۂ والتین میں حضرت حق نے انسان کی تخلیق احسن تقویم میں بیان فرمائی ہے یہ فرمانا جامعیت انسان پر دلالت کرتا ہی پھر یہ کہاں سے فرمایا کہ ثم رددنٰہ اسفل سافلین کیونکہ کل اسمار کی جامعیت نے تو اسکو احسن تقویم بنایا اب وہ کون اسمار ہے کہ جس سے اسفل السافلین کی ضرورت پڑی۔ پس یہ وہ اسمار ہیں جنکی نسبت میں نے اوپر لکھا ہے کہ اسمار عدمی حق ہیں کہ جنکی وجہ سے ظہور تو ہوا کہ واہمہ خلاق ہے مگر وجود کچھ نہیں پس انسان کا پھنسا وہ ناسوتیات میں محض وہمی و عدمی ہے اور اسکے معاصی محض وہم غیریت پر مبنی ہیں جس کا وجود ہی نہیں۔ اسیوجہ سے حضرت آدم نے وہم غیریت کو اپنے سلوک باللہ میں میٹ دیا اور باوجود ممانعت کے گیہوں کھا لیا یعنی معصیت کے طالب ہوے جنکو شہوات ناسوتی کہتے ہیں اور اس عرفان کے مقابلہ میں تاکہ اسمار حق کی جامعیت حاصل کریں بہشت سے نکالی جانیکی کچھ پروا نہ کی اور اپنے نفس احسن تقویم پر ظلم کیا ظلم کے دو معنی ہیں ایک تو جبر کرنا۔ دوسرے تاریک کر دینا ان دونوں معانی کا مظہر ہونا حضرت آدم نے چاہا اور بہشت سے نکالے جانے کا خطرہ نکر کے اپنے نفس پر ظلم کیا تاکہ اسمار عدمی حق کے بھی مظہر ہو جائیں جو اسمار کہ تاریک ہیں اور عرفان سے نکلکر جہل کی ظلمت کا بھی احاطہ کر لیں جو اسم عدمی ہے ایسی معصیت پر جو جامعیت حق کے مظہر ہونے کی پوری قابلیت پیدا کرے زہد و تقوی کو قربان کرنا چاہیے اور ایسی معصیت پر خود قربان ہو جانا چاہیے اور اس خراباتیت پر جان نثار کر دینا چاہیے ؎

بیا ساقی آں بکر مستور مست	کہ اندر خرابات دارد نشست

سلہ اور تمھاری مٹھی میں کر دیا جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ۔ اسمیں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فکر کرتے ہیں ۱۲

بمن وہ کہ بدنام خواہم شدن	مریمے وجام خواہم شدن

اور فرشتے اس معرفت کی قابلیت نہیں رکھتے تھے اسوجہ سے اون کو یہ سر معلوم نہوا تب انھوں مے اعتراض کیا حضرت حق کی جانب سے اون کو اعلام اس معاملہ کا کیا ہو سکتا تھا بجز اسکے کہ کہدیا گیا انی اعلم ملا تعلمون اور انسان کو اگر یہ قابلیت طواف حجر اسود یعنی سویداے دل یعنی تمامی اسمار وصفات حق کی نہوتی اور خطرات ووساوس کو کنکریوں کی طرح پھینک کر علیحدہ نہ کردیتا تو اس قابل نہوتا کہ اپنے سلوک وسفر در وطن میں حج اکبر حاصل کرے یعنی دیدار حق سے مشرف ہو کہ ؎

حج زیارت کردن خانہ بود	حج رب البیت مردانہ بود

اور جبل عرفات میں بے تکلفی کے ساتھ حق سے ہمکلام ہو اور بجز آواز خطیب کے اپنے کچھ نہ دیکھے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	اینقدر ہست کہ بانگ جرسی می آید
؎ دلیل کارواں بانگ جرس ہی	گواہ درد دل اک نالہ بس ہی

اور اوس ستی میں بجز ظہور جامعیت حق وتجلی حق کے اوکسی چیز کی خبر نہو اور تمام وسائل بسبب اتحاد کے فوت ہوجائیں یہاں تک کہ نماز جو فرض عین ہے اوسکا پڑھنا بھی اس میدان میں ناجائز ہو ؎

چوں در آمد وصال را بالہ	سر وشد گفتگوے دلالہ

فائدہ۔ اکثر بزرگان دین کی حالت باوجود ہوش کے ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ ہروقت حج رب البیت میں مصروف رہتے ہیں اور اون کو فرصت عبادت کی نہیں ملتی ہے نا سمجھ لوگ جنھوں نے سلوک نہیں کیا ہے وہ بے سمجھے بوجھے بزرگان دین پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا یہ بزرگان دین پیمبروں سے بڑھکر ہیں جنکی ساری عمر عبادت میں گذر گئی۔ اس اعتراض

۵۱ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۱۲

marfat.com

سے زبان کو رکنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اول تو ہر پیغمبر کسی خاص کام کی استعداد دیکر عالم میں بھیجا گیا ہے وہ کام کرنا انکو لازمی ہے دوسرے یہ کہ کوئی پیغمبر ایسے نہیں ہوے جو خاطی نہیں سمجھے گئے یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۂ عبس نازل ہوئی اور ایک بار مع صحابہ کے آپکی نماز عصر بھی فوت ہوئی ہے جس کی وجہ فقہانے یہ لکھی ہے کہ تاکہ نماز قضا کی ادا کا سلسلہ جاری ہو اور حضرت مولانائے رومی نے لکھا ہے کہ وہ نماز کا فوت ہونا شب عروس کی طرح ہے کہ اتحاد تنزیہ ذاتی میں عابد و معبود کا فرق باقی نہیں رہا تھا کہ آنحضرت کا یہ ارشاد جسکا مؤید ہے۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل[1] پس یہ خطیات پیغمبران علیہم السلام اور معاصی امت جامعیت حق کے احاطہ کی وجہ سے ہیں اور اللہ اسکو خوب جانتا ہے چنانچہ اُسنے فرشتوں سے فرمایا کہ انی اعلم ما لا تعلمون ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو		ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں	

اسی واسطے امتوں سے یہ فرمایا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[2] پس خطرہ غیر ہی شرک ہے اسی سے بچنا چاہیے اور یہی حقیقت معصیت ہے اور ہمارے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے ارشاد ہوا کہ تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں شیدی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنیگا	سمجھے نہ کہ سرتا قدم ادراک بنیگا
تھی خاک سمجھ اون کو کسی نے یہ نہ سمجھا	آدم دم حق سے نفس پاک بنیگا
ہوئیگا کوئی دم میں یہ مسجود ملائک	ہے خاک نشین حاکم افلاک بنیگا
اولاد سے ہوئیگا اسی کے وہ پیمبر	جو صل علی صاحب لولاک بنیگا

[1] میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں سماتا ہے اوس میں ملک مقرب اور نبی مرسل ۱۲

[2] اللہ اسکو معاف نہیں کریگا کہ اوسکے ساتھ کوئی شریک کیا جاوے اوسکے علاوہ جو چاہیگا معاف کردیگا ۱۲

marfat.com

رہ شاد تر اب اپنی حقیقت کو سمجھ کر
صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنے گا

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں آپ کی امت مرحومہ بھی ہے ؎

متحد بودیم با شاہ وجود	نام غیریت بکلے محو بود

الحاصل جب حق تعالیٰ نے ملائکہ کے نفس میں تجلی کی تو ملائکہ عالین کی تخلیق ہوئی اور جب اپنی نفس میں تجلی کی تو یہ اسم رحمن ہوا جو عرش پر مستوی ہے اور عرش کل عالم کو محتوی ہے پس یہی اسم رحمن رحمۃ للعالمین ہوا یعنی رسول اللہ یعنی انسان کامل پس انسان کامل کل عالمین کے لیے جس میں ملائکہ عالین بھی داخل ہیں رحمت ہے اور یہی رحمت ہر مخلوق کی روح ہے اور ہر شے کی روح اوسکی عین ہے لہذا انسان کامل کل مخلوقات کا مع ملائکہ عالین کے عین ہے اور اسماء عدمی حق کا بھی عین ہے اور یہ جامعیت ملائکہ عالین کو نصیب نہیں ہے اور انسان کامل روحانیت کی دونوں قسموں کا جامع ہے یعنی قسم اول مستی خود در خود اور قسم دوم تعقل و تدبر اور اسی تعقل و تدبر سے عقول و نفوس کی تخلیق ہے پس عقول و نفوس کا بھی جامع اور عین ہے اور اس طرح پر تنزلات میں عقل کل و نفس کل و طبیعت کل و ہبا و شکل کل و جسم کل و عرش اعظم و کرسی و سبع سموات کا مع اون کے سیارو و ملائکہ کے جو اون سیاروں کی روحیں ہیں اور عناصر اور مو الید ثلثہ یعنی جمادات و نباتات و حیوانات کا اور جنات کا مع انسان کے فرداً فرداً بمناسبت ہر ہر تعین باوجود اپنے انفراد کے اوسی طرح عین ہے جیسے الف کل حروف کا ہجے میں عین ہے اور اسی طرح پر کل مخلوقات کی صورت میں ظاہر ہے جیسے کہ الف کل حروف کی صورت میں ظاہر ہے اور یہ کل مخلوقات عقول و نفوس سے لیکر انسان تک یعنی کل عالم ایک شخص ہے جسکو آفاق کہتے ہیں اس شخص کے ساتھ کلیتہً انسان کامل کا اتحاد و عینیت اوسی طرح پر ہے جیسے الف کا اتحاد الف کے ساتھ اور یہ اتحاد زوال غیریت کے لیے ہے پس اب کوئی شئے عالم میں باقی نہیں رہی

marfat.com

انسان اپنی ہویت میں اور یہی انسان کی وہ ملکیت وجود ہے جسکا وہ مستحق ہے اور جسکی وجہ سے
وہ اور چیزوں سے باوجود عینیت کے متمیز ہے پس جب سوا انسان کے کوئی چیز باقی نہ رہی
تو قیامت قائم ہو گئی کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ؎ ۱۵

چو روح از تن بکلیت جدا شد — زمینت قاع وصف صفف لاتری شد
وصال این جا گہ رفع خیال ست — خیال از پیش برخیزد وصال ست

اور یہ آنًا فانًا یعنی بغتتًا ہے اور اسی کو حشر کہتے ہیں اور اسکو سن سرمدی کہتے ہیں اور یہیں سے امتداد وقت منقطع ہو جاتا ہے جیسے رات نوم غرق میں ایک منٹ معلوم نہیں ہوتی ہے اور جو معلوم ہوتی ہے تو وہ جاگنے کے بعد معلوم ہوتی ہے پس قیامت کی مثال آفاق میں رات سے ہے اور عالم کی مثال دن سے ہے۔ حقیقی چیز اسمیں رات ہی ہے جو بلا سبب ہے اور دن آفتاب کے سبب سے ہے تخلیق عالم رات ہی میں ہوئی ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ورش علیہم من نورہ آفتاب ہوا اور انفس میں اسکی مثال سونا اور جاگنے سے ہے سونے سے رات جاگنے سے دن ؎ (حضرت صاحب)

آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہے گم ہے وجود — آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن بھرا
اُس طرح تنزیہ بوجھ اور اُس طرح تشبیہ جان — دونوں عالم میں نہیں کوئی دوئی سکو ماورا

یہی سلوک ذاتی اور سفر در وطن ہے اب یہ کل معلومات مع اپنے تاثیر و تاثر کے اپنے اپنے مراتب و مقامات پر اوسی طرح باقی ہیں جیسے شے کے فنا ہونے کے بعد اوسکا علم باقی رہتا ہے پس حضرت حق کے حضور میں یہ سب بکیدفعہ حاضر ہیں اور اسی کو علم حق اور اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور ہر عین دوسرے عین کا آئینہ ہے اور رو نگشار و نگشا ایک دوسرے سے بے حرف و بے زبان متکلم ہے اور بے جہت مخاطب ہے اور ہر شے کی صورت علمی ہے علی الخصوص انسان کے لحاظ سے بقدر اسکے اعمال کے روزنامچہ و اعمالنامہ ہے اور

۱۵ جو شخص کہ زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہے (وجہ سے مراد ذات حق ہے)

marfat.com

اوسی روزنامچہ واعمالنامہ کے مطابق وہ سعید یا شقی ہے اور سعدا کا مجموعی اعمالنامہ بہشت ہے اور اشقیا کا مجموعی اعمالنامہ دوزخ ہے اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہو اور اسی کو نشر کہتے ہیں ومریکے ملائکہ کی مع ملائکہ کے سیر داخل ہے اور ناز و نعم جنت کی سرمستیاں حور و غلمان کی سرگوشیاں و دید بازیاں بمعیت حق سمیں متجلی ہیں وہ سزائے اعمال ہے اور یہ جزائے اعمال ورا انسان کا بل مقام اعراف ہیں ان سب کا عارف ہے [۵۱] وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماهم جو اہل بہشت ہیں وہ اپنے سرور میں سرمست ہیں اور جو اہل دوزخ ہیں وہ اپنی سرگرمی میں سرخوش ہیں۔ سرمستی و سرخوشی مادہ کی ہے جو اون کے اعمال ناسوتی کا خلاصہ ہے۔ جب اعمال ناسوتی کے خلاصہ کا اثر دونوں فریق میں ایک مدت مدید و عرصۂ طویل کے بعد چک گیا تب وہ فریق دوزخ و بہشت سے عالم ناسوت میں بھیجدیے گئے جیسے حضرت آدم گیہوں کھا کر بہشت سے عالم ناسوت میں آئے جیسے خواب میں کسی حسین عورت یعنی حور یا کسی بدصورت عورت کو آدمی دیکھتا ہے تو اوسکو انزال ہو جاتا ہے اور سوتے سے جاگ اوٹھتا ہے اسی طرح یہ لوگ نعمائے جنت و درکات دوزخ سے متلذذ ہو کر نزول کرتے ہیں اس نزول کا نام تعدد مراتب عالم مثال ہے کہ جس سے عالم ناسوت میں آتا ہے اور چونکہ مادیت فی المثل یکرنگ ہوتی ہے لہذا ہر دو فریق رحم مادر سے یکساں متولد ہوتے ہیں اور چونکہ رجوع میں مادہ سے صرافت کی جانب جانے میں بھی اہر دو فریق یکرنگ ہوتے ہیں لہذا ہر دو فریق کی سوت بھی یکساں معلوم ہوتی ہے پس نزول داہنی جانب سے ہے جسکو عالم مثال کہتے ہیں اور عروج بائیں جانب سے ہے جسکے بعد عالم برزخ ہے اور فی الواقع بہشت و دوزخ محض خواب ہے اور اس سے نزول عالم ناسوت میں خواب در خواب ہے کہ جس کے مشاہدہ میں انسان کامل یعنی حضرت حق بیدار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ [۵۲] لاینام قلبی

---

۵۱ اور اعراف پر وہ لوگ ہیں جو سبکو اونکی پیشانیوں سے پہچان لیتے ہیں ۱۲ ۵۲ میرا دل نہیں سوتا ۱۲

marfat.com

ع
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

فرق عالم ملک و عالم ملکوت میں صرف اسقدر ہے کہ عالم ملکوت خواب طویل ہے اور عالم ملک خواب مختصر چھٹکارا نہ اسمیں ہے اور نہ اوسمیں ہے

تا نمیری نیست جان کندن تمام	بے کمال نردبان نائی ببام
ہیچ گنجے بے دد و بے دام نیست	جز بخلوتگاہ حق آرام نیست

من[۱] مات فقد قامت قیامتہ موت سے مراد موت اختیاری ہے نہ موت اضطراری اور موت اختیاری موتوا[۲] قبل ان تموتوا ہے اور ایسے ہی شخص کو انسان کامل کہتے ہیں اور یہ مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ کمال حاصل ہے اور آپ کی تبعیت میں بفرق مراتب اولیاء اللہ کو حاصل ہے اور جو ان مراتب میں تمامہ اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے اوسکو عارف تام المعرفۃ کہتے ہیں اور اسی کے لیے واعبد[۳] ربک حتی یاتیک الیقین ہے چونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان مراتب کا مشاہدہ ہر آن تمامہ فرماتے تھے اور آپ کو یہ مراتب سورہ الم نشرح سے کھولدیے گئے تھے لہذا آپ کو یہ بشارت کی گئی کہ انا[۴] فتحنا لک فتحا مبینا ہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الآیۃ) اور اسی کو اہل ہنود میں "مکش" کہتے ہیں اب آپ چاہے اس عالم میں رہیے چاہے اوس عالم میں ہر جگہ یکساں ہے اگر اس عالم میں آئیں گے تو برزخ بلا برزخ کے ہے اور اگر اوس عالم میں رہیں گے تو قیام بلا قیام کے ہے تمکین تلوین ہے اور تلوین تمکین ہے سہ دردی؛

شیخ صلاح الدین من رہ دان من رہ بین من
اے فارغ از تمکین من وے برتر از امکان من

۱ جو مرا اوس کی قیامت قائم ہو گئی ۱۲ ۲ مرجاؤ قبل مرنے کے ۱۲ ۳ اور عبادت کر اپنے رب کی یہاں تک کہ تجھ کو یقین آجائے ۱۲ ۴ تحقیق ہم نے تیرے لیے بڑی فتح ظاہر کی کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے ۱۲

marfat.com

اب یہ نظر کلی کہ جوہر موجود کی روح ہی اوس نظر کے علاوہ ہی کہ جس سے انسان قبل تکمیل کے ان مراتب کو دیکھتا تھا۔

تنبیہ مختصر اکثر لوگ یہ پوچھا کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح تو نکل جاتی ہے اور جسم یہاں رہجاتا ہے۔ تو عذاب وثواب کس پر ہوتا ہے اگر کسے کہا جاے کہ روح کو مع جسم کے عذاب ہوتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں کہ جسم یہاں رہگیا اور روح نکل گئی پھر یہ صورت کیسے پیدا ہوسکتی ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ عذاب ہو پس انکی طبیعت قبول نہیں کرتی اور منقولات میں جو عذاب وثواب کا ذکر کیا گیا ہے اوسکو ماننا خارج از ایمان جانتے ہیں پس وہ ششدر ہو کر دبسٹ میں رہجاتے ہیں اون کو چاہیے کہ میری اس شرح کو بغور ملاحظہ فرمائیں کہ جس سے ثابت ہوگا کہ جب دونوں عالم محض خواب وخیال ہیں تو بعد مرنے کے روح مع جسم عنصری کے خیال کے عالم برزخ میں جائے گی لہذا یہ جسم عنصری با وجود یہاں رہ جانے کے یہاں تمام نہیں رہا بلکہ اوسکا خلاصہ لطیف ہو کر روح کے ساتھ ہولیا۔ اسی جسم پر عذاب وثواب مترتب ہوتا ہے جیسے انسان کسی اچھے خواب میں اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متلذذ ہوتا ہے اور کسی بُرے خواب میں اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متنفر ہوتا ہی اور پھر جسم عنصری ہی جو یہاں سٹر گل کر اجزاے عالم آفاق میں کھپ جاتا ہے قیامت کبری میں عالم کے فنا ہونیکے بعد اوسی طرح عالم کے خیال کے ساتھ اپنی روح سے متحد ہوجائے گا جیسے ہر ہر شے عالم کی بہ تناسب اپنی اپنی روح سے متحد ہوگی اور وہ روح مع جسم برزخی کے اس جسم عنصری میں جیسی کہ اس عالم میں تھی ہو بہو وہی شخص ہوگی کہ جو اس عالم میں مرا تھا اور جسم برزخی بمنزلہ روح حیوانی ہوگا جسکا مرکب جسم عنصری ہوگا اور وہ خود روح انسانی کا مرکب ہوگا۔ اور دونوں عالم خواب میں تو اس حالت کی مثال یہ ہوگی کہ جیسے آدمی خواب میں دیکھتا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا اوس سے بیدار ہوا ہوں

marfat.com

حالانکہ اب بھی وہ خواب میں سب ہے کیا آپ نے منقولات میں نہیں سنا ہی کہ حشر میں جب پانی برسے گا تو سب روحیں مع جسموں کے قبروں سے نکلیں گی یہ ویسا ہی ہے جیسے شروع سال فصلی میں یعنی اساڑھ کے مہینہ میں پانی برسنے کے ساتھ ہی مینڈک کی خاک کے ہر ٹکڑے سے ایک مینڈک پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد جسم عنصری وروح حیوانی وروح انسانی تینوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی ہے مگر لطافت وکثافت کا فرق ہے۔ وہ بھی بمقابلہ اس عالم کے جسم اور اوس عالم کے جسم کے ورنہ اوس عالم میں جسم عنصری وہ ہوا ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس عالم میں اور روح کے تعلقات جسم عنصری وروح حیوانی سے کبھی غائب نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کے مزارات لائق زیارت ہیں اور لوگوں کو اون مزارات کی زیارت وفاتحہ خوانی سے فیض ہوتا ہے اگرچہ فاتحہ پڑھنے والا بسبب اپنی کثافت کے نہ دیکھ سکتا ہو مگر وہ بزرگ بہت صاف صاف اوسے طرح دیکھتا اور سمجھتا اور فیض دیتا ہے جیسا کہ اس عالم میں وقت ملاقات دیکھتا اور فیض دیتا تھا اور کلام مجید میں سورہ الھکم التکاثر فاتحہ خوانی کی ممانعت کے واسطے نہیں نازل ہوئی ہے بلکہ یہ سمجھانے کو نازل ہوئی ہے کہ جیسے دنیا میں تم کسی بزرگ کی ملاقات کے واسطے جاتے ہو تو اوس کا ادب ولحاظ کرتے ہو ویسا ہی بعد اوس کے وصال کے بھی کرو نہ یہ کہ بعد مر جانے کے اوسکو کوئی اور چیز سمجھ لو کہ وہ خدا ہو گیا یا کوئی فرشتہ ہو گیا بلکہ ویسے ہی بعد اوسکے وصال کے بھی اوس سے ملو جیسے کہ بروقت حیات اوس سے ملتے تھے

تجرید "الف"

تجرد الالف عن عوائق النقطہ وخلص من العوائق التبعیۃ	الف عوائق[۵۱] نقطہ سے مجرد ہوا اور اون عوائق تبعیت سے کہ جو اوس کے بعد مثل بعض حروف کے

۵۱ عوائق بمعنی موانع حوادث روزگار ۱۲

التی تکون بعدہ کتعلق الحروف بعضها ببعض من بعد فلم یکن له تعلق بشئ فی عین نفسه فلا یتعلق الالف فی الخط بشئ من الحروف لاجل ذلک کان ساریا فی جمیع الاحرف بکلیة سریان النقطة فثبت فی اول کل اسم معروف من اسماء الله تعالیٰ فهو مظهر الحق وهو المتحقق بالحق بل لیس الحق الا هو فکانت النقطة له میزانا قاس بنفسه واندرج فی کل ما تندرج فیها النقطة فکانه ما کانت النقطة الا حکمت له وهو محکوم بها بل هو علی حقیقة نفس النقطة لنفی الاثنینیة اذ لا وجود لمسمی الالف الا من حیث النقطة فهو النقطة المؤلفة وهو الحرف الذی برزت النقطة علی صورتها لان ما صورتها الا ما تقدم ذکره من الانبساط فی کل حرف وترکیب کل کلمة وحرف من تضمنها وبرزت فیه

بعض کے ساتھ جو کہ بعد دیگرے ہوں ہوتے ہیں چھوٹ گیا اوس کو تعلق بذاتہ کسی حرف کے ساتھ نہ رہا پس الف تحریر میں کسی حرف کے ساتھ تعلق نہوا اس سبب سے کل حروف میں مثل نقطہ کے سریان کے بالکل ساری ہو گیا پس اسماء حق میں سے ہر اسم معرف سے اول ثابت ہوا پس وہ (یعنی الف) مظہر حق ہے اور وہی متحقق بالحق ہے بلکہ حق نہیں ہے مگر وہی پس نقطہ الف کے لیے میزان ہوا کہ جس سے الف نے اپنی ذات کو تولا۔ اور الف اون کل چیزوں میں مندرج ہوا جن میں نقطہ مندرج ہوتا ہی پس گویا کہ نقطہ الف کے لیے حکم ہے اور الف اوس کا محکوم ہے بلکہ الف حقیقت میں نقطہ کی ذات ہی بسبب دوئی نرہنے کے اس لیے کہ مسماے الف کے لیے وجود نہیں ہے مگر من حیث النقطہ پس الف نقطہ مرکبہ ہے اور وہی وہ حرف ہی کہ جس کو نقطہ نے اپنی صورت پر ظاہر کیا ہے اس لیے کہ نقطہ کی صورت نہیں ہے مگر وہ کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے ہر حرف میں انبساط سے اور ترکیب ہر کلمہ و

متعددة الجسم واحدة الروح لان
كالالف مركب من نقط كثيرة كل
واحدة بجنب اخرى او على الحقيقة
النقطة من حيث هي كلى لا ينقسم
ولا يتعدد يوجد في جميع
جزئياته من غير تعدد في نفسه
كما يوجد الحق تعالى في سمع
الانسان المتقرب اليه بالنوافل و
في بصره وفي يده وفي لسانه فهو سبحانه
بكينونته سمع هذا العبد لا يتعدد
في كينونته بصره وكما انه موجود
في كل شئ مما من اجناس العالم
جميعه بكماله لا يتعدد بتعدد الاشياء
كذلك الالف مع وجوده
في الاحرف الثمانية والعشرين
لا يتعدد بتعددها لان
الالف في جملتها واحد و
من هنا قال من قال ان
الالف ليس من جملة
الحروف كادعائهم الانسان
الكامل ليس من جملة

وحرف میں اوس کی ذات سے اور نقطہ الف
میں متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا
اِس لیے کہ الف نقط کثیرہ سے مرکب ہے
اور ہر ایک سے نت نئی طرح اور حقیقت میں
نقطہ من حیث النقطہ کلی ہے کہ جو نہ منقسم ہوتا
ہے اور نہ متعدد ہوتا ہے اور اپنے کل جزئیات
میں بغیر تعدد فی نفسہ کے پایا جاتا ہے جیسا کہ
حق تعالیٰ سمع انسان میں کہ جو اس کی طرف
بذریعہ نوافل متقرب ہے اور اوس کے بصر
میں اور اوس کے ہاتھ میں اور اوس کی زبان
میں پایا جاتا ہے پس حق سبحانہ اس عبد کی
کینونت سمع سے متعدد نہوگا اوسکی کینونت
بصر میں اور جس طرح کہ وہ جملہ اجناس عالم
میں سے ہر جنس میں بکمالہ موجود ہے اور
تعدد اشیا متعدد نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح
الف مع اپنی وجود کے باوجود اٹھائیس حرف
میں موجود ہونے کے اوس کے تعدد سے
متعدد نہیں ہوتا ہے اِس لیے کہ الف اون
کل میں واحد ہے اور کہنے والے نے یہیں
سے کہا ہے کہ الف اون حروف میں سے
نہیں ہے بسبب اوس کے اِس بات کے۔

marfat.com

غیرہ من المخلوقات فافہم۔	دعویٰ کرنے کے کہ انسان کامل منجملہ اپنے غیر کے مخلوقات میں سے نہیں ہے۔ پس سمجھ

جاننا چاہیے کہ الف مذکر لفظی ہے اور نقطہ عربی زبان میں مؤنث لفظی ہے الف کی مثال قلم ہے اور نقطہ کی مثال دوات جیسے ن والقلم فی الواقع سیاہی دوات ہی کے اندر ہے یعنی مادہ سب نقطہ میں ہے اور اسی روشنائی یعنی مادہ سے کل حروف یعنی مخلوقات کا ظہور ہوا ہے اور یہ حروف کا ظہور سیاہی یعنی مادہ سے قلم یعنی الف کرتا ہے قلم کی معیت سیاہی و حروف کے ساتھ بعینہ ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہی و حروف عین قلم نہیں ہیں کیونکہ قلم حرف کو بناکر خود اوس سے الگ ہو جاتا ہے بلکہ بنانے ہی میں اوس حرف سے الگ ہو ہو کر اوس کو بناتا ہے اور جب وہ حرف ختم ہو جاتا ہے تو وہی تفرد کے ساتھ جو اوس کے بنانے میں تھا قلم اوس حرف سے علحدہ ہو جاتا ہے جس طرح برمرد بعد جماع کے نطفہ دے کر الگ ہو جاتا ہے پس الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ کے ساتھ ہے اور نقطہ کو نسبت زوجہ ہونے کی الف کے ساتھ ہے اور نطفہ من جمیع الوجوہ الف یعنی قلم کا مجموعہ و خلاصہ ہے جسکا قیام نقطہ میں ہو جاتا ہے مرد یعنی الف یا قلم عوائق نقطہ سے جس سے مخلوقات ہوئی ہے جیسا مجرد تھا ویسا ہی مجرد رہتا ہے یہی نسبت حق تعالیٰ کو اشیاء عوالم کے ساتھ ہے اور اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون وھو معکم اینما کنتم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ علی کل شیء محیط اور پھر فرماتا ہے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اسی تخلیق سری کو حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ الف عوائق نقطہ سے مجرد ہوا۔ پس نقطہ احدیت ہے جسکو تخلیق عالم کا عمل کہیے جو پوشیدہ ہے اور اسی کو اہل ہنود دیس "برن گرب کہتے ہیں" اور الف کا تقدم ذاتی کل اسماء الٰہی پر اوسی طرح سے ثابت ہے جیسا کہ اوسکا نقطہ سے مقدم ہونا

marfat.com

ثابت ہے چونکہ مخلوقات کا ظہور عورت سے ہوتا ہے لہذا کل مظاہر احد کا ظہور احدیت سے ہوا اور فی الواقع احد ہی اونکا خالق ہے مگر بحکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن اور بوجہ استغناے حق کے ام الکتاب احدیت ہی سمجھی جاتی ہے لیکن مالک الملک احد ہی۔ پس الف بجاے احد کے ہی اور نقطہ بجاے احدیت کے الف مظہر حق ہے اور وہی متحقق بالحق ہے بلکہ حق نہیں ہی مگر وہی الف۔ اور نقطہ الف کے لیے میزان ہے یعنی اسماء حق احدیت سے منکشف ہوتے ہیں یعنی احد کا ظہور مع اسماء و صفات کے احدیت سے ہوتا ہے اس لحاظ سے نقطہ حکم ہے الف کے لیے اور الف اوسکا محکوم ہے یعنی وہی الف اول ہی اور وہی آخر ہے بلکہ حقیقت میں الف نقطہ کی ذات ہی بوجہ رفع دوگانگی کے اسلیے کہ مسماے الف کے لیے وجود نہیں ہے مگر من حیث النقطہ پس وہی الف ظاہر ہے اور الف نقطہ مرکبہ ہے پس وہی الف باطن ہے کیونکہ اوسکو نقطہ نے اپنی صورت پر ظاہر کیا ہے یعنی الف نے اپنی صورت بمناسبت نقطہ بحکم نقطہ ظاہر کی ہے کیونکہ نقطہ کی صورت نہیں ہے اور نقطہ الف مین الف کے انبساط و ترکیب سے مستر ہن ہے یعنی وہ نقطہ الف مین متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا۔ جیسے حق تعالیٰ نے روح پھونکی نقطہ مانند روح کے مؤنث لفظی ہے اور الف مذکر ہے چونکہ الف اپنے اسم آخر مین نقطہ کثیرہ سے مرکب ہی اور وہی ہر نقطہ دوسرے نقطے سے بجنب آخری ہی لہذا پہلوے آدم سے حوا کی تخلیق ہی اور الف کا نقطہ نفس ہے اور نقطہ کا الف نفس ہے یعنی آدم کا نفس حوا اور حوا کا نفس آدم ہیں چونکہ ذات ہر شے کی اوس کے اوصفات سے اعلی ہے چاہیے تھا کہ حوا آدم سے اعلی ہوتیں لیکن حوا کی ذات آدم ہیں۔ پس آدم فی نفسہ ذات ہوے اور حوا سے اعلی ہوے اسیواسطے الرجال قوامون علی النساء ہی اور وہی نسبت نفس ہونے کی جو نقطہ کو الف کے ساتھ ہے آدم کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے پس آدم مع حوا کے نفس حق ہیں لیکن آدم و حوا کا نفس حق بڑا ہے جو فی نفسہ

حق ہے اور حق کے ساتھ آدم اور آدم کے ساتھ حق ویسا ہی متحد ہے جیسے الف کیساتھ نقطہ اور نقطہ کے ساتھ الف ہیں پس جو سریان حق تعالیٰ کا کل مخلوقات میں ہے وہی سریان آدم کا اور انسان کا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ مخلوقات میں ہے اور یہی علوے درجہ کا فرق جو مرد کو عورت سے ہے حق کو روح سے ہی اور یہی فرق احد کو احدیت سے ہے اور الف کو نقطہ سے اور قلم کو ن سے اور عقل کل کو نفس کل سے اور طبیعت کل کو ہبار سے اور یہی سلسلہ اخیر تک چلا جائے گا پس عورت کو مرد کے ساتھ جزئیت کی نسبت ہے مگر نقطہ منقسم نہیں ہوتا ہے جسکی مثال عورت ہی لہذا وہ جزئیت عورت کو مرد کے ساتھ نہیں ہوتی جیسے کہ اور چیزوں میں جزر کو کل کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ نقطہ اوسی جامعیت کے ساتھ الف کا جزو ہے جو جامعیت الف میں ہے اور وہ جامعیت الف نقطہ سے ظاہر ہوتی ہے لہذا نقطہ صفت ذاتی الف ہی نہ صفت صرف الف۔ اسوجہ سے نقطہ الف کے ساتھ دم مساوات مارتا ہے اگرچہ الف کو نقطہ پر تقدم ہے پس نقطہ کے اسمار و صفات وہی ہیں جو الف کے ہیں اور جس طرح بر الف واحد ہے اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہیں ہوتا ہے اوسیطرح انسان واحد ہی اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہیں ہوتا ہے اور جسطرح الف کا شمار حروف میں نہیں ہے اوسیطرح انسان کا شمار مخلوقات میں نہیں ہے علی الخصوص موت اختیاری کے بعد جب بادہ نفسیت غائب ہو جائیگا تب کوئی فرق اضافی بھی آپمیں اور حق میں نرہیگا ع

تا خدا ہست درین عصر کہ ما ہم ہستیم

تفرید "الف"

عدد الالف واحد والواحد عدد لامن جملۃ الاعداد لان العدد ما	الف کا عدد واحد ہے اور واحد عدد ہے جو منجملہ اعداد نہیں ہے کیونکہ عدد کہتے ہیں واحد

marfat.com

لتكرار الواحد في مرتبتين
فصاعدًا وفائدة تعقل تسمية
المعدود في مرتبة التغائر تعقلا
كميا وليس للواحد في نفسه
مغائرة لعدم السوى فلا يدخل
في حد العدد من هذا الوجه
و دخل فيه من حيث تعقل
عدم تغائره في نفسه فهو عدد لا
كالاعداد كما قالت العقلاء
ان الله شيء لا كالاشياء - و
ستر بروز الالف في عدد الواحد
لبعده من النقطة بعدًا واحدًا و
هو الطول فقط لان النقطة
ما لها طول ولا عرض ولا عمق
ولا سمك وهو له الطول فقط فهو
الخط المستقيم وبرزت الباء في
عدد الاثنين لانها بعدت بعدين
الطول والعرض لان راسها عرض
وجسدها طول وظهر الجيم في عدد
الثلاثة لانه حاز الطول والعرض
والعمق وان شئت قلت العمق او السمك

کی تکرار کو خواہ دو میں ہو یا زائد میں اور فائدہ
اوس کا یہ ہے کہ معدود کی اسمیۃ کا مرتبہ
تغائر میں بلحاظ مقدار تعقل کیا جاے۔ اور
واحد کے لیے فی نفسہ مغایرت نہیں ہے بسبب
عدم مساوات کے اس وجہ سے واحد عدد کی
حد میں داخل نہیں ہے اور من حیث تعقل
عدم مغایرت فی نفسہ اوس میں داخل ہے
پس اس وقت میں واحد عدد ہے مگر مثل اور
اعداد کے نہیں ہے۔ جیسا کہ عقلا نے کہا ہے کہ
"اللہ ایک شئی ہے جو مثل دیگر اشیاء کے نہیں ہے"۔ اور راز
الف کے ظہور کا عدد واحد میں یہ ہے کہ وہ نقطہ سے یہ بعد واحد
بعید ہے اور وہ بعد صرف طول ہے۔ اس لیے
کہ نقطہ میں نہ طول ہے اور نہ عرض نہ عمق نہ
سمک اور الف میں فقط طول ہے پس الف
خط مستقیم ہے اور ب عدد (۲) میں ظاہر
ہوئی اس لیے کہ وہ یہ دو بعد بعید ہوئی اول
طول دوسرے عرض اس لیے کہ اوس کا سر
عرض ہے اور اوس کا جسد طول ہے۔ اور جیم
عدد (۳) میں ظاہر ہوا اس لیے کہ اوس نے
طول اور عرض اور عمق کو گھیر لیا اور عمق کو چاہے
عمق (گہرائی) کہو چاہے سمک (یعنی بلندی)

marfat.com

فهما سيان وانما يتغايران
بتغاير النسبة ان ابتدأت من
اسفل سميته سمكا وان نزلت
من اعلى الى اسفل سميته
عمقا وهذا التعليل ليس في
عدديتهم وهذا سر شريف انا
اول من عبر عنه ولعلنا ان
لبطلنا - ومكنا من القول
ان نتكلم على بقية جملة
اعداد الاحرف واسرارها
كل حرف من اين فيه ما حصل
فيه من العدد وما سره
وما سر كل عدد في نفسه
بهذا اللسان الحقيقي -
انشاء الله -

دونوں برابر ہیں اور یہ دونوں نسبت کے
بدلنے سے بدل جاتے ہیں اگر اسفل سے ابتدا
کی جائے تو اوس کو سمک کہیں گے اور اگر
اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کرے تو اوسکو
عمق کہیں گے اور یہ تعلیل اون کی عددیت
میں نہیں ہے اور یہ ایک ایسا عمدہ راز ہے کہ
جسکو سب سے پہلے میں سمجھا ہوں اور ہم امیدوار
ہیں کہ یہ راز ہمارے لیے اور بسیط ہو اور ہم
اس بیان سے ٹھہر گئے کہ باقی کل حروف کے
اعداد اور اوس کے اسرار پر کہ ہر حرف میں
جو بات کہ اوس کو عدد سے حاصل ہے کیونکر
آئی اور ہر حرف کے سر اور ہر عدد کے
سر فی نفسہ پر اس زبان حقیقی سے کلام
کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سه	در رگ انگوری را دیده اند بیشتر از خلقت انگور را	در فنای محض شے را دیده اند خورده مے با دنوده شور را

یہ فصل حضرت مصنف نے گویا ان دو شعروں کی شرح میں لکھی ہے اگرچہ دراصل انھوں نے ان شعروں کے معنی اخذ نہ کیے ہوں کیونکہ حضرت مصنف اس مسئلہ میں اپنے ذاتی عرفان میں متفرد ہیں۔ حق واحد الذات کثیر الاسماء والصفات ہے مگر کل اسماء حق بذات حق میں مندرج و مستہلک ہیں۔ حق کے چار طور ہیں۔ عدمی۔ عدمی اجمالی

marfat.com

عدمی تفصیلی تفصیلی عدمی جیسے الف کے یہی چار طور ہیں۔ عدمی طور میں وہ اعداد میں شمار نہیں ہوتا ہے تاکہ اعداد کو اُن کے تغایر و تعقل کا وجود دے اور اعداد کو مغائرت بخشتا ہے پس وہ وجود مغایر اوس شے کی ذات ہوتا ہے اور چونکہ وہ ذات فی نفسہ نہیں ہے بلکہ حق کی عطا کی ہوئی ہے لہذا حق اوس عدد میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے الف واحد عدد کی حد میں داخل نہیں ہوتا ہے اور چونکہ حق نے فی نفسہ اوس ذات کو ظاہر و پیدا کیا ہے لہذا من حیث تعقل عدم مغائرت فی نفسہ اوس میں داخل ہے جیسے الف کا ایک عدد کل اعداد میں ساری ہے۔ یہ طور حق کا عدمی اجمالی ہے اور یہ طور عدمی حق سے بہ بعد واحد ہے کیونکہ اس طور میں نقطہ سے فی الجملہ شیئیت الف میں پائی جاتی ہے کیونکہ الف اس مقام پر اوسی نقطہ کے طول کو کہتے ہیں تو الف میں طول ثابت ہوا اور نقطہ میں نہ طول ہے نہ عرض نہ عمق نہ سمک پس ایسی حالت میں الف خط مستقیم کہلائے گا اور یہی طور نقطہ کا بھی مثل الف کے ہونا چاہیے کیونکہ الف و نقطہ حقیقت میں متحد ہیں۔ الف نے بسبب ایک درجہ کے بعد کے جگہہ حاصل کرنی تھی اب نقطہ کے لیے کوئی جگہہ ہونا چاہیے تھی کہ وہ بعد الف کے قائم ہو لہذا النقطہ الف کے نیچے ب ہو گیا کیونکہ الف اپنی تفصیل چاہتا تھا اور وہ تفصیل حاصل نہیں ہو سکتی تھی جب تک بحکم ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون دو بعد نہوں اب تفصیل کی بنا ہو گئی مگر ہنوز اوسکا ظہور نہیں ہوا جبتک کہ نقطہ بھی مثل الف کے اپنی عدمی اجمال کو ظاہر نکرے کیونکہ دونوں متحد ہیں لہذا وہی نقطہ بصورت جیم ہو گیا اور اس جیم ہونے میں الف کے تین بُعد ہو گئے اور نقطہ کے دو بُعد اب نقطہ نے چاہا کہ میرا بھی تیسرا بعد مثل الف کے ظاہر ہو جاے چونکہ تیسرے بعد کو الف نے گھیر لیا تھا کیونکہ ہر چیز کا تین ہی چیزوں سے وجود ہوتا ہے جیسے عالم و معلوم و علم لہذا نقطہ کے تیسرے بعد کی گنجائش عین اتحاد میں باقی نہیں رہی پس نقطہ نے اپنے تیسرے بعد کو

marfat.com

فی الخارج اختیار کیا جو دیگر حروف ہیں۔ نقطہ مع ب اور جیم کے فی الخارج
متولد ہوا جس کو عالم تفصیل کہتے ہیں۔ الف کی غیریت نے اسکا تقاضا کیا کہ نقطہ کو
نہ چھوڑے اوسکے لیے جگہہ باقی ہی نہ تھی کیونکہ نقطہ ذاتی نے تیسرے بعد کو بالکل گھیر لیا تھا ب ۵

غیرتش غیر در جہاں نہ گذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

الف نے اپنی ہویت یعنی طور عدمی سے کہ جسکے لیے جگہہ کی ضرورت نہیں ہی ب
کے تیسرے بعد میں مع اپنے طور اجمالی کے قیام فرمایا پس یہ چوتھا بعد الف کا ہوا اور
یہی تیسری طور عدمی تفصیلی الف یعنی حق کا ہے اس لیے اس طور میں حق متوہم ہوتا ہی
اگرچہ وہ توہم اوس شئے کی پوری صورت ہی مگر حق کا پتہ نہیں لگتا ہے اور اوس بعد
الف سے نفس تفصیلی مرتب ہوا تب نقطہ نے بھی اپنا نفس تفصیلی مرتب کرکے چاہا کہ
میں بھی چوتھا بعد مثل الف کے حاصل کروں لہذا نقطہ نے تمامی اشیا کی صورتیں
اختیار کرلیں جسکو آفاق کہتے ہیں الف نے اپنا چوتھا طور اختیار کیا کہ ہر شے میں بمناسبت
اوس تعین کے متوہم ہو کہ جو توہم اوس شئے کا وجود ہے یعنی جس طرح پر کہ انفس میں
بجمیع الصفات متوہم ہوا تھا اوس طرح پر آفاق میں بمناسبت ہر ہر تعین متوہم ہوا
اور یہ الف کا چوتھا طور تفصیلی عدمی ہے اب اس چوتھے طور میں نقطہ یعنی مادہ کو بسبب
اپنے ناقص تعین کے اسکی سمجھ باقی نہیں رہی گی وہ بتقاضائے حب ظہور و اظہار
چوتھا طور مثل حق کے حاصل کرے تب حق نے باوجود اپنے انفراد کے ہر تعین میں اپنی
ہویت سے روح پھونکی اور فرمایا کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم ۵

نطق آب و نطق خاک و نطق گل	ہست محسوس حواس اہل دل

پس نطق فی الحقیقت خاصہ مادہ نہیں ہے بلکہ صفت حق ہے لہذا الف کا یہ چوتھا
طور یا پانچواں بعد ہوا اور چونکہ یہ اجاد فی الحقیقت حق کے ہیں اور مادہ بھی متکلم و مدرک

۵۱ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خدا کی حمد اپنی تسبیح میں نہ کرتی ہو لیکن تم اونکی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ۱۲

marfat.com

نہیں ہے وہ بھی بحیثیت فنا نزیہی حق ہوالہذا یہ پانچوں ابعاد مع مادہ کے جوانفس وآفاق دونوں میں ہے خاصۂ احد ہوگیا اور احد نے ان پانچوں حضرات کو جن کو میں ابعاد کہتا آیا ہوں گھیر لیا اور اس احاطہ نے بُعد کو منتفی کر دیا اور حضرت الحضرات احد ہوگیا یہی حضرات ستہ ہیں جنکو حضرات صوفیہ بیان کرتے ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ راز جسکو حضرت مصنف سب سے پہلے سمجھے ہیں جیساکہ انھوں نے تحریر فرمایا ہے سرِّ تحول روح وقیام روح فی الجسد ہے اور جب حضرت مصنف ہی آگے بیان کرنے سے ٹھہر گئے تو میں بیچارہ کیا ہوں کہ اس معاملہ میں کچھ دم ماروں ورنہ جو کچھ میری سمجھ میں آیا تھا بیان کرتا

بیان حقیقت الباء

الباء هو العرش وهو النفس الناطقة المسماة من بعض وجوهها بالقلب الذی وسعہ الله والنقطة هی غیب الهویة المسماة بالكنز المخفی التی لا تحول عن کنزیتها وخفائها ابداً فالباء مستوی الاعداد لانها اول العدد ولاعدد الاوللباء موجود فیه کما ان الرحمانیة مستوی اسماء النفسیة التی هی الامهات السبعة وکل اسم فداخل تحته کما قال الحق تعالی

ب وہی عرش ہے اور وہی نفس ناطقہ ہے جسکا نام بعض وجوہ سے قلب ہے کہ جس میں اللہ سمایا ہے اور نقطہ غیب ہویت مسمّٰی بہ کنز مخفی ہے کہ جس کی کنزیت خفا سے کبھی تحول نہیں کیا جا سکتا ہے پس ب مستوی الاعداد ہے اس لیے کہ وہ اول عدد ہے اور کوئی عدد ایسا نہیں ہے کہ جس میں ب موجود نہو جس طرح کہ رحمانیت مستوی اسماء نفسیہ ہے کہ جو امہات سبعہ کہلاتے ہیں اور ہر اسم اون کے تحت میں داخل ہے جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس

قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایًّا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ فالرحمن مشارک اللہ فی التسمی بجمیع الاسماء الحسنیٰ ویفارق اللہ باوراءہ من ذلک فیما لا تقع الاسمیۃ علیہ عندنا کما یقول العالم بنفسہ صلی اللہ علیہ وسلم او استاثرت بہ فی غیبک

نام سے پکارو اوسی کے اسمار حسنٰے ہیں پس تمام اسمائے حسنیٰ سے مسمّٰی ہونے ہی میں رحمٰن اسم اللہ سے مشارک ہے اور اس کے علاوہ اور سب باتوں میں اسم اللہ سے مفارق ہے کہ جن پر ہمارے نزدیک اسمیۃ واقع ہی نہیں ہوتی ہے جیسا کہ عالم بالذات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ او استاثرت بہ فی غیبک

یہ ظاہر ہے کہ بعد الف دنقطہ سے ب ہی ایک حرف ہے جو مستوی کل اعداد ہے اور ب ہی کل عداد میں ساری ہے اب چاہے الف کہو یا نقطہ کہو جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے کیونکہ دونوں متحد ہیں اور اگرچہ ایک دوسرے پر ظاہر ہیں مگر اونکا فی الخارج ظہور نہیں ہے پس ب ہی ایک ایسا حرف ہے جو کل حرفوں میں ساری وطاری کہا جائیگا۔ اسیطرح جو شئے کل مخلوق کو احاطہ کرے اوسکو عرش کہنا چاہیے اور جو شئے مدرک کلیات و جزئیات ہو اوسکو روح یا نفس ناطقہ کہنا چاہیے۔ پس ب کی جامعیت بسبب اعداد میں مستوی کے عرش ہوئی اور چونکہ وہ جامعیت بحکمت تامہ ہے جو اوس شئے کے مدرک ہونی پر قطعی دلالت کرتی ہے تو ب کی جامعیت کو مساوات عرش کیساتھ ہے اور قلب کو جسکو ملا نفس ناطقہ کہتے ہیں بسبب مدرک ہونے کے مناسبت ارواح کے ساتھ ہے اور روح کنز مخفی ہے جس نے عرش قلب یا قلب عرش کو سما لیا ہے انفس میں جس شئے نے قلب کو سما لیا ہے وہ روح ہے اور آفاق میں جس شئے نے عرش کو سما لیا ہے وہ اسم رحمن ہے اور اسم روحی اور اسم رحمن نے جو درحقیقت ایک ہی چیز ہیں امہات سبعہ حق کو قبول کر لیا ہے جس طرح (بلا تشبیہ) رحم نطفہ کو قبول کرتا ہے اور اس قبول کرنے سے ہر اسم اوسکے تحت میں

لہ یا اثر لیا تو نے اوس چیز سے اپنے غیب میں ۱۲

marfat.com

داخل ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا
تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی[۵۱] پس تمام اسمارِ حسنیٰ میں اسم اللہ کی جامعیت اس اسم
رحمٰن کو حاصل ہے۔ اسوجہ سے اسم اللہ سے اسم رحمٰن متحد ہے اور اوسکو اللہ کے ساتھ
نسبت نفس ہونے کی ہے اور اس نفس ہونے میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں کیونکہ
خداوند تعالیٰ نے دونوں کی نسبت فرمایا کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی (الآیہ)
اور نفس ذات کو کہتے ہیں اور رحمٰن میں نسبت ذات حق ہونے کی۔ ہے اگرچہ رحمٰن کی
ذات اللہ ہے بسبب اسی اتحاد کے حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ سبقت رحمتی[۵۲]
علی غضبی اور دیگر اسمارِ حسنیٰ اگرچہ اسمارِ حق ہیں مگر انمیں وہ جامعیت نہیں ہے کیونکہ
غفور منتقم نہیں ہوسکتا اور رؤف جبار نہیں ہوسکتا وغیرہ وغیرہ۔ رحمانیت کی دو قسمیں
ہیں ایک صریحی رحمت جو ظاہر ہے اور ایک رحمت بالحکمۃ جیسے جراح پھوڑے کو آرام و
سکون کے لیے چاک کرتا ہے بالجملہ جو خصوصیت کہ اسم رحمٰن میں ہے وہ اور اسمارِ حسنیٰ
میں نہیں ہے۔ اسی واسطے حضرت مصنف نے اس اسم کو مفارق بھی لکھا ہے اور شارک
بھی اور اوسکی دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لائے ہیں کہ او استاثرت
بہ فی غیبک اور یہ وہ اسمارِ عدمی ہیں جنسے حق اپنی غیب کنزیت میں بلاظہور و بلا تاثر کے متاثر
ہے اور جس سے باقتضار جوادیت وحسب ظہور وا ظہار متاثر ہوا وہ کیا چیز ہے وہ یہی اسم رحمٰن
ہے اور ان دونوں کے مظہر خاص رحمۃ للعالمین ہیں پس حروف میں ب اول ہے جو
کل حروف میں ساری ہے اور وہ ب تعین اجمالی ہے جسنے حق کو سما لیا ہے اور اوس کا
محل انفس میں قلب ہے اور آفاق میں عرش ہے پس عرفان وشہود کی ابتدا آفاق میں تعین
استواے رحمانی عرش سے ہوگی اور انفس میں خاص اوسی شخص کے قلب وجسم سے جو ویسا
عرفان وشہود چاہتا ہے ۵

[۵۱] کہدو کہ تم اللہ کو پکارو چاہے رحمٰن کو جیسے پکارو اوسی کے اسمارِ حسنیٰ ہیں ۔ [۵۲] میری
رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے ۔

marfat.com

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی

اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام

مذہب پیرِ مغاں مشرب رنداں ہے یہی

آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہر شخص کو محبت فی الواقع اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے اور یہ شخص فی الواقع شخص متعارف نہیں ہے بلکہ حق ہے تو ہر شخص کو جسقدر محبت اپنے ساتھ ہے وہی محبت حق کو اوس شخص کیساتھ ہے پس سلوک میں جو شخص بہ محبت و تعشق رجوع الی اللہ کرتا ہے وہی حق کا جاذبہ ہے۔ اگر آپ تنزل میں رہنا چاہتے ہیں اور حُب نہیں پیدا کرتے ہیں تو حق کی محبت آپکے ساتھ کم ہے تنزل ہی میں پڑے رہیں گے اور اگر آپ تنزلات سے نکلکر معارج کی طرف جانا چاہتے ہیں تو حق کا جاذبہ محبت آپکی طرف زیادہ ہے آپ کامیاب ہونگے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس فقرہ او استاثرت بہ فی غیبک سے اوس جاذبہ کے طالب ہوئے ہیں جس حبِ حقیقی کے جاذبہ تنزیہی نے آپ کو محبوب بنایا

اثنینیت باء کے معنی

معنی اثنینیت الباء بروز الحق لنفسہ فی ترکیب ذات الخلقی وھو النظر الثانی لان الحق سبحانہ وتعالیٰ لہ شھدات فی نفسہ فشھد احدی ذاتی لاینظر اللہ فیہ الی ماسمیہ

اثنینیت باء کے معنی یہ ہیں کہ حق کا اپنے نفس سے اپنی ذات خلقی کی ترکیب میں بروز کرنا اور یہ بروز نظر ثانی ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے فی نفسہ دو شہد ہیں ایک ایک شہد احدی ذاتی کہ جس میں اللہ تعالیٰ اوس چیز کی طرف کہ جس کو خلق کہتے ہیں

marfat.com

الخلق فلا وجود للحق فی ذلك
المشهد ومشهد ذاتی ینظر اللّٰه
فیه الی مرتبة من ذاته سماها
خلقًا مرتبة علی ترتیب ذاته
وسمی ذلك الترتیب بالصفات
والباء هو هذا المشهد الثانی
الذی یظهر فیه اثار الحكم
المسمی من ذات اللّٰه بالرحمن
وهو المعبر عنه بمستوی اسماء
الحضرة الخلقیة ومن ثم
قیل فی ادم انه علی صورة
الرحمن وقد تبین فی اصطلاح
الصوفیة تسمیة الانسان
بالعالم الصغیر وتسمیة العالم
بالانسان الكبیر واعلم ان
الاصل فی بسم اللّٰه الرحمن
الرحیم باسم اللّٰه الرحمن الرحیم
لابد من فعل بعده یتعلق به
الباء نحو ابتدی او استعین او
اتبارك اما مصرح ملفوظ او مقدر
تدل قرینة الفعل الحاصل

نظر نہیں کرتا ہے۔ پس خلق کا وجود اس
شہد میں نہیں ہے اور دوسرا شہد ذاتی ہے
کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے مراتب ذاتی میں
سے اوس مرتبہ کی طرف کہ جس کو خلق
کہتے ہیں بہ ترتیب مراتب اپنی ذات کے
نظر کرتا ہے اور اس ترتیب کا نام صفات
ہے پس ب شہد ثانی ہے جس میں حکم
کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور یہی شہد ہے
جس کا نام ذات الٰہی نے رحمٰن رکھا
ہے اور یہی معبر عنہ ہے مستوی اسمار حضرت
خلقیہ سے اور اسی جگہہ سے آدم کے لیے
کہا گیا کہ وہ برصورت رحمٰن ہے اور
اصطلاح صوفیہ میں انسان کا نام عالم
صغیر اور عالم کا نام انسان کبیر رکھا گیا
ہے اور جاننا چاہیے کہ بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم کی اصل باسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہے جس کے لیے اوس کے بعد ایسے
فعل کا ہونا کہ جس سے ب متعلق ہوگی ضروری
ہے جیسے ابتدای یا استعین یا اتبارک
اب وہ ضروری فعل یا مصرح ملفوظ ہے یا
مقدر کہ جبیر قرینہ فعل حاصل بعد البسملہ

marfat.com

بعد البسملة عليه كما يدل
فعل الشرب بعد البسملة على
ان المقدر بعده اشرب او استعين
على الشرب بسم الله او نحو
ذلك فاذا قال القائل بسم الله
افعل كذا كان معناه بالله
افعل كذا اذ ليس الاسم غير المسمى
وقد قال سبحانه وتعالى تبارك
اسم ربك. ومما المعنى قولك
بالله افعل كذا الا انه سبحانه
هو عين فاعل ذلك الفعل منك
فيك فكانك تقول بما انطوى
من الالوهية في ذاتك الظاهرة
بخلاف ما هو عليه باطنك الذي
هو عين المسمى بالاله وبما
انطوى الالوهية في ذاتك الباطنة
بخلاف ما هو عليه في ذاتك الظاهرة منه
الذي هو غير المسمى بالاله.
افعل كذا وفائدة نفي الفعل
من خلقك واثباته لحقك
ان كان المشهد فعليا واظهار

دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ فعل شرب
بعد البسملہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ اوس کے
بعد اشرب یا استعین علی الشرب بسم اللہ
مقدر ہے یا اوس کے مثل تو جب کہنے
والے نے بسم اللہ افعل کذا کہا تو اوس کے
معنی یہ ہوں گے کہ باللہ افعل کذا۔ کیونکہ
اسم مسمیٰ کا غیر نہیں ہے چنانچہ حق تعالے
نے فرمایا تبارک اسم ربک اور تیرے
قول باللہ افعل کذا کے معنی یہ ہیں کہ حق
تعالیٰ عین فاعل اوس فعل کا ہے تجھ سے
تجھ میں پس گویا کہ تو اوس چیز کے ساتھ
کہتا ہے کہ دو ظاہر ذاتوں میں الوہیت کو
شامل ہے برخلاف باطن کے جو عین مسمے
بہ الٰہ ہے اور اوس چیز کے ساتھ کہتا ہے
کہ دو پوشیدہ ذاتوں میں الوہیت کو شامل
ہے برخلاف ظاہر کے جو غیر مسمی بہ الٰہ
ہے افعل کذا اور اس کا فائدہ اپنے
خلق سے فعل کی نفی ہے اور اپنے حق کے
لیے اوسکا اثبات ہے۔ اگر مشہد فعلی ہو
اور تیرا اپنی عین اینیت سے مخلوقات
کو اپنی ذات میں تلاش کرنے کا اظہار

فلاشئ المسمّی بالمخلوق من ذلک تحت سُلطان عظمة المسمّی بالخلق عین اینتک ان کان المشھد اسمائیا وبروزا احدیة وجودک فی تعدد وجوھھا الواحدیة ان کان المشھد ذاتیا فافھم ولابدّ لک من تعقل ھذا المقام عند قولک بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم حتّی تمیز عن رتبة الحیوانات لان التلفظ بما لاتعقل معناہ رتبة حیوانیة نعوذ باللّٰہ من ذلک

تحت سلطان عظمت جو مسمّٰی بالخلق ہے اگر شہد اسمائی ہو اور تیرے وجود کی احدیت کا بروز اوس کے وجوہ واحدیت کے تعدد میں اگر شہد ذاتی ہے پس اسکو خوب سمجھ اور تیرے لیے اتنا سمجھنا جبکہ تو بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کہے ضروری ہے تاکہ تو رتبۂ حیوانات سے تمیز کیا جاے اِس لیے کہ اوس چیز کا بولنا جس کے معنی نہ سمجھے رتبہ حیوانات سے ہے نعوذ باللّٰہ من ذلک

میں نے اِس سے قبل کی فصل کی شرح میں ذرا جلدی کی کہ اس فصل کی شرح بھی پہلے سے کر گیا مگر جلدی اوسکو کیوں کہوں کہ جلدی شیطان کا کام ہے اور شیطان کا وجود تفرقہ سے ہی اور یہ اثنینیت تب کی جو حضرت مصنف نے لکھی ہے وہ شیطانی کام یعنی تفرقہ نہیں ہے بلکہ اثنینیت سے مراد حکمت شہود جناب باری ہے نہ تفرقہ۔ اور تب سے مراد رحمٰن ہے نہ شیطان اگر میں اوس بیان کی شرح میں جلدی نہ کرتا یعنی حکمت سے کام نہ لیتا تو اثنینیت بار کے معنی ہی نہ کھلتے لہذا ظہور حق کی حکمت یہ تھی کہ میں نے ظہور حق کے کل حضرات کو اد بریحے بیان کر دیا کہ جو تین نفس اور ایک آفاق دنفس اور ایک محض آفاق ہے کل پانچ ہیں اور چھٹا وہ پانچوں ملا کر ایک ہے پس وہ ایک دو پر منقسم ہوگا کہ جس میں سے

marfat.com

ایک کو نفس کہیں گے اور دوسرے کو آفاق یعنی قل ھو اللہ احد انفس ہوا۔ اور لم یلد
ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد آفاق ہوا پس قل ھو اللہ احد جو انفس ہو الف
کا پہلا مرتبہ ہے اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد یہ اثنینیت ب ہے
اور یہی اثنینیت عرش ہے اور وہ پہلا مرتبہ اسم رحمٰن ہے۔ ان دو حالتوں میں حق تعالیٰ
کا اپنے آپ کو اپنے آپ ہی میں ملاحظہ فرمانا ایک شہود ہوا اور دوسرا شہود حق تعالیٰ
کا اپنے آپکو اپنے غیر میں یعنی فی الخارج ملاحظہ فرمانا یعنی موافق قابلیت ہر اسم کے
ملاحظہ فرمانا ہے جو غیر اور فی الخارج اعتباری ہے۔ پس اثنینیت باء کے معنی یہ ہیں کہ
حق کا اپنے نفس کی طرف توجہ فرمانا کہ اوس توجہ سے عالم خلق ظہور میں آئے اور اس توجہ
کرنے میں حق تعالیٰ اپنے آپ سے علیحدہ نہیں ہوتا ہے۔ اسواسطے اثنینیت کے معنی
تفرقہ کے نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کا ظہور تفصیلی اپنے اسماء وصفات کے ملاحظہ کیلیے
ہے اور اسکو بروز یا نظر ثانی کہتے ہیں یا دنی اسے فتدلی یا جمع الجمع یا فناء الفنا یا سیر
باللہ یا سیر مع اللہ کہتے ہیں یا عالم امر سے تخلیق ارواح یعنی عالم ملکوت کی تخلیق کہتے
ہیں اور عالم ملکوت سے عالم ملک میں ظہور کرنا کہتے ہیں حق تعالیٰ یقیناً نہ مقام الوہیت
میں ہے اور الوہیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کنز مخفی رہے جسکو مقام تنزیہی کہتے
ہیں بلکہ مقام الوہیت سے مراد دربار عام ہے جسکو کبریائی وجبروت کہتے ہیں
اور اوس مقام میں ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ عالم ملک کا فیض وجود حق سے باہر ہونے کی
گنجائش نہیں رکھتا ہے اور وجود حق نے ہر شے کو گھیر لیا ہے واللہ بکل شئ محیط[1]
اور عالم ملکوت میں کوئی رب یا کوئی الہ یا کوئی روح اوسکے ید قدرت کی رحمانیت
وقہاری سے باہر نہیں جا سکتی ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار
وان من شئ الا یسبح بحمدہ پس جب کہ اثنینیت کے معنی یہ ہوے کہ تفرقہ کو بھی

[1] اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوے ہے

marfat.com

ایک کرلیا تب وہ اثنینیت شیطنت نہیں رہی کہ غیر ہوتی بلکہ رحمانیت ہوگئی چونکہ رسول علیہ السلام مظہر تام اسم رحمن ہیں لہذا آپ صرف رحمۃ للمومنین نہیں ہیں بلکہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اگر حق تعالی محض اپنی ذات میں اپنے آپ کو ملاحظہ فرماتا رہتا جیساکہ فرمارہا ہے تو ایک ہی شہد ہوتا اور دوسرے شہد کا ظہور نہوتا یعنی صفات حق جو بذاتہ بروز وظہور فی الخارج کے مقتضی ہیں اُنکے ساتھ عدل نہوتا اور یہ جناب باری کی شان سے بعید ہے کہ کسی شئے کو اوسکا حق ندے پس جود یعنی رحمت اور عدل یعنی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ حق نے مع تمامی اسماء وصفات کے اپنے آپ میں نظر ثانی فرمائی یعنی ظہور فرمایا اور یہ ظہور فرمانا رحمت عامہ ہے آپ دیکھتے ہیں کہ کسطرح مومن وکافر مقبول ومردود سب ایک راہ رحمت حق سے ڈھکلے ہوے چلے جارہے ہیں اور جہاں جسکا ٹھکانا رحمت عامہ وحکمت نے رکھا ہے وہاں بالآخر پہونچتے رہتے ہیں۔ پس عالم نفس وعالم آفاق کا نام حضرات صوفیہ نے عالم صغیر وعالم کبیر رکھا ہے یعنی انسان بھی ایک شخص ہے اور آفاق بھی ایک شخص ہے انسان چھوٹا شخص عالم صغیر ہے آفاق بڑا شخص عالم کبیر ہے جو عالم صغیر میں ہے وہی عالم کبیر میں ہے اور جو عالم کبیر میں ہے وہی عالم صغیر میں ہے صرف فرق یہ ہے کہ عالم صغیر کی جان کو روح کہتے ہیں اور عالم کبیر کی جان کو اسم رحمن۔ اسم رحمن کی بھی آنکھ ہے اور روح کی بھی آنکھ ہے رحمن کی جو آنکھ ہے روح اوسکی تیلی ہے اور روح کی جو آنکھ ہے حق فی نفسہ اوسکا نور دیدہ ہے اللہ نور السموات والارض۔ اس طرح پر دوسرے شہد میں حق کی معیت مجموعی نفس وآفاق سے ہے اور اسی معیت کو رحمن کا مستوی ہونا کہتے ہیں اور اسی معیت سے آدم بصورت رحمن ہوے۔ اب آپ کہیں گے کہ اثنینیت وتفرقہ بھی کہتے ہو اور پھر توحید ویکتائی کا بھی دم بھرتے ہو اور پھر حق کو مستغنی بھی کہتے ہو یہ ایک ذات اور دو نسبتیں جو ملکر تین ہوئیں ایک میں جمع کرتے ہو یہ سب ایک کیسے ہے تب ہم آپکو آپ ہی کے نفس میں ایک وجدانی دلیل دکھلائیں گے جس سے

marfat.com

آپ سمجھ جائیں گے کہ اللہ مستغنی ہے اور محیط بھی ہے اور اوسکے تین مرتبہ بھی ہیں جو اُسی
کے اندر فی الخارج ہیں اور اوسی سے عالم کا کارخانہ چلتا ہے اور اگر یہ سب حق تعالیٰ میں نہو تا
تو حق تعالیٰ ناتمام تھا اور حق تعالیٰ کا ناتمام ہونا محال ہے ایک بہت مختصر مثال ہے اور وہ یہ کہ مثلاً آپ
یہ ارادہ کریں کہ ہم کعبہ جائینگے چل کھڑے ہونے پر مستعد ہوگئے آدمی جسوقت ایک ارادہ کرتا ہے اُسی
آن میں دوسرا ارادہ نہیں کرسکتا ہے یعنی وہ ہمہ تن وہی ارادہ ہوجاتا ہے اور اوسکے
بجمیع الصفات احاطہ کرنے کا نام ہی وہ ارادہ ہے جو اوسکے نفس کے اندر نفس کی دیگر
قابلیتوں سے ممتاز ہے پس یہ ارادہ عین نفس میں فی الخارج ہے اسوجہ سے کہ ممتاز
ہے اور عین نفس اسوجہ سے ہے کہ نفس اوسکو محیط ہے اور یہی ارادہ فی الخارج انفس کا
عالم آفاق ہے جسکو عالم ملک کہتے ہیں۔ اب جب آپ ارادہ کرتے ہیں کہ ہم کعبہ
جائیں تو یہ ہم فی الجملہ آپ ہی کے اندر آپکے ارادہ سے مافوق و نازک و مجمل ہے
مگر آپ کی نفس ذات سے ممتاز ہے کیونکہ قبل اس ہم کہنے کے آپکی حالت وہ
تھی کہ جس میں آپ نے ہم نہیں کہا تھا پس یہ عالم ارواح و ملکوت ہے۔ اب آپکو اس
ارادہ سے ہم کہتے میں بے خیالی کے ساتھ اور بغیر انانیت کے وجدانی طور پر معلوم کرے ہے
کہ آپ ایک شخص ہیں جو ارادہ کرتا ہے۔ اسکو عالم امر کہتے ہیں اور یکدفعہ آپ چل کھڑے
ہوئے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون[۱] ہوگیا یہ چل کھڑے ہونا آپ کو
اپنی آپسے واقعی فی الخارج معلوم ہوگا کیونکہ آپکو خود عالم سے وہ اتحاد نہیں جو حق تعالیٰ
کو ہے۔ ہاں آپکی بھی ویسا ہی اتحاد ہے مگر اپنے ساتھ اور اوسکی مثال یوں ہے کہ
آپ اپنے ہی ارادہ میں اپنی جسم کی ایک صورت تصور کرکے رستہ و گلی میں چلتے پھرتے
خیال کریں۔ دیکھیے یہ ایک چوتھی صورت آپ ہی میں آپکے فی الخارج ہونے کی پیدا
ہوگئی اور فی الواقع فی الخارج نہیں ہے تو حق کی نسبت عالم کے ساتھ ایسی ہی ہے کہ

[۱] تحقیق امر اوسکا جبکہ کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہے کہ اوس سے کہے کہ ہوجا وہ ہوجاتی ہے ۲

عالم حق کے اندر فی الخارج ہے۔ اسیواسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ العالم[۵۱] ماشمت رائحۃ الوجود پس حق تعالیٰ مع انفس و آفاق فی الخارج و ملک و ملکوت و روحانیات و عالم امر و شجر و حجر ایک ہے اور جس چیز کے جو آثار ہیں وہ سب بعینہ حق کے ہیں اور وہ تنزیہ و تشبیہ سے مبرا بعینہ حق ہے۔ اسی کو الوہیت کہتے ہیں مگر اوسکی شان یہ ہے کہ جیسا ہم ہر شے میں دیکھتے ہیں حادث میں حادث ہے اور قدیم میں قدیم ہے یعنی جہانتک کہ جسمانیات ہیں ہر شئے ہر آن میں فانی ہوتی ہے یعنی اپنے مبدار قدیم کی طرف رجوع کرتی ہے اور پھر اپنے مبدار قدیم سے اوس شئے کو دوسرا وجود جدید عطا ہوتا ہے بل[۵۲] ھم فی لبس من خلق جدید یہ سلسلہ تجدد امثال کا ہے۔ ہر شئے کیوں نہیں ہے؟ اسلیے کہ ٹھہرتی نہیں ہر شئے کیوں ہے؟ اس لیے کہ وجود حق اور اوسکے آثار و صفات ہیں۔ ہر شئے کیوں حادث ہوتی ہے؟ اسلیے کہ شئے کا وجود فی نفسہ نہیں ہے ہر شئے کیوں وجود میں آتی ہے؟ کیونکہ وجود حق ہے اور اوسکے اسمار و صفات قدیم ہیں۔ پس جہاں تک نظر جائیگی سوائے حق کے دوسری چیز اس مقام الوہیت میں نظر نہ آئے گی۔ اور یہی بات تھی کہ آصف برخیا تخت بلقیس کو چشم زدن میں حضرت سلیمان کے پاس لے آئے۔ یعنی سبا میں جب تخت رکھا ہوا تھا تو ہر شئے اوسکی مع پورے تخت کے ہر آن میں فانی ہوتی تھی اور ہر آن میں جدید وجود بمناسبت ہر شے کے بحکمت بالغہ اوسکو ملتا رہتا تھا۔ صرف اوس وجود دینے والے کو ہر شے میں ایسا فانی ہونا چاہیے تھا کہ وہ وجود سبا میں نہ دکھائی دے بلکہ حضرت سلیمان کے پاس دکھائی دے اور اوس وجود کا دینے والا حق ہے پس آصف کو حضرت حق میں ایسی فنائے تام حاصل تھی کہ اونکا ارادہ حق کا ارادہ تھا پس وہ وجود سبا میں نہیں عطا کیا گیا بلکہ یہاں عطا کیا گیا اس طرح پر تخت کو چشم زدن میں لانے سے کوئی تکلیف حضرت ابن برخیا کو نہیں ہوئی۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس قصہ سے

---

۵۱ عالم نے وجود کی بو نہیں سونگھی ۱۲ ۵۲ بلکہ وہ نئی پیدائش کا لباس بدلتے رہتے ہیں ۔

یہ بات ظاہر کردی کہ کرامۃ الاولیاء حق۔ اور بلقیس نے بھی بسبب اس مرتبہ سے واقف ہونیکے یہ بات ظاہر کردی کہ میں اس حکمت بالغہ کو جانتی ہوں چنانچہ کہا کہ کانّہٗ ھو یعنی گویا کہ یہ وہی ہے اور یہ نہ کہا کہ یہ وہی ہے کیونکہ تجدد امثال کی وجہ سے کوئی چیز ہو وہ رہ نہیں سکتی اب اگرچہ میں یہاں تک لکھکر پوری شرح اس فصل کی کرچکا ہوں مگر یہ فصیل ایسی پیچیدہ ہے کہ آسانی سے بھی شرح کرتے ہوئے مغلق ہوجاتی ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ اغلاق رفع کردیا جائے۔ اور اس نحوی عبارت کو تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ بسم اللہ کہنے والے نے اللہ کو ظاہر کیا ہے اور اوس سے کوئی فعل چاہا ہے اور بسم اللہ سے وہ فعل چاہا اور اسم سمی سے باہر نہیں ہے اور جو فعل چاہا ہے وہ بھی اللہ کا ظہور ہے پس فعل اور اسم اور سمی ایک دوسرے کا عین ہے اور باوجود عینیت کے جمع و فرق و امتیاز سب موجود ہے۔ اب حضرت مصنف اس سے آگے کی عبارت میں اس جمع و فرق کی تفصیل و حقیقت بیان کرتے ہیں اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ الوہیت ہم اضداد کو کہتے ہیں چاہے تفرقہ معلوم ہو اور چاہے اتحاد خواہ اچھا نظر آئے خواہ برا سب وجہ حقیقی کا ظہور ہے اور عکوس بعیدہ و قریبہ کی وجہ سے ایک چیز بمقابلہ دوسری چیز کے بری ہو گئی ہے ورنہ مبدا محض خیر ہے اوس سے جو چیز صادر ہوگی وہ یقیناً خیر ہے اور عکوس بعیدہ سے مراد قابلیات اعیان ہیں یعنی بعض آئینہ ایسا ہوتا ہے کہ اوس میں چھوٹا چہرا بڑا نظر آتا ہے اور بعض میں بڑا چہرا چھوٹا بعض میں بری صورت بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اور بعض میں اچھی صورت بھی بُری معلوم ہوتی ہے تو جو چیز کہ بُری نظر آتی ہے وہ اپنی ذات سے بُری نظر آتی ہے نہ یہ کہ جناب باری کا ظہور برا ہے مثلاً اوسی مثال مین جو کعبہ کی ہے آپ یون کہیے کہ ہم بتخانہ جائین تو بتخانہ جانا اعتباری اپنی ذات سے بمقابلہ کعبہ جانے کے برا ہے فی نفسہ برا نہیں ہے جیسے آپ نے کعبہ جانے کا ارادہ کیا تھا اور ہم کہا تھا اویسے ہی آپ نے بت خانہ جانے کا ارادہ کیا

ﮯ اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے ۱۲

اور ہم کہاہے کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ آپ کو ہم کہنے کی طاقت اور ارادہ کرنے کی
استعداد دونوں حالتوں میں مساوی موجود ہے اور یہ دونوں ذاتیں کہاں سے آئیں ؟ اُسی
بلندی کی سے جس سے آپ خود بخود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم یہ خیال کر رہے ہیں ۔ اب دونوں ظاہر
ذاتوں کو تیسری ذات الوہیت شامل ہو گئی یعنی اون کی عین ہو گئی ۔ کعبہ جانے میں
بھی جو اچھا ہے اور بتخانہ جانے میں بھی جو برا ہے ۔ تو اوس برائی کا دھبہ الوہیت کو
اپنی عینیت سے نہیں لگتا ہی لہذا الوہیت مبرا ہی تو حق دونوں ذاتوں کا بعینہ عین ہے اور دونوں ذاتوں سے فی نفسہ
مبرا ہے لہذا عین بھی ہے اور غیر بھی ہے جو عین ہے وہ ظاہر ہے اور جو غیر ہے وہ
باطن ہے لہذا ثابت ہوا کہ جو فعل کسی شخص سے صادر ہوتا ہے وہ خاص اوسی شخص کا فعل ہی
یعنی اوسکے تعین کا تقاضا ہے اگرچہ وہ تعین وہمی و اعتباری ہے اور اوس تعین کا ظاہر
کرنا عدل وجود حق سے ہی کیونکہ وہ شے اپنے ظہور کی متقاضی تھی انیت حق کو اوس کا
ظاہر نہو نا بسبب اپنی رحمت عامہ کے منظور نہوا یعنی حق تعالیٰ نے اپنے اعتدالی معیت
اسماء سے درگذر کر کے اپنے فیض اقدس سے اوس کی ذات کو ظاہر کیا ہے تاکہ اوس شے
کا ظہور فی نفسہ ہو جاوے ۔ اور ہر اسم اپنا حق پالے حق پانا یہ ہے کہ حق
مطابق قابلیت اوس شے کے اوس میں منعکس ہو جائے اور اوس کا وجود
دینا فیض اقدس سے ہی اور وہی اوس شے کی ذات ہے تو ذات شے کو ممتاز کرنا فیض اقدس
حق سے ہی اور اوس میں اوسکی قابلیت کے مطابق منعکس ہو جانا یہ جود ہے کہ اوسکو اپنے
آپ سے باہر جانے نہیں دیا پس یہاں پر دو ذاتیں ہوگئیں ایک تو فیض اقدس سے اوس
شے کے عین ثابت کا ظاہر کرنا جو شہد فعلی ہے دوسرے فیض مقدس سے اوس عین کی قابلیت
کے مطابق اوس میں منعکس ہونا یہ شہد اسمائی ہے تیسرے ان دونوں شہدوں میں حق کا علیحدہ نہونا
بلا وہم وخیال کے یہ شہد ذاتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شے عالم کی نہایت حسین و نہایت
لاجواب ہے چاہے وہ بری سے بری کیوں نہو کیونکہ ہر شے کی تخلیق حب سے ہے اور

marfat.com

اللہ جمیل و یحب الجمال[1] یہ مثال میں نے نفس کی دی اور معرفت ناتمام ہے اگر محض نفس کی ہو یا محض آفاق کی ہو تا وقتیکہ دونوں شامل نہوں۔ آپ نے کبھی دن کو یا چاندنی رات میں کسی سواری میں کوئی دریا عبور کیا ہوگا تو آپ نے آفتاب یا ماہتاب کو پانی میں منعکس ہوتے دیکھا ہوگا اب پانی عین ثابت ہے جو قدرت حق سے پیدا ہوا ہے اور اوس میں قابلیت صرف اسقدر ہے کہ انعکاس قبول کرلے آفتاب کا عکس اوس میں پڑتا ہے اور پانی میں ہوا سے تموج پیدا ہوتا ہے اوس تموج سے پانی میں ایک سے لیکر لاکھوں تک قابلیتیں عکس قبول کرنے کی پیدا ہوتی رہتی ہیں آپ آفتاب کے عکس ڈالنے کو نہیں دیکھتے مگر جو عکس مختلف قابلیات موجی میں پڑتا ہے اوسکو دیکھتے ہیں۔ اب آپ کو یہاں پر دو ذاتیں نظر آتی ہیں ایک موج دوسرے عکس (یہ عکس مثال نفسی میں ہم کہتا ہے اور وہ موج کعبہ جاتا ہے) اب یہ دو ذاتیں مختلف آپ کو دکھائی دیتی ہیں۔ یکدفعہ آپ کی نظر آفتاب پر پڑی تو بسبب شدت عظمت و جبروت کے آفتاب پوری طور نظر پڑ نہیں آیا کہ وہ کیسا ہے لیکن یہ آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ مختلف رنگ جو پانی میں معلوم ہوتے ہیں وہ اسی آفتاب کے ہیں اور اگرچہ آفتاب معلوم نہیں ہوتا کہ کیسا ہے لیکن ان تمام رنگوں کا عین ہے تب آفتاب کی ذات نے جو بمنزلۂ الوہیت ہے ان دونوں ذاتوں کو گھیر لیا۔ اس طرح پر اون دونوں کی ذاتیں بھی آفتاب سے ظاہر ہوگئیں اور آفتاب جیسا کہ دونوں سے مبرا تھا ویسا ہی رہا غیریت یہ ہے اور عینیت وہ۔ حضرت جنید نے بہت خوب فرمایا ہے لون الماء کلون انائہ[2] آپ سمجھ گئے ہونگے کہ آفتاب کی الوہیت یعنی توحید ذاتی کی وجہ سے موجوں میں سب رنگ تھے اور جو برے تھے اور جو اچھے تھے سب وسی موج کی طرف منسوب تھے۔ اب یہاں پر جو موج کہ بری ہے اوسکی کوئی خطا نہیں ہے اور جو اچھی ہے اوسکی کوئی خوبی نہیں ہے کیونکہ سب آفتاب ہے۔ لہذا خداوند تعالیٰ سب گناہ معاف کردے گا لیکن شرک نہیں

[1] اللہ حسین ہے اور حسن کو دوست رکھتا ہے ۱۲ [2] پانی کا رنگ برتن کے رنگ کا ایسا ہوتا ہے ۱۲

marfat.com

معاف کرے گا کیونکہ شرک اپنی ذات کا قائم کرنا بمقابلہ جناب باری کے ہے اور اوس ذات کا کہیں وجود نہیں ہے لہذا جب تک تم کل الکل آفتاب نہ دیکھوگے سرگرداں و پریشان رہوگے یہی انواع واقسام کے عذاب ہیں جن میں تم کو ابتلا ہوتی ہے اور آفتاب حقیقت کا کیا جائے گا کیونکہ وہ جس موج میں چمکے گا نت نئی جلوہ گری کرے گا اگر تابش کے ساتھ ہے تو آفتاب حقیقت جلالی منعکس ہے اور اگر ٹھنڈک کے ساتھ ہے تو آفتاب حقیقت جمالی پس اگر آپ کمزور ہیں تو جمال لیجیے اور اگر مرد میدان ہیں تو جلال لیجیے۔ یعنی اگر عورت ہیں تو ماہتاب حقیقت ہیں اور اگر مرد ہیں تو آفتاب حقیقت ہیں اللہ کا کچھ نہیں جاتا ع

بگڑنے میں بھی زلف اوس کی بنا کی

ہر چیز نہایت حسین و نفیس ہے یہاں تک کہ عالم میں ایک چھپکلی بھی لاجواب ہے تذکرہ ہے کہ حضرت شمس تبریز کا جب ایک بزرگ کے پاس گذر ہوا تو آپ نے اون سے اونکا سلوک دریافت فرمایا اونھوں نے کہا کہ ماہ را در طشت آب می بینیم آپ نے اوس کے جواب میں فرمایا کہ اگر بر قفا دنبل نداری چرا بر آسمان نمی نگری پس ماہ را در طشت آب دیدن یہ تکمیل سلوک روحانی ہے یعنی نفخت فیہ من روحی اور بر آسمان نگریستن یہ تکمیل سلوک یزدانی ہے یعنی نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ تکمیل سلوک روحانی میں اگرچہ اقتدارات و عجائبات عظیم الشان ہیں کیونکہ ہمت یہاں پورا کام کرتی ہے مگر فیض لازمی ہے متعدی کم ہے۔ اور تکمیل سلوک یزدانی میں ہمت نہیں ہے اور عالم جوں کا توں ہے مگر یہ فیض آپ ہی آپ بلا ارادہ کے متعدی ہے اور یہ بہت اعلی ہے (حضرت صاحب

؎ تیر اک ادسے کہیے جو اور کو تیر ادسے   خود دار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

روحانی فیض چونکہ بکدفعہ نہیں ہے لہذا جسکو فیض ہوتا ہے وہ معلوم کرلیتا ہے کہ فلاں بزرگ سے مجھکو فیض پہونچا اور یزدانی فیض چونکہ بکدفعہ ہے لہذا طالب کو نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو فیض کیونکر پہونچا یہی کیفیت جناب باری کے فیض کی ہے

marfat.com

جس کی ایک برعکس مثال مشہور ہے کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی ہے خدا سے جو درد دکھیا آرام وسکون پہونچتا ہے اوس کے واسطے انسان سبب تلاش کرتا پھرتا ہے کہ یہ بات کس وجہ سے ہوئی اگر وہ سبب پاکر اوس پر ٹھہر گیا تو سبب کے فیض عظیم سے محروم رہے گا اور اگر باوجود سبب پانے کے اوس پر نہیں ٹھہرا تو ایک عظیم معرفت اوس کو مسبب کی بصیرتی کی حاصل ہوگی کہ جو روح انسانی کی جان ہے پس کسی بزرگ کے تصرف کا نہ معلوم ہونا اور کسی بزرگ کے تصرف کا معلوم ہونا ایسا ہے زمین وآسمان کا فرق ہے جسکا تصرف نہیں معلوم ہوتا ہے وہ ذات میں فانی ہے اور جس کا تصرف معلوم ہوتا ہے وہ روحانیات میں فانی ہے اسی واسطے کلام مجید کا نزول خواہ بذریعہ جبرئیل ہو خواہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہو عین کلام جناب باری ہے کہ الوہیت حق جبرئیل در زبان آنحضرت کو اوسی نامعلومیت کے ساتھ محیط ہے اگرچہ یہ الفاظ اور یہ ترکیب عبارت اوس نامعلومیت کا احاطہ نہیں کرسکتی مگر یقینی اور وجدانی امر یہی ہے کہ حق باوجود تمامی اسباب کے ذرایع کے ہمیشہ بے کیف وبے رو وبے جہت ہے۔

"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں

طولت الباء بعد اسقاط الالف وبعد قیامها مقامه تنبیها علی انها النائبة منابه لا الالف من کل حرف کما سبق من ان الرحمٰن موصوف بکل وصف نائب مناب اسمه الله فلا تسمی بالاسماء الحسنی فلا یعقل الخلق

ب بعد الف کے گرا دے جانے کے اور بعد اس کے قائم مقام ہونے کے دراز کی گئی تنبیہًا اِس بات پر کہ وہ ہر حرف سے الف کی قائم مقام ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ رحمٰن موصوف بہر وصف ہے اسمائے حسنے میں اسم اللہ کا قائم مقام ہے پس نہ جانی جائے گی خلق اللہ کو کی مگر اوسکے

من الله الا الاحد مستوى الرحمن
وبعد ذلك فليس للمخلوق فيه
مجال البتة وما ثم الا الحضرة
الاحدية المحضة التي هي وجه
الذي لا يفنى من كل شيء في
قوله كل شيء هالك الا وجهه
له الحكم واليه ترجعون. فلا
حكم الا لهذه الاحدية في جميع
هذه الحضرات الاكوانية والرحمانية
وهي وجه كل شيء وقد صرح
بها فاينما تولوا فثم وجه الله
اي ببصركم من المحسوسات او بافكاركم
من المعقولات فثم وجه الله
وفي هذا المعنى قلت ؎

ما ثم غير سعاد بالقاحة
هي المراد حقا وهي من يرد
هي البقيع هي الوعساء قاعة
هي المحصب من خيف هي البلد
هي النبات هي الاجساد جامعة
هي النفوس هي الحيوان والجمد

رحمانی تک اور اوس کے بعد مخلوق کے لیے
ہرگز مجال نہیں ہے اور پھر نہیں ہے مگر وہ
حضرت احدیت محضہ کہ جو وجہ غیر فانی ہے ہر چیز
سے جیساکہ حق تعالی نے فرمایا۔ کہ ہر شے
ہالک (یعنی فانی) ہے مگر وجہ اوس کا (یعنے
ذات اوس کی) اوسی کے لیے حکم ہے اور اوسی
کی طرف (سب چیزیں) لوٹتی ہیں۔ پس ان
کل حضرات اکوانیہ ورحمانیہ میں حکم نہیں ہے
مگر اسی احدیت کے لیے اور یہی احدیت وجہ
ہر شے ہے اور اس آیۃ کی تصریح فاینما تولوا
فثم وجہ اللہ سے کی گئی یعنی تمہارا
دیکھنا محسوسات سے یا تمہارا فکر کرنا معقولات
سے یہی وجہ اللہ ہے اور میں نے اسی معنی
میں کہا ہے۔

نہیں ہے پھر بجز سعاد کے پاک تر کوئی۔
یہی مراد حق ہے اور یہی وہ شخص ہے کہ جو
وارد کرتا ہے
یہی باغ ہے یہی ریگستان ہے۔
یہی خیف کا آتشکدہ ہے یہی شہر ہے
یہی نبات ہے یہی اجساد جامعہ ہے
یہی نفوس ہے یہی حیوان وجمادات ہے

marfat.com

هی الجواهر و الاعراض قاطبة	یہی جواہر اور اعراض ہے یقینًا
هی نتاج هی الآباء والولد	یہی نتیجہ ہے یہی آبا اور اولاد ہے
قل للذین غدو اعنی لقصد قبا	اُن لوگوں سے کہو کہ جنہوں نے میرے ساتھ بر قصد قبا سیر کی
انا قبا و فوادی ذالك السند	کہ میں قبا ہوں اور میرا فواد سند ہے۔
یا سلم یا کبدی لولاك فاتئدی	اے دوست ای میرے جگر اگر تو نہوتا تو کون و اکرتا
ولا الفریسة الا ذلك الاسد	اور سواری نہیں ہے مگر یہی اسد
استغفر الله تنزیها لمرتبتی	پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے اپنے مرتبہ کے لیے
مابین خلق وبین الله متحد	کہ جو مرتبہ اللہ اور خلق کے درمیان میں اتحاد کرلنے والا ہے۔

روح سُلہ عرفان حق میں سالک کے لیے دو چیزیں ہیں کہ سالک معرفت حق میں جامعیت کو جانے نہ دے۔ اور کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی میں حق کے مقید ہونے یا ٹھہرنیکا اعتقاد نکرے کیونکہ جسقدر جامعیت فوت ہوگی جو چیز ماورای جامعیت ہو اوسکی ذات حق کے مقابلہ میں وجود کا دعویٰ کرے گی اور اگر حق کے کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی میں ٹھہرنے کا اعتقاد کرے گا تو اوس کے خیال میں حق اوسی مقام میں محدود ہوجائیگا اور حق اس سے منزہ ہے جیسے الف قبل ب کے تھا ویسے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بعد ب کے بھی ہوا اور جونہی کہ بعد ب کے ہوا فورا غائب ہوگیا۔ الف نے ب کے بعد ہونے سے ب کو یہ فائدہ دیا کہ اپنی جامعیت اسمار مجموعی ب کو دیدی اور جب کل جامعیت اسمار الف نے ب کو دیدی تو ب کو مثل الف کے دراز ہونا چاہیے تھا اور الف کو اس محل سے غائب ہوجانا چاہیے تھا کیونکہ ب الف کی خلیفہ ہوگئی اور اسکو بروز کہتے ہیں بروز اور تناسخ میں فرق یہ ہے کہ تناسخ میں پہلا جسم بعد مرجانے یعنی فنا ہوجانیکے بالکل غائب ہوجاتا ہے اور مرا جسم مطابق اعمال کے قائم ہوجاتا ہے اور بروز میں اقتداری بات ہے کہ

marfat.com

بروز کرنے والا پوزا اسم مطابق تعین کے لیتا ہے اور باوجود اوس جسم کے عین رہنے کے
اپنے منوال پر آپ موجود رہتا ہے اور اس طرح پر جسم کا عین ہوتا ہے اوس جسم کا
غیر بھی ہوتا ہے۔ پس اسی ب سے مُراد اسم رحمٰن ہے جو اسمار حسنیٰ میں اسم اللہ کا قائم مقام
ہے اور خلق کا وجود محض استواے رحمٰن سے ہی اور بلا استواے رحمٰن کے مخلوق محض عدم ہی
اور مخلوق کے لیے یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اسم اللہ یعنی حضرت احدیت میں قدم رکھے
کیونکہ مخلوق حق کے نزول و عروج سے پیدا ہوتی ہے کہ حق عین نزول میں اپنے
عروج میں ہے اور عین عروج میں اپنے نزول میں ہے۔ اس آمد و رفت کی حکمت سے
ہر شے کا وجود نظر آتا ہے جیسے شعل جو ایک نقطہ ہے اوسکو جب چکر دیا جاے تو
ایک دائرہ معلوم ہوتا ہے دائرہ محض عدم ہے محض نقطہ کی آمد و رفت سے ایک صورت
دائرہ کی نظر آتی ہے لہذا دائرہ بھی وجہ اللہ ہے اور اگر اوسکو وجہ اللہ نہ کہیے تو عدم محض
ہے پس احدیت مرتبہ تنزیہی حق غیر فانی ہے اور رحمٰن بھی غیر فانی ہے کیونکہ اللہ
کا قائم مقام ہے مگر اوسکے تنوعات چونکہ تشبیہی ہیں وہ اپنے اپنے تعین کے موافق
اپنی حد تک پہونچکر فانی ہوتے رہتے ہیں اور رحمٰن کا پورا مظہر اعتدالی تعین رسول الٰہی
ہے جسکو انسان کامل کہتے ہیں پس اس آیۂ کریمہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ میں
وجہ سے اسم اللہ مراد ہے اور لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ سے مخلوقیت کی فنا اور اسم
رحمٰن کی بقا مراد ہے۔ رحمانیت کے شیون یا تنوعات کو حضرات اکوانیہ کہتے ہیں
حضرات اکوانیہ میں بعد مخلوقیت کے فنا ہونے کے اسم رحمٰن ہی باقی رہجاتا ہی جسطرح
شعل کا چکر روک دینے سے دائرہ غائب ہوجاتا ہے اور وہی ایک نقطہ شعل باقی
رہجاتا ہے۔ اوس میں بجز احدیت کے کسیکو حکم نہیں ہے یعنی احدیت نے اسم رحمٰن کو
اپنے رنگ میں رنگ لیا اور وہی احدیت وجہ ہر شے ہوگئی ہے جو اس بات کو منتج ہے
کہ شے شے نہیں ہے بلکہ اسم رحمٰن کا ظہور ہوا اور اسم رحمٰن اسم رحمٰن نہیں ہی بلکہ وجہ اللہ ہی

marfat.com

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ پس یہ سمجھنے کے بعد تمہارا محسوسات میں سے کوئی چیز دیکھنا یا معقولات میں تمہارا فکر کرنا یہی وجہ اللہ ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جسقدر تم محسوسات میں سے دیکھتے ہو اور جسقدر معقولات میں سے فکر کرتے ہو بجز تمہارے کوئی دیکھنے اور فکر کرنے والا نہیں ہے پس تم اس دیکھنے اور فکر کرنے میں عین محسوسات و معقولات ہوتے ہو اور پھر ان دونوں سے مبرا ہوتی ہو پس حق کا وجہ اسی طرح پر تنزیہا تمہارے معقولات اور تشبیہا تمہارے محسوسات کا عین ہے۔ بالجملہ ب کے دراز ہونے اور الف کے غائب ہو جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ الف تو اپنے حال پر رہا لیکن ب میں اپنا تخم ایسا جامعیت کے ساتھ بو دیا کہ جس سے جمادات و نباتات و حیوانات وغیرہ پیدا ہونے لگے اب اگر ب کے نیچے ایک نقطہ ہے تو کوئی تخلیق نہیں ہے بیج ضائع گیا اور اگر ب ت ہو گئی یعنی دو نقطہ ہیں تو تخلیق کی امید ہے اور اگر وہی ب ث ہو گئی یعنی تین نقطہ ہیں تو تخلیق پوری پوری یعنی اب اور ام اور ابن ساری مخلوق ہو گئی اسی لیے قصیدہ میں حضرت مصنف رحمہ نے فرمایا ہے کہ نہیں ہے پھر بجز سعاد کے پالنے کوئی، کہ جس سے تخلیق ہے۔ اور یہی مدار حق ہے یعنی کل شادیوں کا ظہور اسی سعاد کے رحم کے نطفہ قبول کرنے سے ہے اور جبکہ اس نطفہ کو استقرار رحم میں ہوا تو ج کے پیٹ میں ایک نقطہ ہوا اور جب اس نقطہ نے صعود و ہبوط کیا تو محل دماغ و محل دل و محل ناف مقرر ہوے اور فواد اس حصہ قلب کو کہتے ہیں کہ جس سے مشاہدہ ہوتا ہے اور یہی نطفہ کا جوہر ہے اور یہی دل کی وسعت ہے کہ جسنے جامعیت حق کو سما لیا اور اسکی حدو انتہا نہیں ہے اسی کی نسبت حضرات صوفیہ کہتے چلے آئے ہیں کہ اگر ازل سے ابد تک کی تمامی مخلوق اس میں ڈالدی جاوے تو اس کے ایک گوشہ کو بھی خبر نہوگی اور یہ اسلیے کہ فواد مشاہدہ ہے پس جو شے کہ مشاہدہ میں آئیگی وہی فواد ہے اسی لیے جناب باری نے سورہ والنجم میں فرمایا ہے ما کذب الفواد ما رای کیونکہ وہاں کذب کی گنجائش ہی نہیں ہے

marfat.com

نکتہ

لصق الباء والسین فی بسملۃ
لسر شریف وھو ان السین
محلہ من الاعداد المرتبۃ
السادسۃ فھو حاوٍ علی ست مراتب
من مراتب الواحد وھی الجہات
الذی ظھرت فیھا الباء و
ھی المخلوقات المسمیٰ جملتھا
بالعرش وکل جھۃ من ھذہ
الجھات التی ظھرت فیھا الباء
فیہ وجہ اللہ بکمالہ کما ان
الواحد موجود فی کل مرتبۃ
من ھذہ الستۃ مراتب السین
بکمالہ۔ واعلم ان السین عبارۃ
عن ستر اللہ تعالیٰ وھو الانسان
قال بعض المفسرین ان یاسین
الیاء فیھا حرف نداء والسین
الانسان الکامل والکلام
علیہ ھو من باب الاشارۃ)

الصاق ب کا سین بسملہ میں ایک بہت عمدہ
راز ہے اور وہ یہ ہے کہ سین محل اعداد سے
چھٹے مرتبہ میں ہے پس وہ مراتب واحد سے
چھ مراتب پر حاوی ہے اور یہ وہ جہات ہیں
کہ جن میں ب ظاہر ہوئی اور یہی جملہ مخلوقات
عرش کے ساتھ موسوم ہے اور ان جہات سے
جن میں ب ظاہر ہوئی ہر جہت میں وجہ اللہ
بکمالہ ہے جیساکہ ان چھ مراتب سین میں سے
ہر مرتبہ میں واحد بکمالہ موجود ہے۔ پس سین ب
کے لیے بمنزلہ عرش ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا
ہے اللہ الذی خلق السموات والارض
فی ستۃ[لہ] ایام ثم استوی علی العرش
اس آیت میں ستۃ ایام سے بھی مراتب ستہ مراد
ہیں جن کو سین حاوی ہے۔ اور جاننا چاہیے
کہ سین اللہ تعالیٰ کے ستر سے عبارت ہے اور
وہ ستر انسان ہے بعض مفسرین نے کہا ہے
کہ یٰسٓ میں یا حرف ندا ہے اور سین سے مراد
انسان ہے اور گفتگو اس باب میں بطور اشارہ

لہ (ترجمہ) وہ اللہ جس نے آسمان و زمین چھ روز میں پیدا کیے پھر عرش پر مستوی ہوا ۱۲

marfat.com

یقول الله یا انسان یخاطب
وجهة محمد صلی الله علیه وسلم
ای یا انسان عین ذاتی و
القرآن الحکیم فالقرآن الحکیم
عطف علی عین ذاتی الذی
اضیف الیه الانسان فهو ستر
الذات وستر القرآن الحکیم واعلم
ان القرآن الحکیم هو صفة الله
سبحانه وتعالی معنی القرآنیة
تعقلك بما یستحقه الاله من
اوصاف الالوهیات فهذا التعقل
هو کالقرأة واما ذات الحق
فلا تعقل لك فیها الصموت
احدیته المنزهة عن الکثرة
الاسمائیة وغیرها فکلما قرأت
شیئا من القرآن الحکیم الذی
هو صفة الله فی نفسك ظهرت
صفات الله لك بقدر تلك
القرأة المرتبة ولهذا قرن به
الحکیم لکون القرأة هذه مرتبة
بالترتیب حکمة الهیة شیئا فشیئا

کے ہے اے حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے انسان یعنی
اے میری عین ذات انسان اور قرآن حکیم
پس قرآن حکیم اوس عین ذات پر عطف ہے کہ
جس کی طرف انسان مضاف کیا گیا ہے
پس انسان ستر ذات ہے اور ستر قرآن حکیم
ہے اور جاننا چاہیے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ
کی صفت ہے اور قرآنیت کے معنی یہ ہیں کہ
تیرا تعقل اوس چیز کے ساتھ کہ جسکو اللہ مستحق
ہے اوصاف الوہیات سے تو یہ تعقل مثل
قرأت کے ہے لیکن ذات حق میں تیرے تعقل
کو دخل نہیں ہے بسبب اوسکی احدیت کے
صموت کے کہ جو کثرت اسمائیہ وغیرہ سے منزہ
ہے پس جبکہ تو کچھ اوس قرآن حکیم سے کہ جو
اللہ کی صفت تیری ذات میں ہے پڑھے گا
تو تجھپر صفات الٰہی بقدر مرتبہ اس قرأۃ کے
ظاہر ہونگے اور اس لیے اوس سے لفظ حکیم نزدیک
ہوا بسبب اس قرأت کے مرتب ہونے کے
بترتیب حکمت الٰہیہ شیئاً فشیئاً کہ جو یعنی
حکمت الٰہیہ متناہی شے نہیں ہے اور نہ کبھی
اوسکو غایت پہونچتی ہے پس ترتیب اور حکمت

marfat.com

لا يتناهى ولا تبلغ لها غاية
ابدًا فالترميب والله والحكمة
عين الذات التي هي انت وليس
لشهادتك الا ما قراءه
غيبك منك واما مالم يقراءه
غيبك منك فهو لغيبك
لا لوجهك الشهادي وعين
وجه شهادتك عين وجه
غيبك فحيرت تحيرا لله
اعطى الاسم في ذاته لانه لم
يستوفها اي لم يظهر جميع معاني
كمالاتها بل في الذات
الالهية الكامنة من وراء
الاسم الله اعلم ما به - ولكن
مع هذا فان هذا الاسم قد
وقع عليها وهو شئ واحد
فقولنا قد وقع اسم الله على
الذات وهو شئ واحد ومنافي
قولنا لم يستوفها لاستحالة
التجزية والتبعيض في جناب
الحق لان الذات اذا لم تتبعض

اور اللہ عین اوس ذات کی ہے کہ جو
تو ہے اور تیری شہادت کے لیے نہیں
ہے مگر وہ کہ جو تیرا غیب تجھ سے پڑھے
لیکن جس کو تیرا غیب تجھ سے نہ پڑھے
پس وہ تیرے غیب کے لیے ہے نہ کہ تیری
وجہ شہادی یعنی ظاہری کے لیے اور
تیرا عین وجہ شہادت تیرا عین وجہ غیب
ہے پس تجھ کو اسم اللہ کے اپنی ذات
میں تحیرنی متحیر کر دیا۔ اس لیے کہ اوسنے
یعنی اسم نے ذات کو احاطہ نہیں کر پایا
ہے۔ یعنی اوس کے کل معانی کمالات کو
ظاہر نہیں کر پایا ہے بلکہ ذات الہیہ کامنہ
میں علاوہ اسم کے جو ہی اسکو اللہ ہی من حیث المسمی
نہ من حیث الاسم جانتا ہی مگر باوجود اسکے یہ اسم اوس پر
واقع ہوا ہی اور وہ ذات شے واحد ہی پس ہمارا یہ قول
کہ اسم اللہ ذات پر واقع ہوا ہی اور وہ ذات شے واحد
ہے ہمارے اس قول کے کہ اسم نے ذات
کو احاطہ نہیں کر پایا ہے مخالف ہے
اس وجہ سے کہ تجزیت و تبعیض جناب حق
میں محال ہے۔ اور ذات جب متبعض
نہ ہو گی اور اوسپر اسم واقع ہو گا تو اسم

marfat.com

وقد وقع عليها فقد استوفاها و اذا لم يستوفها فليست بشئ واحد من الامر يعطي الحيرة القبيحة للعقلاء و الحيرة الحسنة لاهل الله تعالى فاذا كان الله اعني الاسم متحيرا في ذاته فكيف لك بالعبد في هذا المحل من اولى بصفة التحير

تحيرت من حيرتي مم هي
فقد حار فهمي في وهمه
فلم ادر هذا التحير من
تجاهل فهمي ام علمه
فان قلت جهلا فاني كذوب
وان قلت علما فمن اهله

وفي هذا المعنى قولي من قصيدة طويلة ليس هذا موضعها

احطت خبرا مجملا ومفصلا
بجميع ذاتك يا جميع صفاتي
ام جل جهلك ان يحاط بكنهه

اوس ذات کو احاطہ کرے گا اور جب کہ اسم اوس کو احاطہ نہ کر سکے تو وہ شے واحد نہیں ہے اور یہ ایک امر ہے کہ جس میں عقلا کو حیرت قبیحہ اور اولیاء اللہ کو حیرت حسنہ واقع ہوتی ہے پس جبکہ اسم اللہ اپنی ذات میں متحیر ہوا پس تجھ بندہ کو اس جگہہ پر متحیر ہونے میں کیا ہوا کہ جس کو بطریق اولے تحیر ہونا چاہیے۔

متحیر ہوا میں اپنی حیرت سے کہ یہ کیا ہے
پس حیران ہوئی میری سمجھ اوس کے وہم میں
پس نہیں جانتا ہوں کہ یہ تحیر
میرے فہم کے تجاہل سے ہے یا اوسکے علم سے
پس اگر کہوں میں جہل سے تو میں جھوٹا ہوں
اور اگر کہوں میں علم سے تو اہل تحیر سے ہوں

اور اسی میں میرا قول قصیدۂ طویلہ میں ہے کہ جس کی نقل کی یہاں جگہہ نہیں ہے۔

کیا احاطہ کیا میں نے خبر مجمل و مفصل کا
تیری کل ذات سے اے اپنی صفات کے جامع
یا برتر ہے ذات تیری اس بات سے کہ بکنہ احاطہ کیجائے

marfat.com

فاحطته ان لايحاط بذاته
حاشاك من غاي وحاشاك يكن
بك جاهلا ويلاه من حيرات
فمعنى يٰس والقرآن الحكيم
يا ستر الذات الغير المقروٴ
في الله وعين القرآن المتلوا
من الله على ترتيب حكمة
ذات الاحدية انك لمن المرسلين
من تلك الحضرة العالية
القدسية الاحدية الى هذا
المشهد الخلقي التشبيهي الانساني
العبدي على صراط مستقيم
اى سنن احدى قيومى يقوم
بنفسه وبجميع العالم تنزيل
العزيز وهو الذى لا يحل الا
في هيكل المحمدى الرحيم
لانه لما رحم العالم اراد ان
ينالهم نفسه وهو عزيز
فتنزل في جنسهم۔

پس احاطہ کیا میں نے اوسکا یوں کہ بذاتہ احاطہ نہیں ہو سکتا
منزا ہے تو انتہا سے اور منزا ہے وہ اس بات سے
کہ تجھ سے جاہل رہے افسوس ہے اوسکی حیرتوں سے
پس معنی یٰس والقرآن الحکیم کے
یہ ہیں کہ اے سر ذات جو ذات الٰہی میں
پڑھا نہیں جا سکتا اور عین قرآن جو اللہ
سے بر ترتیب حکمت ذات احدیت میں
تلاوت کیا گیا ہے تو مبعوث ہوا ہے اوس حضرت عالیہ
قدسیہ احدیتہ سے اس مشہد خلقی انسانی عبدی
کی طرف براہ راست یعنی عادت احدی
قیومی پر کہ جو بنفسہ و بجمیع العالم قائم
ہے۔ نزول عزیز کی بنا پر، اور وہی وہ
چیز ہے کہ نہیں پائی جاتی ہے مگر اس
ہیکل محمدی میں۔ جو صاحب رحمت
ہے اس لیے کہ اوس نے جب عالم پر
رحم کیا تو ارادہ کیا کہ وہ لوگ اوس کی
ذات کو پاویں اور وہ عزیز تھا پس
اون لوگوں کی جنس میں تنزل
کیا۔

اصل شلے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل
بہر دل بردن من صورت انسان داری

marfat.com

لقد جاءکم رسول من انفسکم
لیدلهم علی نفسه ویجذبهم
الیه عنایة منه بهم ومنة
من عین خزائن جوده علیهم
عزیز علیه ما عنتم لانه الحامل
لکم والفاعل فیکم بکم فلا
وجود لکم بل الوجود المطلق
لذاته بالمؤمنین ای الذین
امنوا بانه عینهم رؤف رحیم
فان تولوا ولم یقبل عقولهم
رؤیة احدیتک فی کثرة
اعدادهم فقل حسبی الله
اذ الالوهیة جامعة لاینما
تولوا فثم وجه الله فاشهد لهم
انهم فردا من یمینه الی الشمال
وکلتا یدی ربی یمین فکان
صلی الله علیه وسلم رحمة
للعالمین جمیعه مومنه وکافره
ومقره وجاحده صلی الله
علیه وسلم سبق بنا جواد اللسان

لقد[۱] جاءکم رسول من انفسکم تاکہ
اون کو اپنی ذات پر راستہ دکھاوے اور
اون کو اپنی طرف جذب کرے بسبب اون پر
اپنی عنایت و احسان کے اپنے خزانہ جود
سے عزیز علیہ ما عنتم[۲] اس لیے کہ وہ
تمھارے لیے حامل ہے اور تم میں تم سے فاعل
ہے پس تمھارے لیے وجود نہیں ہے بلکہ وجود
مطلق اوس کی ذات کے لیے ہے بالمومنین
یعنی وہ لوگ جو اس بات پر ایمان لاے ہیں
کہ اللہ اون کا عین ہے رؤف رحیم فان
تولوا یعنی اگر اون کے عقول تیری احدیت
کی رویت کو اپنی کثرت اعداد میں قبول
نہ کریں فقل حسبی اللہ اس لیے کہ الوہیت
جامع ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ کی پس
گواہ رہ اونکے لیے کہ وہ بجانب داہنے ہاتھ
سے بائیں ہاتھ کو حالانکہ میرے رب کے دونوں
ہاتھ داہنے ہیں (یعنی یہ دونوں اوسکی شانیں
ہیں) پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کل
عالم کے لیے مومن ہو یا کافر ہو
یا منکر رحمت ہیں۔ ہمارا سمند تحقیق

[۱] آیا تمھارے پاس رسول تم ہی میں کا ۱۲ [۲] بھاری ہے اوسپر محنت و تکلیف تمھاری ۱۲

marfat.com

فی مضمار البیان الی ان تحدثنا بما
لم ینطق الجنان بافشائہ فلنرجع
الی ما کنا بصددہ من شرح بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم۔

اون باتوں کے بیان کی طرف جولانی کر گیا کہ
جسکے ہم درپے نہ تھے اب ہم پھر اوس مطلب کیطرف
رجوع کرتے ہیں کہ جسکے ہم شرح بسم اللہ الرحمن
الرحیم سے درپے تھے۔

اب کو اوپر کی شرح سے واضح ہوگیا ہے کہ حق اپنے مرتبہ الوہیت سے بعینہ مخلوقات کا عین ہے جب اوسکی توجہ جامعیت اسمار کی طرف ہی اور بعینہ اپنی غیبوبیت سے مخلوقات کا غیر ہے کیونکہ اوسوقت مخلوقات کا ظہور ہی نہیں ہے اور اس مجموعہ کا نام ب ہے کہ جو اپنے تنزیہ میں مشاہدہ غیب الغیب ہے اور اپنی تشبیہ میں تمامی مخلوقات کا عین ہے اور یہ قائم مقام الف کے ہی اور اسی کو انسان کامل کہتے ہیں۔ اور انسان کامل کے چھ حضرات ہیں جن میں الف داخل ہے اور وہ مع دخول الف کے اَبَجَ دَرَسْ ہیں پس یہ عین اپنے مرتبہ واحدیت سے مراتب ستہ الوہیت کو حاوی ہے اور ان مراتب ستہ کو عرش کہتے ہیں اور قلب بھی کہتے ہیں اور فواد بھی کہتے ہیں اور سویداالعینی نقطہ بھی کہتے ہیں پس عرش کی شکل مجموعی مثل ایک شخص کے ہے جسکے ظاہری اعضا وجوارح آفاق میں انسان کبیر کے نام سے موسوم ہیں اور قلب بھی بر شکل انسان ہے اور یہی وجہ سے اوسکو انسان صغیر کہتے ہیں اور فواد نفس میں ہے جس کی گنجائش عرش میں نہیں ہے یہ انسان کبیر عرش کے مقابلہ میں انسان کبیر ہے اور یہ فواد سویدائے دل کا انبساط ہے کہ جس کو نقطہ بار کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ پس مقام الوہیت حق یہ ہے کہ سویدا و فواد و قلب کا نفس میں اور عقل کل و نفس کل و عرش کا آفاق میں مع اون مراتب سماوی کے جن کی تخلیق عرش کے تاثیر و تاثر سے ہوتی ہے اور جس سے عالم کا کوئی ذرہ باہر نہیں ہے جامع ہو اور جو چیزیں کہ معقولات و غیر معقولات کی ہیں اون کو بھی محیط ہو اور اس کل مجموعہ کا نام انسان کامل ہے کہ جس کی صفت

marfat.com

ویسی ہی ہونا چاہیے جیسے ہم عقیدہ میں کہتے ہیں کہ حق سب کہیں ہے اور کہیں مقید نہیں ہے اور حق سب کچھ جانتا اور کرتا دھرتا ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس طرح جانتا اور کرتا دھرتا ہے بجز اسکے کہ آفاق میں محض اشیا ہی کا تاثر معلوم ہوتا ہے اور نفس میں کرتا دھرتا آدمی خود معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ولقد کرمنا بنی آدم یعنی بنی آدم کے سوا کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے کہ جو بعینہ حضرت حق کا اسم آخر ہو اور بعینہ اسم آخر ہونے میں بعینہ اسم اول ہو اور بعینہ اسم اول و آخر ہونے میں بعینہ اسم باطن و ظاہر ہو فمن عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اب ہمارے لیے ہم سے باہر کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس گنجائش سے ہم حق کو اپنے ماوری دیکھتے ہیں وہ ہمارا ہی مقام غیوبیت ہے اور جب ہم اپنے علاوہ کچھ نہیں پاتے ہیں تو توہم کرتے ہیں۔ واہمہ خلاق ہے اوسی واہمہ کی خلاقیت کی حکمت سے گوناگوں عوالم و اشیا پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ ب دراز ہوگئی ہے اور سیر سارے عالم کا گذرنا لازمی ہے۔ ہم ہی تھے کہ جکو عالم غیب میں اپنے تنزہ کے کمال کی وجہ سے شک حقیقی وارد ہوا۔ شک حقیقی وہم کو کہتے ہیں اوس وہم نے کل موجودات کو جنکو ہم دیکھتے ہیں ہمارے سامنے لاکھڑا کیا یہ صورتیں ہوگئیں اور ہم نے اپنے اوس شک کو رفع کرنے کے لیے ہر صورت سے پوچھا الست بربکم اور پھر ہمنے اون صورتوں سے جو اپنے آپ میں تھیں اسکی تصدیق کرالی کہ بلیٰ یعنی ہم کو معلوم ہوگیا کہ ہم کو جو وہم سے شک وارد ہوا تھا یہ ہماری ہی جامعیت الوہیت تھی اگر یہ شک ہم کو وارد نہوتا تو مخلوقات ہمارے ماوری ہو جاتی۔ اور کبھی ظہور میں نہ آتی پس ہمارے شک اور وہم کی یہ رنگا رنگیاں ہیں جسکو دیکھکر تم عالم کہتے ہو اور ہمارے نفس کی یہ استغنا ہے جسکو تم غیب الغیب کہتے ہو جب عالم ظاہر ہے تو ہم ہی اوسکے باطن ہیں اور جب عالم باطن ہے تو ہم ہی اوسکے ظاہر ہیں کیا تم خواب میں نہیں دیکھتے ہو کہ

marfat.com

ایک عالم بلکہ ہزار ہا عالم تم کو خواب میں دکھائی دیتے ہیں مع اجرام سماوی و تاثیر و تاثر کے حالانکہ اونکا کہیں وجود نہیں ہوتا ہے چنانچہ بعد جاگنے کے سب غائب ہوجاتے ہیں پس جاگنا ہمارے سویدا یعنی تخم دل سے درخت کا پیدا ہونا اور پھیلنا اور پھولنا ہے۔ اور سونا ہمارے سویدائے دل کا اپنے میں کل درخت کے شاخ اور پھول پھل کا لے لینا ہے۔ جب درخت ہے تو آفاق ہے اور جب بیج ہے تو نفس ہے صرف خفا و ظہور کا فرق ہے۔ ہم کو کسی چیز کا نہ معلوم ہونا ہمارے تنزہ پر دلالت کرتا ہے اور کسی چیز کا معلوم ہونا ہمارے تشبہ پر دلالت کرتا ہے۔ بالجملہ ہم کو مثل حق معتقد کے ایسا ہونا چاہیے کہ سب کہیں ہیں اور کہیں نہیں ہیں اور سب میں ہیں اور کسی میں نہیں ہیں اور سب جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے اور کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے۔ ہم ہر چیز سے ڈرتے ہیں اور کسی چیز سے نہیں ڈرتے ہم نعم جنت کے والہ و شیدا ہیں اور پھر ہم کو کچھ پروا نہیں ہے۔ ہم نکال دوزخ سے گریزاں ہیں اور وہ بھی ہمارے آہ و نالے کی تاثیر ہے۔ ہم ملک ہیں کیونکہ ملک ہماری صفات سے ہے۔ اور ملک ہم سے منزہ ہے اسلیے کہ ہماری جامعیت تشبیہی سے محروم ہے اور ہم ملک سے منزہ ہیں اسلیے کہ ہم تنزیہ و تشبیہ کل الکل کے جامع ہیں۔ ہم عرش و کرسی ہیں ہم لوح و قلم ہیں ہم آسمان و زمین ہیں ہم سب میں رمے ہوے ہیں اور پھر کسی میں محدود نہیں ہیں۔ ہم روحانیات ہیں جو ہم سے نہایت اعلی ہیں ہم روحانیات سے افضل ہیں کیونکہ روح ہماری ہے جو شخص اس جامعیت کو کہ جسکی حد و انتہا نہیں ہے حاصل کریگا وہ توحید کا جاننے والا اور توحید پر چلنے والا ہے بلکہ توحید کا نہ جاننے والا اور اوسپر نہ چلنے والا ہے یعنی ظلوم و جہول ہے اور امی محض باتباع رسول ہے جسکو انسان کامل کہتے ہیں اور وہی شخص مثل رسول علیہ السلام کے مازاغ البصر وما طغی سے

لہ بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی ۱۲

استفادہ کریگا اور اسی کو مغارب اور اذن اور مشارق فتدلی سے لذت کمال دم نقد حاصل ہوگی ؎

بامغربی مغارب اسرار گشتہ ایم	بے مشرقی مشارق انوار بودہ ایم

مشرق و مغرب آپ ایک دیکھتے ہیں اور کلام مجید میں بلفظ مشارق و مغارب آیا ہے پس اپنی تنزیہی مرتبۂ فنا میں ہر مرتبہ فنا مغرب در مغرب ہی اور اپنے تشبیہی مرتبہ بقا میں ہر شان اور ہر ظہور و اظہار مشرق در مشرق ہے اور مغرب میں ہر مغرب بمقابلہ بالاتر غروب کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہی اور مشرق میں ہر ظہور و اظہار بمقابلہ بالاتر ظہور کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہے کیونکہ ہر ایک چیز بعد فنا ہونے کے دوسری چیز ہو جاتی ہے مشرق اپنی مشرقیت میں مغرب ہی اور مغرب اپنی مغربیت میں مشرق ہے۔ جہات ستہ غائب بلکہ اللہ ہی اللہ ہے ولِلّٰہِ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور اسی کو قرآن حکیم کہتے ہیں اور قرآن حکیم حق کی صفت ذاتی ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اسی سے انسان کامل عین ذات ہے اور قرآنیت کے معنی حضرت مصنف نے تعقل کرنے کے لکھے ہیں۔ ذات میں تعقل ہو نہیں سکتا پس لامحالہ سلوک اپنے ہی اسما و صفات میں تعقل کرنے سے ہوتا ہے پس جو کچھ کہ تعقل کر کے سالک سمجھیگا وہ اوس سالک کی شہادت کے لیے ہے اور جو کچھ نہ سمجھے گا وہ اوسکے غیب کے لیے ہے مگر شہادت عین غیب ہے اور غیب عین شہادت ہے اس تعقل سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جیسی کہ اوپر کی اس تحریر سے کہ سب کچھ ہے اور پھر کچھ نہیں ہے حیرت نے پیدا ہو کر سالک کو تھکا دیا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی تحریر حکمت کی رو سے ہی اور حکمت ایک اسم ہے جو ذات کو بالبداہۃ نہیں گھیر سکتا کیونکہ ذات منزہ اپنی غیبوبیت میں عالم تر ہے مگر اسم عین ذات سے ہے

سلہ مشرق کا مشرق و مغرب ہے تو جدھر منہ پھیر و ادھر اللہ کا منہ ہی ۲ سلہ اور جسکو حکمت دیگئی اوسکو بہت بھلائی دی گئی ۲

اور ذات عین اسم ہے جو شخص اسم کو علیحدہ اور ذات کو علیحدہ سمجھے گا وہ حیرت مذمومہ میں
میں مبتلا رہے گا اور جو شخص کہ اسم و ذات کو ایک جانے گا وہ حیرت حسنہ سے استفادہ
کریگا اور ہر شے کلمۃ اللہ ہے پس اسم حق یعنی حکیم لامحالہ کلمۃ اللہ ہے پس جبکہ نفس اسم
ادراک ذات میں متحیر ہے تو سالک لامحالہ متحیر ہوگا اب تاوقتیکہ تعقل کرکے متبائن صفات
کو کسی شخص میں مثالوں سے نہ بتایا جائے یہ رمز سمجھ میں نہیں آسکتا ہے اور تعقل کرکے بھی اس رمز
کا سمجھنا محال ہو جاتا اگر خود حضرت حق اپنی معیت نفخت فیہ من روحی اور نحن اقرب
الیہ من حبل الورید سے ظاہر نہ فرما دیتا اور ان دونوں آیتوں سے یہ حکمت ثابت
ہوتی ہے کہ انسان کے لیے حق بذاتہ وبصفاتہ وجدانی ہے جس میں تعقل و تفکر کی ضرورت
نہیں ہے بلکہ تفکر و تعقل جسقدر انسان کریگا اوسی قدر بعد میں پڑتا چلا جائیگا پس وجدانی
حالت میں تفکر کرنا تحصیل حاصل ہے اپنے وجدان پر نظر کرے اور اپنے وجدان کی یاد کرے
تب فاذکرونی اذکرکم کا فائدہ اوٹھائے گا ٥

نقد حال خویش را گر پے بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم

اب ہم مثال وجدانی دیتے ہیں کہ ہم محدود ہیں اور ہم محدود نہیں ہیں ہم جاہل ہیں
اور ہم جاہل نہیں ہیں ہم سب کہیں ہیں اور کہیں نہیں ہیں اور زیادہ مثالوں سے طوالت
کا اندیشہ ہے ان تین مثالوں پر ہم اکتفا کرنا اس تفہیم میں مناسب سمجھتے ہیں۔ ہم محدود
ہیں۔ ظاہر ہے کہ محسوسات میں ہمارا جسم معقولات میں ہماری عقل ہر آن ہر وقت
مجموعی طور پر محدود معلوم ہوتی ہے۔ اور کسی شخص کو اسکے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے
لیکن اگر ہماری عمر ہزار برس کی ہو تو ہم ہزار برس تک ہر وقت نت نیا لباس محسوسی
پہنتے رہیں گے اور نت نئی حکمت معقولی اپنے آپ سے نکالتے رہیں گے کہ جس کی حد و
انتہا نہیں ہے یہ امر بھی وجدانی لائق تسلیم کے سب ہے۔ پس ہم محدود ہیں اور ہم غیر محدود
ہیں۔ ہم جاہل ہیں اسوجہ سے کہ کسی شے کی ماہیت کو نہیں جانتے اور جسقدر علم ہم کو

marfat.com

ہوتا ہے اوسکی ماہیت کو بھی نہیں جانتے لہذا اوس علم کی بھی معرفت ہم کو نہیں ہے
پس ہم جاہل محض ہیں اور ہم عالم ہیں کہ باوجود نجاننے کے ہم اوپر کی مثال سے غیر محدود
ہیں اور باوجود نہ سمجھنے کے سمجھدار ہیں اور سارا کارخانہ ہمارے جسم کا اگر ہم میں سمجھ نہیں ہے
تو ٹھکانے اور حکمت سے کیوں چل رہا ہے اور اگر لاکھوں برس زندہ رہیں تو کیسے
چلتا رہیگا۔ ہم جاگنے میں بھی سارے حکمت کے کارخانہ سے جو ہم میں چل رہا ہے بہت کم
واقف ہوتے ہیں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[۵۱] اور سوجانے میں تو بالکل ناواقف
ہوتے ہیں۔ پس جس طرح سے سوجانے میں عالم خواب میں ہم عالم عالم دیکھتے ہیں ویسے ہی
عالم بیداری میں ہم عالم عالم دیکھ سکتے ہیں اگر روزن دل کھلا ہو۔ اگر آپ کہیں گے کہ
اس عالم کا تصرف ہے جسکی وجہ سے ہم میں یہ نمود ہے اور بے اختیاری کے ساتھ
ہم کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے یہ کہنا آپ کا ایک طرح پر برحق ہے لیکن دوسری
طرح پر بجا نہیں ہے کیونکہ اگر عالم ہمارا خالق و قادر ہوتا۔ تو ہم اوس میں تصرف نکر سکتے
حالانکہ ہم ہر جگہہ پر ہر شے میں تصرف کرتے ہیں اور تصرف بلا اوس شے میں سمائے
ہوے ناممکن ہے اگر آپ کہیں گے کہ عالم نے ایک فطرت بنا دی ہے اور اجازت
دیدی ہے کہ جو اوس فطرت پر چلے گا وہ عالم میں بھی تصرف کر سکے گا مگر ایک
حد تک لہذا اوس حد سے تجاوز نہیں ہو سکتا ہے۔ اوپر کی مثال سے ہم سمجھا چکے
ہیں کہ انسان وجدانی غیر محدود ہے اور اب پھر دوبارہ کہتے ہیں کہ جو فطرتی حدود عالم
نے ہمارے واسطے مجاز کیے ہیں اونسے تجاوز کرنا ناممکن ہوتا اگر عالم کے دیے ہوے
ہوتے کیونکہ ہم خواب میں دیکھتے ہیں کہ اتنے بڑے اجرام سماوی ہمارے ایسے چھوٹے
سے سویدائے دل میں تاباں ہوتے ہیں کہ جس کی فطرتاً ہرگز ہرگز گنجائش نہیں ہے
اسی واسطے عالم ہمارا تابع ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وسخر لکم ما فی السموات والارض

---

۵۱ اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا ۱۱

marfat.com

وما بینھما اور یہ سب جانے دیجیے ہم خود وجدانی طور پر جانتے ہیں کہ عالم کی کوئی شے ہم پر حاکم نہیں ہے پہاڑ کو کاٹ کر پھینک دیں کچھ ہچکچاہٹ نہیں ہے دریا پر پل بنادیں سمندر میں جہاز ڈالدیں کچھ ڈر نہیں ہے سمندر میں غوطہ لگا کر موتی نکال لائیں کچھ خدشہ نہیں ہے اگر اسنے ہمکو پیدا کیا ہوتا تو ہم اسپر قادر نہوتے تو جو شخص شے کو ذات حق سے علیحدہ دیکھتا ہے وہ حیرت مذمومہ میں مبتلا ہے اور جو شخص اشیا کو عین ذات حق جانتا ہے اوسکو حیرت حسنہ ہے اور وہ اوس سے مالا مال ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللھم زدنی تحیّرا اور جتنی حیرت زیادہ ہوگی اُسی قدر جامعیت اسماء حق سے استفادہ کرے گا۔

زیرکی بگذار و حیرانی بخر	زیرکی ظن ست حیرانی نظر

آپ کو حیرت ہوگی کہ حیرت نظر کیسی ہے اور حیرت سے استفادہ کیا ہوسکتا ہے سنیے حیرت زدہ شخص کی قطع مثل مرکز دائرہ کے ہے کہ جو محیط پر جو اسماء و صفات ہیں) ہر آن علی التساوی ملتصق ہے درانحالیکہ محیط میں ہر اسم دوسرے اسم سے متبائن ہیں اور آگے کیوں جائیے اپنی روح کو اپنے جسم ہی میں کیوں نہ دیکھ لیجیے۔ آپ اوسکو نہیں جانتے ہیں کہ کیا ہے۔ اور آپ اوسکو جانتے ہیں کہ ہے۔ اور آپ اپنے دماغ و دل ہی کو کیوں نہ دیکھ لیجیے کہ آپکو پتہ لگتا ہے کہ دل و دماغ سے یہ بات آئی لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر آئی اور دل سے کونسی بات آئی اور دماغ سے کونسی بات آئی۔ حیرت کا خاصہ یہ ہے کہ انسان کو کسی مقام پر ٹھہرنے نہیں دیتی اور ٹھہرنے نہ دینے سے کل اسماء پر اوس کا گذر ہوگا اور کل اسماء سے استفادہ کرسکیگا پس کسی چیز پر نہ ٹھہرنا یہی توحید ذاتی ہے پس جو شخص حیرت حسنہ سے استفادہ کرتا ہے وہی صراط مستقیم پر ہے اور یمین و شمال اوسکے لیے یکساں ہے اور جب یکساں ہے تو یمین ہی یمین ہے شمال نہیں ہے پس عارف تام المعرفتہ کے لیے نہ ڈر ہے نہ رنج ہے نہ امید ہے

marfat.com

نہ رہا ہے اَلَآ اِنَّ اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔

فی بیان حرف المیم

اعلم انہ لما کان الالف من غیب الاحدیۃ والسین سرھا الشھادی کان المیم عبارۃ عن الوجود وھو الحقیقۃ الجامعۃ للغیب والشھادۃ الاتریٰ الی تجویف راس المیم کیف ھو محل النقطۃ البیضاء وقد مضیٰ لک ان النقطۃ ھی الکنز المخفی فحصل ان الدائرۃ من تجویف راس المیم ھو الحق الذی یظھر فیہ من الکنز المخفی الاتریٰ الی قولہ تعالیٰ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق وتعرفت الیھم فعرفونی فمن ھنا کان الاسم ذوالجلال والاکرام

جاننا چاہیے کہ جبکہ الف غیب احدیت سے تھا اور سین اوس کا ستر شہادت میم عبارت وجود سے ہوئی اور وہ غیب اور شہادت کے لیے حقیقت جامعہ ہے۔ کیا تو میم کے ستر تجویف کو نہیں دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح محل نقطہ سفید ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نقطہ کنز مخفی ہے پس گویا کہ دائرہ جو میم کے ستر کا جوف ہے حق ہے جس میں یہ کنز مخفی ظاہر ہوا ہے کیا تو اوسکے قول کی طرف نہیں دیکھتا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق وتعرفت الیھم فعرفونی پس اسی جگہ سے اوس کے قول تبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام میں اسم ذوالجلال والاکرام ہے اس لیے کہ اگر وہ ربک کے لیے

ع‌ ۱ خبردار ہو کر اولیاء اللہ کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ غم ہے ۱۲ ع‌ ۲ میں خزانہ مخفی تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا اور اونھیں پہچنوایا پس انھوں نے مجھ کو پہچانا ۔ ۱۲

marfat.com

فی قولہ تبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام۔ لانہ لوکان وصفا لربک لکان مجرورا فذوالجلال مرفوع تابع للاسم لالربک فافہم۔ واعلم ان المیم ھو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم لان المحل الذی ظہر فیہ الکنز المخفی ھو العالم وقد ورد فی حدیث جابر ان اول ما خلق اللہ روح محمد ثم خلق العالم منہ مرتبۃ (فی الحدیث) والنقطۃ البیضاء التی فی جوف راس المیم عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی ھو الکنز المخفی ومن ھنا قلنا انہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ جامعۃ للذات العظیم والقرآن الحکیم علی الوجہ الذی قررناہ وفی ھذا المعنی قلت ؎

رسول اللہ یا مجلی الالوھہ
ویا من ذاتہ الذات المنزہ
ظہرت بکل مظہر کل حسن
تسترعن عیان بالبدیہ

وصف ہوتا تو مجرور ہوتا پس ذوالجلال مرفوع اور تابع اسم کے ہے نہ ربک کے فافہم اور جاننا چاہیے کہ میم روح محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے کہ وہ محل جس میں کنز مخفی ظاہر ہوا ہے عالم ہے اور حدیث جابرؓ میں وارد ہوا ہے کہ اول جو چیز خدا نے پیدا کی وہ روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پھر اوس سے بالترتیب عالم کو پیدا کیا اور وہ نقطہ سفید جو میم کے سر میں ہے ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو ذات کنز مخفی ہے اور اسی مقام سے میں نے کہا کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقۃ جامعہ ہیں ذات عظیم اور قرآن حکیم کے اوس وجہ پر کہ جس کو ہم نے بیان کیا اور اسی معنی میں میں نے کہا ہے

یا رسول اللہ اے جائے تجلی الوہیت
اور اے وہ شخص جسکی ذات ذات تنزیہ ہے
ظاہر ہوئے آپ ہر مظہر ہر حسن میں
پوشیدہ ہیں آپ عیاں سے بالبداہتہ

marfat.com

باوصاف هی لسبع المثانی
وقرآن هی لذات الحبیبه
خصصت وکنت انت بها حقیقاً
حقیقتک المقدسة الشبیهه
سکنت دیار هند وان تعالت
وجلت وقد لبست ردا الوهیه
فبالاوصاف کل مثانی سعدت
وانت بها نظرت الی الالوهیه
لانک کنت قبل الکل حتماً
فذاتک للذوات هی لفقیه
کان لانشادی هذه الابیات سبب وهو انه
اجتمعنا فی بعض لیالی سنة
تسع وتسعین وسبع مائة بمسجد
شیخنا وسیدنا واستاد العالم القطب
الاکبر و الکبریت الاحمر
شرف الدین اسماعیل بن ابراهیم
الجبرتی علی سماع عام کان فی جبانة
المسجد فقرا فی حضرة الشیخ احد
اخواننا السادة وهو الفقیه احمد الجوهی
قوله تعالی ولقد اتیناک سبعا من المثانی
والقرآن العظیم فاشهد نی نبیه سبحانه وتعالی

اون اوصاف کے ساتھ جو سبع مثانی ہیں
اور قرآن کے ساتھ جو ذات بزرگ ہے
خاص ہوئے آپ اور آپ اوسکے ساتھ ثابت تھے
حقیقت آپ کی مقدس شبیہ ہے
ساکن ہوئے آپ دیار ہند میں اگرچہ بزرگ ہوئے
اور برتر ہوئے اور آپنے چادر ہویہ زیب تن فرمائی
پس (وہ چادر) کل وصاف ثانی کے ساتھ بلند ہوئی
اور آپنے اوسکے ساتھ الوہیت کی طرف نظر کی
اسلیے کہ آپ قبل سب کے یقیناً تھے
پس آپ کی ذات ذاتونکے لیے فقیہ ہے
میرے ان اشعار پڑھنے کا ایک سبب
تھا اور وہ یہ کہ ایک شب ہم چند بھائی
۷۹۹ سنہ ہجری میں مسجد شیخ سید اوستاد
علم قطب الاکبر والکبریت الاحمر شرف الدین
اسمعیل بن ابراہیم الجبرتی بن سماع عام
پر جمع ہوئے جو صحن مسجد میں ہو رہا تھا
پس شیخ کے حضور میں ہمارے ایک
بھائی نے کہ جن کا نام فقیہ احمد جبانی
تھا خداوند تعالیٰ کے اس کلام کو پڑھا
کہ ولقد اتیناک سبعا من المثانی
والقرآن العظیم پس مجھ کو حق تعالیٰ نے

marfat.com

اتصاف نبیہ محمد بالسبعۃ الاوصاف النفسیۃ التی ھی الحیاۃ والعلم والارادۃ والقدرۃ والسمع والبصر والکلام وشھدتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اتصافہ باوصافہ عین الذات الغائب فی ھویۃ الغیبات وھو المشار الیہ فی الآیۃ بالقرآن العظیم اذ قراءتہ لانھایۃ لھا فکلما قرأتہ الورثۃ الکمل من اھل القرآن الحقیقۃ من ذات اللہ تعالیٰ ھو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم والیہ الاشارۃ فی الحدیث فی قولہ اھل القرآن اھل اللہ وخاصتہ فلیتامل فھو غیب ھویۃ الاحدیۃ والرسل والانبیاء والورثۃ الکمل یقرؤن غیب ھویۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اللہ و ھذا معنی کونہ واسطۃ بین العالم وبین اللہ و الیہ الاشارۃ بقولہ انا

اپنے نبی محمدؐ کے اتصاف کو با اوصاف سبعہ نفسیہ کہ جو حیات و علم و ارادہ و قدرت و سمع و بصر و کلام ہیں مشاہدہ کرایا اور میں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد اون کے اِنہی اِن صفات سے کے ساتھ متصف ہونے کے کہ جو عین ذات غائب ہیں ہویت غیبات میں مشاہدہ کیا اور آیۃ قرآن العظیم میں وہی (صلعم) مشار الیہ ہیں اِس لیے کہ قرآن کی قرأت کی انتہا نہیں ہے پس جو کچھ کہ ورثہ اہل قرآن نے پڑھا ہے ذات الٰہی کی حقیقت سے کہ جو ذات عین محمد ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور اسی کی طرف حدیث میں اشارہ ہے کہ فرمایا۔ اھل القرآن اھل اللہ و خاصتہ فافھم۔ پس آپؐ غیب ہویت احدیت ہیں اور رسل اور انبیا اور ورثہ کمل غیب ہویت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ میں پڑھتے (یعنے مشاہدہ کرتے) ہیں اور آپؐ کے اللہ اور عالم کے درمیان میں واسطہ ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کی طرف آپؐ کے اس ارشاد سے اشارہ ہے کہ میں

من الله والمومنون منی۔ فافهم	اللہ سے میں ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں فافہم ۔
دھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل	خواصل اوس برزخ کبری میں ہر حرف شد کا

یہ ظاہر ہے کہ الف غیب احدیت میں غیب الغیب ہے اور اوسکی خلیفہ ب
ہے جس کا انبساط سین تک مع ب کے نقطہ کے اوس الف کا سر شہادت ہے یعنی
موجودات کا اجمال ہے جس طرح سے بیج درخت کا اجمال ہے پس میم جس کے عدد چالیس ہیں اوس سین شہادت کی
تفصیل فی الآفاق ہے کیونکہ عوالم بھی چالیس ہیں جس طرح درخت بیج کی تفصیل
ہے پس میم عبارت وجود سے ہوا کہ وہ غیب وشہادت کا جامع ہے جس طرح درخت
ہر ہر پتی اور پھول اور پھل کا مع اوس بیج کے جو نظر نہیں آتا ہے اور جس کی وجہ
سے یہ کل درخت ہی جامع ہے پس حق عوالم میں ایسا ہے جیسے میم کی تجویف
میں خلا ہے جو نقطہ سفید ہے اور اسی واسطے تبارک اسم ربک ذو الجلال والاکرام
میں ذو الجلال والاکرام ربک کی صفت نہیں ہے بلکہ اوس اسم کی صفت ہے جو
ذو الجلال والاکرام ہے یعنی حق کے اسم کے جلال وجمال نے کل عالم کو حقیقتاً
ڈھانپ لیا ہے کہ جو شے عالم میں دکھائی دیتی ہے وہ رب نہیں ہے بلکہ اللہ ہے
رب اور اللہ میں یہ فرق ہے کہ ہر شے کے لیے خاصۃً رب ہے کہ جو دوسرے کے
لیے نہیں ہے۔ اسی واسطے رب کی جمع آئی ہے اور اللہ کی جمع نہیں ہے اسی بنا پر
بت پرستی ممنوع ہوئی کہ ہر بت کا رب مخصوص ہر رب میں وہ جامعیت نہیں ہے جو اللہ
میں ہے اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد
القہار اور اسکا مفصل بیان ہم اوپر کر چکے ہیں پس جس طرح میم کے سر میں خلا اجمال
ہے اور میم اوسکی تفصیل ہے۔ اوسی طرح پورا میم اجمال ہے جسکو روح محمدی کہتے
ہیں اور کل عوالم جو چالیس ہیں اوس کی تفصیل ہیں پس نقطہ سفید بمنزلہ احدیت کے
ہے اور میم مع نقطہ سفید کے بمنزلہ وحدت کے اور اوسکے چالیس اعداد ہونا بمنزلہ

marfat.com

واحدیت کے ہے۔ اس میں ایک تقسیم اور ہے کہ احدیت و وحدت و واحدیت جب تک فی الخارج انکا ظہور نہ ہو ناجائے او سوقت تک نفس یعنی ملکوت ہے اور جب اون کا ظہور فی الخارج بھی لے لیا جائے تب اوسکو آفاق و عالم ملک کہتے ہیں اور اسی طرح پر مالک کے کل مراتب میں تقسیم ملک و ملکوت کی ہے یعنی عقل کل ملکوت ہے او نفس کل ملک ہے پھر نفس کل و طبیعت کل و ہبار ملکوت ہے اور شکل کل و جسم کل و عرش ملک ہی پھر شکل کل و جسم کل و عرش ملکوت ہے اور افلاک و عناصر و موالید ملک ہیں اب ان کل ملکوت و ملک کا جامع انسان ہے جس کی عبارت میم سے ہے کہ وہ غیب و شہادت کے لیے حقیقت جامعہ ہے فسبحٰن الذی بیدہٖ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون اور اسی واسطے محمدؐ کے لفظ میں پہلے میم ہے اور اس جامعیت کا نام الوہیت ہے۔ اسکا ظاہر ملک ہی اور باطن ملکوت اور اسی واسطے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلائے الوہیت ہیں اور آپکے ذات ذات تنزیہی اور آپ کا ظہور ہر مظہر میں تجسس ہے اور آپ اپنی ذات سے بالبداہتہ پوشیدہ ہیں اور امہات اسما جو حیات و علم و ارادہ و قدرت و سمع و بصر و کلام ہیں آپ اون کے مظہر تام ہیں اور آپ کی ذات مقدس قرآن ہے اور آپ اپنی تشبیہ مقدس سے جس کے واسطے تنزل لازمی ہے دیار ہند میں رہنے والے ہیں یعنی قابل پرستش اہل ہنود ہیں۔ ع

دل برا ز تبخانہ شد ہندوستان نامیدش

تم با ہر سرے ہر سو سر دکاری گرد ار	و غمش با ہر دلی سودائے بازار دی گردارد

اور باوجود ہند میں بت ہونے کے آپ عرب میں چادر مویہ اوڑھے ہوئے ہیں

۱؎ پس پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف سب چیزیں لوٹتی ہیں ۱۲

marfat.com

آپ مع اون اوصاف کے تحت وفوق میں یکتا وبے ہمتا ہیں اور کفر واسلام دونوں میں رحمت ہیں وما ارسلناك الا رحمة للعالمین کیونکہ آپ یقیناً قبل سب کے تھے پس یہ بات لازمی ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ آپ ہی کی ذات سے ہوا ہے اور ان سب موجودات میں آپ کا تفقہ مثل الف کے اس بات سے بالاتر ہے کہ کسی چیز سے تشبیہ دیا جائے کیونکہ بسم اللہ میں ب کے بعد الف اسم سے غائب ہو گیا ہے اسی واسطے باوجود ہر شے کے ساتھ عینیت ومعیت کے آپؐ کنز مخفی ہیں اور حضرت مصنفؒ نے آکیو ۷۹۹ھ میں ایسا ہی دیکھا ہے جو انھوں نے لکھا ہے اور چونکہ آپ تمامی موجودات کا مبدار ہیں لہذا یہ بات ضروری ہے کہ جو چیز مخلوق ہو وہ اوسی مبدار سے ہو گی لہذا آپ کی شان پاک میں وارد ہوا ہے کہ لولاك لما خلقت الافلاك

بیان مراتب وجود

اعلم ان عدد المیم اربعون هذا لعدد هو عین کمال الاعتدال فی کل شی وهو میقات الرب سبحانه وتعالی ومعنی المیقات هذا العدد موافق لمراتب الوجود التی لیس بعدها الا ما کان اولها۔	جاننا چاہیے کہ میم کے عدد چالیس ہیں اور یہ عدد ہر چیز میں کمال اعتدال سے عین ہے اور وہ اعتدال میقات رب سبحانہ وتعالی ہے اور میقات کے معنی یہ ہیں کہ یہ عدد اون مراتب وُجود کے موافق ہے کہ جنکے بعد وہی ہے جو اُنسے پہلے تھا۔

۵۱ نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت عالم والوں کے لیے ۱۲ ۵۲ اگر میں تجھ کو نہ پیدا کرتا تو آسمانوں کو نہ بناتا ۱۲

marfat.com

المرتبة الاولى۔ هي الذات الساذج۔

المرتبة الثانی۔ هی العماء وهی عبارة عن الکنه الذاتی عبر عنها بالمعرفة

المرتبة الثالثة۔ هی الاحدیة وهی عبارة عن السذاجة الذاتية عبر عنها بالکنز المخفی

المرتبة الرابعة۔ الواحدیة وهی اول تنزلات الذات فی الاسماء والصفات۔

المرتبة الخامسة۔ الالوهة وهی المرتبة الشاملة لمراتب الوجود اعلاها واسفلها۔

المرتبة السادسة۔ الرحمانیة وهی المرتبة المختصة باعلی مراتب الوجود۔

المرتبة السابعة۔ الربوبیة وهی المرتبة المقتضیة بوجود المربوب ومن هنا ظهر الخلق۔

المرتبة الثامنة العرش وهو الجسم الکلی

المرتبة التاسعة القلم الاعلی وهو العقل الاول۔

مرتبۂ اولیٰ۔ ذات ساذج۔

مرتبۂ دوم۔ عماء اور یہ عبارت ہے کنہ ذاتی سے جس سے بذریعہ معرفت کے تعبیر کیجاتی ہے

مرتبۂ سوم۔ احدیت اور یہ عبارت ہے اوس ذات محض سے کہ جس سے کنز مخفی مراد ہے۔

مرتبۂ چہارم۔ واحدیت اور یہ ذات کا سب سے پہلا تنزل ہے اسماء وصفات میں۔

مرتبۂ پنجم۔ الوہیت اور یہ مرتبہ مراتب وجود کے اعلیٰ واسفل کو شامل ہے۔

مرتبۂ ششم۔ رحمانیت اور یہ مرتبہ مختص ہے باعلیٰ مراتب وجود۔

مرتبہ ہفتم۔ ربوبیت اور یہ مرتبہ وجود مربوب کا مقتضی ہے اور خلق یہیں سے ظاہر ہوئی۔

مرتبہ ہشتم۔ عرش اور وہ جسم کلی ہے۔

مرتبۂ نہم۔ قلم اور وہ عقل اول ہے۔

marfat.com

المرتبة العاشرة - اللوح المحفوظ وهو النفس الكلی	مرتبہ دہم لوح محفوظ۔ اور وہ نفس کلی ہے۔
المرتبة الحادية عشر - الكرسی وهو العقل الكلی عبارة عن القلب	مرتبہ یازدہم۔ کرسی اور وہ طبیعت کلی ہے مراد قلب سے۔
المرتبة الثانية عشر - الهيولی -	مرتبہ دوازدہم۔ ہیولا اور وہ جوہر ہبا ہے۔
المرتبة الثالثة عشر - الهباء -	مرتبہ سیزدہم ہبا اور وہ شکل کل سے مراد ہے۔
المرتبة الرابعة عشر - فلك العناصر	مرتبہ چہاردہم۔ فلک العناصر
المرتبة الخامسة عشر - الفلك الاطلس	مرتبہ پانزدہم۔ فلک اطلس
المرتبة السادسة عشر - فلك البروج	مرتبہ سیزدہم۔ فلک البروج۔
المرتبة السابعة عشر - فلك الزحل	مرتبہ ہفدہم۔ فلک الزحل۔
المرتبة الثامنة عشر - فلك المشتری	مرتبہ ہیجدہم۔ فلک المشتری۔
المرتبة التاسعة عشر - فلك المريخ -	مرتبہ نوزدہم۔ فلک المریخ۔
المرتبة العشرون فلك الشمس	مرتبہ بستم۔ فلک الشمس
المرتبة الحادية والعشرون - فلك الزهرة	مرتبہ بست ویکم فلک الزہرہ
المرتبة الثانية والعشرون - فلك العطارد	مرتبہ بست ودوم فلک العطارد
المرتبة الثالثة والعشرون - فلك القمر	مرتبہ بست وسوم۔ فلک القمر۔
المرتبة الرابعة والعشرون - فلك الاثير وهو فلك النار	مرتبہ بست وچہارم۔ فلک الاثیر اور وہ کرۂ آتش ہے۔
المرتبة الخامسة والعشرون فلك الهواء	مرتبہ بست وپنجم۔ کرۂ ہوا۔

marfat.com

المرتبة السادسة والعشرون. فلك الماء	مرتبہ بست و ششم۔ کرۂ آب۔
المرتبة السابعة والعشرون. فلك التراب	مرتبہ بست و ہفتم۔ کرۂ خاک۔
المرتبة الثامنة والعشرون. فلك المولدات	مرتبہ بست و ہشتم۔ فلک المولدات۔
المرتبة التاسعة والعشرون فلك الجوهر البسيط	مرتبہ بست و نہم۔ فلک جوہر بسیط (اور یہ عالم مثال ہے)
المرتبة الثلاثون. فلك العرض اللازم	مرتبہ سی ام۔ فلک عرض لازم۔
المرتبة الحادية والثلاثون المركبات وهي المعادن	مرتبہ سی و یکم۔ مرکبات اور یہی معدن ہیں۔
المرتبة الثانية والثلاثون. النباتات.	مرتبہ سی و دوم۔ نباتات۔
المرتبة الثالثة والثلاثون. الجمادات	مرتبہ سی و سوم۔ جمادات۔
المرتبة الرابعة والثلاثون. الحيوانات	مرتبہ سی و چہارم۔ حیوانات
المرتبة الخامسة والثلاثون. الانسان	مرتبہ سی و پنجم۔ انسان
المرتبة السادسة والثلاثون عالم الصور منه يلحق بها الدنيا.	مرتبہ سی و ششم۔ عالم صورت جس سے دنیا ملحق ہے۔
المرتبة السابعة والثلاثون عالم المعاني يلحق بها البرزخ.	مرتبہ سی و ہفتم۔ عالم معانی اور اوس سے عالم برزخ ملحق ہے۔
المرتبة الثامنة والثلاثون عالم الحقائق ويلحق بها القيامة	مرتبہ سی و ہشتم۔ عالم حقایق اور اوس سے قیامت ملحق ہے۔
المرتبة التاسعة والثلاثون الجنة والنار	مرتبہ سی و نہم جنت و نار
المرتبة الاربعون. الكثيب الابيض الذي يخرجون اليه اهل الجنة وهو عبارة عن تجلي الحق تعالى	مرتبہ چہلم۔ وہ کثیب ابیض جسکی طرف اہل جنت نکلیں گے اور وہ مراد تجلاے حق تعالی اور دار الدر سے ہے جسکے بعد

marfat.com

وداراِلسدورفمابعدہ الاالذات

فھذالعددھواصل الاشیاءوبہ

کملت تخمیرۃ طینۃ ادم وھواول

موجود من ھذالعالم الانسانی ظھر

فی المرتبۃ الرابعۃ من العدد لان

العالم باجمعہ لیس فیہ الاالاربعۃ

انواع ۔

قدیم اوحدیث ولطیف أو

کثیف وماثم الاھذہ الاربعۃ فجمعھا

ھوعین ھذا لمیم المحمدی الذی

قلنا انہ جمیع الوجود القدیم

والحدیث والکلام علی ھذا العدد

کثیرًاجدًّا من حیث تفرعاتہ فی

الطبائع والعناصر والانشاءات و

الفصول وغیرذلک وتکفی عن

الجمیع اشارۃ ان کان فی القلب

بصارۃ ۔ اسم الشئ وسمہ الذی

تبصورہ یتعقل ذالک الشئ یمتازبہ

عن غیرہ کما یمتازنذ والوسم من

لاوسم لہ ۔

بجز ذات کے کچھ نہیں ہے ۔

پس یہی عدد اشیا کی اصل میں اور

اسی سے تخمیر طینت آدم پوری ہوئی اور وہ

اول موجود ہے عالم انسانی سے جو عدد ت

چار مراتب میں ظاہر ہوا اسی لیے عالم کی مجموعی

طور پر چار قسمیں ہیں ۔

قدیم ۔ یا جدید ۔ لطیف ۔ یا کثیف

اور ان چاروں کے سوائے کچھ نہیں

ہے پس وہ مجموعی حالت میں عین یہی

میم محمدی ہے کہ جس کو ہم نے کہا کہ

وہ کل وجود قدیم وحادث ہے اور

اس عدد پر کلام بہت ہے یقینًا

بحیثیت اوس کے تفرعات کے جو

طبائع وعناصر وانشارات وفصول

وغیرہ میں ہیں ۔ اور کل سے اشارہ کافی

ہے اگر قلب میں بصارت ہو ۔ اسم شے

وہ علامت ہے کہ جس کے تصور سے

وہ شے پہچانی جاتی ہے اور اپنے غیر سے تمیز

کیجاتی ہے جیسے صاحب علامت اوس شخص

سے ممتاز ہوتا ہے جسکے لیے کوئی علامت نہو

جاننا چاہیے کہ ان مراتب کی ترتیب یوں ہے کہ ذات ساذج فی نفسہ عما میں ہے اور

یہ مرتبہ ذاتی ہے جو حقیقت خلیقت سے متصف نہیں ہوتا ہے پس ذات کا شہود
بے شہودی عماء ہے اور عماء کا شہود بے شہودی اپنے نفس میں یہ احدیت ہے اور احدیت
کا شہود بمعیت عماء یعنی وحدت کے یہ واحدیت ہے یعنی واحدیت اجمال وحدت کی تفصیل
ہے اور مرتبہ الوہیت ان سب مراتب مذکورہ بالا کو اور نیز باقی مراتب نزولی وعروجی کو
شامل ہے اور اس مرتبہ کو حضرت مصنف نے پانچواں مرتبہ ترتیب تنزل کے لحاظ سے قرار
دیا ہے اور ہم اس مرتبہ کا حال بعد کل مراتب نزولی وعروجی کے بیان کرینگے اور واحدیت
کا شہود فی الخارج بمعیت احدیت وعماء کے یہ رحمانیت ہے اور اس رحمانیت کی دو
شانیں ہیں ایک مستی جسکو ربوبیت کہتے ہیں اور اسی شان سے الرحمن علی العرش
استویٰ ہے اور اسی لحاظ سے عرش بمنزلہ جسم کے پڑا ہے۔ پس یہ ایک شخص ہوگیا جس کے
سات مراتب عماء سے لیکر عرش تک ہوے۔ اور اسمیں تین مراتب عماء اور احدیت اور
واحدیت سلبی ہیں اور تین مراتب رحمانیت وربوبیت وعرش ایجابی ہیں۔ اور رحمانیت
کی دوسری شان تدبرکی ہے جس سے عقل کا ظہور ہے اور جسکو قلم بھی سکتے ہیں اور
قلم کا ظہور وشہود لوح محفوظ ہے جس کو نفس کلی کہتے ہیں اور نفس کلی کا ظہور و شہود
طبیعت سے ہی جسکو کرسی کہتے ہیں اور کرسی کا شہود جوہر ہباء ہے جس کو ہیولاء
کلیہ کہتے ہیں کیونکہ ہر چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اوس کا ہیولیٰ قائم
ہوجاے اس لیے کہ بغیر ہیولیٰ کے تشکل کسی چیز کا قائم نہیں رہ سکتا اور یہ ایک بدیہی
بات ہے اور ہیولیٰ کا وجود بھی بلا تشکل کے رہ نہیں سکتا لہذا ہیولاء کلیہ کا شہود تشکل کل
ہے اب یہ ایک شخص ہوا جسکا جسم فلک العناصر ہے اور یہ شخص بجاے خود ایک عرش ہوا
جسپر پہلا شخص بمنزلہ رحمن کے مستوی ہوا۔ اور اس عرش اور پہلے عرش میں فرق یہ ہے کہ
پہلا عرش دماغی ہے اور یہ دوسرا عرش قلبی ہے پہلا شخص سلبی ہے اور یہ دوسرا شخص
ایجابی ہے اب اس شخص ایجابی اور تفصیلی کا ظہور تیسرے شخص میں ہے یعنی یہ شخص سلبی

marfat.com

کہا جائے گا اور اسکا ظہور ایجابی تیسرے تخص میں اس طرح ہوگا کہ فلک اطلس ظاہر ہوگا جو ایک مفہوم محض اور بلا خیال کے ہے اور اسی لیے اس آسمان میں ستارہ وغیرہ ظاہر نہیں ہیں اگرچہ فی الباطن اوسمیں مخفی ہیں جیسے خیال کرنے سے پہلے خیال آدمی میں مخفی ہوتا ہی پھر فلک اطلس کا ظہور و شہود فلک البروج سے ہوتا ہے یعنی اوس میں سب ستارے مع امتیاز اسامی کے جو بلحاظ تاثیرات ہوتے ہیں کھل جاتے ہیں اور فلک البروج کا ظہور بتفصیل فلک الزحل سے ہوتا ہے اور اسمیں ایک ایک ستارہ الگ الگ ظاہر ہوجاتا ہے اور فلک الزحل کا ظہور فلک المشتری میں ہوتا ہے اور فلک المشتری کا ظہور فلک المریخ میں اور فلک المریخ کا ظہور فلک الشمس میں فلک الشمس قطب الافلاک ہے اور یہ فلک آسمانوں میں ایسا ہی ہے جیسے تخص اول میں مرتبہ الوہیت کہ اسکے اعلے کو بھی شامل ہے اور اسفل کو بھی۔ پس فلک الشمس کا شہود فلک الزہرہ ہے اور فلک الزہرہ کا شہود فلک العطارد ہے اور یہ ستارہ دبیر فلک ہے کتاب مسطور یہیں سے ظاہر ہوئی اور کتابت یہیں سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے مثلاً لوح محفوظ وغیرہ میں تحریر نہیں ہے بلکہ وہ اشیاء کے وجود کی نسبتیں ہیں۔ اور پھر فلک العطارد کا شہود فلک القمر ہے۔

تنبیہ۔ آسمانوں کے وجود میں بحث ہے۔ حکمائے حال کے نزدیک آسمانوں کا وجود نہیں ہے۔ اور حکما رقدیم کے نزدیک از روے معقولات اور حضرت صوفیہ کے نزدیک از روے تحقیقات ومشاہدات بھی اور از روے منقولات بھی آسمانوں کا وجود ہے۔ اس کی نسبت جہاں تک میری تحقیق بتاتی ہے وہ یہ ہے کہ نجوم کا وجود تو متفق علیہ ہے اور اسمیں شک نہیں کہ ہر نجم ایک خلاء محدود میں ہے اور ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہے اوس نجم کا قیام اپنی سطح خلاء پر خواہ دوسرے نجم کے جاذبات تباینہ سے ہی اور خواہ یہ کہ ہر نجم اسقدر خفیف ہے کہ اپنے جادۂ سلوک سے ہٹتا نہیں ہے یعنی نہ تحت

جاتا ہے نہ فوق۔ پس وہ خلا جسکے تحت وفوق ہر نجم نہیں جاسکتا ہے وہی آسمان ہے
یوں تو لاکھوں ستارہ ہیں اور ایسے ہی لاکھوں آسمان ہیں جن کی حد وانتہا نہیں ہے لیکن
سات آسمانوں کی تخصیص اسوجہ سے ہے کہ ہر ستارہ تجمات میں ایک شخص کامل ہے جسکے
مجموعی اسماء وصفات کا خلاصہ سیارہ سبعہ انسانی ہیں اور ہر ستارہ کی سطح خلا کا جو رنگ
مختلف ہے تو وہ سطح خلا اوس ستارہ کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے اور ایک سطح خلا دوسری
سطح خلا کی جاذب اسوجہ سے ہے کہ نیچے کے نجم کو اوپر جانے کی اور اوپر کے نجم کو
نیچے جانے کی حکمت فطرتاً مقتضی ہی نہیں ہے کہ کوئی چیز اپنے مبدا سے باہر جا
نہیں سکتی اور اسیوجہ سے ہر نجم خفیف ہے اور اسیوجہ سے ہر آسمان کی مخلوقات جو روحانیت
خلا سے زندہ ہے وہ مخلوق دوسرے آسمان کی مخلوقات سے مطلع نہیں ہے۔ اور
ہر آسمان کی مخلوقات اوس آسمان کی تاثیر خلا سے زندہ ہے اور ہر تاثیر ایک ایک
ملک ہے کہ جن کی تسبیح باعتبار افلاک کے ایک دوسرے سے جداگانہ ہے۔ پس
ستاروں کی گردش آسمانوں کی گردش سے ہے۔ اور افلاک چونکہ روحانیات سے
مخلوق ہیں وہ کبھی بغیر صرافت روحی کے تعقل وغیرہ سے معلوم نہونگے۔ بجز ادن
ستاروں کے جو اون میں ہیں اور ان آسمانوں میں نہ خرق ہے نہ التیام ہے اور ان میں
ہر شخص اپنی روحانیت سے جاسکتا ہے **القصہ** افلاک کے بعد سے اور کثافت
بڑھی اور عناصر شروع ہوے پس سب سے پہلے کرۂ آتش ہے کیونکہ سب سے پہلے جو چیز
خلقت کی متقاضی ہوئی۔ وہ حرارت عشقی ہے اور حرارت خود بخود حرکت کی
مقتضی ہے اور حرکت فی نفسہ ہوا ہے لہذا کرۂ آتش کا ظہور وشہود کرۂ ہوا ہے اور
آگ درہوا کے اجتماع سے بخار پیدا ہوا جو پانی ہے لہذا ان دونوں کا شہود کرۂ
آب ہی اور آتش وہوا وآب کے اجتماع میں آتش کے غلبہ سے جو کثافت آئی یہ
خاک ہوگئی لہذا کرۂ خاک کی کثافت سے تمامی لطیف والطف اشیاء کا ظہور ہو

marfat.com

شہود بتمامہ ہوا کیونکہ خاک سے زیادہ کثیف کوئی چیز مخلوقات میں نہیں ہے اور
چونکہ خاک کی کثافت ہی باعث شہود مراتب الطف ہی لہذا کرۂ خاک کے بعد
فلک المولدات ہے یعنی جب شدت کثافت ہوگی تو لطافت اوسمیں فوراً منعکس ہو جائیگی
اور یہی باعث تولید ہے مثلاً کیچڑ سڑ جاوے تو بسبب شدت کثافت کے اوس میں
کیڑے پڑ جائیں گے اور روحانیت آجائے گی پس یہ فلک المولدات گویا کل عناصر کا
خلاصہ ہے۔ اب یہاں سے ترتیب جسم انسانی مع الآفاق شروع ہوئی یعنی فلک المولدات
سے آفاق میں فلک جوہر بسیط یعنی عالم مثال ظاہر ہوا اور نفس میں نطفہ صلب شخص میں
قائم ہوا۔ پھر فلک جوہر بسیط کی تشریح فلک عرض لازم میں ہوئی آفاق میں اور نفس
میں نطفہ صلب شخص سے رحم انسانی کی طرف منتقل ہوا۔ پھر آفاق میں مرکبات معدنی
پیدا ہوے اور نفس میں ترکیب جنین کی دل و دماغ و اعضا وغیرہ کی شروع ہوئی
پھر آفاق میں نباتات کا ظہور ہوا اور نفس میں نمو جسم کا رحم میں شروع ہوا۔ پھر آفاق میں
جمادات پیدا ہوے اور نفس میں گوشت جسم پر چڑھا پھر آفاق میں حیوانات پیدا ہوے
اور نفس میں بچہ شکم مادر سے عالم ظہور میں آیا فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] پھر
ایک طرف آفاقی جسم انسانی بڑھکر حالت بلوغ تک پہونچتا ہے اور ایک طرف نفسی
ہوش گوش و عقلمندی و حق پسندی پیدا ہوتی ہے اور اس مرتبہ میں نفس و آفاق ایک
ہو جاتا ہے اب مراتب نزولی ختم ہوے اور یہ مرتبہ مراتب نزولی میں پچیسواں مرتبہ
ہے اسکے بعد اب مراتب عروجی شروع ہوے پس پہلا مرتبہ عالم صورت ہے جس سے
دنیا ملحق ہے پس صورت انسانی کی تفصیل ہی پوری دنیا ہے۔ اور عالم معانی صفات
انسانی ہیں جن سے عالم برزخ ملحق ہے اور حقائق روحانیات انسانی ہیں جن سے
قیامت ملحق ہے ٥

[1] پس بزرگ ہے اللہ خوشتر پیدا کرنے والا ۱۲

چو روح از تن بکلیت جدا شد	زمینت قارع وصف صف لازمی شد

یعنی روح انسانی جب جسم سے جدا ہوتی ہے تو تمام اسمار کا بکدفعہ تصادم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے غلبہ سے سب نیست ونابود ہو جاتے ہیں اور انسان بحکم کلّ(۱) الینا راجعون بکدفعہ تمام کھیڑوں سے نجات پاکر اپنی حقیقت ذات سے ملجاتا ہے حقیقت صمدیت میں سب ادسکا آنا اور جانا ایک چیز ہے اور کسی عمل کرنے والے کا ٹھہراو اوس میں نہیں ہے کیونکہ حقیقت عمل سے آزاد ہے اور عمل تمام تنزلات اور کھیڑوں کا باعث ہے لہذا بعد جاذبہ حقیقت کے عامل بموافقت اپنے عمل کے حقیقت سے تنزل کریگا اور وہ عمل یا جلالی ہوگا یا جمالی یعنی یا بد ہوگا یا نیک پس اگر مناسبت اوسکی اعمال کی جلالی ہے تو دوزخ میں جائیگا اور اگر جمالی ہے تو جنت میں جائیگا پس دوزخ جسم نفسی میں دل ہے کیونکہ اوسکی انقلاب سے تمام تکلیف و تکلف پیدا ہوتا ہے جبتک اوسمیں حرکت ہے اور اوس کی حرکت کا جاتے رہنا ہی جنت ہے جس کی جگہہ جسم نفسی میں دائرہ روحی ہے اب جنت و دوزخ میں فرق یہ ہے کہ جنت میں انسان اپنے خواہشات کے مقتضی سے یعنی نفس کے حکم کرنے سے آرام میں رہتا ہے اور دوزخ میں یعنی قلب میں قلب(۲) المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن کے بموجب اوسکا تقلب حق تعالیٰ کے اصبعین سے ہوتا ہے اوسکے نفس سے نہیں ہوتا ہے اور یہ تقلب دم لینے نہیں دیتا ہے جب انقلاب اصبعین سے نجات ہوتی ہے تو مقام اعراف میں چلا جاتا ہے اور جتنی شخص جب اپنے تحکمات نفسی سے بہ تجلیات رحمانی الٰہی مجذوب ہوتا ہے تب کثیب ابیض میں چلا جاتا ہے اور ان دونوں یعنی اعراف وکثیب کے بعد بجز وجہ اللہ کے کچھ نہیں ہے۔ اب کثیب و اعراف میں یہ فرق ہے کہ کثیب نتائج اعمال و ایمان کی وجہ سے موصل الی اللہ ہو کر مقعد صدق ملیک مقتدر ہوتا ہے اور اعراف براہ راست بلا کسی لحاظ و نتیجہ کے بطریق عرفان

۱؎ اب ہماری طرف لوٹنے والے ہیں ۱۲ ۲؎ مومن کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے ۱۲

marfat.com

قال اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون کا مقام ہوتا ہے اور انھیں لوگوں کے لیے ہے کہ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم کشف والا زن ہے اور اعراف والا مرد ہے اور اس مقام پر یہ دونوں متحد ہو جاتے ہیں۔ جیسے آدم کے پہلوے چپ میں حوا۔ اب وجہ حقیقی میں جہاں سوائے اللہ کے کچھ نہیں ہے اور جس کو محض بقا ہے یہ آدم بہشت و دوزخ وکشف و اعراف کو چھوڑکر ترقی کرتا ہے اور وہاں سے دنیٰ کو فائز ہوتا ہے اور او ادنیٰ یعنی فتدلیٰ ہو کر مقام محمود پر فائز ہوتا ہے اور یہ مقام بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسیکو نصیب نہیں ہوتا ہے الا ماشاء اللہ اور یہی مرتبہ عالی ہے جو تنزل میں بیان ہو چکا اور یہی انا رحقیقی سے ہے اور اسی مقام سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور تمام مراتب نزولی وعروجی کو سمیٹ کر اسی کو مقام الوہیت کہتے ہیں اور ان چالیس مرتبوں پر مراتب ختم ہیں اور عدد منتہم سو ہے پس یہ چالیس برابر سو کے ہیں یعنی مخ دماغ تک سو عدد ہے جو انسان کا کل ہے اور یہ عدد مخ دماغ پر ختم ہوتا ہے جو مرتبہ دنی ہے۔ اب اس میں سے تنزل سات عدد کا فتدلیٰ میں ہوگا یعنی پورے ایک شخص کا تنزل ہوگا۔ پس سات میں سے دو عدد ایک تسلسل کا اور ایک تحدید کا جیسا کہ میں نے مقدمہ میں سلوک بالعشق کی وصل میں خط وخال کی تعریف میں بیان کیا ہے چھوڑ دیے جائیں گے اور پانچ عدد میں تنزل ہوگا یعنی پچانوے کے عدد پر تمام نزول وعروج کی تکمیل ہے۔

اسمِ "اللہ" کی تحقیق

اسم اللہ اصلہ الالٰہ ولکن اسقطت   اسم اللہ کی اصل الالہ ہے لیکن الف وسطی

ملے اللہ کو لاہ الہ کو اور کی ٹکروں میں چھوڑ دو کو کھیلیں کروٗیں ۱۲

الالف الوسطى وادغمت اللام
فى التى عليها فصارت الكلمة
الله ولكن اصله سبعة احرف
ستة رقيمة والسابعة الواو البارز
فى اشباع الهاء كما ترى
ا ل ا ل ا ه و وهى عين السبع
الصفات التى هى معنى الالوهية
فالالف الاول هو عين اسمه
الحى الا ترى الى سريان حياة
الله تعالى فى جميع الوجود وقد
اظهرنا لك سريان الالف فى
جميع الحروف والثانى اللام
الاول وهى الارادة التى كانت
اول توجه من الحق فى بروز
العالم المشار اليه الحديث بقول
كنت كنزًا مخفيًا فاحببت ان
اعرف وليس الحب الا الارادة
الثالث الالف الثانى وهى القدرة
السارية فى جميع الموجودات الكونية واذا الموجودات
الكونية داخلة تحت سلطان
القدرة - والرابع اللام الثانى

ساقط کیا گیا اور لام اوس لام میں جو
پڑھا جاتا ہے ادغام کر دیا گیا پس کلمہ اللہ
ہوگیا۔ مگر اوس کی اصل میں سات حروف ہیں
چھہ مکتوبی اور ساتواں واو ظاہرہ اشباع ہا
میں جیسا کہ تو دیکھتا ہے ا ل ا ل ا ہ و اور یہی
عین اون سات صفات کا ہے کہ جو معنائے
الوہیت ہیں پس الف اول وہ عین اوس کا
اسم حی ہے۔ دیکھو کہ حیات الٰہی کل وجود
میں ساری ہے اور ہم الف کا سریان کل
حروف میں ظاہر کر چکے ہیں دوسرے لام
اول اور یہ وہ ارادہ ہے کہ جو اول توجہ
حق سے ظہور عالم میں جیسا کہ اس حدیث
میں قول کنت کنزًا مخفیًا فاحببت
ان اعرف سے اوس کی طرف اشارہ
فرمایا گیا ہے اور حب سے ارادہ ہی مراد ہے تیسرے
الف ثانی اور یہ وہ قدرت ہے کہ جو کل موجودات کونیہ
میں ساری ہے اسلیے کہ موجودات کونیہ تحت
سلطان قدرت داخل ہیں۔ چوتھے لام
ثانی اور وہ علم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا وہ
جمال ہے جو اوس کی ذات اور اوس کی
مخلوقات سے متعلق ہے پس قائمۃ اللام

marfat.com

وهو العلم وهو محل الله تعالى
المتعلق بذاته وبمخلوقاته
فقائمة اللام محل علمه بذاته و
تعريفة اللام محل علمه بمخلوقات
ونفس الحروف عين العلم
الجامع والخامس وهو الالف
الثالث وهو السمع السامع
منطوق وان من شئ الا يسبح
بحمده. والسادس الهاء وهو
بصر الله دائرة الهاء تدل على
انسان غيب المحيط الذى ينظر
به الى جميع العالم والعالم هو
البياض الموجود فى عين دائرة
الهاء وفى هذا تنبيه الى ان
العالم ليس له وجود الا بنظر
الله تعالى اليه فلو رفع نظره
عن العالم لفنى باجمعه كما انه
لو لم تدر دائرة الهاء على
النقطة البيضاء لم يكن لها وجود
البتة ومع وجودها فهى باقية
على ما كانت عليه من العدم

حق کے علم کا بذاتہ محل ہے اور تعریفیۃ اللام
اوس کے علم مخلوقات کا محل ہے اور نفس
حرف عین علم جامع ہے اور پانچویں الف
ثالث ہے اور وہ سمع سامع ہے منطوق
وان من شئ الا یسبح بحمدہ ہے
اور چھٹے ہا اور وہ بصر الٰہی ہے۔ دائرہ ہا انسان
کے غیب پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے
ذریعہ سے انسان کل عالم کی طرف نظر
کرتا ہے اور عالم وہ سفیدی ہے جو دائرہ ہا
میں موجود ہے اور اس میں اس بات کی طرف
تنبیہ ہے کہ عالم کے لیے وجود نہیں ہے
مگر صرف اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ کا وجہ اوسکی
طرف ہے پس اگر اوس کی نظر عالم کیطرف
سے اوٹھ جائے تو عالم تمامتر فانی ہو جائے
جیسے اگر دائرہ ہا نقطہ سفید پر نچایا جاتا
تو اوس کے لیے وجود نہوتا اور چونکہ دائرہ
موجود ہے لہذا نقطہ بھی اوس بنا پر
موجود ہے کہ جیسا نیستی کی حالت
میں تھا اس لیے کہ سفیدی جو قبل
دائرہ ہا بننے کے موجود تھی بعد
دائرہ ہا بننے کے بھی موجود

marfat.com

اذالبياض الموجود قبل مستدارة
الهاء موجود بعده وكذالك
العالم مع الله على حالته التى
كان عليها قبل ان يخلقه الله
سبحانه۔ فافهم وتامل فى هذا
السر الغريب وقس بما ذكرته
خارجا عنك على ما هو فى
ذاتك فليس المراد من ذالك
الا سعادتك ووقوعك على
عينك۔ والسابع الواو البارز
عدده فى المرتبة السادسة وهو
معنى يشير الى كلام الله تعالى
الا ترى الى الست الجهات التى
غاية نهايتها كمال العرش
الرحمانى المنسوب الى كل جهة
كيف دخلت تحت حضرة كن
فكما ان الكلام الالهى لا نهاية له
كذالك المخلوق الداخل تحت
حيطة العرش ممكن ولا نهاية للممكن
فانظر عدم النهاية فى الواجب
الوجود كيف ظهر بعينه فى الممكن

ہے اور اسی طرح عالم حق
کے ساتھ اوسی طرح موجود ہے کہ جیسا قبل
پیدایش کے تھا۔ پس سمجھ اور اس سرِ غریب
میں غور کر اور جو چیز میں نے تجھے باہر بیان
کی ہے اوسکو اپنی ذات کے اندر کی چیز پر
قیاس کر۔ کہ اس سے تیری سعادت اور
تیرا وقوع اپنی ذات پر مقصود ہے۔ اور
ساتویں واو ظاہر۔ اسکے عدد مرتبہ
میں چھ ہیں اور اس کے معنی کلام الٰہی کی
طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جہات ستہ کو
دیکھو کہ جن کی انتہا نے کمال عرش رحمانی ہی
جو ہر جہت کی طرف منسوب ہے کہ وہ
جہات تحت حضرت کن کس طرح داخل
ہوئے پس جس طرح کہ کلام الٰہی کی انتہا
نہیں ہی اوسیطرح مخلوق جو تحت حیطہ عرش داخل ہی ممکن ہے
اور ممکن کی انتہا نہیں ہی۔ پس واجب الوجود میں اس
عدم نہایت کو دیکھو کہ وہ ممکن جائز الوجود
والعدم میں کس طرح ظاہر ہوا پس یہ سات
اسمار ہیں یہی معنائے اللہ ہیں اور اللہ کی
صورت اسما وذاتا اسمار سبعہ کے سوا نہیں
ہے اور وہ اسما یہی ہیں۔ اور لوگوں نے

marfat.com

الجائز الوجود والعدم فهذه
السبعة الاسماء هي عين معنى
الله وصورته اسماً وذاتاً الميت
سواء وهي هي - واختلف الناس
في هذا الاسم فمنهم من قال
انه مشتق من اله يأله الها بمعنى
عبد يعبد عبادة فجعل
المصدر اسما للمعبود فقيل آله و
زيد فيه الف التعريف واللام
التعريف فقيل الله - ومنهم من
قال اله بمعنى عشق فيكون اله
مصدر العشق ومنهم من قال
انه اسم جامد غير مشتق ولم
يكن اصله الا بل هو على حاله
علم لواجب الوجود المخترع للعالم
وليس هو الا هذه الخمسة
الاحرف ال ل اه وهذا هو
مذهبنا والدليل عليه تسمى الحق
به قبل ان يخلق العالم لان الله
غني عن العالم بخلاف اسمه
الرحمن فانه ناظر الى ظهور

اس اسم میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض
یہ کہتے ہیں کہ آلہ یالہ الہا سے مشتق ہے
بمعنی عبد یعبد عبادۃً تا پس مصدر معبود کے
لیے نام مقرر کیا گیا پس آلہ کہا گیا اور اوس میں الف
تعریف اور لام تعریف بڑھا دیا گیا پس
اللہ کہا گیا اور بعضوں نے کہا ہے کہ
الہ بمعنی عشق ہے پس آلہ مصدر عشق ہوگا
اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اسم جامد
غیر مشتق ہے اور اوس کی اصل آلہ نہیں
تھی بلکہ وہ اپنے حال پر ہے اور وہ (یعنی
لفظ اللہ) واجب الوجود مخترع عالم کا
نام ہے اور وہ یہی پانچ حروف ہیں
ال ل اہ اور یہی ہمارا مذہب ہے اور
اس کی دلیل حق کا اس اسم سے قبل تخلیق عالم
کے مسمیٰ ہونا ہے اس لیے کہ اللہ عالم
سے غنی ہے بخلاف اوس کے اسم رحمٰن
وغیرہ کے کہ جو ظہور اثر رحمانیت کے لیے
مرحوم کا منتظر رہتا ہے تو اس سے حق سبحانہ
تعالیٰ کے واسطے یہ ضروری ہے کہ یا
بظاہر وجود میں یا بباطن اپنے علم میں اوس
(مرحوم) کو ملحوظ رکھے۔ اور اسی طرح رب

marfat.com

اثر الرحمانیۃ فی المرحوم لا بد من
ذلک للحق سبحانہ وتعالیٰ اما
ظاہر فی الوجود واما باطن فی
علمہ ملحوظ لہ فافہم۔ وکذا اسم
الرب والخالق وبقیۃ الاسماء
الرحمانیۃ کالمعطی والواہب والمنعم
واعنی بالاسماء الرحمانیۃ کلما
یطلب موثرا یظہر فیہ اثرہ
کالعلیم فانہ یطلب معلوما والسمیع
والبصیر والقدیر والمرید والمتکلم
ککلمۃ کن فانہا تطلب مکونا
نفذہ واشباہہا اسماء الرحمانیۃ
وقد سبق فیما تقدم معنی
ان الرحمن ہو اللہ بنظرہ الی
ما یستحقہ العرش وما حواہ
بخلاف اسم اللہ فانہ علم
للذات التی ہی ہویۃ کل ہویۃ
وانیۃ کل انیۃ وانانیۃ کل
انانیۃ ولا یتقید بنظرہ ولا ینعدم
تقیدہ بنظر ہو الجامع للشیء و
ضدہ۔ ولہذا قال من قال

اور خالق اور باقی اسمار رحمانیہ ہیں
جیسے معطی اور واہب اور منعم اور اسمار رحمانیہ
سے مراد وہ کل اسمار ہیں جو موثر کو طلب
کریں کہ جس میں اوس اسم کا اثر ظاہر ہو
جیسے علیم کہ وہ معلوم کو طلب کرتا ہے اور
سمیع وبصیر وقدیر ومرید ومتکلم مثل کلمہ کن کے کہ وہ
ہیں جو مکون کو طلب کرتا ہے پس یہ اسماء اور اوسکے مانند اسماء
رحمانیہ ہیں اور پہلے یہ بیان ہوچکا ہے کہ
رحمن وہی اللہ ہے مگر اس لیے کہ اوس کی نظر
اوس چیز کی طرف ہے کہ جس کا عرش وغیرہ مستحق
ہے بخلاف اسم اللہ کے کہ وہ نام ہے اوس
ذات کا جو ہویت ہر ہویت ہی اور انیت ہر انیت
ہے اور انانیت ہر انانیت ہے اور اوسکا
تقید نظر سے نہیں ہوسکتا ہے اور اوس کا
تقید معدوم بھی نہیں ہوسکتا ہے اس نظر
سے کہ وہ شے اور ضد شے کا جامع ہے
اور اسی لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ
اللہ عین وجود وعدم ہے۔ اب یہ بات
کہ وہ عین وجود ہے ظاہر ہے لیکن یہ بات
کہ وہ عین عدم ہے اس میں سر دقیق
ہے کہ جسپر بجز کاملین اولیاء اللہ کے کوئی

marfat.com

ان الله هو عين الوجود والعدم
فاما قوله عين الوجود فظاهر
واما قوله عين العدم ففيه
سر دقيق لا يطلع عليه الا
الكمل من اهل الله تعالى مقامهم
او من فتح له رتق هذا الباب
قبل وصول هذا المحل ولا بد من
الكلام بعد ما شرعنا فيه وهذا
وجه من وجوه التي يصح فيها
اطلاق اسم العدم عليه لكماله
سبحانه وتعالى ولوجوبه
تعالى الله علواً كبيراً۔ واعلم ان
الله علم يعطيك تعقله مسمى
حوى مراتب الالوهية ويتصور
عندك انه امر زائد عليك
مغائر لك انك فهذا المتصور عدم
لا وجود له اذ عين المراد ذاتك
فما ثم متصور الا الله وما ثم
الا انت بل ما ثم الا الله واعلم
ان قولنا الحق والخلق والرب
والعبد انما هو ترتيب حكمي

مطلع نہیں ہو سکتا ہے اور وہ (کاملین بھی
بفرق مراتب۔ اور یا وہ شخص مطلع ہو سکتا
ہے کہ جسپر یہ دشواری قبل اس مقام پر
پہونچنے کے آسان کردی گئی ہو۔ اور
جب ہم اس کو شروع کر چکے تو اس کا
بیان کرنا ضروری ہے اور یہ وجہ اون وجوہ میں
سے ہے کہ جنمیں اس اسم اللہ پر اسم عدم کا اطلاق صحیح ہوتا
ہے بسبب اوسکے کمال کے اور بوجہ اوسکے وجوب کے
تعالی اللہ علواً کبیراً۔ اور جاننا چاہیے کہ اللہ وہ
نام ہے کہ جو تجھ کو اپنے مراتب الوہیت پر حاوی
ہونے کے مسمّٰے سے تعقل عطا کرتا ہے کہ وہ (اللہ)
تیری ذات کے مغائر تیرے اوپر امر زائد ہے پس
یہی متصور عدم ہے کہ جنکے لیے وجود نہیں ہے اسلیے
کہ عین مراد تیری ذات ہے پس نہیں متصور ہے
مگر اللہ نہیں متصور ہے مگر تو بلکہ نہیں متصور
ہے مگر اللہ اور جاننا چاہیے کہ ہمارا
یہ قول کہ رب اور عبد اور حق اور خلق
ذات واحدہ کے لیے ترتیب حکمی نسبی ہے
اوس کے معنے کلیۃً پورے نہیں ہوتے اور
تیرا توقف اون تعددات میں سے کسی
تعدد کے ساتھ دور اور تضییع اوقات ہے

نسبی لذات واحدۃ کل ذلک
لا یستوفی معناھا۔ووقوفک
مع شیٔ من تعدد ذلک دمر و
تضیع وقت فی عین الحقیقۃ الا
اذا کنت ممن یشم المسک وھو
فی فارتہ فان کل ذلک حینئذٍ
ترتیب لذاتک تستحقہ بالاصالۃ
لحینئذٍ اکلت الزفر بید غیرک
ووزنت لنفسک فی عیار موسک
وما استحقہ قانونک فما وجدتہ
من تلک فھو عین الحقیقۃ
وما وجدت من اللہ الیک علی
سبیل الاتحاد والاتصال فھو
عین الضلال فالحق والاتحاد
ولا یذوق ھذا الکلام الاعربی
اعجمی لغتہ غیر لغۃ الخلق ومحلہ
غیر محلھم فھو یستوفی مالہ
کما لم ینل ویرمی بسھم مراتبہ
فی قوس مقتضیاتہ علی ھدف
ذاتہ بیدا قائم احدیتہ
فلا یخطی لہ مرمی ولا ینکل لہ سھما

عین حقیقت میں مگر جب کہ تو اون لوگوں
میں سے ہو (جن کی تعریف یہ ہے) کہ وہ
مشک کو اوس حالت میں سونگھتے ہیں جبکہ
وہ نافہ میں ہوتا ہے پس یہ سب اوس وقت
تیری ذات کی ترتیب ہے کہ جس کو تو
بالاصالۃ مستحق ہے پس اس وقت تو نے
مشک اپنے غیر کے ہاتھ سے سونگھا اور
اپنے نفس کا وزن اپنے مرتبہ کے معیار
میں اور اوس میں کہ جس میں تیرا قانون مستحق
ہے کیا پس جو کچھ تو نے اس سے پایا وہ
عین حقیقت ہے اور جو کچھ تو نے اللہ سے
اپنی طرف بر سبیل اتحاد و اتصال پایا وہ عین
ضلال و الحاد حق میں ہے اور اس کلام سے
ذائقہ نہیں لے گا مگر عربی عجمی کہ جس کی لغت
غیر لغت خلق ہے اور اوس کا محل اون کے
محل کا غیر ہے پس وہ اوس ذائقہ کو پورا
کر لیتا ہے کہ جو اوس کے واسطے ہے
جیسا کہ ہمیشہ سے تھا اور قوس مقتضیات
میں اوس ہاتھ سے کہ جو اوس کی احدیت کے
قائم ہی اپنے مراتب کا تیر ہدف ذات پر چلاتا ہی
پس تیر چلانیوالا خطا نہیں کرتا ہی اور نہ اسکا یا نسم

marfat.com

پلٹ سکتا ہے۔ پس عناد کا تیر چلتا ہے اور نہ تیر چلانیوالے کی آنکھ بھرتی ہے اللہ اس سے برتر ہے کہ اوسکی الوہیت منقطع ہو یا اوسکی احدیت منقسم ہو۔	فلا سهام تزول ولا عين الرامی تحول تعالی اللہ ان تنصرم الوھیتہ او تنقسم احدیتہ

جاننا چاہیے کہ ارباب تصوف میں خاصۃً ارباب تحقیق کا مذہب و مسلک یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو جو نظر وغیرہ میں آتی ہے اور کسی کلام کو جو سماعت میں آتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا۔ بلاوجہ اور بیکار نہیں جانتے ہیں اور ہر شے کو مظہر حق بلکہ عین حق جانتے ہیں اور کسی موجود کو خالی از حکمت نہیں جانتے ہیں چاہے وہ کیسا ہی برا نظر آوے یا معمولا سمجھ میں آوے اور نظام عالم سے ایک اصول پر اوسکا عرفان کرتے ہیں اور ربنا ما خلقت هذا باطلا[۵] کہکر ہر شے کو اور ہر رسم و رواج کو اور ہر مخلوق کو عمدہ اور معقول اور حسین و جمیل جانتے ہیں اور اونکا کام یہ نہیں ہے کہ ایک کو اچھا کہیں اور دوسرے کو بُرا۔ جو شخص کسی طریقہ کو اچھا جانتا ہے اور کسی طریقہ کو بُرا جانتا ہے وہ حضرات صوفیہ کے مسلک میں نہیں ہے۔ کعبہ و بت خانہ اون کے نزدیک برابر ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اسی کعبہ میں پہلے بت تھے اور اب بھی کعبہ خدا کا گھر ہے ؎

نہ وہ مجمع بتوں کا ہے نہ اگلی صورتیں باقی

بجز نام خدا سچ کیسے کعبہ میں رہا کیا ہی

اور یہ مساوات اسوجہ سے ہے کہ ایک مبدا حق سے جو محض خیر ہے صور جمالی و جلالی کی تخلیق ہے اور معشوق حقیقی کا ظہور ہے پس معشوق حقیقی کے کس اسم یا کس صفت کو کوئی اہل تحقیق و اہل محبت برا کہہ سکتا ہے فرق اچھے اور برے کا اہل تحقیق کے نزدیک اسطرح پر ہوتا ہے کہ ہر شے کے محل میں فرق ہوتا ہے اور اس محل کو

---

[۵] اے پروردگار تو نے ان کو باطل نہیں بنایا ہے ۱۲

marfat.com

بتانے کے لیے شرائع و احکام ہیں۔ پس اوس محل کا دریافت کرنا اہل تحقیق کا کام ہے
اور ان اسماء و صفات کے بے محل نا واقع ہونے پر بمقابلہ ایک موجود کے دوسرا موجود
اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ بعض اہل تقلید اپنے عقیدہ ایا نداری میں اللہ و محمد اور اسی
قسم کے معظم و مکرم اسامی میں تاویلیں کر کے بے تکی تقریریں کرتے ہیں کہ اصولا او سکے
کوئی معنے نہیں ہوتے۔ اگرچہ اہل تحقیق اوس بے تکی تقریر کو بھی اپنے اصول کے
مطابق اچھا جانتا ہے اور اون لوگوں کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اکثر اہل الجنۃ بلہ[ط]
لیکن خود عارف تام المعرفت و محقق بلا کسی اصول کے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں
نکالتا ہے۔ میں نے جب اس فصل کو جسمیں لفظ اللہ کی تحقیق ہے حضرت مصنف رح کی
اس کتاب میں دیکھا اور اوسکو من اولہ الی آخرہ پڑھ گیا تو ظاہراً مجھ کو یہ دریافت کر کے
بہت تعجب ہوا کہ کیا حضرت مصنف بھی مثل ارباب تقلید کے اکثر اہل الجنۃ بلہ
کے مصداق ہیں کہ جو اونھوں نے لفظ اللہ کے حروف میں گڑھی ہوئی تاویلیں کر کے
بے سمجھے بوجھے لوگوں کو لبھانے کے واسطے عقیدتاً بیان کر دیا ہے میں یہ سوچکر اس فصل
کی شرح کرنے سے رک گیا اور ملہم الغیب سے استعانت و استمداد کرتا رہا۔ الحمد للہ کہ میرا وہ
فاسد خیال جو حضرت مصنف رح کی نسبت پیدا ہو گیا تھا جاتا رہا اور اب جہانتک میری سمجھ
کفایت کرتی ہے اس فصل کی شرح محققانہ کرتا ہوں۔

اِسم اللہ کی اصل لالہ جو حضرت مصنف رح نے لکھکر الف وسطے کو ساقط کر کے اور لام
اول میں لام ثانی کو ادغام کر کے کلمہ اللہ کو ثابت کیا ہے یہ تو قاعدہ صرفی کی رو سے
کیا ہے جو متعارف ہے۔ اب اون کی تحقیق یہ ہے کہ لفظ اللہ میں سات حروف مع
واو کے ہیں اور وہ حروف (اَلْ اَلْ اٰ ہُ وْ) ہیں۔ آپ کو اسی کتاب الکھف والرقیم
کی اوپر کی عبارتوں سے واضح ہو گیا ہے کہ الف ایک ایسا وجود ہے کہ جو دیکھا

[ط] اکثر اہل جنت سیدھے سادے ہیں ۱۲

نہیں جا سکتا ہے اور غیب الغیب میں بلا صورت کے ہے اور غیب الغیب بھی اوسکے
لیے مکانیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے اور محض نقطہ کے انبساط نے الف کو دکھایا ہی
اور نقطہ بھی وہ کہ جس کے جگہ تو مقرر ہے مگر اوسکے اجزا نہیں ہو سکتے یعنی الف حقیقت
مطلقہ ہے کہ جسکے علوے کبریائی کے لیے تشبیہ نہیں بلکہ تنزیہ بھی ۔ ہتبہ ہے تعالی اللہ
عن ذالک علوا کبیرا لیکن کوئی اہل ملل اس مرتبہ لامکانی واطلاقی و منزہ عن القید
والاطلاق میں بھی یہ اعتقاد نہیں کر سکتا ہے کہ اللہ حی و علیم و قدیر و مرید و سمیع و بصیر
و کلیم نہیں ہے یعنی ان امہات اسماء سے اپنے کسی طور یا مرتبہ میں خالی تھا یا ہے اور وُہ
اسما کسی آن میں اوس کی ذات سے یا ایک دوسرے سے علحدہ تھے یا ہو سکتے ہیں اور
یہ امہات اسما مبدا و مصدر تمامی اسماء و صفات کے ہیں کہ جن سے متنوعات لاتعد
ولاتحصلے ہیں اور یہی مرتبہ الوہیت حق ہے جن سے ماضی و مستقبل کو ایک حال میں
الآن کما کان جیسا کہ اوسکی ذات مقتضی ہے مجمع کر دیا ہے اس طرح پر کہ ایک
دوسرے سے ممتاز نہیں ہے اور اگر تنزلات میں دیکھو تو ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر
متفرق بھی ہے ورنہ سب حال ہی حال ہے۔ پس اللہ کا ایک نام حی ہے جو آپ
دیکھتے ہیں کہ حیات تمام مخلوقات علی الخصوص انسان کے رگ و پے اور رونگٹے رونگٹے
میں اور ہر ہر صفت میں ساری ہے۔ یعنی بلا اسم حی کے نہ علم ہے نہ ارادہ ہے نہ قدرت
ہے نہ سماعت ہے نہ بصارت ہے اور نہ کلام ہے لیکن اسم حی کا ظہور ہر گز نہوتا اگر اسم حی
اسماء علیم و مرید و قدیر و سمیع و بصیر و کلیم کے اظہار کے لیے دل و دماغ اور کان اور آنکھ
اور زبان وغیرہ صورتیں لیکر مجموعی صورت ایک انسان باکیف و بارو و باجہت کی نہ پکڑتا
فرق ان اسماء سبعہ انسانیہ اور اسماء سبعہ اللہ میں یہ ہے کہ انسان کے یہ اسماء بہ نسبت
اللہ کے ناتمام ہیں اور اسی طرح سے ان اسماء کے ظہور کی حکمت بھی بہ نسبت اللہ کے انسان
میں فرد تر ہے۔ پس لامحالہ جو جو حروف کہ اسم جامع اللہ میں ہیں وہ اصولاً و یقیناً ملا کسی

marfat.com

تا دیل کے بعینہ اون اسماء سبعہ کے ایک ایک مظہر ہیں۔ پس اللہ کا پہلا الف مظہر اسم حی ہے اور الف کی نسبت اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حیات الف کل حروف میں ساری ہے اور جب اوسکی حیات کل حروف میں ساری ہے تو لفظ اللہ کے لام اول اور الف ثانی اور لام ثانی اور الف ثالث اور ہا اور واو میں بھی ساری ہے جس طرح سے حیات ہر رگ و پے میں ساری ہوتی ہے۔ لہذا الف کے معنی اسم حی کے ہیں اور چونکہ اللہ فی نفسہ حی ہے اور اوس کا ارادہ کرنا بسبب ظہور عالم کے توجہ الی التکوین ہے لہذا ایک صفت سے متعدد صفتوں کا ظہور مرتبہ تنزل اللہ نے فرمایا کیونکہ ل کا جو دائرہ ہے وہ دائرۂ کونیہ ہے اور جو اوپر کا حصّہ ہے وہ الف ہے۔ الف اور دائرۂ کونیہ کے اتصال نے دو مرتبے یہاں پر پیدا کر دیے ہیں یعنی الف اول جو مرتبہ احدیت و حیات ہے اوس سے لام نے امتیاز حاصل کر کے مرتبہ وحدت و ارادہ اختیار کیا ہے اور پھر دوسرے الف نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار لام یعنی علم کے اتحاد سے تیسرے مرتبہ میں کیا جسکو واحدیت یا اعیان ثابتہ کہتے ہیں پھر تیسرے الف نے اپنے علم کا اظہار جو فی الباطن واحدیت میں تھا اسکو فی الخارج ظاہر کیا تھا جو عدم محض تھا منعکس ہو کر اختیار کیا۔ یہ تکوین عالم انفسی سے فی الخارج عالم آفاقی کی شروع ہوئی اور اس مقام پر نفس نے آفاق فی الخارج پر نظر کی اور اوس سے کلام فرمایا کہ الست بربکم اور وادی آفاق فی الخارج سے جواب سُنا کہ بلے تو اسماء سمیع و بصیر و کلیم کا ظہور الف ثالث اور ہا اور واو سے عالم تکوینی میں ہوا اور دائرہ ہا میں ایک سرّ یہ ہے کہ بیچ میں سفیدی جو خالی ہے وہ حق کی معیت ہے اور فی الواقع وہ معیت من جمیع الوجوہ ہے کہ صورت میں سے کوئی چیز اوس سفیدی نے چھوڑی نہیں ہے یہی معنی ہیں ما رأیت شیئا الا ورأیت الله فیہ کے پس ہ کا وجود محض اللہ کی معیت کی وجہ سے ہے اور کچھ نہیں۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محض اسماء سبعہ حق نے عالم کو ظاہر و پیدا کیا ہے اور اس میں باعتبار نفس و باعتبار آفاق جو کچھ غیر نظر آتا ہے وہ محض ان اسماء سبعہ کے تباین و تعدد کی وجہ سے ہے جو حق کے عین ہیں اور حق اون کا عین

marfat.com

ہے اور یہ بات کہ امہات سبعہ عین حق ہیں اور حق انکا عین ہے ۵ کے اوپر واو
بارز ہونے سے ظاہر ہوگئی ہے۔ کیونکہ ابجد کی رو سے واو کے چھ عدد ہیں اور حضرت
حق میں بھی باستثناء واو کے چھ حضرات ہیں اگر ان حضرات کو آپ باعتبار مراتب ستہ
کے دیکھیں جن کا ذکر ہم نے مقدمہ میں قل ھو اللہ کی تفسیر میں کیا ہے تو بھی چھ حضرات
ہیں اور اگر جہات آفاقی کے لحاظ سے اون کو دیکھئے تو مشرق و مغرب و جنوب و شمال
وتحت وفوق چھ حضرات ہوں گے اور اگر جہات انسانی نفسی کے لحاظ سے اون کو
دیکھئے تو یمین و یسار و قدام و خلف و تحت و فوق یہ بھی چھ حضرات ہونگے مقصد
اس بیان سے یہ ہے کہ جس پہلو یا جوانب پر آپ نظر کریں گے تو جابجا ہے وہ وجود ہو
یا عدم، واجب ہو یا ممکن۔ ممکن ہو یا ممتنع۔ اللہ کی الوہیت و اقتدار سے کوئی شے
باہر نہ جائے گی اور جب یہ صحیح ہے کہ اللہ کے اسماء و صفات کی کوئی انتہا نہیں ہے تو
ممکن کے اسماء و صفات کی بھی کوئی انتہا نہیں ہوسکتی اور اللہ کی صورت ہی اسماء
سبعہ ہیں اور میں اوپر بیان کرچکا ہوں کہ یہ اسماء سبعہ بلا صورت کے رہ نہیں سکتے
اور اللہ بے کیف و بے رد و بے جہت و بے صورت یقیناً ہے پس یہ بات محال
ہوگی کہ اوس کی صورت قائم کی جاے یا تصور کی جاے۔ اوسی طرح سے یہ بات بھی
محال ہوگی کہ اوس کی صورت قائم نہ کی جاے اور تصور کی جاے۔ پس جب اوس
بے صورتی میں اسماء سبعہ لازمی طور پر یقیناً ہیں تو وہ یعنی اللہ بصورت انسان ضرور بالضرور ہوگا۔

۵	بہر رنگی کہ خواہی جامہ می پوش	من انداز قدرت را می شناسم

اب کسی صورت کا نہونا اوسکے لیے اسی طرح پر ثابت کیا جائیگا کہ جو صورت
دیکھو وہ اللہ کی ہے مگر اوسکے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں لہذا محض وہ پہلی ہی صورت
اللہ نہیں ہے اور ویسے ہی دوسری صورت اور تیسری صورت برابر صورتیں
بنائے چلے جائیے اللہ ختم نہوگا اور نہ اللہ کی کوئی خاص صورت ہوگی اگرچہ ہر صورت

marfat.com

اللہ کی ہے ؎

اگر تو دیدہ گلزار ردے اومشو قانع	کہ ر دی او جز این گلزار گلزاری دگر دارد

اور یہ عقیدہ تو غالباً آپ کا ضرور ہو گا کہ اللہ اپنے آپ کو ضرور دیکھتا ہے اور جو اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے اور جب من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بصورت انسان دیکھتا ہے اور جب بصورت انسان دیکھتا ہے تو اللہ جمیل و یحب الجمال پس لامحالہ اپنے آپ کو اوس صورت پر دیکھتا ہے کہ جس کے ساتھ اوس نے محبت کی ہے محبت ہر شخص کو اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے دوسرے کے ساتھ نہیں ہوتی مثلاً اگر بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ اپنا بیٹا ہے اور عورت کے ساتھ اس وجہ سے کہ وہ اپنی عورت ہے پس اللہ نے اپنے آپ کو بر وجہ کمال مع اسماء سبعہ کے جو محبت ملاحظہ فرمایا وہ تعین محمدی ہے یعنی انسانِ کامل اور یہ ایک ایسا بات مکشوف ہوا کہ جو خدا پرستی کی جان ہے ؎ رباعی

سرمد در دین عجب شکستی کردی	ایمان بفدائے چشم مستے کردی
عمر یکہ بآیات واحادیث گذشت	رفتی و نثار بت پرستے کردی

یہ مجاز عین حقیقت ہی اور وہ حقیقت عین مجاز ہے۔ عاشقی معشوقی ہے اور معشوقی عاشقی ہے عبدیت معبودیت ہی اور معبودیت عبدیت ہے ربوبیت مربوبیت اور مربوبیت ربوبیت ہے مستی ہوشیاری ہے اور ہوشیاری مستی ہے بلکہ بجز عشق کے اور کچھ نہیں ہے ؎

اللہ طلبی رو بر رہ عشق نظامے	العشق ھو اللہ ھو اللہ ھو اللہ

رباعی

سرمد کہ جام عشق مستش کردند	بالا بردند و باز پستش کردند

marfat.com

می خواست خدا پرستی و ہشیاری	مستش کردند و بت پرستش کردند

اسی مقام سے عارف باللہ مصنف گلشن راز کا یہ شعر ہے ؎

کنون نے نیستم در خود کہ ہستم	نہ ہشیارم نہ مخمورم نہ مستم

اور اسی مقام سے حضرت مولانا و مرشدنا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی یہ غزل ہے ؎

نہ غمخوارم نہ غم دارم نہ دلدارم نہ دل دارم
نہ درخیرم نہ بے خیرم نہ در کارم نہ بے کارم
نہ مجبورم نہ مختارم نہ منصورم نہ عطارم
نہ مخمورم نہ سرشارم نہ بیہوشم نہ ہشیارم
نہ باکس الفتے دارم نہ برکس شفقتے آرم
نہ خود با ہیچ کس یارم نہ خود از ہیچ بیزارم
نہ در شہرم نہ ویرانہ نہ در مسجد نہ بتخانہ
نہ در بزمم نہ کاشانہ نہ در دارم نہ دیوارم
نہ شیرینم نہ فرہادم نہ قمری ام نہ شمشادم
نہ پابندم نہ آزادم نہ در دامے گرفتارم
نہ مجنونم نہ دیوانہ نہ نادانم نہ فرزانہ
نہ چون شمعم نہ پروانہ نہ گلچینم نہ گلزارم
نہ باشم بلبل و نے گل نہ ریحانم و نے سنبل
نہ ساغر گیرم و نے مل نہ میخوارم نہ خمارم
نہ بے صبرم نہ تسکینم نہ تلوینم نہ تمکینم
نہ در دنیا نہ در دینم نہ تسبیحم نہ زنارم

تراب از خود ہمہ محرم نہ در سکرم نہ در صحوم	نہ اہل منطق و نحوم نہ از علمائے اخیارم

marfat.com

اوراس مقام پر دو قول حضرت مصنف رحؒ نے صرفی قاعدہ سے لکھے ہیں پہلے قول
کا مطلب یہ ہی کہ اللہ اوس معبود کا نام رکھا گیا جو مستحق عبادت ہی - ہم کو اس معنی پر
کچھ اعتراض نہیں کیونکہ یہاں یعنی حضرت صوفیہ کے نزدیک جا ہے مستحق عبادت
سمجھو یا جو کچھ سمجھو بجز اللہ کے کوئی شے نہیں ہے اور دوسرا قول بعضوں کا ہے کہ
الہ بمعنی عشق ہے اور اس صورت میں الہ مصدر عشق کا ہوا اس میں بھی ہم کو کچھ تردید
کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان دونوں مذہبوں میں نسبتاً تفرقہ معلوم ہوتا ہی اوس
سے بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ تفرقہ بھی حق ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بلا کسی
ترکیب و تقسیم کے اللہ اسم جامد غیر مشتق ہے اور یہ قطعی صحیح ہے کہ جس میں نہ تفرقہ
ہے اور نہ اللہ کی کوئی ابتدا و انتہا ہے بلکہ فی نفسہ اللہ ہی اللہ ہے اور اسی مذہب
کو حضرت مصنف نے بایں دلیل اختیار کیا ہے کہ اللہ قبل تخلیق عالم کے اللہ تھا
نہ یہ کہ بعد تخلیق عالم کے اوسنے اپنا یہ نام رکھا ہو کیونکہ تخلیق عالم اوس کا یہ نام
اللہ رکھے جانے کے باعث نہیں ہو سکتی ہے کہ ان اللہ لغنی عن العالمین
اور اسی لیے اللہ اسم ذات ہے بخلاف دیگر اسما اسم رحمن وغیرہ کے جو اپنے معانی
و نسبتوں سے بلا ظہور مرحوم وغیرہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے اگرچہ جو شے مرحوم مظاہر
ہو گی وہ بھی اسم اللہ میں مندرج ہے خواہ اوسکے علم میں ہو یا نسبتاً اوس کے
باطن میں ہو جیسے علیم معلوم کو طلب کرتا ہے اور قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم مکون
کو چاہتے ہیں مگر اسم رحمن اوسی طرح پر تمامی صفات کا جامع ہے جس طرح پر اسم اللہ
تمامی ذوات و صفات کا جامع ہے اسی واسطے رحمت کو غضب پر سبقت ہے اور
چونکہ اسم رحمن تمامی صفات کا جامع ہے اور اوس کی یہ جامعیت اسم اللہ کی جامعیت
سے مناسبت رکھتی ہے لہذا اسم رحمن وہی اسم اللہ ہے یعنی اسم رحمن اللہ کی
نظر ہے اوس چیز کی طرف کہ جسکو عرش مستحق ہے مگر خاص اسم اللہ کی جو ذاتی و

وصفاتی وافعالی جامعیت ہے وہ اوسکے سوا کسی اسم کی نہیں ہے پس اللہ ہویت ہر ہویت ہے او نینت ہر منیت ہی اور انانیت ہر انانیت ہے اور وہ کسی قید میں مقید نہیں ہو سکتا اور منعدم نہیں ہو سکتا ہے کہ عدم بھی اوسکے اسمار ممتنع الوجود کا نام ہے پس اللہ وجود وعدم کا جامع ہے۔ اسی لیے اللہ عین وجود وعدم ہے۔ اب عین وجود ہونا تو اظہر من الشمس ہے کہ بجز حق کے کسی شئے کا وجود ہی نہیں ہے لیکن عین عدم ہونا اسکو بھی سُن لیجیے حکما رکے نزدیک بھی عدم محض محال ہے پس عدم کا وجود بھی وہی وجود ٹھہرے گا جو نظاہر وجود نہو مگر وجود حقیقی سے نسبتاً اوسکا وجود مانا جائے جیسا کہ صاحب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز نے عدم کی تعریف کی ہے کہ ہر اعیان ثابتہ رانسبت باوجود خارجی عدم نامند اب یہ عدم کی تعریف تو ہوگئی لیکن عدم کی حقیقت کا سمجھنا اسکو حضرت مصنف نے سر دقیق لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اسپر بجز کاملین اولیار اللہ کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے یا وہ شخص جو اس مرتبہ کو پہونچا ہو مگر اوسپر یہ دشواری آسان کر دی گئی ہو۔ میری سمجھ میں جو کچھ آیا ہے اوسکو اس مقام پر بیان کرتا ہوں پہلے صفتاً بیان کرونگا پھر ذاتاً۔ صفتاً یہ ہے کہ حکمار کے نزدیک وجود کی تین قسمیں ہیں واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو بلا ترتیب اسمار و صفات کے فی نفسہ موجود ہے اور ممکن الوجود وہ ہے جس کو واجب الوجود نے بمناسبت اشکال اسمار متباینہ ظاہر فرمایا ہو قل کل یعمل علی شاکلتہ[1] پس ممکن الوجود بالکل واجب الوجود ہے مگر واجب الوجود بنفسہ ہے اور ممکن الوجود لغیرہ ہے یعنی واجب الوجود بنفسہ کا محتاج ہے اور یہ احتیاج بھی بنفسہ ہے یعنی واجب الوجود نے ممکن الوجود سے کوئی حصہ بسبب اپنے واجب بنفسہ ہونے کے نہیں چھوڑا ہے پس ممکن بھی واجب ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ واجب الوجود واجب بنفسہ ہے اور

---

[1] کہو کہ ہر شخص اپنے خاکہ پر عمل کرتا ہے ۔۔

ممکن الوجود واجب لغیرہ ہے۔ اب ممکن الوجود جو واجب لغیرہ ہے اوسمیں اور ممتنع الوجود
میں یہ فرق ہے کہ واجب لغیرہ کا ظہور و اظہار بسبب وجود ہونے کے ممکن ہے اور
ممتنع الوجود کا ظہور و اظہار ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ ممتنع الوجود ہے لیکن اگر ممتنع الوجود
اللہ تعالیٰ کے اسمائ میں نہوتا اور اللہ اوسکو ظاہر نہ کر سکتا تو اللہ کے کمال کی جامعیت
وقدرت میں نقص تھا اور یہ محال ہے اور یہاں یہ کیفیت ہے کہ واجب الوجود نے اپنے
جنب وجود و ظہور میں ممکن الوجود ہی کے لیے جگہ نہیں چھوڑی پس ممتنع الوجود کے لیے
جگہہ کہاں سے آسکتی تھی کہ اوسکا اظہار و ظہور با وجود قیام امتناع وجود کے کیا جا سکتا
لہذا واجب الوجود نے عالم کو پیدا کیا اور اسمیں انسان کو پیدا کیا۔ اور اوسکو ہویت ذاتی
و نظر لاہوتی و تجلی جبروتی سے باوجود عطائے علم کل اسماء کے بہ ازاں تیرہ و تار و جاہل و نادان
بنایا اور حیرت کے وہم میں ڈال کر یہ سمجھا دیا اور اس شک و شبہ میں ڈالدیا کہ میرے سوا
کوئی غیر بھی ہے پس وہ شک حقیقی میں مبتلا ہو کر وہم غیریت میں پھنس گیا اور یہ وہم وہ
ہے جو صفات میں ممتنع الوجود ہے اور اسی وہم سے سارے عالم کا ظہور ہے۔ واہمہ خلاق
ہے پس یہ سب ممتنع الوجود یعنی وہم کی کرتوت ہے جسکو آپ عالم دیکھتے ہیں ورنہ بجز
واجب الوجود کے کچھ نہیں ہے۔ وہم غیریت بالکل بے بنیاد ہے اسکے اٹھ جانے پر
اللہ ہی اللہ ہے۔ یہ میں نے صفتاً بیان کیا تھا اب ذاتاً بیان کرتا ہوں۔ آپ
کہیں گے کہ واجب الوجود کا ظلم ہے کہ انسان کو وہم و شک میں مبتلا کر کے احسن تقویم
سے اسفل السافلین میں لا ڈالا۔ اوسکا جواب یہ ہے کہ واجب الوجود نے انسان کو یہ
شرف دیا ہے یعنی اوسکو اپنی صفت تکوینی کا مصدر بنایا ہے یہ ظلم نہیں ہے بلکہ فضل
ہے کہ اوسکو اوسکی ذات سے فانی کر کے اپنی ذات میں ملا لیا ہے اور اپنی ہویت
کو اوسکی ہویت اور اپنی اینت کو اسکی اینت اور اپنی انانیت کو اوس کی انانیت کر دیا ہے
اور تب اوسکو یہ خطاب دیا ہے کہ انہ کان ظلوما جہولا وہم کے اٹھ جانے پر سیر الی اللہ میں

marfat.com

وصول فی اللہ ہے ؎

	وصال این جاگہ رفع خیال است	خیال از پیش برخیزد وصال است	

اور وہم کے اٹھ جانے کے لیے حکم ہے کہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین[۱] پس انسان کی ذات عدم مضری اور اللہ کی ذات عدم العدم (یعنی وجود) وہ عدم بل مقابل اس وجود کے ہوا یعنی اللہ ہستی بحت اور انسان نیستی محض پس عدم انسان عدم العدم حق کے مقابل ہوکر خود بھی عدم العدم ہوگیا کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ پس کوئی متصور نہیں مگر اللہ اور کوئی متصور نہیں مگر تو بلکہ کوئی متصور نہیں مگر اللہ اب اس کے علاوہ اگر انسان اپنی باہر حق کو دیکھتا ہے تو وہ مشرک ہے۔

	ہر کہ نادیدہ نام او گوید ہر کہ از وے نرحا تا الحق سر	مشرک است وفضول وناہموار او بود از جماعت کفار	

یہاں خطرۂ غیر عین ضلال اور وہم محض ہے کہ جس کا کہیں وجود نہیں ہے اور اس کلام سے وہی استفادہ کرے گا جو فنا فی اللہ ہے اور فناء الفنا میں اپنے ہی وجود سے اللہ کی تنزیہ وتشبیہ کو ثابت کرتا ہے حضرت مولانائے روم اپنے وصال کے وقت یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

	امن تن عریاں شدم او از خیال	می خرامم تا نہایات الوصال	

یہ حالت یقین کی ہے اور یہی یقین کا سہام ہے جو ہدف ذات پر پہونچتا ہے اور کبھی خطا نہیں کرتا۔ کیونکہ یقین میں خطا نہیں ہے۔ اور اس یقین نے وجود و عدم دونوں کو زیر پا ڈال دیا ہے اور اگر اب بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتا ہے تو سمجھ لو کہ اللہ کی الوہیت منقطع نہیں ہوتی اور نہ اوس کی احدیت منقسم ہوتی ہے

رباعی

---

[۱] اور اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو یقین آجائے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

ترکیبِ جلالت کا بیان

اعلم ان الجلالۃ المرکبۃ من ستۃ احرف وھی ا ل ل ف م ی ہ لان الالف بسائطہ ثلاثۃ وھی (ا ل ف) واللام الاول بسائطہ ثلاثۃ (ل ا م) والالف الثانی مثل الاول واللام المتاخر المتقدم والھاء بسائطہ حرفان۔ الجملۃ تجمیعھا اربعۃ عشر حرفا علیٰ الاحرف النورانیۃ اسقطت منہا المکرر فبقی ھذا الاحرف (ا ل ف م ی ہ) والالف ثلاثۃ عوالم الغیبی الذی لا یتصور شہادتہ و ظہورہ ابدًا والعالم الغیبی برزخی الذی

جاننا چاہیے کہ جلالت حق چھ حروف سے مرکب ہے اور وہ یہ ہیں۔ ا۔ ل ف م ی ہ اس لیے کہ الف کے بسائط تین ہیں اور وہ ا ل ف ہیں۔ اور لام اول کے بسائط تین ہیں ل ا م اور الف ثانی مثل اول ہے اور لام متاخر مثل متقدم ہے اور ہا کے بسائط دو حرف ہیں۔ بالجملہ عدد نورانیہ کے کل چودہ حروف ہیں اوس سے مکرر ساقط کیے گئے پس یہ حروف باقی رہے ا ل ف م ی ہ پس الف کے تین عوالم ہیں ایک وہ عالم غیبی کہ جس کے لیے شہادت ظہور کبھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا وہ عالم غیب برزخی کہ جس کی شہادت اور ظہور

marfat.com

يمكن شهادته وظهوره-
والعالم الشهادى فهذه ثلاثة
عوالم وليس للموجود والوجود
باسره الا هذه الثلاثة العوالم
الا ترى الى مخرج الالف ابتدائه
الهمزة من غيب الغيب الصدر
الذى لا يمكن شهادته ابداً
واوسطه اللام الذى من شق
اللهاة والفم وهو غيب يمكن
ظهوره وشهادته واخره الفاء
الشفوى الذى هو شهادة
محضة فالالف بارز من غيب
الغيب الى الشهادة واللام
محل عالم الغيب وله الولوج
فى عالم غيب الغيب للالفية
التى فى وسطه فكما ان له
الظهور فى عالم الشهادة للميمية
التى فى اخره والفاء هى
شفوية شهادية عالم ابتدائه ثم
غيب الغيبى عالم انتهائه- فالميم

ممکن ہے اور تیسرا عالم شہادی پس یہ تین
ہی عوالم ہیں الف کے مخرج کو دیکھو کہ اُسکی
ابتدا ہمزہ ہے (اور اوس کا مخرج) اوس
غیب الصدر سے (ہے) کہ جس کی شہادت
کبھی ممکن نہیں ہے اور الف کا اوسط وہ لام
ہے کہ جس کا مخرج کوے کے کنارے
سے لب تک ہے اور وہ غیب ہے اور اُس کا
ظہور وشہادت ممکن ہے اور آخر وہ فاء
شفوی[1] ہے کہ جو شہادت محضہ ہے
پس الف غیب الغیب سے شہادت تک
ظاہر ہے اور لام کا محل عالم غیب ہے اور
اوس کے لیے ولوج[2] ہے عالم غیب الغیب
میں بسبب اوس الفیت کے کہ جو اوس کے
وسط میں ہے جس طرح کہ اوس کے لیے
ظہور ہے عالم شہادت میں بسبب اوس
میمیت کے کہ جو اوس کے آخر میں ہے اور
فاے شفوی کا عالم ابتدا شہادت ہے اور
عالم انتہا مرتبہ غیب الغیبی ہے۔ اور
میم شہادی الابتدا غیبی التوسط شہادی الانتہا
ہے اور یار کا اول عالم غیب سے ہے اور

[1] شفوی وشفت وشفاۃ بمعنی لب ١٢ [2] در آمدن جزی بجیزی ١٢

شهادی لا ابتداء غیبی لتوسط
شهادی الانتهاء والیاء اولہ من
عالم الغیب واخرہ من عالم
غیب الغیب ولیس لها عن محلہ
مخرج ولا وراءہ مرمی فانظر
الی الله الجامع لما خرج من
غیب الغیب الی الغیب وظهر
من الغیب الی الشهادة کالالف
ولما برز من الغیب البرزخی
الی عالم الشهادة کاللام ولما
دخل من عالم الشهادة الی عالم
غیب الغیب کالفاء ولما رجع من
عالم الشهادة الی الغیبة البرزخی ورجع
الی مرکزہ فی عالم الشهادة کالمیم
ولما نظر من عالم الغیب الی
غیب الغیب کالیاء ولم یزل
فی عالم الغیب کالهاء فهذہ کلہ هو
عین ذات الله وهو حقیقة
الالوهیة اذ الالوهیة مرتبة
الحیطة فافهم وانظر ما اعجب

آخر عالم غیب الغیب سے۔ اور ح کے لیے
اوس کے محل سے مخرج نہیں ہے اور نہ
اوس کے علاوہ مرمٰی ہے۔ پس اللہ جامع
کی طرف نظر کر کہ جب غیب الغیب سے
غیب کی طرف اور غیب سے شہادت
کی طرف الف کی طرح ظاہر ہوا اور جبکہ
غیب برزخی سے شہادت کی طرف ظاہر ہوا
جیسے لام اور جب کہ عالم شہادت سے
عالم غیب الغیب کی طرف در آیا جیسے فا
اور جب کہ عالم شہادت سے غیب
برزخی کی طرف داخل ہوا اور اپنے مرکز
کی طرف عالم شہادت میں پلٹا جیسے میم
اور جب کہ عالم غیب سے غیب الغیب
کی طرف اوس نے نظر کی جیسے یا۔ اور
ہمیشہ سے عالم غیب میں جیسے ہا۔ پس
یہ سب عین ذات الٰہی ہے اور یہی حقیقت
الوہیت ہے اس لیے کہ الوہیت مرتبہ
حیطہ ہے پس سمجھ اور غور کر کہ اس اسم
کے امر کا عوالم میں بعض کا بعض میں کیا
تداخل ہے اور کیا عجیب اوس کی ہیئت

لہ مرمٰی بمعنی جائے فرار ۱۲

marfat.com

تداخل امر هذا الاسم في
العوالم بعضه ببعض ما اعجب
هيئته ولو وسعنا الكلام فيه
لضاق عنه المجال وليس هذا
المختصر محلا لذالك -

واعلم ان العالم الذي كنينا
عنه بغيب الغيب هو تفصيل
كمال الذات الالهية ودركه
غير ممكن البتة والعالم الذي كنينا عنه
بالغيب البرزخي هو عالم
الغيب اللاهوتي المستحق رحمنه
انه يسمى بالاسماء الحسنى
والعالم الشهادي هو عالم الملك
واعني بعالم الملك كلما حوله
العرش من روح وجسد ومعنى
فافهم واعلم ما سر هذه
الجمعية التي لاسم الله وكيف ظهر
على صورة مسماه -

واعلم ان الذات المطلقة لها
الاحاطة على الله ولكن الله من
الذات له الافضلية عليها

ہے اور اگر ہم کلام وسیع کر دیں تو کیا
مشکل ہے مگر یہ مختصر محل اوس کے لیے
نہیں ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے
ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات
الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے اور اوسکا
ادراک بے شک غیر ممکن ہے اور وہ
عالم کہ جس سے ہم نے غیب برزخی مراد
لیا ہے وہ عالم غیب لاہوتی ہے جو
مستحق نسبت اسم رحمن کا ہے اِس لیے
کہ وہ مسمی باسماء حسنے ہے اور عالم شہادی
وہ عالم ملک ہے اور عالم ملک سے مُراد
وہ ہے کہ جس کو عرش گھیرے ہے روح
اور جسد اور معانی سے پس سمجھ اور اسکو
جان کہ اس جمعیت کا جو اللہ کے واسطے
ہے کیا سر ہے اور یہ اسم اپنے مسمی کی صورت
پر کسطرح ظاہر ہوا ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ ذات مطلقہ کو اللہ
پر احاطہ ہے لیکن اللہ کو بذاتہ ذات پر
فضیلت ہے اس لیے کہ بہت سے وجوہ
ذات سے وہ ہیں کہ جو اللہ کے لیے ہیں

marfat.com

لان كثيرًا من وجوه الذات
ماهي لله وليس لها شيء من
الالوهية فكل وجه من الله
هو الذات بكماله هذا
على تعقل عدم التقسيم بين
الله وبين الذات واياك
ان تخيل انى عددت او قسمت
او عطلت او شبهت او جسمت
انا بري من هذا التخيل الباطل
بل فهمك قصر عن دركـ
ماقلته والعياذ بالله ان كنت
فما وليس لك قابلية
الالوهية وعلمها نعوذ بالله
من ذلك ونستعين به عليه
ان يسلك بنا فيه
طريقه المستقيم الذي يسلك
هو منه اليه

اور ذات کے لیے کوئی شے الوہیت سے
نہیں ہے اور ہر وجہ جو اللہ سے ہے ذات
ہے بکمالہ۔ یہ بر تعقل عدم تقسیم بین اللہ
و بین الذات ہے تو اپنے آپ کو اس
خیال کرنے سے بچا کہ میں نے شمار کیا یا
تقسیم کیا یا معطل کیا یا مشابہ کیا یا مجسم
کیا میں اس تخیل باطل سے بری ہوں
بلکہ تیری سمجھ خود اون مضامین کے ادراک
سے جن کو میں نے بیان کیا ہے قاصر
ہے اور میں خدا سے ایسی سمجھ سے پناہ مانگتا
ہوں اور تیرے لیے قابلیت الوہیت اور
اوس الوہیت کے علم کی نہیں ہے اور
ہم اللہ سے اس کی وجہ سے پناہ مانگتے
ہیں اور ہم اوس سے اس بات میں مدد
چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اس میں
اوس طریقہ مستقیم پر چلے کہ جو اوس سے اسی
کی طرف چلتا ہے۔

فصل جلالت حق کی بہت متعلق ہے جلالت حق کے لغوی معنی کچھ ہی کیوں
نہوں لیکن حضرت مصنف نے جلالت کے اصطلاحی معنی یہاں پر معیت کلی واحاطہ
حقیقی حق کے مراد لیے ہیں جس کو الوہیت حق کہتے ہیں اور اللہ کے حروف کی
بساطت میں دکھا کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اللہ کی معیت جملہ مراتب ما ہوتی

marfat.com

ولاہوتی وجبروتی نفسی میں اور ملکوتی وملکی آفاقی میں بلا حلول وتبعیض کے صورت کے ساتھ یکساں ہے اور اللہ کے جنب وجود میں کوئی شے عالم کی غیریت کا دعوےٰ کرکے اوس سے باہر نہیں ہو سکتی چنانچہ قیامت میں خداوند تعالےٰ فرمائے گا کہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار اِس لیے کہ فرمانے والا اور جواب دینے والا اللہ ہی ہوگا اور اب بھی اگرچہ اللہ ہے مگر اوسنے بسبب تخلیقی توام کے وہم کو غلبہ دیکر غیریت ممتنع الوجود کو ظاہر کیا ہے اور اوسوقت وہمی غلبہ اٹھ جائیگا اور سوائے اللہ کے دیکھنے والا اور سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔ اور کل مراتب جن سے کل عوالم ہیں وہ بموجب قل ھو اللہ کے چھہ ہیں جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں پس ان مراتب الوہیت کو حضرت مصنف نے اسم اللہ کے حروف کے بسائط سے ثابت کیا ہے۔[1] یعنے یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح پر اللہ کے حروف ایک دوسرے میں داخل اور متبعض ہو کر اسم اللہ کے احاطہ سے باہر نہیں ہوے ہیں اوسی طرح سے اللہ ان عوالم ستہ میں باوجود تداخل وتبعیض کے متجزی ومتبعض نہیں ہوتا ہے اور ہر ذرہ کا عین ہے جیسے ایک بیج بو یا جائے تو اوس سے اکھوا۔ پتی۔ شاخ۔ پھول اور پھل نکلتے ہیں یہ سب اوسی ایک بیج کے بسائط ہیں اور وہ بیج درخت کی ہر ہر چیز کا عین ہے یعنی ہر چیز کا وجود عین وجود حق ہے اور کوئی چیز اپنے وجود کا دعویٰ جنب وجود حق میں نہیں کر سکتی ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج اوس درخت میں داخل ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج اوس درخت سے خارج ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیج میں تبعض یا تجزی ہوئی ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج ایک ہے دو نہیں ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بیج دو ہونے سے اپنی یکتائی میں ایک نہیں رہا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کل صورتیں بیج کی نہیں ہیں اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انمیں سے کوئی صورت بیج ہو

[1] آنچہ مُلک کس کاست اللہ واحد قہار کا ۱۲

marfat.com

بتی پتی سب پھول پھول ہے پھل پھل سب ہے اور اوس پھل میں وہی ایک بیج سیکڑوں ہوکر موجود ہے مگر ہر بیج وہ بیج نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بویا نہین گیا ہے اور اگر ہر بیج کا جو اوس ایک بیج نے پیدا کیا ہے تعہد کریں یعنی برابر بوتے چلے جائیں تو اوس کی تفصیل کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اور اوسکے تفکر سے خیال کا جگر شق ہوتا ہے یہ میں نے آفاق کی مثال دی ہے جس کا ایک حصہ بسبب جامعیت انسان کے ہر نفس میں بھی موجود ہے کہ جسکو نطفہ کہتے ہیں مگر نفس آفاق سے اعلیٰ ہے اوس میں ان محسوسات سے اور زیادہ باتیں ہیں کہ جس سے وہ مع اپنے جسم کے آفاق کی روح ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ نے نفس کے لیے فرمایا ہے کہ نفخت فیہ من روحی اور آفاق کے لیے یہ نہیں فرمایا ہے بلکہ آفاق کے لیے جناب باری نے فرمایا ہے کہ ھو الذی سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض الآیہ۔ خدا کا فرمانا برحق ہے جس کے یقین کے لیے ہمارا مشاہدہ کافی ہے کہ اگر ہم محض آفاق سے بنے ہوتے اور انھیں مادیات سے ہمارا وجود ہوا ہوتا تو آفاق بھی ہماری طرح مدرک ہوتا اور کلام کرتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آفاق کی کوئی شے مدرک نہیں ہے اور نہ متکلم بلکہ ہم آفاق کی چیزوں سے لیکر حکمتیں نکالتے ہیں اور جہاں پر چاہتے ہیں اوس حکمت سے تصرف کرتے ہیں اور آفاق ہمارے تصرف میں دم نہیں مارتا۔ آفاق مرکب ہے انوار و عناصر سے اور اسی سے موالید ثلاثہ آفاق ہیں کوئی بھی ان میں سے مدرک نہیں ہے اگر ہم میں آفاق کی ان چیزوں کے ترکیب سے ادراک ہوتا تو ان میں ضرور ہوتا۔ شے اپنے نفس سے غائب نہیں ہوتی جو چیز کہ ان عناصر میں نہیں ہے وہ ان کے ترکیب سے ہم میں کیسے آسکتی ہے۔ اگر کہیے کہ عناصر میں فرداً فرداً ادراک نہیں ہے لیکن ان کے ترکیب سے بالاجمال والمجموع انسان میں ادراک پیدا ہوگیا ہے جیسے ایک نسخہ ہوتا ہے کہ اوس میں حار رطب حار یابس اور بارد رطب بارد یابس اجزا

ہوتے ہیں تو ان اجزا کا ایک اعتدالی مزاج پیدا ہو جاتا ہے جو ان ادویہ میں سے
کسی میں نہیں ہے۔ انسان میں اسی ترکیب کیمیاوی سے باوجود عناصر میں نہ ہونیکے
ادراک پیدا ہو گیا ہے۔ یہ دلیل قابل تسلیم کے نہیں ہے کیونکہ اوس نسخہ کے ادویہ
میں ایک ایک مزاج تھا اوس کی ترکیب سے اون ادویہ کے متباین ایک مزاج اعتدالی
پیدا ہوا وہ بھی محسوس چیز ہے جس کا احساس بیمار کی طبیعت کرتی ہے۔ آپ عالم میں
کوئی شے ایسی نہیں پائیے گا کہ چار محسوس چیزیں ملائی جائیں اور اون کا مزاج
غیر محسوس پیدا ہو جیسے ادراک ہے۔ بہرحال جو حق نے نفخت فیہ من روحی فرمایا
ہے یہ اوس انسان کے واسطے بھی غیر ہے کہ جس میں وہ ادراک ہے۔ اب تم نفسی
مثال بتلاتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے
تو کچھ نہیں جانتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی آپ ہی آپ اوسکو ایک خواہش دودھ کی پیدا
ہوتی ہے اوسکا تقاضا یہ ہے کہ وہ رونے لگتا ہے اور اسی کا تقاضا یہ ہے کہ ماں
کی پستانوں میں دودھ اوتر آتا ہے اور وہ بچہ کو دودھ دیتی ہے اور اسی کا تقاضا
یہ ہے کہ جب دودھ کم ہو جاتا ہے تو اوس کے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب
دودھ میں کوئی نقص بدپرہیزی کی وجہ سے آجاتا ہے تو ماں خود پرہیز کرتی
ہے اب اسی ایک سلسلہ میں لاکھوں چیزیں عالم میں ہو گئیں کہ جن کی موجودگی کی
ضرورت ہے۔ اے بھیجے میں توحید آفاقی میں آگیا جسکو میں بیان کر چکا تھا لہذا میں
اسکو یہیں سے چھوڑے دیتا ہوں اور توحید نفسی کو بیان کرتا ہوں کہ جو اوس بچہ
کی خواہش تھی اور ادراک سے متعلق تھی اب آپ کو سوچنا چاہیے کہ خواہش کیا چیز ہے
اور کہاں سے آئی اور کیوں آئی۔ خواہش کیا چیز ہے؟ خواہش ایک شے بے کیف
وبے رو وبے جہت ہے جسکا نہ مکان معلوم ہے اور نہ مرکز۔ خواہش کہاں سے آئی؟
آپ ہی میں سے آئی اور طرفہ یہ ہے کہ آپ خود نہیں جانتے کہ ہم میں کہاں سے آئی

marfat.com

خواہش کیوں آئی ؟ دودھ کے ساتھ محبت ہونے کے لیے اور اُس عالم کو جو دودھ کے لوازمات میں پیدا کرنے کے لیے۔ اسی واسطے حدیث قدسی میں جناب باری نے فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اب لاکھوں خواہشیں آپ میں اسی بے رنگی و بے کیفی سے پیدا ہوتی رہتی ہیں اور ہر خواہش کے سلسلہ میں ایک ایک عالم پیدا ہوتا ہے اسی واسطے خداوند تعالی نے فرمایا کہ کل یوم ھو فی شان[1]۔ آپ اگر ہزاروں برس زندہ رہیں نت نئے مضامین آپ سے بے کیف و بے رد و بے جہت پیدا ہوتے رہیں گے اور آپ کو یہ خبر نہیں کہ مدرکات آپ میں کہاں ہیں اور کیا ہیں اور کب کب ظاہر ہوتے رہیں گے مگر آپ یہ یقینا جانتے ہیں کہ یہ مدرکات کبھی چُک نہیں سکتے۔ آپ کی خواہش کا نام پہلے شئت ہے اوسکے بعد ارادہ ہے اوسکے بعد خیال ہے اگر تدبر کے ساتھ ہے تو تعقل ہے اور اگر محبت کے ساتھ ہے تو دیوانگی و عشق ہے۔ اوسکے بعد کلام ہے کہ جو کوے اور لب اور زبان اور منھ یعنی ہونٹھوں سے ظاہر ہوتا ہے اور آفاق کا ایک حصہ لیکر جو آپ کی جامعیت کا تقاضا ہے وہ کلام ایک صورت پکڑتا ہے کہ جو فی الواقع صورت نہ تھی تو نفس کی کوئی صورت نہیں ہے اور نفس کا اور اک کوئی مادہ نہیں ہے اور روحانیت انسانی کسی مادہ سے مخلوق نہیں ہے بلکہ بے صورتی اور بے کیفی اور بے جہتی جب آفاق سے تلبس کرتی ہے تب اوسکی ایک صورت ہوجاتی ہے۔ اور جب تک وہ آفاقی صورت اپنا مادی اثر اوسپر رکھتی ہے اوسوقت تک وہ صورت صورت رہتی ہے ورنہ جس وقت آپ نے کلام کیا تو کلام کر چکنے کے بعد ہی وہ معانی اپنی بے صورتی پر فوراً آجاتے ہیں پس معانی یعنی انفس یا حقیقت کی معیت جملہ اجسام نورانی و ظلمانی کے ساتھ اوسکے طرح پر

[1] وہ ہر وقت نئی شان میں ہے ۲

بلا تجزی و تبعض ہے جیسے کہ اوس کی خواہش سے کلام ہوا ہے۔ اور یہ تو دیکھیے کہ کلام جسکو آپ صورت کہتے ہیں وہ ہمہ تن وہی معانی ہیں اور صورت میں سے کوئی شئے بتقاضائے صورت اوس میں نہیں ہے پس اسی طرح پر حق کی معیت ہر ذرہ کے ساتھ ہے اور حق اس سے بری ہے وہ ذرہ عین حق نہیں ہے لیکن حق عین ذرہ ہی پس جلالت حق کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ذرہ اُسکے وجود سے باہر نکلنے نہیں تو جلالت حقیقی نہیں ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

اور اسی کو الوہیت حق کہتے ہیں اور اسی مضمون کے متعلق حافظ شیرازی کا یہ شعر ہے ؎

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست	دلبر دلدار رفت جانب جانانہ شد

میں نے جس طرح پر نفسی و آفاقی معیت حق کی بیان کی ہے اوسی طرح پر حضرت مصنف رح نے لفظ اللہ کے حروف میں نفس و آفاق بیان کیا ہے جو حروف کے بسائط لکھے ہیں وہ آفاق ہے اور نفس حرف نفس ہے آفاق کو عالم شہادت کہتے ہیں اور نفس کو عالم غیب یعنی عالم غیب برزخی کہتے ہیں اور چونکہ اس نفس کے ساتھ جہاں نفس کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے نفخت فیہ من روحی وہاں اپنی ذات کو بتایا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید پس یہ ذات پاک غیب الغیب ہے جو محسوس ہے وہ عالم شہادت ہے اور جو محسوس نہیں ہے مگر کسی نہج سے محسوس ہو سکتا ہے وہ عالم غیب برزخی ہے اور جو ہرگز ہرگز محسوس نہیں ہو سکتا ہے وہ عالم غیب الغیب ہے مگر حق اپنے آپ کو غیب الغیب میں بھی جانتا ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ ان ہر سہ عوالم میں سوائے حق کے دوسری چیز ہو نہیں سکتی ہے اور انسان کو خداوند تعالیٰ نے اپنی صورت پر بنایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

یہ حدیث ہمارے یہاں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے اور اسی وجہ سے آدم کا سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا اور شیطان نے جو سجدہ نہیں کیا وہ ملعون ہوا پس یہ ہر سہ عوالم بسبب جامعیت انسانی کے انسان میں من کل الوجوہ موجود ہیں اور اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اناعرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔ اللہ کی سمائی اللہ ہی میں ہو سکتی ہے دوسرے میں نہیں ہو سکتی انسان بعینہٖ اسم آخر جناب باری ہے یہ آخریت کے غلبہ میں احسن تقویم سے اسفل السافلین میں آگرا ہے اور وہ اسفل السافلین کیا ہے۔ محض وہم غیریت جسکا وجود ممتنع ہے اور یہ حق مطلق کی قادریت کا کمال ہے کہ اوسنے اس غیریت ممتنع الوجود کو بذریعہ انسان کے اس طرح پر ظاہر کر دیا ہے پس انسانی لباس میں یعنی اسم آخر میں بتقاضائے کمال جامعیت حق ہی نے ظہور کیا ہے جسکو تم انسان کہتے ہو ؎

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان ہے یہی

یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی

اب جاننا چاہیے کہ لفظ اللہ میں چودہ حروف نورانی ہیں۔ اَلِفْ لَام لَام ہٰ میم یٰ میم۔ یٰ اَلِفْ۔ فٰ اَلِفْ۔ ہٰ۔ جن میں سے یکجنس حروف نکالکر یہ حروف باقی رہتے ہیں۔ اَلِفْ قُمْ یٰ ہٰ۔ یعنی لفظ اللہ میں حرف الف کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہیں الف۔ اور لام کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہیں۔ ل ا م۔ اب لام کے ان حروف میں لام اور الف کا انبساط اوپر آچکا ہے اون کو چھوڑ کر میم کا انبساط لیا جائے تو حروف نوری م ی م ہیں اب انمیں میم کا انبساط معلوم ہو چکا ہی

ؔ ہم نے دکھائی امانت آسمانوں کو اور زمینوں کو اور پہاڑوں کو پس سب نے قبول نہ کیا کہ اوٹھا دیں اوس کو اور اوس سے ڈر گئے اور انسان نے اوس کو اٹھا لیا یہ ہے بڑا بے ترس جہل والا ۱۲

marfat.com

اوسکو چھوڑکری کا انبساط لیا جاے تو حروف نوری ی ا ہیں۔ اب الف کی فاء
کا انبساط لیا جاے تو یہ حروف ہیں ف ا ۔ اب اللہ کے ہا کے انبساط کی ضرورت
نہیں ہے کیونکہ الف اللہ کا ہ کے رگ وپے میں ساری وطاری ہے یعنی اوس کو
بلا انبساط کے ہا الف کے ساتھ بولتے ہیں اب ان چودہ حروف نورانیہ سے جنسے
کلام مجید میں تعبیر اللہ نور السموات والارض ہے بجنس حروف کو نکال ڈالو
تو یہ چھہ حروف باقی رہتے ہیں۔ س ال ف ن م ی ہ ۔ الف جسطرح پر بلا حلول و
اتحاد وتبعیض کے اُن چودہ حروف میں ساری وطاری ہے اوسی طرح پر ان چھہ
حروف میں بلا حلول واتحاد وتبعیض کے ساری وطاری ہے بلکہ کل حروف کا عین
ہے اوسیطرح پر اللہ کل مراتب ستہ کا جسمیں عوالم بھی داخل ہیں عین ہے یعنی کل
مراتب و مخلوقات میں اللہ ہی اللہ ہے اور تنزیہ و تشبیہ میں بجز اللہ کے کچھ نہیں
ہے ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم کے یہی معنی ہیں۔ جب ہا الف
یعنی اللہ کے ساتھ متحد ہے تب انسان کامل آئینہ دل اللہ میں اپنے آپکو بلا تفرقہ بعینہ
دیکھتا ہے یہ قرآن ہے ع

متحد بودیم باشاہ وجود		نام غیریت بکلی محو بود	

یہ اسم اول ہے اور جب ہ تجید علیحدہ ہے یہ فرقان ہے تب اللہ تعالی اپنے
آپ کو آئینہ ذات وصفات سالک میں بلا تفرقہ و بعینہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہ
میں نقطہ سفید منزہ عن التعین ہے اور معیت حق ہے یہ اسم آخر ہے اور جب حروف
نورانیہ لفظ اللہ کے چودہ ہونگے تو یہ اسم ظاہر ہے مع تفصیل کے اور جب حروف مجنس
کو نکالکر جو چھ حروف باقی رہتے ہیں وہ لیے جائیں تو یہ اسم باطن ہے لیکن ثابت
ہے کہ وہی اول آخر ہے اور وہی آخر اول ہے اور وہی ظاہر باطن ہے اور وہی
باطن ظاہر ہے اور یہ سب الآن کما کان ہے حرف ہ سے مراد انسان مع نفس

marfat.com

وآفاق ہے جس کی ذات اللہ ہے ۔گے ایں آں گے آں ایں مثلا چاہے ہ کو
فی نفسہا دل کہیے اور چاہے دماغ اور چاہے دماغ کو فی نفسہ دل کہیے اور ہ کو دماغ
یہ دونوں لازم وملزوم ہیں جو خطرہ دل کا ہے وہی خیال دماغ کا ہے اور جو
خیال دماغ کا ہے وہی خطرہ دل کا ہے۔ اللہ کے لیے آئینہ ذات وصفات انسان
میں بمناسبت تعین مثل ہ کے اپنے آپ کو ملاحظہ کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ اور
ہر آن ایسا ہوتا ہی رہتا ہے اور اسی کو عالم کہتے ہیں صرف انسان کو اس بات
کا پورا علم دیدینا ہے اور یہ پورا علم اوسوقت حاصل ہوگا کہ جب خیال غیریت کا وہمی
پردہ اُٹھ جائے ؎

ما وشما درخیال ما وشما بوده ایم		پرده ما وشما پرده ما وشما	

البتہ سالک کے لیے اپنے آپ کو آئینہ حق میں دیکھنا بہت مشکل ہے اسکے لیے
جاذبہ حق درکار ہے جو اختیاری نہیں ہے اگرچہ جاذبہ جامعیت انسان میں ودیعت
ہے لیکن اوس ودیعت کو اپنے سے نکالکر کام لینا مشکل ہے۔ اور آسان بھی ہے
کیونکہ وجدانی ہے ؎

لیک باید کہ کار فرمائی		ورنہ خون خوردن دلت بچہ کار	

کار فرمانا یہ نہیں ہے کہ علاوہ فرائض وواجبات کے جن کا حکم ہے اور نوافل و
وظائف کا اضافہ کردیا جائے بلکہ کار فرمانا رجوع الی الحقیقت بالمحبت ہے۔ اگرچہ
یہ سب اعمال بھی اچھے ہیں مگر مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے سب بندھن ہیں
کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کس طرح بار بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس
نماز فرضی کے کم کرانے کو جس سے بڑھکر کوئی عبادت نہیں ہے بمشورہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام معراج شریف میں جناب باری کے حضور میں واپس تشریف
لے گئے تھے اگر مقصود اصلی نماز ہی ہوتی تو معشوق حقیقی سے علٰحدہ کرانا اور اوس سے

marfat.com

اتحاد کو کم کرانا پیغمبر کا کام نہیں ہے بلکہ مقصود اصلی یہ تھا کہ جس قدر اس تفرقہ کی نماز میں کمی ہوگی اوسی قدر صلوۃ دائمیوں کے لیے جسکو رجوع الی الحقیقت والمبداء کہتے ہیں فرصت ملیگی ۵

پنج وقت آمد نماز ذو فنوں	عاشقاں را شد صلوٰۃ دائموں

اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ نماز اعلی عبادت نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سالک کو ان عبادات عادتی میں پڑکر ٹھہر نجانا چاہیے تاکہ مقصد عالی سے جو وصول الی اللہ ہے محروم نہو۔ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر یہ نماز کا فائدہ کلام مجید میں جناب باری نے بیان فرمایا ہے ولذکر اللہ اکبر لیکن اللہ کا ذکر اکبر ہے کہ جس کی جزا خود اللہ ہے فاذکرونی اذکرکم ہم نماز کی عظمت و جبروت کا ذکر آئندہ معراج شریف میں کرینگے۔ چونکہ اس مقام پر الف اللہ کا سریان حروف نورانی میں بلا حلول و اتحاد کے عینیت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے لہذا بقیہ حروف ظلمانی کے بیان کرنے کی ضرورت حضرت مصنف کو نہ تھی کیونکہ اونمیں بھی اسی طرح الف کا سریان عینیت کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہ وہ ظلمانی ہیں اونکا ظلمت و گمنامی میں ہی رہنا عدل و انصاف ہی وہ اپنی ظلمت میں اللہ کے فیض رحمانی سے اوسی طرح پر استفادہ کرتے ہیں جس طرح پر نورانی لیکن حروف نورانیہ میں تخصیص یہ ہی کہ یہ حروف نورانیہ اپنے آپ کو بسبب فیض رحیمی کے اوسیطرح پر آئینہ حق میں متحد ہو کر دیکھ سکتے ہیں جس طرح پر خود اللہ اپنے آپ کو آئینہ انسان میں متجسد ہو کر بلا تجسد کے بنا بہت تعینات ملاحظہ فرماتا ہے اور اس ملاحظہ فرمانے کو عالم کہتے ہیں یہ انسان کو اوس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جب جاذبہ حق انسان کو اپنے اسم آخر سے اسم اول کی طرف لیجاتا ہے یعنی اسم ظاہر پر اسم باطن کو غلبہ دیدیتا ہے تاکہ انسان اسما حق اول و آخر

marfat.com

وظاہر و باطن سے مستفید ہو کر مقام الوہیت حاصل کرے جو مقام محمود ہے اور تخلیق سے لطف اُٹھائے کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اب ہم یہاں سے معراج شریف کا حال بیان کرتے ہیں جسکا وعدہ ہم کئی جگہہ کر چکے ہیں اور اس موقع پر اسکا محل اسوجہ سے ہی کہ معراج شریف سرِّ الوہیت اور سرِّ جلالت حق ہی۔

معراج شریف کا بیان

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ فقہا اور علمارِ ظاہر کے نزدیک صرف یہی ایک آیہ کلام مجید میں ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی تصدیق حضرت حق نے فرمائی ہے اور حضرات صوفیہ کے مشاہدہ وعرفان میں علاوہ اس آیت کے پوری سورۂ والنجم بھی اسی معراج شریف کی تصدیق کرتی ہے اور یہ آیت معراج شریف کا اجمال ہے اور سورۂ والنجم اوس کی تفصیل ہے جسقدر کہ والنجم میں مفصلاً ہے وہ اس آیت میں اجمالاً بیان ہو گیا جیساکہ بارِ بسملہ کے نقطہ کی تفصیل کونین ہے۔ اگر والنجم کو نہ لیجیے تو بھی صرف اسی آیت میں اُن کل مراتب کی تصدیق ہو جاتی ہے جو تفصیلا والنجم میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور نقطہ بارِ بسملہ کو کونین میں نے اسواسطے کہا کہ اوسی نقطہ کو بلکہ اوس الف کو جو بسم اللہ میں ب کے بعد غائب ہو گیا ہے بجائے پوری بسم اللہ کے اجمالاً حضرت مصنف نے اوپر بحوالہ حدیث بیان کیا ہے یعنی اوس الف کو الرحمٰن علی العرش استویٰ ثابت کیا ہے اور اللہ کے تین مراتب نفسی یعنی اللہ و رحمٰن و رحیم بسم اللہ میں لکھے ہیں۔ اور اوسی طرح بر میں نے بھی ابتدائے کتاب میں بسم اللہ کو

marfat.com

اجمال اور سورہ الحمد کو اون تین مراتب کے لحاظ سے بسم اللہ کی تفصیل لکھا ہی اور
پھر الحمد کو اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو اوسکی تفصیل لکھا ہے اور پھر الٓمٓ
کو حروف مقطعات میں اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو لفظ ناس پر ختم کیا ہی
جسمیں ن بجائے نقطۂ بار کے ہے اور الف فی نفسہٖ الف ہے اور س مراتب
ستہ کو حاوی ہے۔ اب یہ مع نفس وآفاق کے کونین ہوگیا۔ اس میں ن کو احدیت
سمجھیے اور الف کو وحدت جسکو باعتبار غائب ہونے کے احدیت پر فوقیت ہے
اور س کو واحدیت یا یوں کہیے کہ س ناسوت ہے اور الف جبروت ہے اورن
لاہوت ہے اور چونکہ یہ تینوں مراتب مراتب ستہ حق ہیں لہذا انسان کا یل جب کہ
عین ناسوت میں ہے یعنی مقام نسیان میں اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہی۔ مقام
الوہیت میں اللہ کی صورت پر ہے اور یہی انسان مراتب تنزلات میں اسم آخر
ہے اور مراتب رجوعی میں بھی ناس الٓمٓ ہے چونکہ الٓمٓ شروع کلام مجید میں تین
مراتب کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور دیگر حروف مقطعات میں اسی الٓمٓ کا انبساط ہے
لہذا یہ الٓمٓ اصل ہے اور یہ کتاب جو الحمد سے شروع ہوئی ہی اور ناس پر ختم ہوئی
ہے مرتبہ الوہیت کا وجہ ہے اور یہی اسم رحمٰن ہے جو عرش پر مستوی ہے۔ اور
عرش کل مخلوقات پر محتوی ہے مستوی اور محتوی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس شے
پر مستوی ہو اوس شے کا وجود ذاتاً وصفاتاً باقی نرہے بجز استوی کے اور اسیطرح سے
جس شے پر محتوی ہو اوسکا وجود ہی بجز احاطہ کے باقی نرہے جیسے دائرہ کا وجود
بجز محیط کے کچھ نہیں ہے پس وجہ حقیقی سواے کتاب محمدی یعنی چہرہ محمدی کے
جو اسم آخر میں لسبب کمال کے مراتب ستہ الوہیت کو شامل ہے دوسرا نہیں ہے
اسیواسطے جناب باری نے فرمایا کہ الٓمٓ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ تو یہ کتاب
قرآن و فرقان اسی صورت میں اسم آخر جناب باری ہے اور چہرہ نبوی وجہ اللہ ہے

marfat.com

جو اسم اول ہے اب تین مراتب جو حضرت مصنف نے بیان کیے ہیں یعنی غیب الغیب
غیب برزخی اور عالم شہادت وہ صرف رسول اللہ کے وجہ سے حاصل ہیں۔ اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عبودیت میں یہ منصب حاصل ہے کہ آپ الوہیت کا
دعوی کریں مگر الوہیت کا دعوی آپ اسواسطے نہیں کرتے ہیں کہ عبودیت ہی تو
عین الوہیت ہے اگر آپ الوہیت کا دعوی فرمائیں تو عبودیت ظاہرہ اوس سے
نکل جائے اور الوہیت ہی فوت ہو جائے وھو القاھر فوق عبادہ اب ہم پہلے
آیت سبحان الذی اسری کے وہ معانی اردو میں لکھتے ہیں جو مولوی عبد القادر
صاحب دہلوی نے لکھے ہیں جن کا ترجمہ سادہ و بامحاورہ ہے اور جس کی نسبت کتابت
کے وقت میرے بھانجے محمد عالم سلمہ نے یہ تعریف کی تھی کہ اگر کلام مجید اردو میں
ہوتا تو یہی عبارت ہوتی جو مولوی صاحب دہلوی نے لکھی ہے۔ مجھکو ترجمہ کی عمدگی
سے اختلاف نہیں ہے لیکن اس سے اختلاف ہے کہ حضرت حق کے کلام پاک
کی جو عربی زبان میں ہے کسی دوسری زبان میں بھی سمائی ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر
حضرت حق خود بھی اوسکا ترجمہ اردو زبان میں کرتا تو وہ ترجمہ مثل عربی کے ہوتا
اب اوسکے واقعی ترجمہ کے لیے اردو الفاظ میں گنجائش نہیں ہے مولوی صاحب نے
جو ترجمہ تحریر فرمایا ہے اوس کی عمدگی ان اردو الفاظ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عرفانی
واردات قلبی جو اون پر ہوے ہیں اون سے بعض بعض جگہہ اون کو استفادہ ہوا ہی
اور اوس کی وجہ سے وہ الفاظ کے لغوی معنی پر چلے گئے ہیں اور اوسکا ترجمہ ٹھیٹھ ہندی
(اردو) میں کیا ہے اور اس واسطے اوسکا ترجمہ بہت عمدہ و مرغوب و پسندیدہ ہے
اس بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ کلام مجید کے معانی بجز انسان کامل و عارف
تام المعرفت کے جسکو مقام الوہیت حاصل ہو واقعی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ اللہ کی
سمائی بجز قلب انسان کامل کے کسی شے میں نہیں ہے۔ اور علماء ظاہر اگرچہ لغوی و اصطلاحی

marfat.com

معنی جانتے ہیں مگر اون مطالب کو نہیں پہونچ سکتے ہیں تا وقتیکہ وہ بھی عارف تام المعرفت نہوں۔ مجھکو بجاذبہ ایزدی معراج شریف کے واقعہ کا مشاہدہ اپنے رجوعی سیر الی اللہ میں عرصہ ہوا کہ ہوا تھا اوسی بنا پر میں یہ وعدہ کرتا چلا آتا تھا کہ معراج شریف کا حال لکھوں گا۔ اس آیۂ کریمہ کا ترجمہ مولوی صاحب دہلوی نے یہ کیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات ادب والی مسجد سے

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

پرلی مسجد تک جسمیں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اوسکو اپنی قدرت کے نمونے

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

وہی ہے سنتا دیکھتا

معراج اوس کو کہتے ہیں کہ سیر رجوعی اسم آخر اللہ کی دائرۂ عروج سے اسم اول کی طرف اور ایسی حالت میں وہی اسم آخر اسم اول ہوجاتا ہے اور اسکو ادنیٰ بلکہ اوادنیٰ کہتے ہیں اس حالت میں ہستی سالک یعنی اسم آخر کی فانی ہو کر حقیقت میں مندمج ہوجاتی ہے اور اسی کو حضرت مصنف نے ولوج لکھا ہے جسکے لغوی معنی حضرت مترجم نے در آمدن چیزے بچیزے لکھے ہیں اور اوسکا مشاہدہ محض جاگنے میں بذریعہ آواز سرمدی کے ہوتا ہے جو سالک کے دل و دماغ میں ودیعت ہے اور سالک کی ہستی ناسوتی یعنی بشری کو فانی کر کے اوسکی ہستی روحانیت میں بشکل ماہتاب تاباں کے قائم کر دیتی ہے اور وہ صورت سرمدی مثل گھنٹہ کی آواز اور مکھیوں کی آواز اور جھینگر کی آواز کے ہوتی ہے۔ اسی کو لسان الغیب مولانا حافظ شیرازی نے لکھا ہے کہ ع جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

marfat.com

اور نزول وحی میں منقول ہو کہ جب وحی کلام پاک کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو ہوتی تھی تو آپکو مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ معلوم ہوتی تھی اور قیامت کبریٰ میں
اسی کو صور اسرافیل کہیں گے کہ جس سے آفاق یعنی تجلی عالم کی ہستی فانی ہوجائے گی
اوسی طرح سے قیامت صغریٰ انفسی میں جس کو نصیب ہو تو اقبل ان تموتوا کے
موت اختیاری کہتے ہیں ہستی سالک جو خودبے بود ہے فانی ہوجاتی ہے اوسوقت
جناب باری فرماتا ہے کہ لمن الملک الیوم اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ للہ الواحد
القہار پس اس صوت سرمدی کی وجہ سے روح جسم عنصری سے نکلکر بصورت ماہتاب
سالک کی بائیں جانب عالم شہادت سے عالم غیب برزخی میں عروج کرتی ہوئی عالم جبروت
و عالم لاہوت و عالم ہاہوت میں پہونچ جاتی ہے عالم برزخی میں اوس کی صورت مثل ماہتاب کے تاباں
ہوتی ہے اور عالم جبروت میں اوس کی تابش کم ہوجاتی ہے کیونکہ آفتاب حقیقی کی تابش
کے مقابلہ میں اوس کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے لیکن روح کا رجوع الی الحقیقت
رک نہیں جاتا ہے اور چلتے چلتے آخر میں جب آفتاب حقیقی خط استوا پر آتا ہے
تو ماہتاب بالکل نظر نہیں آتا ہے اگرچہ اوسکا وجود معقولی ہوتا ہے اسیطرح پر لاہوت
میں ماہتاب روحی کا تشکل غائب ہوجاتا ہے کہ جس کا راستہ سیر رجوعی کی قوس
میں النفس یعنی انسان کے جسم میں سر کی مانگ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے جسکی الحمد میں ہدایت ہے اور جبکہ ماہتاب
غایب ہوجاتا ہے تو اوسکو دنی کہتے ہیں اور جب دنی کا علم بھی غائب ہوجاتا ہے تو ادنیٰ ہوتا ہے یعنی
ظلوم و جہول ہو کر اوس میں امانت پیدا ہوجاتی ہے اور مادہ کی تخلیق میں سے ہے نفس کی حیثیت سے حاملہ ہوجاتا
ہے اور آفاق کی حیثیت سے ظلوم ہوجاتا ہے یعنی انفس کی حیثیت سے عورت ہوجاتا ہے اور آفاق کی حیثیت سے
ماہتاب ہوجاتا ہے نفس کی حیثیت سے جب بذریعہ علم حکمتی ہی تو دو عورت موہوجاتی ہے اور آفاق کی حیثیت سے جب
آفتاب کی شعاع نوری ماہتاب پر پڑتی ہے تو وہ بھی آفتاب تاباں ہوجاتا ہے نفس کی حیثیت سے حق
مطلق آدم کہلاتا ہے جس کے پہلو سے جیب میں حوا ہیں اور آفاق میں رحمٰن عرش پر مستوی

ہوتا ہے جس میں آفتاب بمنزلہ مرد کے ہے اور ماہتاب بمنزلہ عورت کے ہے۔ نفس میں روح پھونکنا تابش علم سے مراد ہے اور آفاق میں روح ڈالنا انسان کا پیدا کرنا ہے پس انسان یعنی نفس مع اپنے جسم آفاقی کے عالم میں بمنزلہ روح کے ہے اور حق نفس میں باعتبار اپنی شعاع نظر کے بمنزلہ روح الروح کے ہے اور باوجود اسکے تشبیہ سے نہیں بلکہ تنزیہ سے بھی منزہ ہے اور اس کی تعبیر نحن اقرب من حبل الورید سے کی جاتی ہے۔ شعاع نظر آفتاب حقیقی کی جو آگینہ ہر تعین سے تاباں ہوتی ہے مخلوقات ہے اور وہ شعاع نظر نکلتی پیٹھتی نہیں ہے اور نہ اوس کا کوئی جسم ہے جو نظر آوے محض قربت و نسبت حق سے اوسکا ایک نام ہوگیا ہے "روح"۔ اور یہی علم حق ہے جو بموجب استعداد ہر تعین کے تاباں ہے اگر اول درجہ پر ہے تو اوس کو الف یا نور محمدی کہتے ہیں کہ اُسکو تنزلات سے لوث نہیں ہے اور اپنے مرتبہ صمدیت میں تاباں ہے اور اگر دوم وسوم درجہ پر ہے تو دیگر پیغمبروں کے تعین کا آفتاب ہے بفرق مراتب اور اس آفتاب کو وہ اعتدالی مرتبہ بسبب دو یا تین بُعد کے یا اور زیادہ بُعد حقیقت سے ہوجانے کے حاصل نہیں ہے اور دیگر مخلوقات کو جیسا جیسا بعد مطابق استعداد کے آفتاب حقیقی سے ہوتا گیا شعاع علم کی تابش کم ہوتی گئی یہاں تک کہ مختلف اقسام کے مخلوقات بہ تناسب شعاع علمی کی کمی وبیشی سے پیدا ہوگئے اور سب سے آخر میں مادہ ہوا کہ جسکو کچھ علم نہیں ہے۔ سراج نور محمدی کو بسبب اعتدالی صمدیت کے ضرور نہیں ہے کہ وہ تنزل کرے کیونکہ ہمرنگ حقیقت ہے اور مقام محمود میں ہے اور اوس کو اپنے دائرہ میں اپنے محور پر آپ گردش ہے اوسکی گردش سے جو تعینات اوسکے ماتحت پیدا ہوگئے ہیں اون کو ضرورت ہے کہ وہ لامحالہ نزولی دائرہ کو طے کر کے اعلیٰ علیین سے ہبوط کر کے مثل آدم کے جنت حق سے نکلکر ناسوت میں آئیں اور پھر ناسوت سے سلوک کر کے عروجی دائرہ کو

طے کر کے آفتاب احمدی یعنی تعین اول میں فانی ہو کر نحن اقرب الیہ کی اطلاقیت سے فائدہ اٹھائیں لہذا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج ہر وقت دم نقد ہی کیونکہ آپ کا مقام ہی مقام محمود ہے۔ غرض سالک جب اس مقام او ادنےٰ میں پہونچتا ہے تو نور انتدلیٰ ہو جاتا ہی اور فتدلیٰ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہی ماہتاب روحی آفتاب ہو جاتا ہے اور آفتاب کا خاصہ تابش ہے تو تابش آفتاب سے ہر چیز روشن و نمایاں ہو جاتی ہے یعنی کل اسماء حق جامعیت کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ حق صورت انسانی پکڑ لیتا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ وعلم ادم الاسماء کلھا۔ پس بفحواے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ وہ تعین انسانی مقام فتدلیٰ میں تعین رسول اللہی کہا جاتا ہے جسکو مقام محمود کہتے ہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعین اعتدالی کا آفتاب بفحواے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ خط استوی پر آتا ہے اور ساری نمود آپ ہی کے وجود با جود سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ کی نسبت ارشاد ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک اور جب آفتاب خط استویٰ پر آتا ہے اوس وقت شے مستقیمۃ القامۃ کا سایہ نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ آپ عالم نفسی و عالم آفاقی کے آفتاب خطِ استویٰ ہیں لہذا آپ کا سایہ نہ تھا اور جو کبھی آپ کا سایہ نظر بھی آیا ہو تو بھی آپ کی جامعیت کیوجہ سے وہ سایہ مراتب میں ہونا چاہیے تھا۔ جیسے آفتاب جب مطلع سے طلوع کرتا ہے تو مراتب میں فیض دینے کے لیے اوس سے ہر شے کا سایہ ہوتا ہے اب اس آفتاب حقیقی کا حال جو سیر رجوعی کے بعد دنی اور ادنی یعنی سیر الی اللہ و فی اللہ سے فتدلیٰ ہو کر بشکل آفتاب سیر باللہ و مع اللہ دائرہ نزولی میں سالک کرتا ہے ہم بعد کو لکھیں گے مقصد ہمارا اس بیان سے یہ ہی کہ رجوع الی اللہ اور سیر فی اللہ دائرۂ عروجی میں بھی حقیقت نماز ہے اور اسی کو صلوٰۃ دائمی کہتے ہیں اس رجوع میں

marfat.com

اولونی تک پہونچکر نایافت ونامرادی ہے اور فنائی ہونے کے بعد یافت اور حصول مراد ہے پس حقیقت نماز کی چونکہ نامرادی ہے لہذا نماز میں سالک کا جیسا کہ چاہیے دل نہیں لگتا ہے اگر یافت اور حصول مراد ہو تو دل لگے وہ فنائی میں جو مقام محو ہے وہ کہاں حاصل ہوتا ہے اسی واسطے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب[۱] پس پیمبروں اور اولیاء اللہ کی نماز ہماری سی نماز عادتی نہیں ہے۔ اور نہ اون کو مثل ہمارے اوس نماز سے حصول ثواب مقصود ہے بلکہ اون کی ہر نماز صلوٰۃ دائمی ہے اور اون کی نماز کا ثواب اپنی حقیقت کی یافت ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب اپنی جامعیت کے جو عین کمال ہے کبھی فرماتے تھے کہ ارحنا یا بلال[۲] اور کبھی نماز میں آپکا قلب مثل دیگ کے جوش کے آواز دیتا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز میں ایسے محو درمحو ہوجاتے تھے کہ تیر آپ کے جسم مبارک سے نکالا گیا اور آپ کو خبر نہوئی یہ نماز میں حضور قلب کی تھیں کہ جس کے واسطے الصلوٰۃ معراج المؤمنین[۳] ہے لیکن یہ حضوری کی نماز بلا سخت جوش قلب اور الجھن ونامرادی کے حاصل نہیں ہوتی اسی لیے ؎

اوسے حکم ہے کہ مانگ مراد	ہم سے فرمان نامرادی ہے
نامرادی را گنی گر تو شہ	فارغ آئی از غم و اندیشہ

یہ مولا علی کی نماز ہے۔

جملہ معترضہ واضح رہے کہ مجھ کو اپنے اس مشاہدہ کے بیان کردینے میں کچھ کھٹکا نہیں ہے اور نہ اس کا خیال ہے کہ دوسرے مسلک والا اسپر کچھ اعتراض کریگا میں نے اس بیان کو برمذہب حضرات صوفیہ لکھا ہے اور اس کتاب کی شرح میں

[۱] نماز نہیں ہے مگر حضور قلب سے ۱۲ [۲] راحت دو ہمکو اے بلال ۱۲ [۳] نماز مومنوں کی معراج کا نام ہے ۱۲

marfat.com

لکھا ہی جو بر مذہب حضرات صوفیہ توحید ذاتی میں ہے اور اس پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا منصب حاصل نہیں ہے کہ میں نے بحث و حجت کے واسطے اسکو نہیں لکھا ہے کسی کو اپنے مسلک و مذہب کے خلاف مسلک والے پر اپنے مسلک کے اُصول کے لحاظ سے اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے اور میں نے اس لکھنے میں خودی کو دخل نہیں دیا ہی بلکہ واما بنعمت ربک فحدث پر عمل کیا ہے میں نے اس بیان میں احتیاط کو بھی دخل نہیں دیا ہے کیونکہ میں بر مذہب صوفیہ احتیاط کرنے کو سوء الظن اور خدا کی خدائی میں دخل دینا جانتا ہوں وتبتل الیہ تبتیلا اکثر علماء ظاہر باوجود توحید کو سمجھنے کے احتیاط کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توحید وجودی حالی ہے اسکو بیان کرنا نہ چاہیے جو لوگ یہ کہتے ہیں اون کو اس بیان کرنے سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اپنا ایمان نہ جاتا رہے یا لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔ میری دانست میں یہ خیال انکا صحیح نہیں ہے اسوجہ سے کہ خدا کی خدائی ہمارے بیان کے سبب گمراہی میں نہیں پڑ سکتی اوسکی خدائی کے ظہور میں کسی سبب کو دخل نہیں ہے ؎

ہر سبب را آن مسبب آورد	قدرت مطلق سببہا بر درد

پس بیان نکرنا ایک وہبی بات کا چھپانا ہے جو نفاق ہے اور توحید وجودی کو تو خداوند تعالیٰ نے کلام مجید میں اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں باآواز بلند فرمایا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عملاً بھی اسکو ظاہر فرمایا ہے جبکہ آپ نے حکم دیا تھا کہ منادی کر دی جائے کہ جس نے صدق دل سے ایکبار کلمۂ لا الہ الا اللہ کہا وہ قطعی جنتی ہے آپ کہینگے کہ حضرت عمرؓ کے عرض کرنے سے وہ منادی نہیں ہوئی میں کہوں گا کہ یہ منادی نہونا منادی سے زیادہ ہوگیا منادی کی اطلاع محلہ دو محلہ تک ہوتی اور

تھوڑی دیر کے بعد غایب ہو جاتی لیکن منادی ہونے سے اس امر کی اطلاع تمام عالم میں ہوگئی اور آج تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ ہو چکے ہیں کانوں میں گونج رہی ہے۔ اور جو صاحب باوجود قائل توحید ہونے کے بیان کرنے سے منع کرتے ہیں وہ اسی سبب مبنی ہی سے منع کرتے ہیں کہ کوئی گمراہ ہو جاوے بس حصول مقصد میں سبب مجاہدہ سے کیوں باز رہتے ہیں کہ بلا گیان دھیان اور اظہار توحید کے توحید حال کیونکر ہوگی۔ اسی واسطے تمام مجاہدہ رکھے گئے ہیں۔ کہ بلا مجاہدہ کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی ہے۔ میری دانست میں برسر منبر توحید وجودی بیان کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شبلیؒ کرتے تھے اور حضرت منصورؒ نے برسردار کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالا علان فرمایا کہ انا احمدؐ بلا میم الخ اور من رأنی فقد رأ الحق الخ اور خداوند عالم نے کلام مجید میں پکار کر کہدیا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم پس مجھکو اس واقعی و صریحی و قطعی توحید وجودی کے بیان کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے کہ میرا ایمان ہے لا الہ الا اللہ یعنی لا موجود الا اللہ۔ اور مجھکو نہ شیخی کرنا ہے نہ اپنی بزرگی جتانا ہے کہ مجھ کو اس بات کا ڈر ہو کہ ایک گروہ مخالف ہو جائیگا اور دوسرا گروہ موافق صاحب گلشن راز نے خوب فرمایا ہے ؎

چہ شیخی و مریدی ایں چہ قید است	چہ جائے زہد و تقوی ایں چہ شید است

اور مولانا حافظ شیرازی کا کیا خوب رندانہ کلام ہے ؎

از قول عابد کردیم توبہ	وز فعل زاہد استغفر اللہ
جاناں چہ گویم شرح فراقت	چشمے و صد نم جانے و صد آہ

سلہ میں احمد بے میم ہوں ۱۲ سلہ جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے حق کو دیکھا ۱۲

marfat.com

اس مقام پر مجھے ایک انملی حضرت امیر خسرو کی یاد آئی ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ میاں ہماری انملی ملا دو۔ چار چیزیں ہیں۔ کھیر۔ چرخہ۔ کتا۔ ڈھول آپ نے فوراً ایک ہندی شعر میں یہ سب ملا دیے ؎

کھیر پکاوں کد گئے سو چرخہ توڑ جلائے

آ دا کتا کھائے گوا تو بیٹھی ڈھول بجائے

؎ کسانیکہ ایزد پرستی کنند		بر آواز دولاب مستی کنند	

کھیر میں تین چیزیں ہیں دودھ چاول شیرینی۔ دودھ معرفت ہے چاول قوت حلال ہے شیرینی لذت درد ہے ؎

من لذت درد تو بدرمان نفروشم		کفر سر زلف تو بایمان نفروشم	

یہ کب حاصل ہوتے ہیں جب چرخہ یعنی ہستی ناسوتی بشری کو توڑ کر حرارت عشق میں جلا دے اور پھر صبر و تحمل سے کام لے جس کے یے کتا خاصکر مشہور ہے اور درد دل کی حفاظت کرتا ہے تب مثل اصحاب کہف کے اوس کھیر کے کھانے کا مستحق ہوگا۔ ڈھول بجانا لوست لازم ہے جو محض وہم کے غلبہ سے ہے ورنہ ڈھول کے اندر پول مشہور ہے جسکی پروا ہمارے سردار حضرت عمرؓ نے کبھی نہیں کی۔ ہم کو بھی اون کی اقتدا کا حکم ہے اصحابی[ل] کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور سنیے ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً[ع] ما بعوضۃ فما فوقھا پس ہم کو چاہیے کہ حق بات کہنے میں ہم بھی کچھ پروا ملامت وغیرہ کی نکریں اگرچہ گرفتاران وہم دن رات ڈھول بجاتے رہیں اور وہ ڈھول کیسے نہ بجائیں کہ انکی فہم و وہم کا تیقنات کے دور دورہ میں کستہراؤ ہو گیا ہے۔

ل میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۱۲

ع اللہ شرماتا نہیں کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اس سے اوپر ۱۲

marfat.com

اب جاننا چاہیے کہ آیہ سُبحان الذی اسریٰ میں خداوند آدم وعلم نے رسول علیہ السلام کی معراج نفسی وآفاقی دونوں اجمالاً ارشاد فرمائی ہے۔ جب نفسی معراج آپ کی بنفس نفیس مع تمام جسم کے صراط مستقیم پر ہوئی تو آپ کا جسم مبارک بصورت رحمن تاباں ودرخشاں تھا اور اوس تابش میں آپ کے ہر ہر عضو کی تابندگی آفاق کے ہر ہر جز میں بمناسبت اوس عضو کے سرایت کرگئی تھی یعنی آفاق میں کسی شے کو اسفل السافلین سے لیکر اعلیٰ علیین تک اوس نور نے سرایت کرنے کو باقی نہیں رکھا تھا مناسبت کا لفظ میں نے اسواسطے کہا کہ آفاق بھی بصورت انسان کبیر ہے پس نفس کے ہر ہر عضو اور رونگٹے رونگٹے کو مناسبت آفاق کی ہر ہر شے اور ذرہ ذرہ سے ہی تو جس ذرہ سے نفس کے جس رونگٹے کو مناسبت ہے اور جس رونگٹے کو وہ ذرہ نمونہ ہے اوس ذرہ میں اوس رونگٹے کی تابش ایسی مستوی ومحتوی ہوئی کہ اوسکا وجود ہی باقی نرکھا اور اوسمیں بجز نورانیت نفس کے اور کچھ نرہا اور اوس ذرہ یا عنصر کی کوئی حرکت بلا نفس کی نورانیت کے باقی نرہی اور چونکہ نفس میں نورانیت رونگٹے رونگٹے کی تابش آفتاب حقیقی نے پیدا کی تھی لہذا کوئی حرکت بجز حرکت آفتاب حقیقی کے باقی نہیں رہی اور آفتاب حقیقی مقام محمود میں اپنی صمدیت سے قائم رہا جیسا کہ قائم تھا جسکے لیے آمد ورفت نہیں ہے لیکنی رفتن وہی آمدن ہے اور آمدن وہی رفتن ہے صاحب گلشن راز فرماتے ہیں ؎

جہان امر وخلق از یک نفس شد	کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد
ولی این جا نگہ آمد شدن نیست	شدن چون بنگری جز آمدن نیست
باصل خویش راجع گشت اشیا	ہمہ یک چیز شد پنہان وپیدا
جہان امر وخلق اینجا یکی شد	یکے بسیار وبسیار اندکی شد

marfat.com

چونکہ نفس وآفاق کی مقام صمدیت میں یہی کیفیت ہے لہٰذا وہ نفس جو خلاصہ آدم وعالم ہے جب رجوع الی اللہ میں ایک ہوگیا تو آپ کی معراج میں ہوا چلنے سے پانی بہنے سے رُک گیا یعنی جملہ عناصر وموالید وموجودات اور اُنکے متعلقات اپنے اپنے کام سے رُک گئے کہ موجودات انفسی وآفاقی کا وجود بجز پاکی وسبحانی کے باقی نہیں رہا اور اسیکو قیامت کہتے ہیں ؎

تو قیامت شو قیامت را ببین		دیدن ہر چیز را شرط ہست این	

نفس کی رجوع اپنی اصل کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ اسری بعبدہ اور عالم کی رجوع اپنے مبداء کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ اور نورانیت کا سرایت کرنا ہر ہر ذرہ میں ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ الذی بارکنا حولہ۔ اب النفس کی رجوع الی الحقیقت ان الفاظ سے کہ اسری بعبدہ جو میں نے بیان کی ان معانی میں ہے کہ انفس میں بندہ اسم آخر جناب باری ہے اور جواپنے بندہ کو لیگیا وہ اسم اول ہے۔ جب اسم اول منظور ہوا کہ اوسکا اسم آخر وہی اسم اول ہوجاے۔ جیسا کہ جناب باری کی شان ہے کہ اوس کا اسم اول اسم آخر ہے اور اسم آخر اسم اول ہے تو عبودیت بندہ سے کوئی چیز باقی نہیں رہی ساری عبودیت الوہیت ہوگئی اور آمد ورفت ساقط۔ تب ہی عبد مقام صمدیت میں متمکن ہوگیا مثلاً کیا آپ اپنی سانس کو چلتے نہیں دیکھتے ہیں کہ جو نفس میں بشمول آفاق کی ہوا کے آتی جاتی ہے اور اوسکا جو جانا ہے وہی آنا ہے اور جو آنا ہے وہی جانا ہے اس لیے کہ آپ بدستور قائم ہیں نہ آپ کو آنے سے تعلق ہے نہ جانے سے یعنی آپ خود قطعاً نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں حالانکہ اسی سانس سے تمام نفس وآفاق کی تخلیق ہورہی ہے اسی طرح یہ حق اپنے مقام صمدیت میں

marfat.com

نہ آتا ہے نہ جاتا ہے۔ پس جب اسم اول اپنے اسم آخر کو مقام صمدیت میں لے گیا تو کوئی اعتباری فرق بھی باقی نہیں رہا۔ نہ آخر رہا نہ اول محض عبد باقی رہ گیا۔ اب آفاق میں بمناسبت اسم اول و آخر دو گھر جناب باری کے کہے جاتے ہیں جو گھر اسم اول جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد اقصیٰ ہے جو پہلے اسلام کا کعبہ تھا اور جو گھر اسم آخر جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد حرام ہے جو بعد کو کعبہ ہوا ہے ومن دخلہ کان امنا یعنی جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہے یعنی ساکن ہے تو اجمالاً انفسی و آفاقی آں حضرت کی معراج بتانے کے لیے اسی قدر آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر کافی و وافی ہے مگر آفاقی مثال میں بمناسبت اسم آخر و اول یہ مثال مسجد حرام و مسجد اقصیٰ کی صرف اوسی قدر فاصلہ کو بتاتی ہے جو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ کے درمیان میں ہے لیکن فی الواقع مسجد اقصیٰ کے لغوی معنی مولوی عبد القادر صاحب نے "پرلی مسجد" لکھے ہیں یعنی انتہائی مسجد کہ جس کے آگے بجز ذات پاک کے کچھ نہیں ہے اور مسجد حرام میں بجز ذات پاک محمدی یعنی اسم آخر جناب باری کے اور کچھ نہیں ہے تو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ ایک ہو گئی ہے

اقصیٰ ہے کتاب وجہ باقی	ہر خانہ نماز ہو گیا ہے	

جیسا کہ عبد و معبود ایک ہو گیا اور کونین سے کوئی چیز چھوٹی نہیں۔ اور لفظ مسجد اسم ظرف ہے اور سجدہ کرنے کا انتہائی مقام انکسار یہ ہے کہ ساجد اپنے وجود کو مسجود کے وجود میں ایسا فنا کر دے کہ بجز مسجود کے وجود کے اور کچھ نہ رہے۔ تو مسجد حرام و مسجد اقصیٰ تحت و فوق ایک ہو گیا تھا اب ساجد و مسجود بھی ایک ہو گیا اور اس طرح پر ایک ہونے میں نفس و آفاق ایک ہو گیا اور اسم اول و آخر بلکہ کل اسماء کا

marfat.com

اندماج ذات میں ہو گیا اور بجز ذات کے کچھ باقی نہ رہا ہے

قربان ہوں ایسی عبدیت کے محمود ایاز ہو گیا ہے	

اسی واسطے اللہ نے اس آیت میں اپنے اوس تنزیہی نام کو لکھا ہے جو سبحان ہے اور پھر چونکہ تشبیہات بھی نفس میں اوسکے اسماء سے موجود ہیں لہذا یہ بھی بتا دیا کہ وھو السمیع البصیر یعنی ھو وہی سبحان ہے اور وہی تو سمیع و بصیر ہے اور عین سبحان کے ساتھ جو اسم تنزیہ ہے ضمیر الذی کو جسے تنزیہ سے مناسبت ہے تشبیہ کے بجائے لایا۔ اور ھو جو اسم تنزیہی ہے اوسکی مناسبت سے تشبیہی الفاظ سمیع و بصیر استعمال فرمائے تو سبحان الذی اسری میں تنزیہ و تشبیہی اسم اول و آخر آفاقی کو ایک کیا ہے اور وھو السمیع البصیر میں تنزیہی و تشبیہی اسم اول و آخر نفسی کو ایک کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تنزیہ اسم اول ہے اور تشبیہ اسم آخر ہے اور باوجود تشبیہ و تنزیہ کو ایک کر دینے اور کچھ فرق نہ رکھنے کے کیسا امتیاز اسم اول و آخر کا ہے اور کیسا فرق تشبیہ و تنزیہ کا ہے۔ اور یہ تو غالباً آپ کا عقیدہ ہی ہو گا کہ حق سبحانہ اپنی پاکی و سبحانی میں امہات اسماء سے جو تشبیہی ہیں خالی نہیں ہے۔ اور اپنی ہویت میں بھی اپنے آپ کو دیکھتا ہے مع ان امہات اسماء کے اور جب ان اسماء کو اسی اسم اول و آخر کے ساتھ آپ ایک وجود میں ملا دیں گے تو ان اسماء باطن کے اسماء ظاہر ہاتھ پیر ناک کان اور تمامی اعضاء انسانی ہیں لہذا یہی اسم باطن ظاہر ہو جائے گا اور ظاہر باطن ہو جائے گا ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم حق کی صورت بتمامہ ہو گی مگر تاہم اوسکو اسواسطے نہیں کہتے ہیں کہ یہ تو ہیئت گذائی اور صورت انسان کی ہوئی اور حق اپنے منوال پر الآن کما کان بےصورت ہے مگر انسان کی ذات کوئی دوسری

نہیں ہے بجز حق کے کیونکہ انسان بھی باوجود ان سب صفات کے اپنی ذات میں وہی رنگ رکھتا ہے جو حق کا ہے۔ اسی واسطے حدیث قدسی میں آیا ہے ان اللہ خلق ادم علی صورتہ۔

نکتہ حضرت حق نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے یعنی مرد کو عورت کو نہیں بنایا ہے مگر عورت کو اپنی صورت سے باہر بھی نہیں کیا ہے کہ آدم کے پہلو سے جب میں موجود ہے لہذا عورت نے بھی اس ارشاد ان اللہ خلق آدم علی صورتہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ پس عورت بھی معشوق حقیقی ہوئی مگر مرد کا جزء ہو کر اور مرد بھی معشوق حقیقی ہے مگر حق کا نفس ہو کر اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جسطرح حضرت آدم سے حضرت حوا کو بہشت میں پیدا کیا اوسیطرح ہر انسان کو بعد موت اختیاری کے اپنی جنت میں لیجائیگا ؎ (قیصری)

روئے نگار ما بہ بین باغ وبہار ما بہ بین	جنت بکار ما بہ بین جنت قدر و بر

اور حق کی جنت سرور محض ہے انسان چونکہ محبوب سب ہے لہذا اوس کو اپنی جنت یعنی سرور محض میں لیجائیگا جیسا کہ فرمایا ولیصنع علی عینی ؎

خرد باشد ار سینگونہ در آشفت	کہ ولیصنع علی عینی چرا گفت

پس جسطرح حق اپنے آپ سے سرور میں ہے انسان بھی اپنے آپ سے سرور میں ہوگا اور یہی کمال ہے ؎

دلا سراپا سرور ہوجا نکل کے ظلمت سے نور ہوجا
خدا کے نشہ میں چور ہوجا رہے گا مست شراب کب تک

تلمیح۔ آپ کہیں گے کہ حضرت مصنف نے چودہ حروف نورانی اسم اللہ سے نکالے اور اون کے بیچ میں جو حروف کہ مکرر تھے اون کو ساقط کر کے صرف چھ حروف نورانیہ رکھے

یہ ایک مضمون کا سمجھنے کے لیے حضرت مصنف نے خیالی تاویل لفظ اللہ کے حروف کی کی ہے ہم جس نام کو لین اوس سے ایسی باتیں نکال سکتے ہیں یہ اللہ کے نام کی تخصیص کیا ہوئی؟ میں کہوں گا کہ ہاں آپ ایسی باتیں اور ناموں سے بھی نکال سکتے ہیں لیکن وہ بھی اللہ ہی کا نام ہوگا۔ حضرت مصنف رح نے اِس اُصول کو بتایا ہے کہ ہر اسم و شے میں جب تک تفکر نفس و آفاق کا یعنے تنزیہ و تشبیہ کا یعنی اسم اول و آخر کا اور باطن و ظاہر کا نہ کیا جائے گا اوس سے معرفت نہ نفسی معلوم ہوگی اور نہ آفاقی اور نہ کلمہ توحید کے معنی کھلیں گے کہ جس کی خاصیت یہ ہے کہ سب کو ایک کر دینا اور نہ آپ کی توحید صرافت پر آئے گی اور نہ آپ کا کوئی تفکر قائم ہو سکتا ہے۔ جیسے علم ہیئت میں اگر علوم متعارفہ و اصول موضوعہ کو محض تاویل سمجھیے تو آپ نہ کوئی شکل اقلیدس کی قائم کر سکتے ہیں اور نہ الف بے کے مفروضہ حروف کے بغیر جبر و مقابلہ میں کوئی سوال لگا سکتے ہیں نہ بلا مفروضہ پہاڑوں کے علم حساب اعداد میں کسی سوال کا صحیح جواب نکال سکتے ہیں اور نہ علم منطق میں مفروضہ اُصول کے بغیر تصور کو تصدیق کر سکتے ہیں۔ چونکہ جناب باری حکیم مطلق ہے اور اوسی کے اسما کی تفصیل سارا عالم ہے لہذا نفس و آفاق میں بلا اصول موضوعہ علوم متعارفہ کے کوئی شئے ثابت ہو کر درجہ یقین کو نہیں پہونچ سکتی اور درجہ یقین مطلوب ہے واعبد ربك حتى یاتیك الیقین وہ بلا اس طرح سے توحید میں تفکر کیے ہوے حاصل نہیں ہوتا ہی جیسے "دو دونے چار" اب اس چار کو یقین کرنے سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہے ویسے ہی ابجد کا حساب بھی حروف تہجی کے اُلٹ پھیر سے ہی الف ب ان کل علوم میں یقینی شکل اقلیدس کی یقینی جواب جبر مقابلہ میں یقینی جواب اعداد کا علم ہندسہ میں اور یقینی نتیجہ یا التصدیق علم منطق میں اور

marfat.com

یقینی جواب سنین کے حساب کا حروف ابجد میں نہیں نکال سکتے ہیں تا وقتیکہ ہر ہر علم میں اوسکے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ کی پابندی نہ کیجیے مثلاً ایک جواب آپ کسی کسر میں لگانا چاہیں تو ہزاروں اعداد کی ضرب و تقسیم و منہای آپکو کرنا پڑے گی تب آپ ایک صحیح جواب نکال سکتے ہیں اور اس ایک جواب کو اون تمامی اعداد کے پھیلاوے کا معنی کہیں گے اسی طرح پر اسمار نورانی و ظلمانی کے انبساط و ہیجے میں جیسی جس کی سمجھ ہو۔ بشرطیکہ وہ ایک ہی نتیجہ معنوی یقینی نکالنے والا ہو کلام مجید کی ہر سورۃ اور ہر آیت اور ہر لفظ اور ہر حرف اور ہر نقطہ سے جداگانہ معنی پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اسی واسطے لکھا ہے کہ کلام مجید کے نو بطن ہیں بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔ تین بطنوں سے عرفا کو معنی کی معلومات ہوتی ہے اور چونکہ اس سے آگے اوسقدر صرافت جو عالم الغیب بذاتہ کو ہے حاصل ہونا محال ہے لہذا اون معانی کا وقوف جیسا کہ عالم الغیب بذاتہ کو ہے عرفا کو اس عالم میں ہونا دشوار ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پھر عارف تام المعرفت کو عارف تام المعرفت کہنا غلط اور بے محل ہے کیونکہ عارف تام المعرفت اوسکو کہتے ہیں جو بیج بو کر اوسکی تفصیل درخت میں دیکھکر ختم کر چکا ہے لیکن پھر اسوجہ سے پورے طور پر ختم نہیں کر سکا ہے کہ اگر اوس درخت کے بیجوں کے بونے کا تعہد کرتا چلا جاوے تو ابدالآباد تک کبھی ختم نہوگا اور جسطرح کہ بیج بو کر عارف تام المعرفت نے بیج کی معرفت حاصل کی ہے اوسیطرح پر قبل بونے کے جب بیج کے اندر درخت تھا وہ معرفت غیب الغیب کی ہوگی جو مثل اس عالم شہادت کے کبھی ختم نہیں ہوگی اور ان دونوں معرفتوں میں سے ایک کا بھی ختم ہونا یہ نقص ہے جو حقیقت کی شان کے خلاف ہے کیونکہ حقیقت میں نقص محال ہے پس عارف تام المعرفت اوسکو کہیں گے جو اس حکمت کو جان کر کسی معرفت پر نہ ٹھہرے اور برابر ابدالآباد تک

عرفان حاصل کرتا چلا جائے مثلاً اسی آیت سبحان الذی اسری میں اردو کے لفظی معنی وہ ہیں جو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی نے لکھے ہیں اور اصول تنزیہی و تشبیہی و نفسی و آفاقی و اسم اول و آخر و ظاہر و باطن کی رو سے تفکر کرنے میں وہ معانی ہوتے ہیں جو ہم نے اوپر لکھے ہیں یہ ایک بطن ہو کر دو معانی ہوئے اب ان اصول پر نظر کر کے بتقلید حضرت مصنف حروف کے انبساط اور ہجے کر کے اور ہمجنس حروف کو ساقط کر کے ایک اللہ کو ثابت کر کے اوس سے جو معانی پیدا ہوں گے وہ تیسرا بطن ہوگا اسی طرح بہ نو بطن بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہیں مثلاً لفظ سبحان میں پانچ حروف ہیں۔ سٓ بٓ حٓ آٓ نٓ اس میں کل حروف بجز ب کے نورانی ہیں اور ب حرف ظلمانی ہے اور اسم سبحان منجملہ اسمار حسنٰے کے غیب الغیب کا اسم ہے۔ جو تنزیہ در تنزیہ ہے حروف نورانی تنزیہی اسما پر دلالت کرتے ہیں اور حروف ظلمانی تشبیہی اسما پر اور تنزیہی و تشبیہی اسما کا مظہر تام انسان کامل ثابت ہو چکا ہے تو عین اوس اسم منزہ میں ب حرف ظلمانی یعنی اسم تشبیہی موجود ہے یعنی انسان مرتبہ غیب الغیب میں حق سبحانہ کے ساتھ ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ الانسان سری وانا سرہٗ۔ اب ضمیر الذی لفظ سبحان کی طرف راجع ہے اور الذی میں کل حروف نورانی ہیں بجز ذال کے اور چونکہ ضمیر اصل اسم کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسم سے نازکتر ہوتی ہے لہذا ضمیر الذی کے ضمن میں ذال جو حرف ظلمانی ہے لفظ سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب میں ہے۔ پس یہ انسان ظلمانی اسم تنزیہی سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب میں ہوا کیونکہ اوسکا ظہور اسم سبحان کی طرف راجع ہونے سے ہوا ہی پس یہ اسم آخر اسم اول ہوگیا۔ اسی طرح سے لفظ اسری کے حروف یہ ہیں آٓ سٓ رٓ یٓ۔ اسری میں ی لکھنے میں تو یا ہے لیکن پڑھنے میں وہ ہی الف ہے کہ جو اول تھا اور یا کے بسائط میں بھی الف ی ہو کر ہمزہ

واقع ہوا ہے لہٰذا وہی الف اول آخر ہو گیا اسی طرح پر اگر عمدہ حساب لگانے والا
ہو تو وھو السمیع البصیر تک بلکہ پورے کلام مجید میں اول آخر ہے اور آخر
اول ہی ظاہر باطن ہے اور باطن ظاہر ہے اور پھر اول و آخر و ظاہر و باطن سب ایک ہے
ھو الاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شیٔ علیم یعنی جو اوّل
یعنی حق ہے وہی آخر یعنی انسان ہے اور جو ظاہر یعنی انسان ہے وہی باطن یعنی حق
ہے یہ تیسرا بطن ہوا اور جو مجھ سے زیادہ خوص و تفحص کرنے والا ہے وہ اسی اصول پر
مجھ سے زیادہ معانی نکال سکتا ہے باقی سر دست کل حروف کی تفصیل کرنا اور حروف ظلمانیہ کا حروف نورانیہ
بنانا میرے حیطۂ امکانی سے باہر ہے قل[1] لو کان البحر مدادا لکلمات ربی
لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا اور کلام مجید کے
نو بطن اس واسطے ہیں کہ ہر شئے کا وجود تین چیزوں سے ہے انفس میں علم و عالم و معلوم
اور آفاق میں جڑ شاخ پھل اور انفس فی الآفاق یعنی جسم انسانی میں سر تا گردن
گردن تا ناف اور باقی اسفل۔ غرض ہر چیز تین تین ہی تین کو تین سے ضرب دیجیے
تو نو ہوتے ہیں اور چونکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ ہے اور وجہ حق کا اسم آخر انسان
کامل ہی ہے اور انسان کامل تین بطنوں کو شامل ہے جسکو اہل ہنود "لوک" کہتے ہیں لہٰذا صرف وجہ میں
تین بطن بلکہ نو بطن ہوے اور یہی حضرات نقشبندیہ کے یہاں کے دوائر کی حقیقت
ہے اور جو اختلاف دوائر کی تعداد و لطائف میں ہے وہ انھیں دوائر کے الٹ پھیر
سے ہے کسی نے صرف وجہ کے دوائر لیے اور اسمیں سیر کی کسی نے صرف وسط جسم
کے دوائر لیے ہیں اور کسی نے صرف جسم کے تین ہی دوائر لیے ہیں اسی طرح پر ستائیس
بھی ہو سکتے ہیں اور انھیں مختلف دوائر کے سلوک میں مشارب و معارف جداگانہ

---

[1] کہو کہ اگر دریا سیاہی ہو جائیں کلمات پروردگار کے لیے تو دریا چک جائیں گے اور
کلمات نہ ختم ہوں گے اگرچہ اتنی ہی اور سیاہی جمع ہو جاے۔

marfat.com

ہوگئے ہیں۔معراج حضرت یونس کو بھی ہوئی تھی اور حضرت بایزید بسطامی کو بھی ہوئی اور کل اولیاء اللہ کو ہوتی ہے لیکن تفاوت یہ ہے کہ کسیکو دائرہ ناف جو اسفل کا آدمی معلوم ہوتا ہے اوس کے سر تک معراج ہوئی جیسے بزرگ مذہب ہنود مہادیو جی کو اور اسی وجہ سے اہل ہنود میں کام دیو کی پرستش ہوتی ہے اور کسی کو مع اس کے دائرہ ناف سے گردن تک جو آدمی ہے اس کی بھی معراج ہوئی یہ معراج حضرت بایزید بسطامی کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سیر و سلوک میں اپنے آپ کو انبیا علیہم السلام کے پائیں دیکھا اور انبیا علیہم السلام کی معراج مع ان دونوں کے اوس آدمی میں بھی ہے جو وجہ کا ہے چنانچہ حضرت یونس کی معراج مچھلی میں ہوئی یعنی ہر سہ مراتب دائرہ جسمانی کو لے کر جو سامنے کی طرف سے تشبیہ یعنی نقش و نگار تعیناتی ہیں اور پشت کی طرف سے تنزیہ ہے یعنی کوئی نقش و نگار نہیں ہے پورے سر تک معراج ہوئی اور چونکہ تنزیہ عین تشبیہ ہے لہذا پورے جسم کی معراج نے اپنے دائرہ تنزیہی و تشبیہی کے لحاظ سے اسفل میں اعلےٰ کا فائدہ دیا۔جس طرح ہندوؤں کے مذہب پر مہادیو جی نے اپنے معراج اسفلی سے بمقابلہ کرشن جی کی معراج علوی کے برابر فائدہ اوٹھایا کیونکہ کرشن جی اعلےٰ مقامات میں فانی ہو کر ذات حق میں لین ہوگئے تھے اور مہادیو جی نے پاتال یعنی اسفل السافلین میں اپنا کام پورا کرلیا ہ

	درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار	

اور چونکہ ہر ایک عارف کی معراج ایک لعین انسانی کی ہے اور آدمی سب برابر ہیں لہذا کسی کی معراج کو اعتباری تحت و فوق سے دوسرے کی معراج پر

فضیلت نہیں ہے اسی واسطے آں حضرت نے فرمایا ہے کہ میری معراج سے بھائی یونس کی معراج کو کم نہ کہو کیونکہ اللہ میں تحت وفوق نہیں ہے لیکن اعلیٰ ترین معراج نفس میں وہ ہے کہ ہر سہ دوائر نفسی میں جو حقیقت میں نو ہیں انسان کے تینوں تشخصوں میں ہو جو فی الواقع ستائیس ہوئے اور اسی طرح پر آفاق کے پورے جسم انسان کبیر میں بھی نفس کے ساتھ ہو اور وہ انسان کبیر جو اعلےٰ علیین سے لیکر تحت الثریٰ تک ہے جبرئیل کی صورت اصلی ہے کہ جس کی نفسی صورت وحیہ کلبی تھے پس ظاہر جسم کی رو سے پورے عوالم جو ستائیس بلکہ مع ایک نفس کے اٹھائیس ہوئے ایک جبرئیل کی صورت ہے۔ اور جبرئیل کی صفت رزاقی کا تشکل میکائیل علیہ السلام ہیں جو جبرئیل سے کہیں بڑے ہیں اور ان کی صفت تکوینی کا تشکل اسرافیل علیہ السلام ہیں اور صفت تعفنی کا تشکل عزرائیل علیہ السلام ہیں اور اضداد کا یکرنگ کر دینا صفت تدبر کا کام ہے اسکو تعقل کہتے ہیں لہذا حضرت جبرئیل عقل کل ہیں اور تعقل روحانیت سے پیدا ہوتا ہے۔ صفت ہستی کا نام روح ہے اور صفت تدبر کا نام عقل ہے اور ان سب اضداد کا متحد ہوجانا جبرئیل کی صورت ظاہر وباطن ہے۔ جیسے نفس میں یہ سب متحد ہوکر ایک شخص انسان صغیر ہوا یعنی جبرئیل وحیہ کلبی کی صورت پر آئے پس جبرئیل پورے پورے آفاق اور پورے نفس یعنی روح ہیں یعنی سب چیزوں کی جان ہیں اور تعین رسول اللٰہی آفاق و انفس کی جان جان ہے اور جبرئیل مع اپنی کل صورت روح وعقل وغیرہ کے صورت متمثلہ عقل کل رسول اللٰہی ہیں جن کی جان جان روح کلی رسول اللٰہی ہو پس جبرئیل کا چیک جانا کل عوالم کا ختم ہوجانا ہے یا کسی شخص کا آفاق میں افق اعلےٰ تک اور نفس میں کل دوائر کی سیر کرکے مخ دماغ تک پہونچ جانا ہے اور مخ دماغ کا

marfat.com

سلسلہ پیچھے سے نفس میں چونکہ پائیں جسم تک ہے تو مخ دماغ کی سیر میں سالک
جس قدر اپنے حساب میں عروج کرتا جائے گا فی الواقع اوسی قدر سفل میں اترتا آئیگا
اور تحت الثری تک چلا جائے گا اور جب تحت الثری کو آئے گا تو ایک سیر رجوعی
تحت الثری سے اوسے پھر کرنی پڑے گی مگر اِس سیر رجوعی اور پہلی سیر رجوعی میں
فرق یہ ہے کہ پہلی سیر رجوعی دفعہ دفعہ کرکے ہوئی ہے اور یہ سیر رجوعی بیک دفعہ
مخ دماغ تک ہوگی تاکہ رفتن عین آمدن اور آمدن عین رفتن ہو جاے یعنی اول
آخر ہو جاے اور آخر اول ہو جاے۔

تنبیہ ہر شخص جو کچھ احساس کرتا ہے اپنی عقل اور اپنی روح سے
کرتا ہے اور جو بات عقل کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اوس نے یہ بات عقل سے
نکالی اور جو بات روح کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اِس شخص کی روحی مستی ہے
بالجملہ عقل یا روح کو کوئی فضیلت اوس شخص پر نہیں ہوتی ہے کہ جس کی عقل یا
روح نے ایسا تعقل یا ادراک کیا ہے۔ پس عقلی و روحی مراتب کو جبرئیل علیہ السلام
کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لانا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو اقرا باسم ربک پڑھانا ان باتوں سے جبرئیل امین کی فضیلت آں حضرتؐ
پر نہیں متصور ہو سکتی بلکہ آں حضرتؐ کی فضیلت جبرئیل پر یقیناً کہی جائے گی۔
جبرئیل کو فضیلت اِس واسطے نہو گی کہ اونکا پڑھانا یا وحی لانا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا اپنی عقل اور روح سے تعقل و ادراک کرنا ہے اور رسول اللہؐ کو
فضیلت اِس واسطے ہوگی کہ اونھوں نے اپنی عقل کو کام میں لاکر اور اپنی
روح کی تفصیل کرکے مجموعی روح الامین کو فیض دیا پس جبرئیل آں حضرتؐ سے
مستفید ہیں اور آں حضرتؐ اون سے مستفید نہیں ہیں کیونکہ جبرئیل تو آپ ہی
کی عقل اور روح کی صورت متمثلہ ہیں جیسے ہم اپنی زبان سے کلام کریں تو زبان کا

marfat.com

احسان ہم پر نہیں ہے بلکہ ہمارا احسان زبان پر ہے کہ ہم اوس کو کام میں لائے اور ہم نے اوس کو کلام کی قدرت دی۔ یا ہم حق تعالیٰ کی حمد کریں تو ہمارا احسان خداوند تعالیٰ پر نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ کا احسان ہم پر ہے کہ اوس نے ہمکو حمد کرنے اور گویائی کی طاقت دی ہے

	بادہ از ماست شد نے ما ازو قالب از ماہست شد نی ما ازو	

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ملک ملکوت تک جبرئیل علیہ السلام باعتبار اپنی فطرت کے پہونچ سکتے ہیں اور اوس سے آگے نہیں جا سکتے ہے

	اگر یک سر موے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم	

اس واسطے کہ انسان کے لیے بسبب جامعیت وعلم ادم الاسماء کلہا کے ذاتی نسبتیں حضرت حق کے ساتھ ہیں جو جبرئیل یا کسی فرشتہ کو نصیب نہیں ہیں کیونکہ حضرت مصنف کے قول سابق کے مطابق حق تعالیٰ نے ملائکہ کے لیے اُن کے ہی نفس میں تجلی کی ہے یعنی اون کی ہی ذات میں تجلی کی ہے نہ ذات حق میں اور انسان کے لیے حق تعالیٰ نے اپنی ذات میں تجلی فرمائی ہے پس ع

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ان تلمیحات وغیرہ کا درمیان میں لکھدینا اسواسطے ضروری ہوتا ہی کہ بغیر انکے سمجھے ہوئے معراج شریف پورے طور پر سمجھ میں نہیں آسکتی ہے اب ہم پھر معراج کے بیان کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ جو ہمارا مقصود اصلی تھا سبحان الذی اسری میں معراج کی اجمالی حالت تو ظاہر ہو چکی اب سورہ والنجم میں جو اوسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہے اوسکی چند آیتیں لکھکر اون کا مطلب بیان کرتا ہوں تاکہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آجاے

marfat.com

وہ آیتیں یہ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَ

قسم ہے تارے کی جب گرے — بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا — اور

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ

نہیں بولتا اپنی خواہش سے — یہ تو وحی ہے جو اوسکو بھیجتی ہے — سکھایا اسکو

شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ

سخت قوتوں والے — زور آور نے — پھر سیدھا بیٹھا (یعنی پورا نظر آیا) — اور وہ تھا اونچے

الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ

کنارہ آسمان کے — پھر نزدیک ہوا پس اُتر آیا — پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کے برابر

اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ

یا اس سے بھی نزدیک — پس حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی — جھوٹ نہیں کہا

الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ

دل نے جو کچھ کہ دیکھا — اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اوپر جو اوس نے دیکھا — اور اسکو اونے

رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا

دیکھا ہے ایک دوسرے اتارنے میں — نزدیک سدرۃ المنتہی کے — جسکے پاس ہے

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا

بہشت رہنے کی — جب چھا رہا تھا — سدرہ پر جو کچھ کہ چھا رہا تھا — بہکی

زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

نہیں نگاہ — اور حد سے نہیں بڑھی — بیشک دیکھے اس نے اپنے رب کے

marfat.com

الكبرى أفرأيتم اللات والعزى ومنوة الثالثة

بڑے نونے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزی کو اور منواۃ تیسرے

الأخرى ألكم الذكر وله الأنثى تلك إذا قسمة

پچھلے کو کیا تمکو بیٹے اور اُسکو بیٹیاں ہیں یہ اسوقت بانٹنا بہت

ضيزى إن هي إلا أسماء سميتموها أنتم وآباؤكم

برا ہے یہ سب نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداوں نے رکھے ہیں

ما أنزل الله بها من سلطان إن يتبعون إلا الظن

اللہ نے اوس کے لیے کوئی سند نہیں اُتاری نرے اٹکل ہی پر چلتے ہیں

وما تهوى الأنفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى

اور اپنے جی چاہنے پر حالانکہ پہونچ چکی ہے اونکو انکے رب سے ہدایت

سورہ والنجم کی یہ آیتیں سبحان الذی اسری کی تفصیل ہیں سردست میں ان آیتوں کی تفسیر تمامہ لکھنے کے لیے تیار نہیں ہوں اور نہ اس شرح میں اون کی گنجائش ہے یہاں پر مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح آیہ سبحان الذی اسری میں خداوند تعالیٰ نے کلمہ توحید کی رو سے تشبیہ و تنزیہ و اسم اول و آخر و ظاہر و باطن کو ایک کرکے کسی اور شے کے وجود کو باقی نہیں رکھا یعنی گویا فرمادیا کہ کلمہ کے معنی جو آیات محکمات میں سے ہی بلا کسی تاویل کے یہ ہیں کہ لاموجود الا اللہ یعنی کل موجودات جو الہ ہیں وہ الہ نہیں ہیں مگر اللہ چنانچہ سبحان الذی اسری میں جو آخر کے الفاظ ہیں وھو السمیع البصیر وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہیں کہ آپ ہی سننے اور دیکھنے والے ہیں اور آپ ہی کی نسبت حق تعالےٰ نے اپنے آپ کو فرمایا کہ وھو السمیع البصیر یعنی آپ کی ذات و صفات و افعال کو

marfat.com

اپنے میں ملا کر ایک کر لیا۔ پس جو کچھ والنجم کی معانی سے وعلمہ شدید القویٰ
کی نسبت حضرت جبرئیل کی طرف کی جاتی ہے تو چونکہ سوائے حق کے کوئی شے موجود
نہیں ہے لہٰذا وہ سب حق کی ہی طرف منسوب ہے اور جو ضمائر اس سورۂ والنجم میں
حضرت جبرئیل کی طرف منسوب کی جاتی ہیں وہ سب رسول اللہ کی طرف راجع ہیں
کیونکہ جبرئیل جو ملک و ملکوت کو شامل ہیں صورت متمثلہ عقل رسول اللّٰہی ہیں پس
ملکوت سب رسول اللہ کے صفات و افعال ہیں اور رسول اللہ عبد ہیں جسکی تعریف
بیان ہو چکی ہے کہ عبدیت عین الوہیت ہے اور خداوند تعالیٰ نے عبد کی تعریف
فرمائی کہ ھو السمیع البصیر پس سب نسبتیں سب اضافتیں سب شانیں اپنے انسیت ہیں کیا انفس
اور کیا آفاق کیا ملکوت اور کیا ملک میں اپنی حقیقت یعنی اللہ کی طرف رجوع ہوتی
ہیں اور خدا کے وجود سے کوئی موجود باہر نہیں ہے بلکہ کسی موجود کا باہر ہونا محال ہے
لہٰذا وجود حق کے علاوہ کسی دوسرے کا وجود محال ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ
ھنس تا پس سدرۃ المنتھیٰ تک مع درخت سدرہ کے ایک وجود تشبیہی جناب باری کا
مع جملہ عوالم کے ہی جو عوالم ہر وقت بحکم کل یوم ھو فی شان پیدا ہوتے رہتے ہیں
اور سدرہ کی ایک پتی ایک ایک عالم یعنی آفاق ہے اور اوس کی پتیوں کی قطع مثل ہاتھی
کے کان کے ہے جیساکہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے اور اسمیں یہ نکتہ
ہے کہ نطفہ جب رحم میں صورت انسانی پکڑتا ہے تو اوس کو ایک جھلی گھیر لیتی ہے جس
سے جنین کی قطع مثل ہاتھی کے کان کے ہو جاتی ہے اور اس جھلی کا گھیر لینا یہی
شاکلہ ہے قل کل یعمل علےٰ شاکلتہ۔ اور اس ہاتھی کے کان کی شکل میں بھی پوری
صورت انسانی اندر موجود ہوتی ہے اسی طرح سے سدرہ کی ایک ایک پتی میں ایک
ایک عالم کی صورت مثل ہاتھی کے کان کے ظاہر ہو جاتی ہے اور اسی صورت میں پوری
صورت عالم کی مثل انسان کے موجود ہوتی ہے۔ الحق سہ

marfat.com

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار	ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار

اور سدرہ کا ایک ایک پھل نفس یعنی انسان ہے اور اوس کی پتیاں اوسکے پھلوں کی تابش سے قندیل کی طرح چمکتی ہیں اور اسی کو قلب انسانی کہتے ہیں اور اسی واسطے آں حضرتؐ کا نام سراجاً منیراً ہے۔ لفظ سراج کے دو معنی ہیں ایک چراغ دوسرے آفتاب تو آپ نفس کے چراغ ہیں اور آفاق کے آفتاب ہیں یعنی نفس کا جو مضغۂ گوشت یعنی دل ہے اوسکے چراغ ہیں اور آفاق کا ماہتاب جو بے روشنی ہے اوسکے آفتاب ہیں جو فی نفسہ روشن ہے اور ماہتاب میں روشنی نہیں ہے بلکہ اوس میں آفتاب سے روشنی آتی ہے اور نفس میں دل کا مضغۂ گوشت مع چراغ دل کے یعنی مع مدرکات کے آفتاب ہے اور انسان کا پورا جسم ماہتاب ہے جو دل کے آفتاب سے روشن ہے اور آفاق کل مثل جسم تاریک کے ہے اور انسان کامل کا پورا جسم آفتاب ہے جس سے آفاق کا جسم روشن ہے پس آفاق یعنی ملک و ملکوت مع سدرہ کے جہان تخلیق عوالم کی انتہا نہیں ہے ایک ماہتاب ہے اور آں حضرتؐ کا تعین نفسی ایک آفتاب ہے جس سے اعلیٰ علیین سے لیکر تحت الثریٰ تک جگمگا رہا ہے اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضئ ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس۔ الآیۃ۔ یعنی اللہ آسمانوں اور زمیں کا یعنی ملکوت و ملک کا نور ہے نور کے معنے منور کے لیجیے یا نور کے دونوں بے کیف و بے رو و بے جہت ہیں یعنی مدرک کلیات و جزئیات و عین ہر جزئی و کلی۔ اوسکے نور کی مثال یہ ہے کہ جیسے طاق میں چراغ۔ نفس میں دل مثل طاق کے ہے اور دل کے مدرکات مصباح

marfat.com

ہیں کیونکہ مدرک ہونے کی وجہ سے روشنی روشنی کہی جاتی ہے اور آفاق میں جو ملک و
ملکوت دونوں کو شامل ہے یہ آفاق طاق ہے اور انسان کامل مع اپنے جسم کے چراغ ہے
کیونکہ انسان کامل ہی بتائید اپنے صفات و افعال کے سب چیزوں کا ادراک کرکے
اون چیزوں کا وجود ثابت کرتا ہے اگر انسان ادراک نہ کرتا تو آفاق کی کسی چیز کا
وجود ہی نہ تھا پس جسطرح یہ حق مدرک کلیات و جزئیات انفس و آفاق ہے اوسی طرح
یہ انسان مدرک کلیات و جزئیات نفس و آفاق ہے المصباح فی زجاجہ وہ چراغ
ایک فانوس میں ہے پس انسان کا دل جو حقیقی مصباح ہے جسم کے فانوس میں ہے اور انسان جو آفاق کا مصباح
ہے جسم آفاق کے فانوس میں ہے الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ
لاشرقیۃ ولا غربیۃ زجاجہ مع انفس و آفاق کے ایک ستارہ ہے جو شجر مبارک زیتون سے
چمکتا ہے شجر مبارک زیتون نفس میں جسم انسانی ہے اور آفاق میں سدرۃ المنتہی ہے اور
یہ شجر نہ شرقی ہے اور نہ غربی اوسی سے کہا گیا ہے کہ آں حضرت کا نور ایک مدت
تک مثل قندیل کے ساق عرش پر تاباں رہا لہذا یہ زجاجہ نفس و آفاق ملاکر نور محمدی
ہوگیا۔ آفاق مدرک نہیں ہے اور نفس مدرک ہے روشنی کے یہ معنی ہیں کہ جو غیر معلوم
اشیا کو دکھائے پس حقیقی روشنی ادراک ہے کہ جو نظر آتا ہے یا محسوس ہوتا ہے وہ بھی
اگر ادراک نہو تو نہیں معلوم ہوسکتا ہے یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار
قریب ہے کہ اوس کی روشنی بھڑک اٹھے اگرچہ اوس میں آگ نہ لگے یعنی نفس ناطقہ
انسانی جو فی نفسہ مدرک کلیات و جزئیات ہے اوسکا تقاضا یہ ہے کہ بلا سبب کے
حقائق اشیا کا ادراک کرلیجائے اور یہی اعلیٰ ترین روشنی ہے نور علےٰ نور آفاق
میں جسقدر اجرام سماوی روشن ہیں وہ کوئی روشنی نہیں دے سکتے جب تک نور نفسی جو اوس پر
غالب ہے اوسکا ادراک نکرے مگر حکمت بالغہ جناب باری اوسکے ادراک کرنیسے نفس یعنی
انسان کو روک دیتی ہے ۞

تعین ہر یکے را کردہ محبوس		زخرویت تجلی گشتہ مایوس	

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ؎

از پردۂ غفلت بچہ تدبیر برآیم		خود یار روا دار حجابست بہ بنید	

جب مصلحت ایزدی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ انسان کل اشیا کا ادراک کرے تو اوسکو اپنے نور سے جو نور علی نور ہے حق روشن کر دیتا ہے اسی سے کہا ہے کہ یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس ۔ یہ مثال جناب باری نے انسان کے لیے اسواسطے دی ہے کہ انسان جو ناس ہے یعنی بھولا ہوا ہے وہ اپنے آپکو یاد کرے اور نفس کا ستارہ چراغ اور آفاق کا ستارہ آفتاب بن جائے ۔ بالجملہ انفس مع نفس و آفاق کے ایک ستارہ ہے جس کی قسم جناب باری نے کھائی ہے کہ والنجم اذا ھوی علی الخصوص اوس تعین رسول اللہی کی قسم کھائی ہے کہ جس سے آپ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا ہے اور یہ خطاب آپ کو اوس وقت دیا ہے کہ جب ہر ہر مخلوق نفسی و آفاقی کے لیے آپ کو رحمت بنا لیا ہے یعنی حکمت بالغہ سے آپکو نفسی نجم بنایا جس کی روشنی نے ذرہ ذرہ آفاق کو بھی گھیر لیا اور آپ کو نجم نفس اوس نجم انفسی اور ضیا نجم آفاقی کے اندر چھپا دیا جیسے کہ خود چھپا ہوا ہے اور مثل نور کے ظاہر کر دیا جیسا کہ خود ظاہر ہے پس یہ آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستارہ جو آپ دیکھتے ہیں اور اُن کی روشن صورت آپ کو گول نظر آتی ہے درحقیقت ان سب کی صورتیں آدمی کی ایسی ہیں مگر وہ صورت انسان نفسی ان میں چھپی ہوئی ہے جیسے نطفہ انسان میں نطفہ گول معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکے اندر صورت انسانی پوری پوری چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ آخر کو فتبارک اللہ احسن الخالقین ہوتا ہے ۔ بیش ازیں نیست کہ آپ نجم آفتاب کو مرد کا نطفہ کہیے اور نجم ماہتاب کو عورت کا نطفہ اور ان دونوں کے تاثیر و تاثر سے سارا عالم پیدا ہوتا ہے بلکہ

marfat.com

کواکب و نجوم بھی اس میں آ گئے۔ اسی واسطے جناب باری نے آن حضرتؐ کو کلام مجید میں نجم کہکر اوس کی قسم کھائی ہے۔ وہ نجم نجم ماہتابی اوسوقت ہے کہ جب سیر رجوعی میں اپنے آپ کو مثل ماہتاب کے چڑھتا ہوا دیکھے اور بائیں جانب اسقدر چڑھے کہ پہلے آدمی یعنی ناف تک کے آدمی کو طے کر کے دوسرے آدمی یعنی جسم متوسط کے آدمی کو طے کر کے تیسرے آدمی یعنی وجہ کو طے کر کے مخ دماغ میں غائب ہو جائے یعنی آفتاب حقیقی میں فانی ہو جائے اور تب آفتاب حقیقی اوسکو اپنی صورت پر ظلمت لیل سے نکالکر اور نور علی نور کر کے فتدلی کرے۔ اسکو سیر باللہ اور سیر نزولی کہتے ہیں اور یہ سیر آناً فاناً ہوتی ہے۔ اس کل بیان کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ کی صورت مثل ماہ چہاردہم کے ہے اور جب آپ بعد کمال کے فتدلی ہو کر نزول فرماتے ہیں تب آپ کی صورت مثل آفتاب خط استوی کے

والنجم اذا ھوی میں حقتعالی نے آپکے عروج و نزول دونوں کی قسم کھائی ہے کیونکہ ہوی کے معنی عروج و نزول دونوں کے ہیں عروج میں رحمۃ للعالمین کی قسم کھائی ہے اور نزول میں الرحمن علی العرش استوی کی جیسے کہ آپکی قسمیں صاف صاف پوری سورۂ والشمس میں کھائی ہیں یعنی شمس و ضحی وغیرہ سب کو ایک کر دیا ہے اور یہی کلمہ توحید کے معنی ہیں ما ضل صاحبکم و ما غوی یعنی اس عروج و نزول میں آں حضرت نہ گمراہ ہوے نہ بھٹکے یعنی مع نفس و آفاق کے صراط مستقیم پر عروج میں رہے یعنی جب آپ کا عروج ہوا تو آپ کا سیران و طیران ہر ہر ذرہ انفس و آفاق میں تھا عروج میں آپ نے بسبب رحمۃ للعالمین ہونیکے کسی ذرہ کو اپنی معراج سے فائدہ دینا اُٹھا نہیں رکھا تھا اور سب میں سما گئے تھے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نزول میں حق مع انفس و آفاق کے آپ میں سما گیا اور قیامت قائم ہو کر بجز آفتاب حقیقی کے کچھ باقی نہیں رہا حضرت سرمد فرماتے ہیں ؎ رباعی

آں کس کہ سر حقیقتش باور شد	خود پہن تر از سپہر پہناور شد

marfat.com

ملا گوید کہ برشد احمد بفلک　　سرمد گوید فلک باحمد در شد

فلک باحمد درشدن کے معنی یہ ہیں کہ الوہیت آفتاب حقیقی نے جامعیت کے ساتھ سیر نزولی میں آپ کی صورت پر تنزل فرمایا کیونکہ آفتاب نکلنے کے بعد دیگر کواکب وانجم کی ہستی باقی نہیں رہتی ہے اور آفتاب ہی آفتاب رہجاتا ہے جیسا کہ حضرت مولانای رومی نے فرمایا ہے کہ ؎

برکشاد از روزن دل آفتاب　　ختم شد واللہ اعلم بالصواب

وما ینطق عن الھوی یعنی ہوا وہوس وغیرہ کچھ باقی نہیں رہتا ہے بجز وجہ آفتاب حقیقی کے اسی وجہ سے جناب باری نے فرمایا کہ ان ھو الا وحی یوحی۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ اب شدید القوی کے معنی اگر جبرئیل کے لیجیے تو جبرئیل آپکی صورت متمثلہ عقل ہیں اور ان کی نمود آپ ہی کے وجود باجود سے ہی لہذا آپنے اپنی عقل سے دریافت فرمایا اور اگر شدید القوی سے مراد حق لیجیے تو حق نے کوئی دقیقہ یکتائی کا آپ کے ساتھ اٹھا نہیں رکھا تھا کہ جس میں تفرقہ کی گنجائش ہو اور جبرئیل آپکو کیسے سکھا سکتے تھے کہ ؎

عقل از دہلیز می ناید بردن

فاستوی وھو بالافق الاعلی بلکہ آپ ہی مستوی ہو کر نفس و آفاق میں افق اعلی میں تھے یعنی مخلوق میں یعنی آپ خلاصہ کل تعینات تشبیہی تھے جیسے کہ لفظ سبحان الذی میں آپ ب اور نقطہ ب تھے پس تعین جبرئیلی افق اعلی میں ختم ہو چکا تھا یعنی جہاں تک کہ مخلوقات کا گذر تھا وہ دہلیز تنزیہی تک آپہونچکر بیکار ہو چکے تھے ثم دنی فتدلی اب وقت اسکا آیا تھا کہ ذاتی نسبتیں شروع ہو کر آپکو بے رنگی کے رنگ میں رنگ کر فتدلی کریں ؎

سب رنگ پھیکے تراب کے آگے　　جو گیا رنگ کی اوری بہار

marfat.com

فکان قاب قوسین او ادنیٰ یہاں مجھے ایک قصہ یاد آیا جسکا لکھ دینا اس
محل پر ضروری ہے میں ۱۸۹۰ء میں قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ میں تحصیلدار تھا اور اوس
زمانہ میں وقت فرصت حضرت مجدد رح کے مکتوبات میرے مطالعہ میں رہتے تھے اون
مکتوبات کی جہاں تک میں نے سیر کی اوس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مشرب خلاف
توحید وجودی کے توحید شہودی ہے اگرچہ آپنے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابتدا میں
توحید وجودی ہے اوس کے بعد توحید شہودی ہے۔ میں یہ دیکھکر نہایت پریشان
ہوا کیونکہ میرا عقیدہ توحید وجودی کا تھا اور نہ میں اپنے عقیدہ سے ٹل سکتا تھا اور
نہ ایسے بزرگ وعلامہ دہر کے قول کو رد کر سکتا تھا۔ لہذا مجھے یہ فکر پیدا ہوئی۔ کہ
فی الواقع کیا ہے۔ اگرچہ سیر کتب صاف بتاتی تھی کہ بجز حضرت مجدد الف ثانی رح
اور حضرت علاء الدین سمنانی رح اور حضرت ابو الحسن خرقانی رح کے باقی کل اولیاء اللہ
بلکہ کل پیغمبران علیہم السلام کا اور دیگر فرق کے جوگیوں وغیرہ سب کا مسلک و مشرب
توحید وجودی ہے اور خود حضرت مجدد رح کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب
بہت بڑے موحد صاحب وحدت وجود تھے اور خود وحدت وجود کا مسئلہ ایسا
جامع ہے کہ اس سے وحدت شہود کا مسئلہ باہر ہوئی نہیں سکتا ہے اور وحدت
شہود بغیر وحدت وجود کے عدم محض ہے جو محال ہے تاہم جسکو ذوق وطلب اس
مسلک کی ہوگی وہ جان سکتا ہے کہ خفیف سا شک کسی مسئلہ اصولی تصوف میں
طالب کی کیا گت بنا دیتا ہے میں اس شک میں غور کرتے کرتے قریب بہ ہلاکت
پہونچ گیا تھا اور جسقدر مکتوبات میں دیکھتا جاتا تھا اوسی قدر میرا شک بڑھتا جاتا
تھا۔ سالک کو مسئلہ اصولی میں اگر شک ہو جاتا ہے تو آپ سمجھ لیجیے کہ اوس کو
اتنا ہی صدمہ ہوتا ہے جیسے کسی بیٹے کے مرنے سے باپ کو یا اوس سے زیادہ آپنے
سنا ہوگا کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آنے میں دیر ہوئی تھی

marfat.com

تو آپ نے ہلاکت کا قصد فرمایا تھا۔ بہر حال میں نے بہت پریشان ہو کر مکتوبات کا مطالعہ موقوف کر دیا اور چادر تان کر اس تفکر میں غلطاں و پیچاں رہا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضرت مجددؒ نے وحدت وجود سے وحدت شہود کو علیحدہ کر کے ایک نئی توحید نکالی ہے جو فی الواقع وحدت وجود سے علیحدہ ہو کر توحید نہیں رہی ہے۔ اس مقام پر وحدت وجود کی مختصر التعریف یہ ہے کہ "ہمہ اوست" اور وحدت شہود کی تعریف یہ ہے کہ "ہمہ از وست" اگر ہمہ از وست ہی تو بھی ہمہ اوست ہی کیونکہ اگر کہا جائے کہ عالم کو حق نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پس قدرت صفت جناب باری ہی خدا کے اسماء و صفات خدا سے علیحدہ نہیں ہو سکتے پس ہمہ از وست کا عقیدہ کر کے عالم کو ماسوائے حق سمجھنا یہ تو صریحی شرک ہی ہوا اور اوسکا وہم بھی حضرت مجدد ایسے بزرگ کی نسبت کرنا معصیت ہے۔ تب میں نے حضرات نقشبندیہ کی کتابیں دیکھیں اون میں دوائر و لطائف کے ذریعہ سے سیر و سلوک کیا جاتا ہے۔ پہلے میں نے تفکر کرنا شروع کیا کہ حضرات نقشبندیہ کے یہاں دوائر و لطائف کیوں رکھے گئے ہیں اور وہ کیا چیز ہیں اور اون کی حقیقت کیا ہے۔ تو مجھ کو مکشوف ہوا کہ دائرہ اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ ہر چیز جب اپنے مبداء سے تنزل کرتی ہے تب ایک قوس نزولی بناتی ہے اور پھر کسی وقت وہی شے باعتبار حکمت بالغہ جناب باری اپنے مبداء کو رجوع کرتی ہے تب لابد ہے کہ دوسرا قوس عروجی بنائے اور دونوں قوسوں کو جب ملائیے تو ایک دائرہ ہو جائے گا۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ پس حضرت مجددؒ کے ارشاد کے مطابق (کہ پہلے توحید وجودی کا ہونا لازمی ہے اوسکے بعد توحید شہودی مکشوف ہوتی ہے) میں نے توحید وجودی ہی کا تفکر کیا اور ایک ہستی بے کیف و بے رنگ و بے جہت کو وجود حق متعین کیا اور یہ تفکر کیا کہ اوس ہستی سے یہ عالم اور تمامی مخلوقات باکیف و بارنگ و باجہت کیونکر پیدا ہو گئے

marfat.com

یعنی قدرت کاملہ حق سے پیدا ہوئے لیکن اوسکی حکمت وترکیب کیا ہے تب مجھ کو کشوف
ہوا کہ وجود حق باوجود اپنی بے کیفی وبے روئی وبے جہتی کے امہات اسماء سے خالی
نہیں ہے اور وہ امہات اسماء بھی وجود حق میں ویسے ہی بے کیف وبے ردد
بے جہت ہیں اور امہات اسماء یہ ہیں اللہ حی ۔ اللہ علیم ۔ اللہ قدیر ۔ اللہ کردیا
اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ کلیم اور ان امہات سبعہ میں کل عوالم مع تمامی مخلوقات کے
اپنے اپنے صفات وتاثیرات کے ساتھ داخل ہیں قبل تخلیق عالم کے خداوند عالم اپنے
آپ میں اپنے آپ کو جانتا تھا جیسا کہ اب جانتا ہے اور ضرور بالضرور بنفسہ تھا جیسا کہ
اب ہی اور ضرور فی نفسہ رہے گا جیسا کہ تھا اور ہے عالم کی ہر شے کی فطرت وحکمت
بتارہی ہے کہ کوئی اوسکا پیدا کرنے والا ہے خواہ اوس نے اپنی قدرت سے پیدا کیا
ہو خواہ کسی حکمت سے بہر حال اوس وجود کے کمال کی جامعیت کا تقاضا یہ ضروری
تھا کہ عالم پیدا ہو ۔ اور فی الواقع قبل تخلیق عالم کے قدرت یا حکمت وجود حق سے
ممتاز نہیں تھی کہ جو جناب باری اپنی قدرت یا حکمت سے پیدا کرتا بلکہ وجود محض
جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور ویسا ہی رہے گا غیر کا وجود معدوم محض ہے
عالم تقاضائے وجود محض سے پیدا ہوا ہے یعنی اگر وجود مطلق منزہ عن التعین کا تقاضا
تخلیقی نہ ہوتا تو وجود مطلق ناقص ہوتا کہ منزہ ہے اور مشبہ نہیں ہے حالانکہ وجود مطلق
فی نفسہ جامع ومکمل ہے پس اوسکا یہ تقاضا ہونا ضروری تھا کہ جسطرح سے منزہ ہو
اوسی طرح سے مشبہ بھی ہو اور پھر تشبیہ میں بھی اوس وجود مطلق کا قیام ٹھہراؤ کے
ساتھ اوس کے کمال کی جامعیت کے خلاف تھا لہذا جو نہی کہ تقاضائے
کمال وجود حقیقی سے تشبہ ہوتا ہے اوسی آن میں تقاضائے وجود حقیقی
سے تنزہ ہوتا ہے بس وجود مطلق کے کمال کی وجہ سے تنزہ سے ایک قوس
نزولی عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک بنتا ہے اور پھر اسی کمال

marfat.com

کی وجہ سے تشبیہ سے دوسرا قوس عروجی عالم ناسوت سے عالم لاہوت تک منتہی ہے اور
یہ دونوں قوسین ملکر ایک دائرہ ہوجاتی ہیں جسکو عالم کہتے ہیں اور دائرہ عالم میں تمامی
عوالم داخل ہیں اور تمامی اسمار ہادی و مضل کا اپنے اپنے مراتب سے ظہور ہے۔

تلمیح میں نے عالم لاہوت سے قوس نزولی کو شروع کرکے ناسوت تک پہونچایا
ہے اور ناسوت سے قوس عروجی کو شروع کرکے لاہوت تک پہونچایا ہے اس دائرہ میں
میں نے اعیان ثابتہ یعنی عالم جبروت کو بھی عالم میں داخل کرلیا ہے حالانکہ درحقیقت عالم
ملکوت سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ عالم جبروت میں کل اسمار ایک دوسرے سے ممتاز
ہوکر متجلی ہوتے ہیں جسکو علم حق کہتے ہیں۔ تجلی ہوتا فی نفسہ ایک عالم بناتا ہے اسلئے
میں نے جبروت کو بھی عالم میں داخل کرلیا ہے اور وہ عالم انفسی ہے جیسا کہ عالم ملکوت سے
عالم آفاقی شروع ہوا ہے اور عالم لاہوت اور عالم ہاہوت ایک ہی ہے وہاں اسمار
ممتاز نہیں ہیں اور عالم لاہوت عالم جبروت کا اجمال ہے اور عالم لاہوت کے اندر
دلوج یعنی اندماج کو عالم ہاہوت کہتے ہیں اور ان دونوں میں تجلی ہونا ممتنع ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ آپ عالم کی ہر چیز کو دیکھتے ہوں گے کہ اگرچہ ہر شئے بحکم
کل یوم ھو فی شان کے موجود و معدوم ہوتی رہتی ہے مگر فی الواقع جو چیز فانی ہوتی
ہے وہ فانی نہیں کہی جاسکتی ہے کہ جس سے وجود مطلق میں تغیر و تبدل لازم آوے
بلکہ فنا و بقا عین وجود مطلق کے اندر ہے لہذا حق الآن کما کان عین وجود مطلق ہے
جو شئے کہ فانی معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ عدم محض ہی لہذا اوسکو فانی معلوم ہونا ہی
چاہیے اور چونکہ وجود مطلق ہے اسلئے ہر شئے کو ظاہر ہونا ہی چاہیے۔ اسی طرح یہ کل
عوالم میں ہر شئے اپنی حدسیت کو جاتے معلوم ہوتی ہے اور وجود مطلق اوسکو اپنی تقاضا
وجود سے ظاہر فرماتا رہتا ہے اسی کا نام تخلیق ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید
یہ تجدد امثال کا مسئلہ اسی وحدت وجود کی تخلیق سے مشتق ہوا ہے جس کی رو سے کل عالم

marfat.com

ہر آن بدلتا رہتا ہے یعنی فانی ہوتا ہے اور وجود مطلق اپنے جود مطلق سے اوسکو وجود دیتا
رہتا ہے پس جسکو قدرت یا حکمت کہتے ہیں وہ وجود مطلق کے اندر ہے میں نے جو لفظ
جود مطلق کا کہا وہ اسوجہ سے کہ وجود مطلق اسکا محتاج نہیں ہے کہ مخلوق کو عبادت کے لیے
پیدا کرے ایسی چھوٹی صفت تو کسی معقول و مہذب آدمی میں نہیں ہوتی ہے کہ اپنی تعریف
چاہے چہ جائیکہ جناب باری اوسی واسطے حضرت ابن عباس نے لیعبدون کی تفسیر
لیعرفون کی ہے اور یہ تفسیر کل اولیااللہ اوسکا انہیں کی مسلمہ ہے اور فی الواقع لیعبدون
ہو بھی نہیں سکتا جب تک لیعرفون نہو۔ اب یہاں پر یہ بحث آگئی کہ جود کیا چیز ہے اور
جود کیوں کیا اور کسی کو ضلالت و گمراہی کے مظہر میں اور کسی کو ہدایت و صراط مستقیم کے
مظہر میں کیوں ظاہر کیا یہ سب جود ہی اور اگر دوزخ میں لیجاوے تو جود ہے اور اگر جنت
میں لیجاوے تو جود ہے اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ ع

نیا و نہ کینھن کینھن ٹھکرائی		بنا کینھے لکھ دھن برائی	

ہمارے نزدیک یہ قول عارفانہ نہیں ہے بلکہ اون بزرگ نے اس مسئلہ کی اشکال
کی وجہ سے تاکہ عام لوگوں کی فہم میں آجاوے اور اپنے عقیدہ سے کہ یضل بہ کثیراً و
یہدی بہ کثیراً برگشتہ نہوں فرمادیا ہے ورنہ والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ
صاف جود ہی جس کا جواب وحدت شہود کے عقیدہ والے سے ناممکن ہے کہ نعوذ باللہ
جناب باری عادل نہیں ہے کہ ایک کو سعید بنایا اور ایک کو شقی اور خالق مطلق کو الزام
سے بری کرنے کے لیے ضرورت واقع ہو کہ تناسخ کے مسئلہ کا عقیدہ کیا جاوے کہ سابق جنم
کے اعمال کے لحاظ سے ایک کو سعید بنایا اور دوسرے کو شقی ایک کو امیر بنایا اور دوسرے کو
غریب اور اس تناسخ کے مسئلہ کو چھیڑنا ہم اسوقت نہیں چاہتے ہیں۔ ہم وحدت وجود کی
رو سے جناب باری کو عادل جانتے ہیں اور اس بات کے درپے ہیں کہ سعید بنانے میں بھی
جود ہی اور شقی بنانے میں بھی جود ہی وحدت وجود کی رو سے کل عوالم و اشیاء عوالم علی الخصوص جن وانس سب

marfat.com

اسمارحق کے مظاہر ہیں اور اسمارحق ذات حق میں مندرج ہیں اب اندراج کا فائدہ یہ ہے کہ
کہ ہر اسم محض اپنے وجود ذات سے دم انا اور ہر چاہے وہ شے جامع تمامی اسماء ہو
یا نہو اور یہ آپ بدیہیات میں دیکھتے ہیں اسکے واسطے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے
اور اسی واسطے اشیار کی تاثیر برحق ہے اور یہ تاثیر غیر حق ہونے کی وجہ
سے نہیں ہے بلکہ عین حق ہونے سے ہے اور اشیا رجو مختلف اور بعید اقسام کی نظر آتی ہیں
وہ اسوجہ سے کہ بعض اشیار کا ظہور کمی اسما کی وجہ سے ہے اور بعض کا ظہور بتباین اسما کی
زیادتی کی وجہ سے ہے اور انسان جو باوجود جامیعت کے مختلف نظر آتے ہیں بتباین
اسمائے غلبہ کی وجہ سے ہے لعنہ المومن کنفس واحد اور جن وانس میں جو فرق معلوم
ہوتا ہے اون میں بھی خاک ونار کے غلبہ کا فرق ہے لیکن انار حقیقی ہر شئے میں علے السویہ
ہے اور ہر شے میں وہی انا رحق بمناسبت اوس شے کے تعین کے قائم ہوئی ہے لہذا
ہر شے کی انانے خواہ نیک ہو یا سعید ہو یا شقی مثل تقاضائے وجود مطلق کے تنزیہ
تشبیہ کا تقاضا کیا اور تشبیہ سے تنزیہ کا اور مخلوقات کا ایک ایک دائرہ بنانا شروع کیا پس
وجود مطلق کے عدل مطلق نے اپنے وجود سے چاہا کہ ہر ہر اسم کو ظاہر کردے لہذا ہر ہر اسم کا
اپنے اپنے تقاضے سے ظاہر ہونا یہ وجود مطلق کا جود مطلق ہے۔ میں ایک بہت چھوٹی
سی مثال لکھتا ہوں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ یوں ہوا اور اسی پر ہر شے کو قیاس کرنا چاہیے
مثلاً ہمارے ہاتھ میں ایک انگلی کلمہ کی ہے جو مبارک وسعید ہے اور ایک انگوٹھا ٹھوٹکہ ہے
جس کا اثر خرابی وشقاوت ہے اور یہ دونوں ہمارے جسم میں ہماری انانیت سے اپنی اپنی تاثیر
کے لحاظ سے دم انا مارہے ہیں۔ مٹھی بند ہے۔ کلمہ والی انگلی نے اپنا دائرہ بنانا چاہا
اور انگوٹھے نے اپنا دور دورہ کرنا چاہا ہم نے دونوں کو کھڑا کردیا دونوں کا ایک ایک دائرہ
نزولی بن گیا پس بحکم کل شئی یرجع الی اصلہ جیسا کہ ان دونوں نے اپنا ظہور چاہا تھا اب
ان کے کمال نے اپنا انتہا چاہا ہم نے مٹھی پھر بند کرلی۔ کلمہ والی انگلی جنت میں چلی گئی اور

marfat.com

انکو ٹھا دوزخ میں چلا گیا اس سے ثابت ہوا کہ نیک و بد کا ظہور محض عدل وجود و عطا و بخشش ہے اور جو آپ یہ کہیں کہ کلام مجید میں ہے لا یستوی[1] اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ ھم الفائزون اور یہاں دونوں مساوی ہوئے جاتے ہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ اصحاب الجنۃ وہ لوگ ہیں جو خدا کی جنت کے طالب ہیں نہ اس جنت کے جو بمقابلہ دوزخ کے ہے اور وہ اپنی دونوں اناؤں یعنی شقاوت و سعادت سے نکلے ہوئے ہیں اور انا حقیقی میں فانی ہیں جس کو ذات کہتے ہیں یہاں تو عدل وجود یعنی اسماء کی بحث ہے اور ذات میں سب متحد ہیں اب ہم اصل پر آتے ہیں۔

بالجملہ ایک دائرہ عالم لاہوت و ناسوت کا ہوا اور دراصل اسی میں تین دائرہ ہیں۔ عالم لاہوت سے عالم جبروت تک۔ عالم جبروت سے عالم ملکوت تک۔ عالم ملکوت سے عالم ملک تک۔ عالم لاہوت و جبروت کے دائرہ کے لیے مخصوص یہ آیت ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور عالم جبروت و ملکوت کے دائرہ کیلیے مخصوص آیت ہے وفی انفسکم افلا تبصرون اور عالم ملکوت و ملک کے دائرہ کیلیے مخصوص یہ آیت ہے سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور سب عالم کے شمول کے ساتھ جو کل ایک دائرہ لاہوت سے ناسوت تک ہے اوسکے لیے یہ آیت ہے وھو معکم اینما کنتم اور چونکہ انسان کل عوالم کا جامع ہے لہذا اس کے تین مرتبہ ہیں یعنی تین کھنڈ ہوے ایک دائرہ مخ دماغ سے حلقوم تک عالم لاہوت و جبروت کا۔ دوسرا دائرہ حلقوم سے ناف تک عالم جبروت و ملکوت کا۔ تیسرا دائرہ ناف سے پیر تک عالم ملکوت و ملک کا یہ تین دائرہ مع قوس عروجی و نزولی کے ہوے اور کل جسم انسان مخ دماغ سے پیر تک اور پیر سے مخ دماغ تک ایک دائرہ عالم لاہوت و ناسوت کا مع قوس عروجی و نزولی کے ہوا اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب جامعیت اسماء ہوگی خواہ بغلبہ لطافت خواہ بغلبہ کثافت تو ایک آدمی بنا دے گی تو وجہ اللہ لطف آدمی ہے اور فی انفسکم افلا تبصرون لطیف دگر نہ لطف ہے اور

[1] برابر نہیں ہیں دوزخ کے لوگ اور جنت کے لوگ جنت کے لوگ پہونچنے والے ہیں ۱۲

marfat.com

سنریھم ایاتنا فی الآفاق الآیۃ کثیف آدمی ہے اور مجموعی آدمی وھو معکم اینما کنتم ان تینوں کا جامع ہے اور جب ان میں سے ہر ایک پورا آدمی ہوگا تو ہر ایک میں بہ تفصیل کو و بالا تین تین دائرہ ہوں گے پس اصل تین دائرہ ہیں اور جو ہر ایک دائرہ میں تین تین دائرہ ہیں وہ لطائف کہے جاتے ہیں پس لطائف اس حساب سے نو ہوے اور لطائف ستہ اسواسطے ہوتے ہیں کہ ہر ایک دائرہ کا اخیر دو سرے دائرہ کا سر پڑتا ہے پس سات رہے اور چونکہ یہاں پر دائرہ ناسوتی کے بیان میں فحش و خلاف تہذیب الفاظ لانا پڑیں گے (جس میں ساتواں لطیفہ غائب ہوکر لطائف ستہ ہی رہجاتے ہیں) اور میں نماز کی حقیقت یعنی معراج شریف کا حال بیان کر رہا ہوں اور نماز کی تعریف ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر لہٰذا میں صرف وجہ حقیقی کو لیتا ہوں ولذکر اللہ اکبر اور میں اوس لطیفہ منکر کو بھی نہ بیان کرتا جو حلقوم سے ناف تک ہے مگر چونکہ خداوند تعالیٰ نے اوسکو خون حیض سے شیر شیریں بنادیا ہے لہذا اوس کے بیان کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے

ما بہ بحر نور خود راجع شدیم	در ہر شعاع اصل مستر شدیم

بالجملہ تین دوائر کی حقیقت معلوم ہوگئی لیکن بداہتہ اوس کی مثال نہیں معلوم ہوئی اوس کے بیان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے نطفہ جسم انسانی میں بے کیف و بے اور بے جہت ہے اوسکو فاحببت ان اعرف نے حرکت دی فخلقت الخلق اور تخلیق اس طرح ہوئی کہ تخلیق کے وقت نطفہ کو باقتضائے جامعیت کے تین مرتبہ حرکت ہوئی یعنی منی با انزال کے وقت تین مرتبہ کودتی ہے اور ہر دفق اوسکا ایک دائرہ بنتا ہے اور ہر دائرہ ایک آدمی ہوتا ہے پس پہلا دفق جو ہوا تو چہرۂ انسانی بنا اور دوسری مرتبہ چہرے سے کثافت لیکر حلقوم سے ناف تک ایک آدمی بنایا اور تیسری مرتبہ نے حلقوم سے ناف تک کی کثافت لیکر ناف سے پیر تک ایک آدمی بنایا اور پھر آدمی کسان تینوں حصوں کو ایک ہیکلی نے بشکل چہرہ کے احاطہ کر لیا اور پھر پیدائش کے وقت وہ شکل سینہ کے ہوگیا او

marfat.com

آخر کار سیدا ہوکر دہ پورا آدمی ہوگیا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ بالجملہ دوائر ولطائف کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد طالب تفصیل کو معلوم ہونا چاہیے کہ نفس میں دوائر کا سلوک پہلے ناف سے شروع ہوتا ہے جسکا رنگ زرد ہے اور ناف سے ترقی کرکے سالک دائرہ قلب میں جاتا ہے جسکا رنگ سرخ ہے اور یہ زیر پستان چپ ہے۔ پھر دائرہ ستر میں جاتا ہے جو زیر حلقوم ہے اسکا رنگ سبز ہے پھر دائرہ روحی میں ترقی کرتا ہے زیر پستان راست اس کا رنگ مثل آفتاب کے ہے پھر خفی ہے جو پیشانی پر ہے جہاں سے مانگ کی ابتدا ہوتی ہے اسکا رنگ نیلا ہے پھر اخفی ہے مغز دماغ میں اور مغز دماغ حاوی ہے کل جسم کو اسکا رنگ تاریک ہے اسی کو اوادنی کہتے ہیں اور اسکی سیر فنافی اللہ ہے اور اس دائرہ کی سیر بائیں کو لے آتی ہے اب اوس آدمی کی سیر شروع ہوئی جو ناف سے ہے یہاں پر سالک کا نفس قطعاً باقی نہیں رہتا ہے اور اسی کو دارالحیوان کہتے ہیں جسکا تذکرہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی نے کتاب نصوص الحکم میں کیا ہے۔ اب حضرت مجدد الف ثانی نے انفسی سیر ناف سے شروع کرکے دل تک پہونچائی اسکے بعد رجوعی سیر ستر کی طرف ہونا چاہیے تھی اور ستر سے داہنی جانب دائرہ روح میں اور پھر وہاں سے بائیں جانب شخص وجہ میں ہوتی ہوئی پیشانی پر مقام خفی میں اور پھر سیدھی مانگ میں ہوکر مغز دماغ میں یعنی دائرہ اخفی میں اور مغز دماغ سے بائیں میں۔ پس دائرہ عروجی سے جو رجوعی سیر ستر کے دائرہ میں ہوتی ہے وہ بہت مخدوش و خطرناک ہے اسوجہ سے کہ اوس دائرہ میں تمامی پاک وناپاک چیزیں ایک ہوگئی ہیں اسطرح پر جیسے ”ہرچہ در کان نمک رفت نمک شد“ مثلاً ایک گدھا نمک کی کان میں گرادیا جائے تو صورت گدھے کی باقی رہتی ہے لیکن اوس کی ماہیت بدل جاتی ہے بالکل نمک ہوجاتا ہے۔ اسی دائرہ کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں میکدہ کہتے ہیں اور اسکا دربان شیطان ہے اور اس دائرہ میں بغیر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کے گذر نہیں ہوسکتا ہے یعنی جبتک سالک اپنی ہستی سے فانی ہوکر اپنے حول وقوۃ کو خدا کے سپرد

marfat.com

نہیں کردیتا ہے تب تک اس دائرہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے ؎

بمیخانہ جامی نہ از خود رود   مگر ہمت شیخ جاشں برد

اور علی الخصوص ایک متقی و پرہیزگار آدمی کے لیے اس دائرہ میں ورد کرنے میں بہت خوف ہوتا ہے اور اسی دائرہ کی اہمیت و دشواری پر کلام مجید میں الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک ہے۔ اور اسکے بعد دائرۂ روحی ہے کہ جب اس طرح پر یکتائی ہوجاتی ہے تو روحی تجلیات ہوتے ہیں کیونکہ روح کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز نہایت نجس ہوتی ہے تو وہ اوس میں داخل ہوجاتی ہے جیسے سڑے ہوے پانی یعنی کیچڑ میں کیڑے پڑجاتے ہیں خالق مطلق کی قدرت و حکمت بالغہ میں یہ کمال ہے کہ عین نجس سے پاک چیز کو پیدا کرتا ہے اور معصیت میں اوسنے وہ کرامت ودیعت کی ہے کہ جو پاکبازی میں نہیں ہے کیونکہ پاکبازی جو مثل آئینہ مصفوف کے ہے اوس میں بسبب شفافی کے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی نہیں ہے اور اگر آئینہ کی پشت مکدر کردیجاے تو اوسمیں صورت نظر آنے لگتی ہے دگلشن راز ہے ؎

چو پشت آئینہ باشد مکدر   نماید روے شخص از روے دیگر

پس طلب حق میں تکدر و معصیت ایک عجیب رنگ دکھلاتے ہیں جو پاکبازی میں نہیں ہے (سرمد) ؎

مے خور کہ گر حضوری خواہی   ناکردہ گناہ پیش قاضی نبرند

اسی واسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ اول بمیکدہ باید رفت۔ اور فی الواقع سلوک راہ حق میں خودی سے گذرنا اور ترک عادت کرنا ہی اصل الاصول ہے۔ ایسے میکدہ میں خودی کا نام نہیں ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز میں تفرقہ باقی نہیں رہتا ہے اور بجز ذات حق کے ہستی سالک بالکل نہیں رہتی ہے جیسے تاریکی شب آفتاب نکلنے سے غائب ہوجاتی ہے (غالب) ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا   ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

marfat.com

ناسوت سے عرشِ معلےٰ تک یعنی ناف سے قلب تک جسقدر تعینات ہیں ہر تعین سالک کے لیے ایک پاک وصاف تجلی ہے۔ سالک طلب حق میں اور مورد تجلیات ہونے میں ایک ایسا شخص ہو جاتا ہے کہ موجب خیر وبرکت ہو اور عالم با عمل ہوتا ہے تو ایسے متبرک شخص کا مقام دیوانگی یعنی سکیرہ میں مرآۃ آسان نہیں ہے سکیرہ میں بالکل مبتل ہوتا ہے۔ جیسے مردہ بدست زندہ۔ عالم باعمل ایسے مقام میں جانے سے تبرا کرتا ہے اور اسکا اعلیٰ ترین تبرا یہ ہے کہ ایسے محل وموقع پر تمسک بالشریعۃ کرے پس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کی تین شخصو کے تین دوائر کو چھوڑ کر ایک دائرہ لاہوتی کے قوس عروجی کو مقام قلب ہے جو شریعت کی رو سے فکان قاب قوسین او ادنیٰ ثابت تھا تمسک فرمالیا اور دائرہ سری کیطرف جہاں شطحیات دم بازی کا خ نہیں فرمایا اور بائیں جانب کے قوس عروجی دائرہ لاہوتی کو لیکر ارادہ کیا کہ اسی قوس پر مقام لاہوت پہونچ جائیں مگر وہ رہستہ حکمت تکوینی کی رو سے دائرہ سری کے اندر رہکر تھا اوس کی پرواہ آپنے بسبب غلبۂ شریعت کے نہیں فرمائی اسلیے غلبہ توحید وجودی سے غلبہ توحید شہودی میں آگئے غلبۂ توحید وجودی یہ تھا کہ عین قرآن ہوجاتے اور غلبۂ توحید شہودی یہ ہوا کہ عین فرقان ہو گئے لیکن توحید وجودی کی رو سے قرآن قرآن وفرقان دونوں ہے چونکہ آپ کو غلبہ فرقان کا ہوا لہذا آپنے توحید شہودی کو اختیار فرمایا یعنی توحید شہودی کو توحید وجودی پر غلبہ دیا اور یہ سیر وسلوک موافق استعداد ومشرب ہر شخص کے ہوتا ہے جیسے سالک مجذوب ومجذوب سالک اور محض سالک اور محض مجذوب اعلیٰ ترین وہ شخص ہے جو مجذوب سالک ہو اگرچہ سالک مجذوب بھی مجذوب سالک سے کم نہیں ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ مجذوب سالک کو خداوند تعالیٰ بلا کسی عمل کے اپنے جاذبہ الوہیت سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور سالک مجذوب کو بھی قرب ویسا ہی حاصل ہوتا ہے مگر موافق عمل کے اور جاذبہ اور عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہے جذبۃ[۵] من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اور محض سالک ان دونوں سے نہایت

[۵] ایک جذبہ جاذبات حق سے دونوں جہاں کے عمل کی برابری کرتا ہے ۱۲

کمتر ہے کیونکہ اوسکا عمل بلا جاذبہ کے حقیقت تک نہیں پہونچا سکتا ہے اور محض مجذوب محض سالک سے افضل ہے لیکن پہلے دونوں سے کم ہے کہ اس میں وہ جامعیت اسمانہیں ہوتی جو ان دونوں میں ہے پس ترتیب یوں ہوئی کہ مجذوب سالک۔ سالک مجذوب مجذوب۔ سالک ع

ایمن مشو کہ مرکب مردان زُہد را		در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند	
زمیدہم مباش کہ رندان جرعہ نوش		ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند	

پس حضرت مجدد نے تکمیل میکدہ کی مخ دماغ یعنی دائرہ اخفی میں پہونچکر یقیناً کی ہوگی کہ جسمیں سلوک کرنے پر بجز ناسوت میں آجانے کے چارہ نہیں ہے کیونکہ سیر لاہوتی کی قوس سے یہ عالم مخلوق ہوا ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہر کہ جس سے ع دنیا تمام زخرفات ہو گئی

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے		میکدہ اک جہان سے گویا	

اسکے بعد حضرت مجدد کو اسکا موقع بھی نہ رہا ہوگا کہ آپ توحید وجودی کی نسبت کچھ تحریر فرماتے لہذا آپ بھی یقیناً توحید وجودی ہی کے قائل تھے یہ معلوم کرکے مجھے اطمینان قلب ہوا تب میں صبح کو ملیح آباد سے کاکوری آیا اور یہ سب قصہ میں نے اپنے حضرت (حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ) سے عرض کیا۔ آپنے مجھکو بزرگان سلف میں سے ایک بزرگ کی کتاب دکھائی جسمیں ہو بہو یہی حال لکھا تھا جو میں نے مشاہدہ کیا تھا مجھکو اور زیادہ تکین وانشراح صدر ہوا فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب بہر وہ اطمینان قلب بسر و دتیار ہا اور میرا تبادلہ ایک مہینہ کے بعد صفی پور ضلع اُناؤ کا ہوگیا چونکہ اسوقت یہی معاملہ میرے پیش نظر تھا حضرت شاہ امیر اللہ صاحب صفی پوری سے اول ہی ملاقات میں میں نے اسکا تذکرہ بطرز استفسار کیا اون کے بیان سے بھی میرے مشاہدہ کی تصدیق ہوئی اور پھر اوسکے تھوڑے سے عرصہ کے بعد دورہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس حاضری کی مفصل کیفیت لکھدینا زیادہ مناسب

marfat.com

معلوم ہوتا ہے۔ میں جسوقت حاضر ہوا تو آپ مسجد کے شمال کی جانب حجرہ کے آگے چھپر کے نیچے ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے داہنی جانب چارپائی کے قریب زمین پر چٹائی بچھی ہوئی تھی میں جاکر بعد سلام کے اوس چٹائی پر بیٹھ گیا آپ نے پہلے میرے داڑھی منڈانے پر اعتراض فرمایا میں نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں کہ میں نہ منڈاؤں چنانچہ آپنے دعا فرمائی۔ میں نے حضرت مجدد کی نسبت استفسار کیا کہ حضرت کو سیر انفسی و آفاقی میں توحید شہودی کس مقام پر مکشوف ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ حضرت مجدد شہودی نہیں تھے بلکہ وجودی تھے میں نے عرض کیا کہ حضرت کے مکتوبات میں تو برابر توحید شہودی تحریر ہے آپنے فرمایا کہ حضرت نے شریعت کی وجہ سے کیا ہے پھر میں نے عرض کیا کہ کیا وحدت شہود میں وحدت وجود سے زیادہ شریعت ہو سکتی ہے۔ اسپر آپ کو جوش آگیا (جسکی لذت مجھ کو بہت دنوں تک رہی) اور آپنے یہ الفاظ فرمائے کہ "حاشا و کلّا وحدت وجود عین شریعت ہے وحدت وجود عین شریعت ہے اور کوئی دو منٹ تک آپ یہی فرماتے رہے میں محظوظ ہوتا رہا۔ پھر آپنے سکوت فرمایا پھر میں نے عرض کیا کہ میں سائل ہوں واما السائل فلا تنھر مجھکو بتایا جائے تب آپنے فرمایا کہ ہمارا جوتہ لاؤ میں نے آپ کے جوتے جانب شمال چارپائی کے رکھدیے آپ میرے دونوں شانوں پر زور دیکر اُٹھے جس سے محبت و عنایت ٹپکتی تھی میں نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ آہستہ آہستہ اُس قدمچے پر جو مسجد کے دروازہ کے پاس تھا استنجا کرنیکے لیے تشریف لیگئے استنجا کے فاصلے میں آپنے حضرت ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام کی تعریف بیان فرمائی منجملہ کے صحابۂ کرام کا کیا کہنا ہے ان میں سے ہر ایک آیۃ من آیات اللہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ واشوقاہ الی لقاء اخوانی من بعدی[ل]۔ اسپر آپ بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اس عرصہ میں قدمچہ آگیا اور میں نے آپ کو قدمچہ پر بٹھلا دیا اور اُسوقت تک کھڑا رہا کہ آپ استنجے سے فارغ ہوئے اور تب آپ کو اوسی طرح سے

ل مجھے بڑا شوق اپنے ان بھائیوں کے ملنے کا ہے جو میرے بعد ہوں گے ۱۲

چارپائی پر پہونچا دیا اور رخصت ہو کر چلا آیا الغرض مجھے آپ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وحدت وجود برحق ہے اور وحدت وجود عین شریعت ہے اور وحدت شہود وحدت وجود میں داخل ہے جیسے قرآن عین قرآن فرقان ہے صرف لفظی واعتباری تفاوت ہے

پس چونکہ قاب قوسین میں بھی فی الجملہ تفرقہ تھا لہذا اوس تفرقہ کو گوارا نہ فرماکر حق تعالی نے او ادنی فرمایا پس جب وقت کہ او ادنی فرمایا تو کل عوالم کا علم صفحۂ ہستی قلب رسول اللہی سے غائب ہو گیا اور آپ امیت کے لقب کے مستحق ہوے تب شعاع علم حق آپ کے قلب مطہر میں چمکی اور قلب شیونات سے مطمئن ہو کر آپ کے نفس نے فواد کی خاصیت حاصل کی جس کی شان یہ ہے کہ اوس میں ہر شے یعنی ہر اسم وصفت بیکدفعہ بلا تفرقہ نسبت کے حاضر ہے جس میں گنجائش غلط سمجھنے یا غلط سننے یا غلط دیکھنے کی ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں پر دیکھنا سننا اور سمجھنا سب ایک ہے جیسے کہ ہر شخص میں حواس خمسہ ہیں جن سے وہ بمناسبت ہر حس کے ادراک کرتا ہے مگر ادراک کرنے والا وہی ایک شخص ہے جو آنکھ سے دیکھتے ہے یا کان سے سنتے ہی یا ناک سے سونگھتے ہی یا زبان سے چکھتے ہی یا ہاتھ سے چھوتے ہی فوراً ادراک کر لیتا ہے اس شخص میں ایک عجیب کمال ودیعت ہے کہ جس سے ان سب محسوسات کو ادراک کرتا ہے اور خود ان سب سے بری ہے پس مدرکات کے لحاظ سے نفس میں تو فواد ہے اور محسوسات کے لحاظ سے تعین شخصی آفاقی میں بت کہا جاتا ہے کہ دیکھنے میں تو ہر نقش ونگار ہے اور سب تعینات اوسمیں پائے جاتے ہیں لیکن فی الواقع کوئی تعین بت کا نہیں ہے محض تنزیہ ہے کیونکہ اوس بت کے تعینات کو فواد کا علم ومشاہدہ جاتا ہے اور اگر وہ نہ بتلائے تو فی الواقع بت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے نفس وآفاق ساتھ ساتھ چلتے ہیں پس فواد نفس ہے جو روح کہا جا سکتا ہے اور آفاق بت ہے جو تجلی جلالی حق سے ساکت وصامت وبیحس وحرکت متحیر ہے اب ایسے بت کو جو متحیر ہے اور محض ظلوم وجہول ہے جب ایسے فواد نے بحالت امیت یعنی اپنی تمامی ہستی میٹ کر ادراک کیا ہو تو اوس میں کسی جھگڑے کی گنجائش نہیں ہے اور نہ وہ غلط ہو سکتا ہے اور نہ وہاں

marfat.com

یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا کیونکہ دیکھنا سننا یہ سب نفس و آفاق کے تحت ہیں لیکن تنزیہ محض کا کمال یہ ہے کہ وہ تشبیہ محض ہو جائے جس طرح سے بت یعنی تشبیہ محض کا کمال یہ تھا کہ وہ تنزیہ محض ہو گئی بس تقاضائے کمال تنزیہ محض یہ ہوا کہ وہ بعینہ کل تشبیہ ہو گئی اور اسی کو تنزل آخری کہتے ہیں اور انھیں تبدیلات بلا تبدل کو آیات کبریٰ کہتے ہیں کہ جس قدر تشبیہات دیکھو وہ سب آپؐ میں موجود ہیں اور باوجود اس کے تنزیہ کل اکمل ہے ؎

خاکی و براوج عرش منزل	امی و کتاب خانہ در دل

اور اسی کو ام الکتاب کہتے ہیں اور اسی کو کتاب مبین کہتے ہیں اور اسی کو قلم اعلےٰ کہتے ہیں اور اسی کو عقل کل کہتے ہیں اور اسی کو صمدیت کہتے ہیں اور اسی کو سراج منیر کہتے ہیں۔ اور اسی کو الوہیت کہیں گے اوس وقت کہ جب اپنی صمدیت میں قائم رہ کر اپنی ذاتی نسبتوں کا ملاحظہ فرما کر ایک ایک پیغمبر کو ظاہر کرتا رہے اور اپنی ذاتی و صفاتی نسبتوں کا ملاحظہ فرما کر اولیاء اللہ کو پیدا کرتا رہے اور اپنی ذاتی و جمالی نسبت کا ملاحظہ فرما کر رحمٰن ہو کر مستوی علی العرش ہو اور اپنی جلالی و جمالی نسبتوں پر جمال کو غلبہ دے کر مومنین کا ظہور فرمائے اور جلال کو غلبہ دے کر کفار و شیاطین کا ظہور فرمائے یہاں تک کہ نسبتوں کے بتائن کے لحاظ سے جمادات تک کوئی شئے اوسکے احاطہ قدرت سے باہر نہ جائے اور نہ کسی شئے کی طرف بھٹک جائے اور بلا استقلال ان سب تنزلات میں یکساں رہے اور عین تنزل میں ترفع کو دیکھتا رہے اور ترفع میں تنزل سے نگاہ نہ چوکے اور تب وہ مستحق خطاب ماذاغ البصر وما طغےٰ کا ہوگا اور وہی بت اس مقام الوہیت میں ایک امر ہوگا جسکو تجلی حق کہتے ہیں اور جسکا مشاہدہ بلا اعتدالی تعین کے جو آں حضرت کا تعین تھا ناممکن ہے چنانچہ جب آپ رفرف پر سوار ہوے اور تمام عالم (اعلےٰ علیین سے تحت الثریٰ تک) کو چھوڑ کر آپ افق اعلیٰ میں پہونچے تو جبرئیل امین جھک گئے اور ذاتی نسبتوں نے آپ کے سدہ کو جامعیت کے

ساتھ گھیر لیا تب آپ کو بجز نسبتی حجابات کے کہ یہ بھی فی الجملہ تفرقہ تھا اور کوئی حجاب باقی نہ رہا اور وہ نسبتی حجابات صفات ذاتیہ حق یعنے پیغمبران علیہم السلام سے ملاقات ہونا تھا۔ آپکو تعجب ہوگا کہ اعلی علیین سے تحت الثریٰ تک سب کچھ چھوڑ کر تو آپ افق اعلی میں پہونچے تھے یہاں پیغمبروں سے ملاقات کیونکر ہوئی پیغمبروں کا قیام تو آسمانوں میں ہے۔ تب ہم آپ سے کہیں گے کہ ہماری مراد ملاقات سے پیغمبروں کی ارواح سے تلاقی ہے اور آسمانوں پر اون کے اجساد ہیں اور ارواح انبیا علیہم السلام کے نفسی مقامات معراجی اور اعلی علیین و آفاق میں ہے

آسمانہاست در ولایت جان	کار فرمائے آسمانِ جہان
در رہ روح پست و بالاہاست	کوہہائے بلند و صحراہاست

جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اوس کی تابش مطابق نسبت خط کے ہوتی ہے جس خط پر جائیگا اوس کی ضیا و تاثیر بمناسبت اوس خط کے ہوگی اگرچہ یہ ضیائی حجابات بہت اعلی ہیں لیکن خط استواے اعتدالی سے آفتاب کو محجوب کرتے ہیں اور اعتدال کا پانا بجز یدِ قدرت کے ناممکن ہے لہذا ید قدرت نے استواے حقیقت کے قریب تک پہونچا دیا تب آواز آئی کہ قِف یا محمد۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ اب کوئی شے بجز جاذبہ عشقی کے ایسی باقی نہیں رہی تھی کہ جو فی الجملہ ہستی جامعیت محمدی سے آپ کو فانی کر کے عین حقیقت کر دے اور جاذبہ عشقی میں حب و شیفتگی باعتبار تعشق کے ہے اور غنج و دلال باعتبار معشوقیت کے ہے۔ یہ دونوں جاذبات ایک ساتھ حقیقت میں موجود تھے حق کی محبت نے یہ چاہا کہ محب اپنی محبوبیت سے فانی ہوجاے اور محمدؐ کی معشوقیت کا یہ تقاضا ہوا کہ باقی رہے لہذا فی الجملہ جو جامعیت کا حجاب باقی تھا اوسکو اس کلام ذو الجلالی حق نے فنا کر دیا پھر محمدؐ کی معشوقیت نے چاہا کہ بقاء حقیقت کو گھیرے لہذا آنا فانا تعین محمدی اپنے تعین سے فانی ہو کر حقیقت کی بیرنگی کے رنگ میں باقی ہوگیا اسی واسطے آپنے حق تعالی کے اس کلام کے جواب میں فرمایا

marfat.com

کر لے کیونکہ بسبب یکتائی کے بے تکلفی کا منصب آپ کو حاصل ہو گیا تھا۔ اور یہ قف کا لفظ ایک عاشق و معشوق کے واسطے کہ جو اس ساز و سامان سے بلایا گیا ہو اس محل اتحاد میں پورا جان سوز کلمہ تھا پس قف کی آواز نے وہ سوز و گداز عشقی تعین محمدی میں پھونک دیا کہ جو فی الجملہ تفرقہ تھا اوسکو نیست و نابود کر دیا اور تفرقہ کا نابود ہونا یہ تھا کہ معشوقیت محمدی نے حقیقت میں اپنا گھر کر لیا لہذا قِف کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعال اور حب حقیقی نے بسبب تفرقہ کے دور ہو جانے کے اِس وہم کا پیدا ہو جانا گوارا نہ کیا کہ مین اتحاد میں جب محمد مقام الوہیت میں بعینہ اپنے آپ کو دیکھے گا تو ایسا نہو کہ اوسکا کلیجہ دھک سے ہو جائے کہ میں نے اپنے مطلوب یعنی حقیقت کو نہیں پایا پس اگر میرا دل ٹوٹ کر تعین محمدی قائم ہو گیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے گویا کلام بے کلامی سے حقیقت نے تعین محمدی کو جس نے الوہیت میں بقا حاصل کر لی تھی مخاطب کر کے زبان حال سے ارشاد فرمایا کہ ؎

جام ٹوٹا بُت بدست کہ مینا ٹوٹا	دلِ عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا ٹوٹا

انّ ربّک یصلّی یعنی اب تم جو صلوٰۃ در جوع الی الحقیقۃ کرنا چاہتے ہو تو تم تم نہیں ہو بلکہ میں ہوں اور تم اسکا اندیشہ نکرو کہ میں بجز تمھارے اور کچھ ہوں۔ اور میں اپنی نماز آپ پڑھتا ہوں کیونکہ اگر میں اپنی نماز آپ نہ پڑھتا تو الوہیت کا مقام ہی غائب تھا جو کہ تمامی مراتب کا جامع ہے۔ جیسے آفاق میں آفتاب عالمتاب اپنی تیز روی میں آتا فاناً خط استوی پر فائز ہو کر بلا جلے ہوئے جلد کر زوال کی جانب خفتی ہوتا ہے اوسی طرح یہ آفتاب نفسی تعین محمدی مع آفاق کے اوادنیٰ یعنی حقیقت میں فانی ہو کر مقام محمود میں باقی ہو گیا اور اُسوقت آپکے جسد مقدس کی یہ حالت تھی ؎

مہر او قدرت است وجہ بقاش	آمدن حکمت است نزول عطاش

آپ اس مضمون سے سمجھ گئے ہوں گے کہ سورۂ والنجم کی تفسیر یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ هٰذا هی من اٰیٰت ربّه الکبریٰ افرایتم اللّٰت والعزّیٰ ومنوٰۃ الثالثۃ الاخریٰ

یہ آیت ظاہراً والنجم کی اوپر کی آیتوں سے مضامین میں الگ معلوم ہوتی ہے مگر فی الواقع
الگ نہیں ہے اس آیت میں ایک سر خاص ہے جسکا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور جو
خدا کے اسم رحمٰن یعنی الرحمٰن علی العرش استوی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم
رحمۃ للعالمین میں مندرج ہے اور وہ یہ ہو کہ والنجم کے نزول کے وقت جب آں حضرت
کی زبان مبارک سے یہ آیت نازل ہوئی افرایتم اللات والعزیٰ ومنواۃ الثالثۃ الاخریٰ
تو آپ نے بھی فرمایا کہ تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن لترتجیٰ۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ
کہ یہ بت جیلان عالی ہیں ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے جب مشرکان عرب نے آپ کی
زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ محمد بھی ہمارے ہی ایسے
ہیں اور ہمارے آلہ یعنی بتوں کی شفاعت کی امید دلاتے ہیں اور جب آنحضرت نے بعد
ختم سورہ کے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ کل مشرکین نے معتقد ہو کر سجدہ کیا۔ اب اس امر پر
کہ آں حضرت نے یہ فقرہ فرمایا بڑی بحثیں ہیں لیکن کسی بحث کا نتیجہ ایسا نہیں نکلتا ہے
جو تسکین ہو بعض نے کہا کہ یہ قصہ گڑھا ہوا ہے فی الواقع یہ واقعہ نہیں ہوا اور بعض نے
کہا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان بول اٹھا تھا اور اوسکی تردید حضرت جبرئیل نے یہ کی کہ یہ فقرہ جو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے وہ نص کلام مجید میں داخل نہیں ہے
وحی کے نزول میں اگر شیطان کو دخل ہوتا تو نعوذ باللہ سارا کلام مجید مشکوک ہو جاتا لہذا یہ
آواز شیطان کی نہ تھی اور یہ قصہ گڑھا ہوا بھی نہیں ہے اس وجہ سے کہ حضرات صوفیہ کا
مسلک یہ ہو کہ جو شئے ظاہر ہوتی ہے وہ جناب باری کے ایک اسم کی مظہر ہے اور
اوس کا وجود ضروری ہے پس اس قصہ کا مشہور ہونا اس کے واقع ہونے پر دلالت کرتا
ہے اور خدا تعالیٰ نص صریح سے کلام مجید کا محافظ ہو اوسکے نزول میں شیطان کا دخل یا قصہ
کی گڑھت نہیں ہو سکتی اسکی تفسیر حضرت مولانائے رومی نے اپنے مثنوی شریف کے ان اشعار
میں صاف و صریح فرمائی ہے کہ ؎

مثنوی ما دکان وحدت است	غیر واحد ہر چہ بینی آن بت است
بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچنان دان کالغرانیق العلےٰ
خواندش در سورۂ والنجم زود	لیک آن فتنہ بد از سورہ نبود
جملہ کفار آن زمان ساجد شدند	ہم سرے بود آنکہ سر بر در زدند
بعد ازین حرفیست بیچا تیج و درد	با سلیمان باش ہا دیوان را مشور

ان اشعار کے معنے یہ ہیں کہ میری مثنوی وحدت کی دوکان ہے اس مثنوی میں اگر خلاف وحدت کے کوئی مضمون تمہاری فہم ناقص میں آئے تو وہ بت ہے یعنی بجز حق کے کچھ نہیں اور جسکو تم ماسوے حق سمجھتے ہو وہ بھی حق ہی اور جو تمھاری فہم میں وہم غیریت آتا ہے یہ بت پرستی ہے اور تمھاری سمجھ میں جو ماسوائے حق آتا ہے اوسکے محل و مورد سے ناواقف ہو کر تم ماسوائے حق سمجھتے ہو فی الحقیقۃ ماسوائے حق نہیں ہے اور کوئی چیز جو معدوم محض سمجھی جاتی ہے وہ ماسوائے حق کا وہمی خطرہ ہے جسکا ظہور ممتنع ہے مگر قادر مطلق نے اس ممتنع الوجود وہم غیر کا بھی ظہور اپنے وہم حقیقی سے کر دیا حق کی نسبت یہ وہم وہم نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت سے واقف ہے عامۂ خلائق کے لیے یہ وہم پہاڑ ہو گیا ہے کہ ٹلے نہیں ٹلتا ہے حالانکہ اسکا وجود کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بت کی تعریف اسواسطے کی تاکہ عامہ خلائق یعنی مشرکین بھی آپ کی رحمۃ للعالمینے سے مستفید ہوں۔ جس طرح سے خدا کے اسم رحمٰن سے مومن و کافر کل مخلوق علی التساوی مستفید ہیں کیا دنیا میں آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ جو نعم دنیاوی افعالی و صفاتی و ذاتی حق تعالیٰ نے مومن کو عطا کیے ہیں وہی نعم علی التساوی کفار و مشرکین کو بھی عطا فرمائے ہیں پس آں حضرت بھی چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں لہذا آپ کی رحمت سے بھی کل مخلوق مومن و کافر کو استفادہ ہونا چاہیے استفادہ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کافر مومن ہو کر استفادہ کرے کہ کفر و شرک وہیں سے نکل جائے گا بلکہ مومن مومن رہے گا مشرک مشرک رہیگا پھر کافر رہے گا اور آپ کی رحمت عامہ سے بھی

marfat.com

فائدہ اٹھائے جیسا کہ خدا کے اسم رحمٰن سے ہر کافر و مشرک عین کافری و مشرکی میں فائدہ اٹھاتا ہے پس جبکہ آں حضرت کے یہ فقرہ فرمانے سے مشرکین نے آں حضرت کے ساتھ سجدہ کیا تب عین حالت مشرکی میں آں حضرت کی رحمت عامہ سے ہر مشرک مستفید ہوا اور اگر اس طرح پر سجدہ کرنے کا طریقہ دلائم نہوتا اور مسلمان ہو کر ہر مشرک آپ کے ساتھ سجدہ کرتا تو مشرک آپ کی رحمت عامہ سے نکلجاتا اور وہ سجدہ ایک مومن کرتا نہ ایک مشرک یہ محل تھا اور رسم رحمۃ للعالمین کے ظہور کا تقاضا تھا کہ آپ نے وہ فقرہ ارشاد فرمایا مگر چونکہ عامہ خلائق کی سمجھ میں ایسا ستر باریک نہیں آسکتا تھا اور اوس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ تھا لہٰذا آیت کلام مجید میں وہ فقرہ داخل نہیں کیا گیا پس یہ بحثیں بیچا پیچ و دور ہیں ہم کو سلیمان یعنی خدا کے ساتھ رہنا چاہیے اور دیو یعنی شیطان کی بحث کو اوس میں نہیں داخل کرنا چاہیے۔ بہت سی احادیث قدسیہ ہیں جو بلا توسط جبرئیل کے براہ راست آنحضرت کی زبان مبارک سے خدا کے ارشادات ظاہر فرمائے گئے ہیں اور قرآن میں داخل نہیں ہیں کیا وہ غلط ہوسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ قطعی صحیح ہیں اب یہاں پر یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ فی الواقع بت کی تعریف کرنا خواہ وہ کسی مصلحت سے ہو صحیح تھا یا غلط۔ میں کہوں گا کہ بالکل صحیح تھا اور یہ بتان جمیلہ تعین اعتدالی الوہیتی رسول اللہی مع اور پیغمبروں کے تعینات کے ہیں جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خاصۃً اور دیگر پیغمبروں سے عامۃً ضرور امید کی جاتی ہے کہ وہ شفاعت کریں گے بت آفاق میں علیہ توحید جلالی سے وجود تعینات سے مبرا ہے اور حقیقی بت تعین الوہیتی رسول اللہی ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ ان ربک یصلے پس حقیقی شفاعت رسول اللہی ہے جس کا سجدہ مشرکین سے کرایا گیا جیسے حضرت آدم کا سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا ہ

نازل ہے زمین پہ کبریائی	بندہ کے لباس میں خدائی

marfat.com

اور تین بتوں کے نام لینے میں یہ بلاغت ہے کہ انسان میں تین دائرہ ہیں ایک وجہ اللہ دوسرا وفی انفسکم افلا تبصرون اور تیسرا سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اب ان تین دائروں میں کل عوالم آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بروجہ کمال رحمۃ للعالمین اور مظہر الرحمن علی العرش استوی ہیں

مسلمان گر بدانستی کہ بت چیست	بدانستی کہ دین در بت پرستی ست
برہمن گر ز بت آگاہ گشتے	کجا در دین خود گمراہ گشتے

اور بت پرستی ممنوع اسواسطے ہے کہ بت سنگی آفاقی کی روح انسان ہے اور اوسکے ساتھ انسان کی معیت جامعیت حق تمامہ ہے پس وہ شخص یعنی انسان بجامعیت معیت حق کے ساتھ متحد ہو کر محض ایک آفاقی ظہور کا سجدہ کرے جس کا خالق خود انسان ہے یعنی تمامی مظہر ناتمام مظہر کا سجدہ کرے یہ ذہنی بات ہے اور ناجائز ہے اور اس کا وجود نہیں ہے ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار جیسا کہ بت کو اسماء و صفات حق سے علیحدہ سمجھنا ناجائز ہے۔ حق تمامی مخلوقات کا جامع ہے پس یہ تقسیم بھی ناجائز ہے کہ تم اپنے لیے مرد یعنی بیٹے سمجھو اور خدا سے اون کو ماسوا سمجھکر محض فرشتوں کو خدا کی بٹیاں جانو نہیں بلکہ خدا کل الکل ہے اور باوجود اسکے سب سے منزہ ہے یعنی کل بتان عوالم کو اوسنے اپنے اسماء و صفات سے تمھاری زبانوں سے نام رکھکر ظاہر کیا ہے لہذا فرمایا کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔ حالانکہ رب سے تمھارے پاس نفس نفیس تعین الوہیت جامعیت کے ساتھ ہدایت کرنیوالا رحمۃ للعالمین توحید کا سمجھانے والا آگیا ہے تب بھی وہم یعنی غیریت کے خطرہ کو نہیں چھوڑتے۔

اب میں یہاں تک سورہ والنجم کی آیتوں کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس تحریر سے

marfat.com

یہ تو آپ کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ معراج شریف کے بیان میں آیہ سبحان الذی اسری کے اجمال کی تفصیل سورۂ والنجم ہے اور نیز یہ کہ معراج آں حضرت کی جسدی ور وحی دونوں ہوئی تھی اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی معراج جسدی معراج روحی سے جلد تر ہوئی۔ اور اس بیان کے آخر میں حضرت مصنفؒ کی اس عبارت کی شرح ہو گی کہ

"اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے" الخ جس کے معانی کے نازک اور مغلق ہونے کی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے یہ لکھا ہے کہ

"تو اپنے آپ کو اس خیال سے بچا کہ میں نے شمار کیا یا تقسیم کیا یا معطل کیا یا تشابہ کیا یا مجسم کیا" الخ

اور ان الفاظ کے ذریعہ سے جلد بازی اُن سب باتوں سے تبرا کیا ہے کہ جن سے تخفی کرنا ایک شیخ کامل کے واسطے ضروری تھا۔ مگر رندان بادہ نوش شاہد معانی کے رخ زیبا سے نقاب ہٹائے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ اون کے پاس اون کی ملک سے کوئی چیز نہیں ہے جسکے ضائع ہو جانے کا اون کو خوف ہو۔ ع

	اب کیا رہا ہے جسپہ رقیبوں کا ڈر کریں	

کیونکہ اون کی ہستی نے خطرہ غیر کو بھی عین حق کر دیا ہے اوسکا سیلاب بھی ذات حق قرار دیکر حق میں لفظ شک حقیقی قائم کرتے ہیں کیونکہ ذات حق کا تنزہ ایسا ہے کہ جسکے لیے معلومیت دعتبہ ہے اور لاعلمی مقتضی شک حقیقی ہے۔ اسلیے حق تعالی نے اوس شک حقیقی کو اپنے علم بسیط قائم بالذات سے رفع کرنے کے لیے ہر ہر اسم وصفت کی صورتیں بنا کر پوچھ لیا کہ الست بربکم اور معلوم کیا اور تحقق کر لیا کہ قالوا بلے۔ یعنی عقل و فہم و ادراک و علم و جہل و شک و یقین سب کچھ میں ہی ہوں۔ جو طنبولو خلک جتنے نقلوں سے بھی ثابت ہے جانے ہوئے ہو کسی شئے کا دیا تفصیلی و یقینی نہیں ہے جیسا کہ بتقاضا ہر اسم وصفت و فعل تفصیلا جانی بوجھی سمجھی

marfat.com

اور یقین کی جاتی ہے۔ چونکہ تفصیل اسمار وصفات کی یکے بعد دیگرے مقتضی استعداد زمانی کو ہے ورنہ نفس زمانہ کی تفصیل بھی نہ ہوسکتی لہذا ازل سے ابد تک ایک عالم تفصیلی جس میں لاتعد ولاتحصی عوالم داخل ہیں نظر آتا ہے اور ابد سے ازل تک جبکہ وہ کل عوالم ذات حق میں مندرج ہوجاتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ مگر اسوقت بھی اس اجمال ابدی میں حق کو جہل نہیں ہوتا ہے جیسے کہ بعد فنا ہونے شے معلوم کے اوسکا علم اندماجا شخص عالم میں رہتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اندماج میں فی نفسہ سکون وآرام ہے یعنی اسمار وصفات وافعال کے ظاہر کرنے میں اگرچہ وہ کیسے ہی سکن ہوں وہ سکون وآرام نہیں ہے جو اون کے نہ ظاہر کرنے میں ہے مثلاً کسی فعل کی قابلیت یا کسی صفت کی استعداد یا کسی اسم کے ظہور کی قدرت آپ میں ہے جب آپ اوس اسم یا صفت یا فعل کو ظاہر کریں گے تو بہ نسبت اس کے نہ ظاہر کرنے میں خواہ مخواہ آپ کو سکون ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ اسمار وصفات و افعال ذات کے شیون واطوار ہیں جو تنزل کے مقتضی ہیں تنزل ہمیشہ مکلف ہوتا ہے اور اس صورت میں نفس ذات کا سر در پردۂ خفا میں ہوجاتا ہے اسی واسطے عمل میں تکلیف ہے اور بے عملی میں آرام ہے یعنی جاگنے میں تکلیف ہے اور سونے میں آرام ہے اور علی الخصوص ایسی حالت میں اور زیادہ آرام ہے کہ جب سونے میں کوئی خواب بھی نہ دیکھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دار العمل ناسوتی سے فارغ ہوکر بحکم فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب حضرت ام ہانی کے گھر میں استراحت فرماتے تھے یعنی اپنے نفس مرکز ذات اقدس سے مسرور اور بہجہ در محو تھے یعنی ذات سے ملے ہوئے تھے کہ جسمیں خواب کی گنجائش نہ تھی کیونکہ خواب میں خیالات ناسوتی کا اکثر شمول ہوتا ہے اور سچے خوابوں میں خیالات برزخی وملکوتی کا شمول ہوتا ہے آپ ان دونوں سے مبرا بحکم لاینام قلبی استراحت فرماتے تھے اور اپنے فواد سے حصہ لیکر اپنے آپ میں مسرور تھے اور اس فواد سے کوئی شے چھپی نہیں رہ سکتی ہر شے دم نقد حاضر ہوتی ہے عالم ملک وملکوت ومافیہا سب

marfat.com

آپ میں دم نقد موجود تھے اور اس موجودیت کو باور کرنے میں آپ تعجب نہ کیجیے کیونکہ جس قدر صفات حسی و روحی آپ میں ہیں وہ سب اسی طرح پر تعجب خیز و ششدر کرنے والے ہیں جیسے فواد کی حالت ہے۔ آنکھ کیونکر دیکھتی ہے کان کیونکر سنتا ہے ناک کیونکر سونگھتی ہے منھ کیونکر چکھتا ہے ہاتھ کیونکر لمس کرتا ہے۔ دماغ کیونکر خیال کرتا ہے عقل کیونکر تفکر کرتی ہے۔ آپ کو کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ عجیب و غریب حالات آپ میں موجود ہیں۔ اور سنیئے آپ تو مادی معلوم ہوتے ہیں۔ مادہ کیمیائی ترکیب میں یہ قدرت نہیں ہے کہ اپنی خاصیت کو کبھی ظاہر کرے اور کبھی ظاہر نہ کرے اور آپ باوجود مادی معلوم ہونے کے اس ترکیب کیمیادی کے خلاف اپنے ارادہ کو جب چاہتے ہیں ظاہر کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں روک لیتے ہیں۔ ایک عجیب و غریب لطیفہ آپ میں ودیعت ہے کہ جس کی ابتدا و انتہا نہیں معلوم ہوتی اور آپ اوس پر قابض ہیں اور باوجود اسکے اوس کی ماہیت سے ناواقف ہیں آپ قطعی و یقینی مادہ کے شمول سے بنے ہیں اور یقینا نفس ذات میں مادہ سے ماوری ہیں بلکہ مادہ کا وجود آپ اپنے ادراک سے قائم کرتے ہیں اور یہ ادراک جو مادہ میں نہیں ہے اور آپ میں موجود ہے اسی کو آپ روح سے تعبیر کرتے ہیں اور روح کو بھی آپ اپنی روح بتاتے ہیں یعنی اپنے سے تحت جانتے ہیں پس آپ کوئی اور چیز ہیں جسکا اور چھور کہیں نہیں ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفس ذات میں اس حالت مابین بیداری و خواب میں تھے کہ عالم روحانیات و عالم جسمانیات سب آپ کے زیر پا تھے اور آپ اون سب کو تمامہ جانتے تھے اور اون سے مستغنی تھے۔ جانتے اسوجہ سے تھے کہ سب عوالم آپ ہی میں تھے اور مستغنی اسوجہ سے تھے کہ آپ عالم سے مبرا سرور محض میں تھے ؎

نہ ترک عمل کار ہر کس بود	نہ فضل خدا یار ہر کس بود

جبرئیل امین بھی دربانی کے لیے حاضر تھے جو روح کہے جاتے ہیں اور جن کی خاصیت یہ ہے کہ جس شے سے وہ مس کرتے ہیں اوس میں حیات آجاتی ہے۔ سامری کا قصہ کلام مجید میں

marfat.com

ملاحظہ ہو کہ ایک مشت خاک جبرئیل علیہ السلام نے قدم کے نیچے سے سامری علے لی تھی اوس
سے گوسالہ بنایا تو وہ جاندار ہوکر بولنے لگا۔ یہاں پر اس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ
حق تعالیٰ نے انسان کی تخلیق میں فرمایا ہے کہ خلقتہ بیدی جبرئیل کے قدم سے مس کردہ
خاک کی خاصیت یہ ہو کہ اوس سے ہر شے میں حیات آجائے تو خدا کے ہاتھوں میں کیا کچھ
خاصیت نہو گی کہ جس سے بشر مستفید نہوا ہوگا اور جبرئیل کے قدم میں یہ لطافت روحانیت
ہو تو رخساروں کے مس کرنے میں کسقدر نزاہت حاصل نہوئی ہوگی اور علی الخصوص کف پا
میں ملنے سے کہ جس سے دماغ تک تمام جسم میں روحانیت کا سرایت کرجانا یقینی تھا اور
سامری کے قصہ میں بالارادہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مادہ نے سرایت کی تھی اور یہاں
تو بارادۂ جبرئیل سرایت مقصود تھی۔ پورا جسم عنصری آپ کا یقیناً روح ہوگیا۔ ہر شخص تاثیر
اشیاء کا قائل ہے جبرئیل امین مخلوقات میں ہیں اور روح الامین ہیں اگر اون کے مس
کرنے سے جسم عنصری روحانی ہوجائے تو کیا عجب ہے اور اگر عجب ہے تو ہمارے وجدانیات
اسکے شاہد ہیں کہ جیسے ہم میں ہر بات عجیب وغریب ہے ویسے ہی جبرئیلی خاصیت بھی ہم
میں عجیب وغریب ہے۔ صرف وہ خاصیت نہ کھلنے کی وجہ سے فوراً نہیں معلوم ہوتی ہے
یا دیگر حجابات کی وجہ سے نہیں کھلتی ہے اور یہی حال اپنے کل صفات وافعال کا طفولیت
سے لیکر کبر سنی تک ہمکو نظر آتا ہے اور اُن خاصیات کے کھل جانے سے ہمکو عجب نہیں
معلوم ہوتا ہے اور جب ایک صفت نامعلوم کا اظہار ہم سے ہوتا ہے تو وہ صفت ہم سے باہم
نہیں ہوتی ہے مگر ہمارے اندر رہی ہم سے ممتاز معلوم ہوتی ہے اور ہم اوس سے ماوری
ہوتے ہیں پس جسم عنصری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا روحانی ہوگیا۔ جس میں خاصیت
کا فوری بھی تھی اور آپ میں وہ جسم خاصیت کا فوری علیحدہ بھی نظر آتا تھا اور وہ آپ کے
تحت تھا۔ یہ براق بصورت انسانی تھا جو خاصیت کافوری سے بسبب ڈرتے رہنے کے
پھولا نہیں سماتا تھا اور جبرئیل کا ہمرنگ تھا۔ آپ اوس پر اپنی روحانیت سے سوار ہوے

marfat.com

اوسکا مبدا ر روحانیت تھی اوس کی سرعت کا کیا کہنا ہے روح الامین ساتھ تھے انکی سرعت
رفتار لامحالہ براق کی رفتار سے کم نہ تھی جہاں تک جبرئیل کی رسائی ہے یعنی سدرۃ المنتہیٰ
تک آپ اپنی روحانیت جسمی نفسی اور اپنی روحانیت حقیقی نفسی اور اپنی روحانیت آفاقی
یعنی جبرئیلی تعقلی سے عوالم کی سیر کرتے ہوے اور کل عوالم کو کطی السجل للکتب باتمہ لیتے
ہوے سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے یعنی جس شے کا آپ نے ارادہ و تعقل فرمایا اوسکو بتامہ دیکھا
اور پہچانا اور اوسکے عالم پر پہونچے اور بات چیت کی یعنی انفس و آفاق کو سمجھ لیا کیونکہ یہ سب
آپ ہی سے پیدا و مفصل ہوا تھا اور آپ ہی میں مجمل ہوکر اوسکا سمٹنا لازمی تھا۔ عوالم جہانتک
تھے وہ سدرۃ المنتہیٰ تک ختم ہوگئے اور جاہے جتنی دیر لگی ہو آپ کی استراحت بستر میں
نہ کچھ فرق آسکتا تھا اور نہ آیا کہ آمدن و رفتن کی گنجائش کل عوالم کے متحد ہوجانے کی وجہ سے
باقی نہیں تھی جانا آنا تھا اور آنا جانا تھا اور یہ سب تعینات اعتباری آپ کی ذات کے اندر
مندمج تھے اب آپ کی حقیقت نے یہ چاہا کہ تعینات کا بھی امتیاز رہے لہذا حقیقت کی
شیون و نسبتوں نے آپ کو بسبب شدت ولہ کے گھیر لیا۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی یہ نسبتیں
صفاتی ذاتی تہیں جنھوں نے اپنی گود میں آپ کو لے لیا جس کی تعبیر رفرف سے کی جاتی
ہے نسبت ذاتی کے گھیر لینے کی حقیقت یہ ہے تاکہ اپنی شیون ذاتیہ متباینہ سے بھی آپ
واقف ہوجائیں اب روحانیات کے اجسام کی ضرورت نہ رہی اور جوں جوں آپ ان نسبتوں
میں دھنسے گئے روحانیت کے جسم نے مثل کافور کے اوڑنا شروع کیا اور روحانیت بھی
صفات ذاتیہ حق میں سے ہے اوسنے اپنے مبدا یعنی حقیقت الحقائق کی طرف رجوع کی
جیسے کہ آپ اپنی ذات کی طرف رجوع فرماتے چلے جاتے تھے قاعدہ ہے کہ جب روحانیت
اپنی مبدا کی طرف رجوع کرتی ہے تو جسم عنصری بھی مثل بخار کے اوڑتا اور نازک ہوتا جاتا
ہے یہانتک کہ روح نکلجانے کے بعد جسم عنصری بالکل باقی نہیں رہتا ہے مگر اوسکا باقی
نہ رہنا دلیل اسکی نہیں ہے کہ وہ معدوم ہوجاتا ہے بلکہ روح تو جسم سے نکلنے کے بعد اپنے

marfat.com

مبداء کو جاتی ہے جو علوی ہے اور اسمیں ہل مل جاتی ہے اور جسم اپنے مبداء کو جاتا ہے جو آفاق ہے اور اوس میں بمناسبت ہر فرقہ کے ہل مل جاتا ہے۔ رفرف پر سوار ہونے سے روح اپنے مبداء علوی نفسی کی طرف چلی اور جسم اپنے مبداء اسفلی آفاقی کی طرف چلا بہر حال نفس و آفاق دونوں جسمانیت موجود سے شخص جسم محمدی سے فرش استراحت پر نازک ہوتے گئے جوں جوں روح نے رفرف پر عروج فرمایا بستر استراحت پر آپ کا جسم بمناسبت علوی روحانیت نفسی و آفاقی الطف و نازک ترین حالت میں تھا نسب بھی تفرقہ پر دلالت کرتے ہیں تب یکرنگ کرینگے سبب یہ قدرت کی ضرورت تھی جس کی خاصیت مباشرت روحی و تن بھی جبرئیل امین کے رخساروں سے کہیں زیادہ الطف تھی اور جسم روحی کو رفرف سے یہ قدرت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب یہاں جسم عنصری بستر استراحت پر بسبب روح کی انتہائی نزاکت کے اور زیادہ نازک ہوگیا مگر ہنوز بستر استراحت پر موجود تھا کیونکہ فی الجملہ تعین جسمی صفاتی ذاتی موجود تھا کیونکہ یہ قدرت فی نفسہ ایک تعین ہے حقیقت الحقائق نے یہ گوارا نہ کیا کہ نام غیریت بھی باقی رہے

باسایہ ترا نمی پسندم	عشق ست ہزار بدگمانی

لہٰذا راز و نیاز کی مکالمت شروع ہوئی اور سوز و گداز عشقی کی شمع شبستان خلوت روشن و گرم ہوئی اور ارشاد ہوا کہ قف یا محمد تاکہ اس روک ٹوک سے سوز و گداز سے جو ہستی فی الجملہ باقی رہ گئی تھی اور جس کے رفع کرنے کے لیے بجز جاذبات عشقیہ کے اور کوئی شئے باقی نہیں رہی تھی وہ بھی فانی فی اللہ ہوجائے پس آنا فانًا اس کلام قف کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعالیٰ یعنی بقیہ ہستی فانی فی اللہ ہوکر تعین جسمی مثالی آپ کا حقیقت الحقائق میں غائب ہوگیا اور غائب ہوکر فوراً فتدلی ہوکر مقام الوہیت میں قائم ہوگیا اور جس آن میں آپ کا جسم مثالی غائب ہوا اوسی آن میں فتدلی میں الوہیت سے ہمرنگ ہوکر مقام محمدیہ موجود ہوگیا اور چونکہ اصل جسم مثالی غائب ہوگیا تھا لہٰذا اسی آن میں جسم عنصری بھی جو بستر استراحت پر تھا

فانی ہوگیا جیسے کہ طائر اڑتا چلا جاتا ہو اور اوسکا سایہ زمین پر معلوم ہوتا ہو پس جس وقت کہ طائر اپنے طیران میں غائب ہوجائے گا اسوقت وہ سایہ بھی غائب ہوجائے گا جو بمنزلہ جسم طائر کے ہے پس جب آپ کا طائر روح مثالی غیب الغیب میں فانی ہوکر غائب ہوگیا تو آپکا جسم عنصری بھی روح کے ساتھ بستر استراحت سے حقیقۃ الحقائق میں غائب ہوگیا اور جب آپکا طائر روح بمقام الوہیت فوراً قائم ہوا تو آپ کا جسم بھی مثل سایہ طائر کے بستر استراحت پر فوراً ظاہر ہوگیا پس اس طرح پر آں حضرت کی معراج جسدی معراج روحی سے عقلاً سُرعت کے ساتھ ہوئی اور اوسی سرعت سے واپسی ہوئی یعنی کلمح البصر اور چونکہ جانا اور آنا ایک ہی آن میں تھا لہٰذا بستر استراحت گرم رہا اور زنجیر دروازہ ہلتی رہی اور چونکہ آفاقی سیر بھی آپ کی نفسی سیر کے ساتھ یکساں رہی تو کل عالم بھی مثل آپکے جسم کے غائب ہوگیا اور آپکے فتدلیٰ ہوتے ہی پھر قائم ہوگیا لہٰذا ہوا چلنے سے اور پانی بہنے سے اور جو مقتضیات عالم تھے وہ سب حرکت سے رُک گئے اور عالم کو معلوم اسوجہ سے نہیں ہوا کہ معلومات بوجہ ہستی وخودی کے ہوتے ہیں اور اس معراج میں ہستی نفسی وآفاقی باقی نہیں رہی تھی جو عالم کو اسکی اطلاع ہوتی اور آپ کو اطلاع اسوجہ سے ہوئی کہ عوالم تو اپنے اپنے مراتب کی رو سے بعد فانی ہونے کے قائم ہوے اور آپ مقام محمود میں علم حق سے بہرہ در ہوکر بکیدفعہ فتدلیٰ ہوئے یعنی حق سے حق کا ادراک کیا اور چونکہ آواز جو حق کی جانب سے آئی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز تھی یعنی حضرت صدیق کی روحانیت کو بطفیل صحبت رسول مقبولؐ اتنا قرب حاصل ہوگیا تھا کہ مقام لاہوت سے جسمی جنسیت کا ہونا طیران وسیران کے لیے ضروری تھا آپ کی آواز آن حضرت کو سنائی گئی لہٰذا اس عالم ناسوت میں بھی سب سے پہلے معراج شریف کی تصدیق حضرت صدیق اکبرؓ ہی نے کی کہ صدقت یارسول اللہ۔

اب جاننا چاہیے کہ حضرت مصنف نے اس فصل جلالت میں تین عوالم لکھے ہیں۔ ایک

عالم غیب الغیب دوسرا عالم غیب برزخی تیسرا عالم شہادی عالم غیب الغیب سے مراد اُنھوں نے حق کی تفصیل لی ہے اور یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور باوجود مشاہدہ کی خود مشاہدہ کرنیوالے کی سمجھ میں آنا نہایت دشوار ہے چہ جائیکہ تحریرًا یا تقریرًا اوسکی تفہیم و تشریح کی جاسکے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد اسی عالم غیب الغیب کی نسبت ارشاد ہے بجز اسکے کہ انفسی وجدانیات اور آفاقی مشاہدات سے اوسکی تمثیل دیجاے اس تمثیل کے سمجھنے پر بھی اگرچہ وہ پورے طور پر سمجھ میں نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے مگر یہ پتہ اسکا لگ جائے گا کہ کوئی عالم غیب الغیب ضرور ہے جس کی شناخت یہی ہے کہ سمجھ میں نہ آئے۔ انفسی وجدانیات کی مثال یہ ہے کہ آپ لاتعد و لاتحصیٰ اسمار و صفات کے مجموعہ ہیں اور ان اسمار و صفات و افعال کا صدور جب آپسے ہوتا ہے تب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم یا صفت یا فعل ہم میں تھا جو ہم سے صادر ہوا اور جب تھا تو کہاں تھا اور کیونکر تھا اور کیونکر اوسکا صدور ہوا اور کب تک ہم اوسکو اس طرح پر صادر کرتے رہیں گے اور کب وہ ختم ہوگا اور بعد اختتام کے جو ظاہرا معلوم ہوتا ہے وہ کہاں چلا جاتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو کہاں ٹھہرتا ہے۔ آیا کوئی جگہہ اوسکے ٹھہرنے کی ہے اور پھر جب ہم اوسی اسم یا اوسی صفت یا اوسی فعل کو مکرر ظاہر کرتے ہیں تو آیا وہ بعینہ پہلا اسم اور پہلی صفت اور پہلا ہی فعل ہوتا ہے یا یہ دوسرا ہے؟ حالانکہ یہ دوسرا اسم و صفت و فعل بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بعینہ اوسکو نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس دوبارہ صدور کی آن اور ہے وقت اور ہے حکمت اور ہے تاثیر اور ہے اگرچہ یہ سب کسیقدر موافقت کے ساتھ ہوں لیکن فرق ضرور ہے۔ پس نہ معلوم ہونا آپ کا معلوم ہونا ہے اور معلوم ہونا آپ کا نہ معلوم ہونا ہے اور مجموعی طور پر کچھ نہ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے آپ اپنی روح کو اپنے جسم میں معلوم کرتے ہیں اور پھر نہیں معلوم کرتے ہیں یہ آپ کے اسمار و صفات و افعال کی کی حالت یا طور یا شان ہے اوس حالت میں کہ جب آپ نطفگی کی حالت سے فتبارک اللہ احسن الخالقین ہوگئے ہیں تب یہ نزاکت ہے اور اگر رجوع کرکے آپ اپنی کو

لطف گی کی حالت میں لے جایئے تو اور زیادہ نزاکت ہے اور اگر رحم مادر سے نکل کر صلب پدر میں اپنے آپ کو لے جائیں تو اور زیادہ نزاکت ہے اور اگر صُلب پدر سے اپنے آپ کو مع اوس حب شہوتی کے جو پدر کو ہوی تھی دیگر اصلاب میں حضرت آدم تک لیجائیں تو کہیں زیادہ نازک حالت ہے اور حضرت آدم سے اور کہیں لے جانے کی گنجائش نہیں ہے بجز اسکے کہ آدم کا جسم عناصر سے بنا ہے اور پورے عالم کا خلاصہ آدم ہے اور آدم کی تفصیل پورا عالم ہے پس عالم و آدم سبکو سمیٹ کر ہم کو ضرور ہوگا کہ ایک نقطہ بار بسلمہ ہو جائیں کہ جسکی جگہ تو مقرر ہے لیکن نظر انہیں ہو سکتے اور جسمیں آدم و عالم متحد ہیں یہ ایک نقطہ غیب الغیب ہے جسکے تفصیل آدم و عالم ہے اور یہ نقطہ اپنے ظہورات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا سویداے قلب ہے جو انسان میں ودیعت ہے اور جسمیں حق کی سمائی ہے اور آفاق میں حجر اسود ہے جو اللہ کے گھر میں ہے اور آفاقی مشاہدات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہر شے کے تخم کو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ جب غیب الغیب میں ہوتا ہے تب بھی اوسکا اکھوا اور پتی اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا نمودار ہوتے ہیں اور یہ سب اوس بیج میں لامعلوم طور پر متحد ہوتے ہیں اور اوس بیج سے جتنے اور پھلوں کے بیج ہوے ہیں اگر اون کو بوتا چلا جائے تو لاتعد و لاتحصیٰ صورتوں میں وہی بیج ظاہر ہوتا چلا جائے گا اور یقیناً کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور پھر ویسا ہی بیج پیدا ہوتا ہے جیساکہ پہلا تھا۔ بلکہ وہی ہوتا ہے مگر وہ نہیں ہوتا ہے چونکہ عالم کے بیج مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جیسے گندم و نخود وغیرہ وغیرہ اونکا شمار بہت دشوار بلکہ محال ہے۔ مجموعہ کل بیجوں کا آپ کسی انسان ہی کو لے لیجیے کہ جس سے عالم کے کل بیج پیدا ہو سکتے ہیں جیسے نفس میں مجموعی اسماء و صفات و افعال کا بیج اور یہ آپ جسم انسانی میں روح کو قرار دے چکے ہیں اوسی طرح آفاق میں کسی انسان کامل کو مع اوسکے جسم کے آفاق کی روح ماننا پڑے گا۔ اور جو تفصیل نفس کی ہے وہی آفاق کی ہے اور جو تفصیل آفاق کی ہے وہی نفس کی ہے۔ پس یہ نفس و آفاق دونوں ایک ہی تفصیل ہوکر مجموعی ایک نقطہ ہوں گے

کہ جس کو سو بدالمنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ حجر اسود اور انکا اتحاد بالکل نامعلوم طور پر معلوم ہے اور حجر اسود کا بوسہ دینا حبِ حقیقی پر دلالت کرتا ہے کہ جس حب سے نزول ہو کر نطفہ آدم یا تمم عالم ملکہ محض نطفہ آدم بحکم فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق بنا ہے پس بوسہ دینا حجرِ اسود کا شریعت میں تخلیق کا فائدہ دیتا ہے اور بعد بوسہ دینے کے میدان عرفات میں محض خطیب کی آواز سننا بلا نظر آنے کے یا باوجود نظر آنے کے تخلیق سے رجوع الی الحق یعنی اپنے مبدا کی طرف جانا ہے اور عرفات میں بجز یکتائی کے کوئی تزید و تعبد نہیں ہے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

یہی آواز خطیب بانگ جرس ہے اور بانگ جرس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ قافلہ ہے ؎

دلیل کاروان بانگِ جرس ہے	گواہ دردِ دل اک نالہ بس ہے

پس غیب الغیب نامعلوم طور پر معلوم ہے اور معلوم طور پر نامعلوم ہے اور یہی اصل معلومات ہے کہ جس سے آدم و عالم کی تفصیل و اجمال و رجوع ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس غیب الغیب کی دو مثالیں نفسی و آفاقی اور بیان کر دینا ضروری ہیں تاکہ نا سمجھی میں سمجھ اور سمجھ میں نا سمجھی پوری ہو جائے اور دونوں متحد ہو کر ایک قطعی و حقیقی سمجھ ہو جائیں جسکو یقین کہتے ہیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ یہ تمامی اسمار و صفات و افعال جن کا صدور ہم سے ہوتا ہے اور جو عالم میں ہم سے صادر ہو کر نظر آتے ہیں عالم میں تو جانے دیجیے ہم میں کہاں ہیں کیونکہ اگر ہم اپنے آپ کو دیکھکر اوسکی جگہ اپنے آپ میں معلوم کر لیں گے تو عالم میں بھی اوسکی جگہ معلوم ہو جائیگی کیونکہ عالم بھی ہم ہی ہیں یعنی اور ہم میں سے ہے اور اگر عالم میں نہ معلوم ہوگی تو بھی نہ سہی لازمی سہی تعدی نہ سہی اپنی کشتی کو تو آپ پار کر لیجائینگے لہذا پہلے میں ہر اسم و ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ جسکا صدور انسان سے ہوتا ہے انسان میں بصورت متحدہ

بتاتا ہوں اور وہ اسم یا صفت یا فعل باوجود اسم وصفت وفعل ہونے کے امتیازی حالت کے ذات میں بلا امتیاز موجود ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جس وقت آپنے کلام کیا تو تین وجہ سے وہ کلام ظہور میں آیا بلکہ پانچ وجوہ سے تین وجہیں یہ ہیں کہ۔

اوّل اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کی حُب آپ کو ہوئی۔

دوّم۔ آپنے اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔

سوم آپ نے اوس حُب وارادہ سے اپنی زبان کو حرکت دی۔ یہ تین وجہیں ہوگئیں

چہارم۔ زبان کی حرکت سے جو آواز نکلی اوسکی ہوا آپنے آفاق سے لی۔

پنجم۔ وہ آواز اپنے آفاق کو دی۔

اب آپ کا کلام پورا ہوگیا یہ سب آپ کو معلوم ہوگیا اور معلوم ہوکر یہ کلام بھی ختم ہوگیا اور ختم ہوکر یہ کلام اسی غیب الغیب میں چلا گیا جو آپ میں موجود ہے اور جس سے اس کلام کی ابتدا ہوئی تھی لیکن آپ کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ غیب الغیب آپ میں کہاں تھا مگر یہ آپکو ضرور معلوم ہوگیا کہ اس کلام کے نزول وعروج میں جونہی کہ نزول شروع ہوا ہی عروج اوسکے ساتھ ہی ساتھ چل رہا ہے اور برابر دوائر بنتے چلے جاتے ہیں اور یہ دوائر اسقدر اقرب بنتے ہیں کہ کہیں خلا کی جگہہ باقی نہیں رہتی۔ اور جب نزول کی حالت میں آپ کوئی مقام لیں گے تو وہ نزول ہوگا عروج نہوگا اور جب عروج کی حالت میں کوئی مقام لینگے تو وہ عروج ہوگا نزول نہوگا اور جب نزول نزول ہوگا اور عروج عروج ہوگا تب یہ فعل اعتباری نفس میں الفاظ کا ہے اور آفاق میں صورت کا ہے اور جب نزول میں عروج ہوا اور عروج میں نزول تو اسکا محل بے نشان آپ کو نفس میں وہ ملے گا جہاں پر اس نزول وعروج کا تقاطع ہوا ہے یعنی جس نقطہ پر یہ عروج ونزول ملے ہیں اور اس نقطہ کو اگر نزول کی طرف لیجیے گا تو نزولی کہا جائے گا اور اگر اوسکو عروج کی طرف لیجیے گا تو عروجی کہا جائے گا لہٰذا اوس نقطہ کا جز نہو سکے گا۔ تو جہاں پر عروج ونزول کا دائرہ ملا ہے وہ

marfat.com

نقطہ ہر نفس میں محل اسمار وصفات وافعال ہے اور وہ نقطہ بسبب اپنی لامکانی کے اوس پورے دائرہ کے ہر مقام پر حاوی ہے جہاں پرادسکو مانئے۔ لہذا وہ نقطہ باوجود ظہور وصورت کے الآن کما کان غیب الغیب ہے اوسی طرح پر اگر ہزار دں دائرہ اسمار وصفات وافعال کے بنائے جائیں تو ہر صورت و ہر شکل کا ظہور اوسی نقطہ غیب الغیب سے ہوگا اور وہ نقطہ الآن کما کان بے صورت رہے گا اور ہر اسم وہر صفت کے متبائن دوائر جداجدا پ سے صادر ہوتے ہیں وہ تبائن وامتیاز اوس اسم یا صفت یا فعل کی انانیت کیوجہ سے ہو کہ حق نے بسبب جود وبخشش کے اوسکو بھی دائرہ بنانے کی اجازت دی ہے لہذا تمامی اسمار وصفات وافعال اوس نقطہ میں بلاامتیاز موجود ہیں اور اون کی جگہ جسم انسانی میں بیرون ودرون وہ ہے کہ جہاں پر ہر دائرہ اسم وصفت فعل کا دائرہ کلی تمامی جسم سے کسی محل پر تقاطع ہوا ہے اس دائرہ کلی کے کسی محل پر تقاطع ہونے سے وہ تاثیر اوس اسم یا صفت یا فعل میں پیدا ہوگئی ہے کیونکہ دائرہ کلی میں جہاں پر تقاطع ہوا ہے وہاں پر بھی نقطہ غیب الغیب الآن کما کان ہے اور اس دائرہ جزدی اسم یا صفت یا فعل کا جس جگہ پر دائرہ کلی میں تقاطع ہوا ہے وہی اوس اسم یا صفت یا فعل کی جگہ جسم انسانی میں ہے اس طرح پر ہر اسم وصفت وفعل باوجود اختیاری ہونے کے بے اختیاری ہے لاجبر ولا اختیار ولکن الامر بین امرین کہ ظاہر میں ہر اسم ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ بھی جسم انسانی میں مقرر ہے اور صدور بھی اسی جسم انسانی سے ہوتا ہے اور ایک صورت یعنی دائرہ بھی بنتا ہے لیکن جو جگہ اوسکی مقرر ہے وہ مقام تقاطع دائرہ کلی میں ہے اور دائرہ کلی میں ہر جگہ نقطہ غیب الغیب ہے۔ بلا اختیار وارادہ غیب الغیب کے ہرگز ہرگز مقام تقاطع سے امتیازی طور پر ظہور کسی اسم یا صفت یا فعل کا نہیں ہوسکتا ہے اوس اسم یا صفت یا فعل کا اختیار اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ اوس کی انانیت امتیازی نے حق سے اپنا ظہور چاہا ہے اور اوس کے چاہنے کے موافق حق نے اپنے جود وبخشش سے اوسکو ظہور دیا ہے حق کا عدل علی السوا دیکھی ہے ما نو اسنے میں بھی

marfat.com

عدل ہے اور قتل کی سزا دینے میں بھی عدل ہے کوئی شخص نیک کام کرے تو عدل ہے
اور برا کام کرے تو عدل ہے۔ بلحاظ انانیت امتیازی کے کہ وہی ہر اسم وصفت کی اور ہر فعل
کی اصل ہے نیک شخص دائرہ نزولی میں نیک کام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی میں اوسکی جزا
پائیگا اور بدشخص دائرہ نزولی میں بدکام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی میں اوسکی سزا پائے گا۔
حق جو نے جلالی وجمالی صفات سے منزہ ہے اپنا اپنا لینا ہے چاہے بھگتو اور چاہے
عیشیں کرو از ماست کہ بر ماست اسی واسطے باوجود بے اختیاری کے شرایع واحکام ہیں
آپ کہیں گے کہ شرایع واحکام فضول ہیں جبکہ نہ خدا کے جبر سے بلکہ خدا کی انانیت امتیازی
کے جبر سے ہر اسم وصفت مجبور ہے تو شرایع واحکام کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔ میں کہونگا کہ
چونکہ اوس اسم وصفت کی فطرت ہی یہی ہے فی الواقع وہ مجبور ہے اور اسی واسطے گو
خدا کو کوئی حکم نہیں ہے مگر خدا نے فرمایا ہے کہ انک لا تهدی من احببت ولکن اللہ یهدی
من یشاء اسکا مطلب یہ ہے کہ شرایع واحکام بتا رہے ہیں کہ ہر اسم صفت یا فعل جب اپنی
انانیت امتیازی سے امتیازی فائدہ اوٹھانا چاہے گا تو جنت ونار سے استفادہ کریگا اور جب
امتیازی فائدہ اٹھانا نہیں چاہے گا بلکہ توحیدی فائدہ اٹھانا چاہے گا تو جنت ونار نیک وبد
جمال وجلال وجود وعدم پیچھے رہجائینگے اور حق چونکہ سرور محض ہے اوس سے متحد ہوکر ہر اسم
وصفت وفعل بحالت اندماج ذات خدا کے ساتھ رہیگا ع

تا خدا بست درین عسر کہ ما ہم ہستیم

اور چونکہ وہ انانیت حق دائرہ کلی میں کسی محل پر امتیازی انانیت ہر اسم وصفت وفعل
کی ہوئی ہے کوئی علیحدہ انانیت حق سے نہیں ہے لہذا ہر اسم وہر صفت وہر فعل کا حق کو
پالینا کچھ دشوار نہیں ہے کیونکہ اوسکی ذات ہی وہی ہے۔ دشوار وہ چیز ہے جو اپنے آپ میں
ہنوز بیں سلوک اس مرتبہ غیب الغیب کا یہ ہے کہ صورت جو فی الواقع نہیں ہے اوسکو صورت
نہ جانے اور بے کیفی وبے رنگی وبے جہتی کا مراقبہ کرے

صورت از بے صورتی آمد برون	باز شد کانا الیہ راجعون ؎
رہ شاد تراب اپنی حقیقت کو سمجھکر	صورت کسلیے کاہے کو غمناک بنے گا

پھر ایسی حالت میں جب سالک رجوع الی المبدا کرے گا تو فرض کیا جائے مظہر جلال ہے دوزخ میں ضرور جائے گا لیکن دوزخ اوسکو نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے وہ آگ باغ ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ہوئی تھی اور وہ آگ آرامگاہ وعیشگاہ ہوگی جیسے اوس سمندر کے لیے جو آگ ہی میں پیدا ہوتا ہے جیسے کہ رحم کرنے میں آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ سرور ہوتا ہے اور غصہ کرنے میں آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ دکھ ہو جاتا ہے مگر آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپکے غصہ کو کوئی فرو کرے کیونکہ اوسوقت آپکو غصہ ہی محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ اہل جنت زہاد و عباد ہیں اور اہل نار عشاق ہیں جنکو سوز وگداز ہی پسند ہے ع

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

اور ان دونوں سے ماورئی عرفا و محققین ہیں وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم یہ بڑے لوگ ہیں جنکا حال یہ ہو کہ ؎

جملہ معشوق ہست عاشق پردۂ	زندہ معشوق ہست عاشق مردۂ
قصر جنت چہ کنم کو چہ یارے دارم ؎	ترس دوزخ نہ کنم روی نگارے دارم

اس غیب الغیب کے بیان میں جو متضاد الفاظ معلومیت و نامعلومیت کے لکھے گئے ہیں ان میں سے نامعلومیت کے الفاظ عالم غیب الغیب کو بتا رہے ہیں اور معلومیت کے الفاظ عالم غیب برزخی یعنی لاہوت کو بتا رہے ہیں جس کا ذکر ہم عالم غیب برزخی کی تعریف میں کرینگے جو بعد آفاقی مثال کے بیان ہوگی۔ اس مقام پر اس قدر بیان کر دینا ضروری تھا کہ آفاقی مثال میں شائبہ معلومیت کا جو عالم لاہوت کے پایا جائے گا وہ نفس مثال آفاقی سے نہیں ہوگا بلکہ نفس کہ جسکی مثال ہمنے یہاں پر ختم کر دی ہے اوسکے ادراک پر۔

marfat.com

منحصر ہے۔
اب جاننا چاہیے کہ جو مثال نفس کی بیان کی گئی وہی مثال آفاق کی بھی ہے اسو جہ سے کہ نفس عالم صغیر ہے اور آفاق عالم کبیر ہے۔ عالم کبیر کو بھی مثل نفس کے ایک بڑا شخص سمجھیے جو اعلی علیین سے تحت الثری تک ایک شخص ہے اور جسقدر اسمار وصفات نفس میں ہیں وہ نمونہ کے طور پر چھوٹے پیمانہ پر ہیں اور آفاق میں وہی اسمار وصفات بڑے پیمانہ پر ہیں اس طرح پر کہ جیسے آپ ایک تصویر کا فوکس لیجیے تو بسبب نزاکت کے فوکس لینے کے وقت اوس تصویر کی کوئی شے نہیں معلوم ہوتی ہے لیکن جب اوس تصویر کو اودیہ ڈال کر کھو لیے یا بڑا کیجیے تو وہ تصویر مع اپنے کل اسمار وصفات کے کھل کر آپ کو صاف نظر آئے گی اب غیب الغیب سے عالم غیب برزخی نفسی نمایاں ہو گیا اب اس تصویر کو مع اسمار وصفات کے بہت زیادہ بڑھاتے چلے جائیے تو یہی تصویر آفاق ہو جائے گی اب اس آفاقی تصویر کی جان وہ تصویر نفسی اسمائی وصفاتی ہے کہ جسکو بڑھا کر آپ نے عالم آفاق بنایا ہے۔ فرق اس تصویر اور عالم نفس کی تصویر میں یہ ہے کہ نفسی تصویر میں ادراکی وعلمی اوصاف موجود ہیں اور آفاقی تصویر میں بذاتہ وہ ادراکی وعلمی اوصاف نہیں ہیں بلکہ نفسی اوصاف ادراکی وعلمی عالم آفاق کو محیط ہیں اور انھیں سے آفاقی اشیار کا تاثر وتاثر مدرک ومعلوم ہوتا ہے جیسے کہ اپنے آپ کو کسی آئینہ میں دیکھیے تو آپ کی تصویر اوس میں نظر آئے گی۔ اگر کج آئینہ میں دیکھیے تو کج نظر آئے گی اور اگر ٹھیک آئینہ میں دیکھیے تو ٹھیک نظر آئے گی اور آئینہ طویل میں طویل اور آئینہ قصیر میں قصیر ایک آئینہ میں ایک اور متعدد آئینوں میں متعدد نظر آئے گی اور یہ نظر جو بظاہر متعدد معلوم ہوتی ہے تو بسبب توحید افعالی کے کہ وہ انتہائی درجہ کو مبرہن ہے اور اسی طرح پر توحید صفاتی بھی اوسی آئینہ آفاقی میں نفس کے صفات بحیثیت صفات کے ظاہر ہوتے ہیں کہ جو مثل توحید افعالی کے مبرہن نہیں ہیں بلکہ خفا میں ہیں کہ جسکو آفاق میں اشیا کا تاثیر وتاثر

کہتے ہیں اون کا ادراک مجموعی طور سے عالم نفسی سے انسان ہی کر سکتا ہے عالم آفاقی کو
کچھ خبر نہیں ہوتی کیونکہ اوس میں ادراک و علم نہیں ہے جب تک نفس نہ بتلائے کہ فلاں شے
کھٹی اور فلاں شے میٹھی ہے وہ شے نہ کھٹی ہے نہ میٹھی اور وجودان اشیاء آفاقی افعالی کا
مع تاثیرات و تاثرات کے اوسی طرح ہر آن ہوتا رہتا ہے اور ہر آن غائب ہوتا رہتا ہے
جیسا کہ نفس میں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور اس وجود افعالی اور وجود صفاتی سے بڑے
بڑے دوائر مثل دوائر نفسی کے بنتے رہتے ہیں اور بگڑتے رہتے ہیں اور خلا میں بسبب
سرعت تخلیق و تجدد امثال کے جگہ باقی نہیں رہتی ہے کہ جہاں پر ہر آن نیا عالم نہ بنتا ہو
اور نہ بگڑتا ہو پس حکما کا یہ قول کہ لاخلا و لاملا مسلم ہے خلا اسوجہ سے نہیں ہے کہ ملا ہے
اور ملا اسوجہ سے نہیں ہے کہ خلا ہے۔ اور یہ اسلیے ہے کہ نفس یعنی عالم صغیر جو ارادہ یا حرکت
کرتا ہے وہی آفاق میں بصورت افعالی تاثیر و تاثر کے ظاہر ہوتا ہے ہم آئینہ میں اپنی
صورت دیکھیں یہ دیکھنا ایک صفت فعلی ہے ہماری صورت نظر آئے گی اگر سکون کیساتھ
دیکھیں تو صورت بھی سکون کے ساتھ نظر آئے گی اور اگر حرکت کے ساتھ دیکھیں تو صورت بھی
موافق و مخالف متحرک معلوم ہوگی۔ موافق اسلیے کہ ہماری حرکت سے وہ حرکت پیدا ہوئی
ہے اور مخالف اسلیے کہ اوس آئینہ کی قابلیت نے ہماری اوس حرکت کو اپنے میں مطابق
اپنی قابلیت کے ہماری حرکت سے متباین دکھایا ہے مثلاً آفتاب افق سے برآمد ہوا
تو جن جن خطوط پر وہ آفتاب آئے گا بمناسبت اون خطوط کے آفتاب کا تاثر ہوگا۔
نفس آفاق میں بمنزلہ آفتاب کے ہے اوسی کی حرکت سے تاثیر و تاثر ہوتا ہے مگر وہ حرکت
نہ اوس تاثیر کی عین ہے نہ غیر ہے عین اسوجہ سے نہیں ہے کہ آفتاب نے اگرچہ مع اپنے
اسماء و صفات کے کلیتہً ظہور کیا ہے لیکن جس خط پر ظہور کیا ہے وہ خط اپنے تعین کیوجہ
سے آفتابی اسماء و صفات کو ظاہر نہیں کر سکتا اور غیر اسوجہ سے نہیں ہے کہ جو کچھ تاثیر و تاثر
وہ خط ظاہر کرتا ہے وہ سب اسی انانیت آفتاب سے ہے یہاں تک کہ وہ آفتاب کل خطوط کو

marfat.com

گذرتا ہوا خط استوی پر آئیگا سا بلا دس کے تمامی اسمار وصفات بمناسبت خط استوی کے ظاہر ہوں گے یہاں پر بھی نہ عین ہے اور نہ غیر۔ غیر نہونا تو ظاہر ہے اور عین اسوجہ سے نہیں ہے کہ آفتاب کی انانیت کچھ اسپر منحصر نہیں ہے کیونکہ جس طرح پر وہ آج خط استوی پر آیا ہے اور آنا فانا او سپر ہوکر گذرا ہے اوسی طرح کلہ پھر آئیگا اور گذرے گا تو کل والی آن وہ آن نہیں ہوگی جو آج والی آن ہے یہ بتان ہے چونکہ احاطہ اوقات کا بہت مشکل ہے بلکہ محال ہے۔ اسکو غیب الغیب کہتے ہیں اور جو آنا فانا آفتاب خط استوی پر ہوکر گذرتا ہے یہ عالم غیب برزخی ہے اور جو دیگر خطوط پر آفتاب گذرتا ہے یہ عالم شہادت ہے لیکن مجموعی طور پر ان کل مدرکات کا ادراک نفس نے کیا ہے اور نفس بہ نسبت آفاق کے کہیں زیادہ نازک ہے اور آفاق کی نزاکت نفس میں کھپ چکی ہے لہذا عالم غیب برزخی اور عالم شہادت عالم غیب الغیب کی تفصیل ہے اور چاہے عالم نفس وعالم آفاق موجود ہو یا نہو حق غیب الغیب میں مستغنی ہے کیونکہ اوسی کی استغنا کی وجہ سے پہلے ظہور اوسکے اجمالی اسمار وصفات کا جسکو نفس وعالم لاہوت کہتے ہیں اور اوس نفس وعالم لاہوت سے تقاضا بتقاضا عالم آفاقی مع نفسی کے موجود ہوا جسکو تفصیل یا عالم شہادی کہتے ہیں یعنی عالم لاہوت برزخ ہے مابین عالم غیب الغیب وعالم شہادت کے یعنی عالم لاہوت آئینہ دل غیب الغیب ہے کہ جو بسبب نزاکت کے نظر نہیں آتا ہے۔ اور اوس میں جو چیز کہ منعکس ہوئی ہے وہ عالم شہادی ہے اور چونکہ آئینہ لاہوتی کے اندر ہی عالم شہادی ہے یعنی نفس کے اندر ہی آفاق ہے لہذا نفس کی معیت آفاق کے ساتھ ہے پس اوس معیت نفسی کو جو آفاق کے ساتھ ہے عالم جبروتی یا عالم تجلیات کہتے ہیں اور اسی کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اب جو شخص عالم غیب الغیب وعالم غیب برزخی لاہوتی وعالم جبروت یعنے معیت نفسی کو اپنے حال پر رکھتا ہے اور عالم آفاق کو فانی جانتا ہے وہ شخص اسم رحمن کا مظہر تام ہے کہ جو عرش آفاقی پر مستوی ہے اور اسی کو روح کلی کہتے ہیں اور یہی انسان کامل کر

marfat.com

اور استویٰ یہ ہے کہ عالم آفاقی میں جو موجودات ظاہر ہیں اور جو تاثیر و تاثر ہوتا ہے وہ نفس کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ آفاق میں ظہور اوس ارادہ و مشیت کا بسبب قابلیت آئینۂ آفاقی کے متبائن معلوم ہوتا ہے اور یہی تبائن عالم کی ہر شے کی انانیت ہے جسکو مشیت و ارادہ نفس نے اپنے جود سے حق دیا ہے جیساکہ ہم نے اوپر نفس کی مثال میں بیان کیا ہے اور یہ انانیت فی الواقع اوس شے کی نہیں ہے بلکہ نفس کی انانیت سے ہی کہ جسکے شدت ظہور سے خطرۂ غیر کا ظہور ہوا ہے۔ اور یہ خطرۂ غیر باطل ہے لیکن چونکہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے لہذا باطل نہیں ہے اگر خطرۂ غیر نہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ نعوذ باللہ خدا عالم کو پیدا نہیں کرسکتا پس عالم باطل ہے اور باطل نہیں ہے۔ باطل اسوجہ سے ہے کہ اوسکا مبدا وہم غیریت ممتنع الوجود ہے العالم ماشمت رائحۃ الوجود اور باطل اسوجہ سے نہیں ہے کہ من جمیع الوجوہ وجود حق ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلاً۔ اور حق تعالیٰ کی الوہیت کا پورا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اسکے وجود سے تمام ہے اور پھر تمام نہیں ہے کیونکہ ظہورات کی حد و انتہا نہیں ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اس تمام و ناتمام کی تحقیق کو چھوڑکر اپنی حقیقت کو جانے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اور جب سالک مستغنی ہوگا تو آپ ہی آپ غیب الغیب سے استفادہ کرے گا ؎

حدیث از مطرب و مے گو زراز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ لا احب الافلین[1] اور اسی استغنا کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا[2]	ابدا علی افق العلی لا تغرب

[1] دوست نہیں رکھتا ہوں میں غائب ہونے والوں کو ۱۲

[2] اگلے لوگوں کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ افق اعلےٰ میں ہرگز کبھی غروب نہیں ہوتا ۱۲

marfat.com

اس شعر میں یہ انا ثمی نہیں ناسوتی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی نہیں ہے بلکہ انا حقیقی ہی اسیواسطے بصیغۂ جمع فرمایا ہے جو انانیت ہر موجود کو محیط ہے جیسے جناب باری نے فرمایا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور یہ اسوجہ سے فرمایا کہ انانیت محض لازمی نہیں بلکہ متعدی ہے ؎

تیر کرلے سے کیسے جو اور کو تیر ادے	خود دار رہا تو کیا اور یار رہا تو کیا

اور یہی اعلیٰ ترین رفاہ عالم حضرات صوفیہ کے وجود باجود سے ہے جس سے بڑھکر رفاہ ممکن نہیں ہے جسکے لیے حضرات صوفیہ پر فی زماننا اعتراض ہے کہ اپاہج و خودغرض ہیں۔ نعوذ باللہ من ھذا القول والاعتقاد۔

عرش عالم کبیر ہے

العرش ھو العالم الکبیر وھو محل مستوی الرحمٰن والانسان ھو العالم الصغیر وھو محل مستوی اللہ لانہ خلق آدم علی صورتہ فانظر الی ھذا العالم الصغیر اللطیف الانسان کیف لہ الفضل والشرف علی ھذا العالم الکبیر وتامل کیف صغر الکبیر وکبر الصغیر وکل فی محلہ ومرتبتہ فلو عرفت ھذا السر

عرش عالم کبیر ہے اور وہ محل مستوی الرحمٰن ہے اور انسان عالم صغیر ہے اور وہ انسان محل مستوی اللہ ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے پس اس عالم صغیر لطیف انسان کی طرف نظر کر کہ اوس کے لیے اس عالم کبیر پر کیسا فضل و شرف ہے اور غور کر کہ کیسا صغیر کبیر اور کبیر صغیر ہے (؎ جہان انسان شد و انسان جہانے ؛ ازین پاکیزہ ترنہ بود بیانے) اور ہر یک اپنے محل و مرتبہ میں ہے پس اگر تو

لعرفت معنى قوله ويسعنى قلب
عبدى المومن واما قوله لى
مع الله وقت لا يسعنى فيه
ملك مقرب ولا نبى مرسل
فظاهر انه ما وسعه فى ذالك
الوقت الا الله وكم من نبى
مرسل وملك مقرب وعارف
ولى قد وسع العرش الذى هو
العالم الكبير باجمعه وما احس
به ولا بالى فظهر عظم هذه
اللطيفة الانسانية وفضلها
وشرفها على العالم الكبير وبان
انه العالم الكبير كالنقطة
للمحيط فان المحيط ولو كبرت هيئة
مركب على تلك النقطة و
منها والنقطة الى كل جزء من
الدائرة نسب مخصوص و
تفضل على الدائرة بما يختص به
بعد ذالك من عدم التعداد
فى نفسها وغير ذالك من الخصائص

اس ستر کو پہچانے تو البتہ تو حق سبحانہ کے اس
ارشاد کے معنیٰ کو جانے گا کہ ویسعنی[۱] قلب عبدی
المؤمن لیکن آں حضرت کا یہ قول کہ "میرا اللہ کے
ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں سماتا ہے مجکو
اوس میں ملک مقرب اور نہ نبی مرسل"۔
پس یہ ظاہر ہے کہ اس وقت میں آنحضرت
کو نہیں سما سکتا ہے مگر اللہ اور کتنے نبی مرسل
اور ملک مقرب اور عارف ولی ہیں کہ عرش
میں جو کہ عالم کبیر ہے تمامتر سماے ہیں کہ
جن کا احساس میں نہیں کرتا اور نہ جانتا ہوں
پس اس میں لطیفہ انسانیہ کا عظم عالم کبیر پر
اور اوسکا فضل و شرف ظاہر ہوا اور ظاہر
ہوا کہ یہ لطیفہ انسانیہ عالم کبیر سے مثل نقطہ
کے محیط کے لیے پس محیط اگرچہ اوس کی ہیئت
بزرگ ہے مرکب ہے اس نقطہ پر اور اس
نقطہ سے اور نقطہ کے لیے دائرہ کے ہر اوس
کی طرف نسبت مخصوصہ ہے اور دائرہ پر اس
شے سے تفضیل ہے کہ جو شے بعد اس کے
اوس کے ساتھ مختص ہے عدم تعدد فی نفسہا
ہے اور اس کے علاوہ خصائص سے پس نقطہ

[۱] اور سما لیا مجھ کو میرے مومن بندہ کے دل نے ۱۲

marfat.com

فالنقطة هو اسم الله والمحيط
هو اسم الرحمن قال الله تعالى
قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن
ايا ما تدعوا فله الاسماء
الحسنى وقد بينا لك ان النقطة
لها الى كل جزء من اجزاء الدائرة
نسب واضافات ولا شك ان
تلك النسب والاضافات جميعها
للدائرة ايضا فاي ما منها نسب
اليه هذه النسب والاضافات
كان مستحقا لها كمالان الاسماء
الحسنى جميعها ان سميت ووصفت
بها اسم الله كانت له وليس
للرحمن الا وجه من وجوه الله
ظهر فيه كما تستحق المرتبة
الوحدانية كما ان الدائرة ليست
الا عين النقطة لظهور النقطة
في كل جزء منها فما ثم في الدائرة
الا النقطة - واعلم ان الرحمن
فعلان وهذه الصفة متى كانت
في اسم صفة كانت لعموم ذلك الوصف

اسم اللہ ہے اور محیط اسم رحمٰن ہے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما
تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ اور ہم بیان
کرچکے ہیں کہ نقطہ کے لیے ہر جزء کی طرف اجزاء
دائرہ سے نسب و اضافات ہیں اور
شک نہیں ہے کہ یہ کل نسب و اضافات
دائرہ کے لیے بھی ہیں پس ان اسمائے
حسنیٰ میں سے جس کی طرف یہ نسب و اضافات
منسوب کیے گئے وہ اون (نسب و اضافات)
کے لیے مستحق تھا جیسے کہ اسمائے حسنیٰ کل
اگر اسم اللہ اون سے منسوب کیا جائے اور
موصوف کیا جائے تو وہ اسماء حسنےٰ اوس
اسم اللہ کے لیے ہوں گے اور رحمٰن کے لیے
صرف ایک وجہ وجوہ اللہ سے ہے کہ اوس
وجہ میں وہ ظاہر ہوا جیسا کہ اوس کو مرتبہ
وحدانیت مستحق تھا جس طرح کہ دائرہ نہیں ہے
مگر عین نقطہ بسبب ظہور نقطہ کے ہر جزء میں
دائرہ سے۔ پس نہیں ہے دائرہ مگر نقطہ
اور جاننا چاہیے کہ رحمٰن فعلان کے وزن
پر ہے اور یہ صفت جبکہ اسم صفت میں
ہوگی تو اس وصف کی متصف بہ میں عام

marfat.com

في محل المتصف به ولذا لانه شدة
ظهور ذلك الوصف في الموصوف
به ولهذا كان اسمه الرحمن عامًا
ظاهرًا في الدنيا والآخرة بخلاف
اسمه الرحيم فان الرحمة في
الآخرة اشد ظهورًا من الدنيا
للحديث ان لله مائة رحمة
فواحدة في الدنيا بين الخلق بها
يتواصلون وبها يتراحمون و
تسعة وتسعون في الآخرة مدخرة
عند الله لا يخرجها الا في يوم
القيامة وسر اسمه الرحيم انتهاء
العالم الى الله ورجوع الخلقية الى
الحقيقة وان الى ربك المنتهى الا
الى الله تصير الامور لمن الملك اليوم
لله الواحد القهار ؎

تعالوا بنا حتى نعود كما كنا
فما عهدنا خنتم وما عهدكم خنا
ونترك وشيا والوشاة وطائرا

کرنے کے لیے ہو گی اور بوجہ دلالت شدت
ظہور اس وصف کے موصوف بہ میں اور
اس لیے اوس کا اسم رحمٰن دنیا و آخرت میں
عام ہو بخلاف اوس کے اسم رحیم کے پس
ظہور رحمت آخرت میں دنیا سے بہت زیادہ
ہے حدیث میں ہے کہ "اللہ کی سو رحمتیں
ہیں ایک دنیا میں خلق کے درمیان میں
ہے جس سے ملتے جلتے اور مہربانی کرتے
ہیں اور ننانوے آخرت میں ہیں اللہ کے
پاس جمع ہیں اون کو قیامت کے دن نکالے گا
اور سر اوسکے اسم رحیم کا عالم کا اللہ کی طرف
منتہی ہونا اور خلقیت کا حقیقت کی طرف
رجوع کرنا ہے (جیسا کہ ان آیات سے ظاہر
ہے) وان[1] الی ربک المنتہی۔ الا[2] الی اللہ
تصیر الامور۔ ان الملک الیوم للہ الواحد
القہار ؎

ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال ابتدائی پر عود کریں
پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور نہ تمہارا عہد ہم نے۔
اور چھوڑ دیں ہم جامہ رنگین کو اور وشاۃ اور طائر

[1] بتحقیق تیرے پروردگار کی طرف سب کی انتہا ہے ۱۲
[2] خبردار ہو کہ سب امور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں ۱۲

غراب لوقع البين في ربعنا غنا
ونطوي بساط العتب والحب والجفا
ونرمي السوى البين ليس لهم نفى
على الحي عود الشمل بالحي مثل ما
عهدنا وعود الوصل ثمارة تجتني
وينشد حاوي الحال عنا مترجما
الا لا اعاد الله بينا نائى عنا
احبابنا طيبوا فلم يك ما مضى
سوى حلم كاللفظ ليس له معنى
فلا طال الهجران ولا ثم عاذل
ولا سهر المشتاق ليلا ولا عنا
ولا كان ما قلتم ولا كان ما جرى
ولا تموا عنا ولا عنكم تمنا

تم الكتاب بعون الله الملك الوهاب فالحمد لله وحده وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم تسليما كثيرا كثيرا برحمتك يا ارحم الراحمين۔

غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے ہمارے ربع میں ہے
لپیٹ دیں ہم دکھ درد اور حب وجفا کی بساط کو
اور تیر پھینکیں ہم اس میدان اور جنگل میں جو کبھی فانی نہیں ہوتا ہی
قریب کہ عود کرے یکیں جانب یعنی محلہ حی قوم کی طرف۔
جیسا کہ ہمنے عہد کیا تھا اور عود نام شجر وصل کے پھل چنے جائیں
اور شعر پڑھے حال بیان کرنے والا ہم سے لیکر دکھ،
کاش نہ لوٹائے اللہ اس جگہ کو جو دور ہوئی ہم سے
کیا جا رہے احباب خوش ہو! پس جو گزرا وہ تھا ہی نہیں
(یعنی) مثل لفظ بے معنی کے تھا سوائے حلم کے
پس نہ دراز ہوئی جدائی اور نہ بیان عاذل معشوقہ ہے
نہ مشتاق کا راتوں کو جاگنا ہے اور نہ خوشی سے
اور نہ وہ تھا جو تم نے کہا اور نہ وہ ہوا جو جاری ہوا
اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔

کتاب تمام ہوئی اللہ ملک وہاب کی مدد سے پس حمد تنہا خدا کیلئے ہے اور اللہ کا درود وسلام ہمارے سردار محمد پر نازل ہو اور ان کی اولاد واصحاب پر بہت بہت تیری رحمت سے۔ اے سب سے بڑی رحمت والے۔

جاننا چاہئے کہ عرش سے لیکر فرش تک عالم کبیر ہے اور اس عالم کبیر کے تین حصے ہیں ایک عرش دماغی جو قلب تک ہے دوسرا عرش قلبی جو ناف تک ہے تیسرا عرش نافی جو قدم تک ہے اور پورا عرش یہ تینوں عرش و فرش ملا کر ایک ہے کیونکہ عرش کے نیچے جو

marfat.com

عرش ہے۔ وہ پہلے عرش کا فرش ہے۔ اب تینوں عرشوں کو ملایئے تو پورا جسم انسانی ہوگیا
جس کو عالم کبیر کہتے ہیں اور جس کی جسمانیت کے مقابلہ میں انسان عالم صغیر ہے
کیونکہ اس کے تین کھنڈ چھوٹے چھوٹے ہیں اور آفاق کے تینوں کھنڈ بڑے بڑے
ہیں لیکن اس عالم کبیر کو ادراک کرنے والا انسان ہے جو عالم صغیر ہے اور کل موجودات
عالم کا بلا انسان کے وجود نہیں ہوسکتا ہے جیسے کل جسم انسانی کا بلا روح کے وجود
نہیں ہوسکتا ہے اور انسان کو اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حق سبحانہٗ کی
صورت پر ہے تو بڑی فضیلت اس انسانی عالم صغیر کی اوس آفاقی عالم کبیر پر
اسی وجہ سے ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے یہ انسانی عالم صغیر بمقابلہ آفاقی عالم کبیر
کے عالم کبیر ہے اور جو عرش کہ عالم کبیر میں بہت بڑا ہے اوس سے کہیں زیادہ
بڑا عرش قلب انسانی ہے اسواسطے کہ قلب انسانی میں سمائی اللہ کی ہے اور عرش میں
سمائی اللہ کی نہیں ہے ہاں اگر عرش کو مع قلب انسانی کے ملائیے تو البتہ عرش میں سمائی اللہ
کی بوجہ لطیفہ قلب انسانی کے ہوسکتی ہے پس اللہ تعالیٰ لطیفہ قلب انسانی سے عرش پر مستوی
ہے اور اوس لطیفہ قلب انسانی کا نام رحمٰن ہے۔ اسواسطے انسان کو فضیلت حق کی نظر
میں صرف عرش عالم کبیر کے مقابلہ میں زیادہ ہے ایسی صورت میں عالم صغیر انسانی کو عالم
کبیر آفاقی پر فوقیت ہے اور وسیعنی قلب عبدی المؤمن کے یہی معنی ہیں کیونکہ تعریف
لامکانی حق کی وسیعنی قلب عبدی المؤمن پر تمام ہے اگر عرش میں سمائی ہوتی تو حق لامکان
نہیں ہوسکتا تھا اور عرش کیا ہی بڑا ہوتا تو بھی محدود ہوتا لامکانی کی سمائی مکان میں
نہیں ہوسکتی کیونکہ عرش محسات میں ہے اور محسات محدود ہیں اور قلب عبد مومن اوس
گوشت کے لوتھڑے سے مراد نہیں ہے جو انسان کے ربع شمالی جسم میں آویزاں ہے
بلکہ قلب مومن اوسکو کہتے ہیں کہ جس کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا
نہ ہو پس چونکہ حق تعالیٰ کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا نہیں ہے پس ہی علوم و معارف

و مدرکات و مبصرات غیر متناہی قلب عبد مومن کہلاتے ہیں جو غیر محدود ہے۔ اور وہ علوم و مدرکات و مبصرات و معارف و حقائق جوں جوں قلب عبد مومن میں سماتے جائینگے و ہی قلب بڑھتے جائیں گے لہذا قلب مومن کا تجسم علوم و معارف و حقائق و مدرکات و مبصرات حق ہی ہے جو بحض لامکاں ہے اور وہ جسقدر قلب مومن میں آتے جائینگے تو بجائے تنگی ہونیکے قلب مومن بڑھتا جائیگا اور کبھی ختم نہوگا بخلاف عرش عالم کبیر کے کہ وہ اپنے تجسم کی وجہ سے ضرور چک جائیگا ایک تو یوں ختم ہوگیا اور حق کی سمائی کے لائق نہیں رہا کیونکہ حق غیر مجسم و غیر محدود ہے دوسرے اوس میں باکیفی و باروئی و باجہتی ہے بے کیفی و بے روئی و بے جہتی کی مکانیت کے قابل نہیں ہے تیسرے اوسمیں معارف و حقائق و علوم و مدرکات و مبصرات کچھ نہیں ہیں اور یہ حق کے کمال کے شایان نہیں ہے کہ اوس میں کسی وقت یہ باتیں نہ ہوں۔ چوتھے عرش اپنے جسم کی وجہ سے حق کے مقابلہ میں دم ناجہانی مارتا ہے تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا پس حق کی سمائی مع اون تمامی اسماء و صفات کے جو حق کے شایان شان ہیں بجز قلب عبد مومن کے کہیں نہیں ہوسکتی ہے اگر پاؤگے تو یہیں سے پاؤگے اگر ٹھکانا ہے تو یہی ٹھکانا ہے اور یہ ٹھکانا ایسا ہے کہ جسمیں ایسی یکتائی ہے کہ نام ہی قلب کا ہے ورنہ بجز خدا کے کچھ نہیں ہے۔ ہمکو اس مقام پر ایک قصہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کا یاد آگیا سنا جاتا ہے کہ حضرت بڑے عاشق تن تھے جب بازار میں نکلتے تو کسی نہ کسی پر عاشق ہوجاتے آخر کار تنگ آکر آپنے دن کو بازار میں نکلنا ترک کر دیا رات کو اپنے کھانے پینے کے واسطے سودا بازار سے لاتے تھے اور اسطرح بسر کرتے تھے تقدیر الہی سے آپکی وفات اسطرح پر ہوئی کہ کسی نے آپکے گولی ماردی اور وہ گولی دلمیں لگی تب آپنے یہ کہکر انتقال فرمایا کہ جب لگتی ہے یہیں لگتی ہے۔ تو حق کو جب پاؤگے قلب مومن میں پاؤگے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل نبی مرسل آپ خود بھی تھے اور انبیا کو جانے دیجیے وہاں بسبب سمائی حق کے آپکی بھی گنجائش نمی

بردوا سے عقل نامحرم کہ اشب باخیال او	چنان خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

پس سواے اللہ کے اور کچھ نہ تھا ۔

دہر کیبارہ ہستی را بتاراج	درآید در پے احمد بمعراج

اور جب آپ کی گنجائش بھی نہ تھی تب آپ اس کے مستحق تھے کہ پورے الرحمن علی العرش استوی ہوں اور اس استوی کی وجہ سے آپ رحمن و رحیم دونوں کے جامع ہوے اور شفیع ہوے عالم آخرت میں اور آپ وجود دیتے ہیں ہر شے کو عالم ناسوت میں اور دیگر عوالم میں اور آپ کو فوقیت ہوئی تمامی پیغمبروں پر اس وجہ سے کہ دیگر پیغمبران میں سمائی اسماء ذاتیہ حق کی ہے اور آپ میں سمائی ذات کی مع کل اسماء و صفات و افعال کے ہے آپکی امت جو مخصوص ہے یہ آپکے اسم رحیم کی وجہ سے مخصوص ہے اور کل پیمبروں کی امتیں آپ سے تعلق رکھتی ہیں یہ تعلق آپکے اسم رحمن کی وجہ سے ہے لہذا شفاعت کا مرتبہ جو آپ کو ملا وہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اس عالم میں بھی آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور اوس عالم میں بھی اس عالم میں آپ علاوہ مومنین کے ہر کافر مردود و ملعون کو بسبب اپنے اسم رحمن کے وجود دیتے ہیں اور اس میں کچھ تفرقہ مومن و کافر کا نہیں فرماتے ہیں وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور مومن کو علاوہ وجود کے فیض باطنی بھی عطا فرماتے ہیں بسبب آپکے اسم رحیم کے ہو بالمومنین رؤف رحیم جو رحمت علیحدہ خاصہ کا اظہار آخرت میں مقابلہ ناسوت کے بدرجہ کمال ہوگا لہذا بحکم سبقت رحمتی علی غضبی آپ عالم آخرت میں شفاعت فرمائیں گے اور وہ شفاعت مقبول ہوگی۔ اس لطیفہ انسانی کی وجہ سے انسان عالم کبیر ہوگیا اور عرش عالم صغیر ہوگیا کیونکہ قلب انسانی مثل نقطۂ مرکز کے عرش محیط کے واسطے ہے پس محیط کی ہیئت اگرچہ بڑی ہے لیکن جو ہیئت اوسکی قائم ہوئی ہے وہ اسی نقطہ کی وجہ سے ہے اور اس نقطہ کو محیط دائرہ پر تفضل ہے کیونکہ نقطہ کی جانب سے محیط کی ہر جگہ کو ایک نسبت مخصوصہ ہے پس نقطہ کو بلحاظ اوسکی نظر مخلوقاتی کے چاہیے کہ اسم اللہ کہو اور محیط کو اسم رحمن کہو اسی واسطے ارشاد ہے کہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی لیکن ظاہرا نقطہ اللہ کہلا جائیگا اور محیط دائرہ اسم رحمن کہا جائیگا اگرچہ یہ دونوں ایک ہیں

سو جہ سے کہ نقطہ کو جو نسبتیں اور اضافتیں محیط کے ہر ہر جزو لاتجزی سے ہیں وہی نسبتیں اور اضافتیں
محیط کے ہر ہر جزو لاتجزی کو نقطہ کے ساتھ ہیں پس بجز نقطہ کے کوئی چیز نہ رہی۔ صرف خفا و ظہور
کا فرق ہے محیط میں ظہور زیادہ ہے اور نقطہ میں خفا زیادہ ہے اور یہ ظہور و خفا بھی اعتباری ہے
پس فرق کرنا رحمٰن و اللہ میں ناممکن ہے پس قلب مومن جو محض استوا اللہ ہے اوس میں اور اللہ
میں کوئی فرق نہیں ہے اللہ رحمٰن ہے اور رحمٰن اللہ ہے جیسے قلب عرشی دماغی قلب عرشی قلبی ہے
اور قلب عرشی قلبی قلب عرشی دماغی ہے یعنی جو صفت دل سے پیدا ہوتی ہے وہی دماغ کی ہے
اور جو دماغ سے پیدا ہوتی ہے وہی دل کی ہے صرف فرق اسقدر ہے کہ بعض صفت قلب میں بہ نسبت
دماغ کے کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہیں جیسے ارادہ وغیرہ اور دماغ میں پوشیدہ ہوتی ہے اور بعض صفت
دماغ میں بہ نسبت قلب کے ظاہر ہوتی ہیں جیسے خیال وغیرہ اور قلب میں پوشیدہ ہوتی ہے اور مجموعی طور
پر یہ دونوں باتیں اعتباری ہیں چونکہ رحمٰن صیغہ مبالغہ کا ہے لہذا اسکا مستحق صرف اللہ ہی ہے
یعنی وہ متصف ہے عمومیت کے ساتھ۔ کوئی ذرہ عالم میں رحمٰن کے فیض سے خالی نہیں ہو سکتا
لہذا دنیا و آخرت میں دونوں جگہ اوسکا ظہور ہے بخلاف اسم رحیم کے کہ اسم رحیم مخصوص ہے اپنے
ظہور تام کے لیے آخرت میں جو دنیا سے بہت زیادہ ہے جسکا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے
کہ ان للہ مائۃ رحمۃ فواحدۃ تعطف اللہ بہا بین الخلائق بہا یتواصلون فی بھایۃ الحین
وتسعۃ وتسعین فی الآخرۃ مدخرۃ عند اللہ لا یخرجہا الا فی یوم القیمۃ اس حدیث کے
حقیقی معنی یہ نہیں ہیں کہ آخرت میں سعدا فیض رحیم سے نعم جنت سے استفادہ کریں گے اور
اشقیا فیض رحیم سے نکال دوزخ میں عذاب عذب و ولولہ شوق کے سوز و گداز میں مستیاں
کریں گے بلکہ اسم رحیم کا فائدہ یہ ہے کہ اپنے بہلاوے جا ٹلیں اور عالم خلقیت سے رجوع کر کے
اپنی حقیقت عینی الوہیت میں اپنا ٹھکانا کریں وان الی ربک المنتہی اور الا الی اللہ
تصیر الامور اور لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کے یہی معنی ہیں۔ اور معلوم
کریں کہ ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

marfat.com

چون کسی در نا کسی در یافتیم	پس کسی در نا کسی در باختیم

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

تا چو آئینہ صفائی یافتیم دور شد از رخ سر زلف رسا	بیخودی در خود نمائی یافتیم در رسائی نا رسائی یافتیم

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کا ارشاد رسالہ وحدت وجود میں خوب لکھا ہے کہ سی مُرغ (۳۰ مُرغ) بتلاش سیمرغ (پرندہ) رفتند چون بانجام کار رسیدند خود را سیمرغ دیدند ؎

تراب وسما فراق وصل یونہی ہے نہیں کچھ اصل	ملیگا کون ہمسے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا

من مات فقد قامت قیامتہ قیامت کیا ہے ولمن الملک الیوم للہ الواحد القہار

تو قیامت شو قیامت را بہ بیں	دیدن ہر چیز را شرط است این

چنانچہ اسی مضمون کو حضرت مصنف رحؒ نے آزادانہ بہ پردۂ اشعار ارشاد فرمایا ہے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ "ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال ابتدائی پر عود کریں پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور تمہارا عہد ہمنے"۔ "چھوڑ دیں ہم جامہ رنگین کو اور وشاۃ اور طائر غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے چار ربع میں ہے" یعنی تعینات اعتباری سے نکل جائیں جو وجہ حقیقی کو زلف کی طرح چھپائے ہیں اگرچہ وہ بھی دلفریب ہیں کیونکہ یہ بھی معشوق حقیقی کی زلفیں ہیں جو سانپ کی طرح دلبر لوٹتی ہیں لیکن اصلی حقیقی فائدہ ہمارا اس ربع شمالی کے جنگل میں ہے جسمیں وجہ اللہ کی نمائی ہے بلکہ وہ عین اللہ ہے۔ "لپیٹ دیں ہم دکھ درد اور جب وجفا کی بساط کو اور تیر پھینکیں ہم اس میدان اور جنگل میں (یعنی فضائے قدس میں) جو کبھی فانی نہیں ہوتا ہے" "اور فریب ہے (یعنی آسان ہے) یہ کہ عود کرے دل حی قیوم کی طرف (اور سمجھے کہ جو عہد ہم نے کیا تھا (اسکو پورا کیا اور رجوع الی اللہ میں اپنے شجر وصل سے پھل چنے" اور ہم اپنے حال سے ذوق اٹھائیں کہ ؎

marfat.com

ہست محفل بران قرار کہ بود	ہست طرب بران ترانہ ہنوز
نقشے کہ کشیدیم ازان ہیچ نہ گشتیم	در روز ازل آنچہ کہ بودیم ہمانیم

اور اپنے دل میں اپنے آپ کو متنبہ کر کے اپنے آپ سے دعا مانگیں کہ اب خدا یہاں سے نہ لے جائے جیسے حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں جا کر پھر وہاں سے نہ نکلے ؎ (جذب)

ایسی زمین پہ گھر کرے رُخ نہ ادھر ادھر کرے
عمر یہیں بسر کرے بخت کرے جو یاوری

اور بحکم المؤمن کنفس واحدۃ سب کے سب مل کر گھرے اڑائیں اور رضی ماضی کہکر حلم اور صبر سے کام لیں اگرچہ وہاں حلم و صبر کی بھی گنجائش نہیں ہے اب نہ دراز فراق ہے اور نہ معشوقہ عاذل ہے بلکہ یہ کیفیت ہے کہ ؎

مرا دل وہی دلربا بھی وہی ہے	جو ہے مدعی مدعا بھی وہی ہے
وجود اپنا ٹھہرا تو پھر کیا ہی دھوکہ	صنم بھی وہی ہے خدا بھی وہی ہے

نہ اشتیاق میں راتوں کی بیداری ہے اور نہ تفرقہ خیالی سے معشوق کے ملنے کی خوشی ہے اور نہ وہ تھا جو تم نے کہا اور نہ وہ کہ جو جاری ہوا اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔ یعنی عالم وافیہا کچھ نہیں تھا اور نہ ہے کن فیکون کچھ نہیں تھا اور نہ ہے انا کنا کنا انا۔ جیسا کہ معراج شریف میں حضرت حق نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ "میں ہوں اور تو اور میں نے سب کچھ تجھ کو دیا" محبوب نے جواب میں فرمایا کہ "میں ہوں اور تو اور میں نے سب کچھ چھوڑا۔ انجام کار یہ ہوا کہ ؎

شمس الحق تبریزی از بسکہ درآمیزی
تبریز خراسان شد تا باد چنین بادا

تت

marfat.com

۷۳۱

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مؤلفہ

واعظ سحر البیان شیخ الحدیث حضرت علامہ حبیب البشر خیری
رنگون

ناشر

سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا تحقیقی و اشاعتی ادارہ

۵۵۵ - این سمن آباد، لاہور

marfat.com

۴۳۲

وما ارسلناک الا

رحمۃ للعالمین

سیرۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ واہل بیتہ وسلم

تالیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

○ ○ ○

سیرت فاؤنڈیشن

اسلامی علوم و فنون کا علمی و تحقیقی ادارہ

۸۵۵ این، سمن آباد ۔ لاہور

marfat.com

★ تصوف کی شہرہ آفاق کتاب "انسان کامل" کے مصنف حضرت سید عبدالکریم الجیلی قدس سرہٗ دور متوسط کے معروف صوفیا میں سے تھے۔ آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی ایک عارفانہ شرح بھی لکھی ہے۔ شرح کیا ہے علم وعرفان کا گنج گرانمایہ ہے جس میں آپ نے ایک ایک لفظ بلکہ نقطہ کی تفسیر میں اسرار و حقائق کے دریا بہائے ہیں آپ نے اس کتاب کو الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے موسوم کیا ہے یہ نام ہی کس قدر موزوں اور پُر معنی ہے اس کی داد کچھ اہل نظر ہی دے سکتے ہیں۔ اس شرح کو مولانا محمد تقی حیدر قلندر کاظمی نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب میں ایک اردو شرح بھی شامل ہے جس کے مصنف شاہ وہاج الدین قلندر کاکورویؒ ہیں۔ حضرت جیلی قدس سرہ کی شرح میں جو نکات معنوی بیان ہوئے ہیں وہ باآسانی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ عام قاری کی اس دشواری کے پیش نظر شاہ وہاج الدین نے ان مشکل مقامات کی مزید وضاحت کر دی ہے اس لحاظ سے یہ "شرح کی شرح" ہے علاوہ ازیں شاہ وہاج الدین کے قلم سے ہی ایک مقدمہ بھی شامل کتاب ہے۔ اس میں وہ مبادیات، جن کے جانے بغیر اس شرح کا سمجھنا محال ہے، بیان کیے گئے ہیں۔ ان اضافوں سے نہ صرف کتاب کی علمی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے، بلکہ قارئین کے لئے اس سے استفادہ بھی آسان ہو گیا ہے۔

★ ایسی کتاب کا، جو سراسر دقیق مطالب پر مشتمل ہو۔ ایک سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا سہل کام نہیں۔ مولینا تقی حیدر نے اس کام کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ مترجم اور مقدمہ و شرح اردو کے مصنف دونوں حضرات "خانقاہ کاظمیہ" (کاکوری) کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے ذوق اور تبحرِ علمی پر ان کے یہ رشحات قلم شاہد ہیں۔

★ یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں اصح المطابع (لکھنو) میں طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اس کے بعد بہت عرصہ تک ناپید ہی رہی۔ تقریباً ۶۲ سال کے بعد ادارہ الکتاب، لاہور نے ۱۹۷۷ء میں اسے دوبارہ شائع کیا۔ اب "سیرت فاؤنڈیشن" لاہور عرصہ ۲۳ سال کے بعد اس نادرہ علمی کو ایک بار پھر نہایت ہی اہتمام سے ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔

سیرت فاؤنڈیشن • ۸۵۵۔ این سمن آباد، لاہور۔ فون ۷۵۶۰۸۸۲
تقسیم کار: دربار بک شاپ، دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ • لاہور